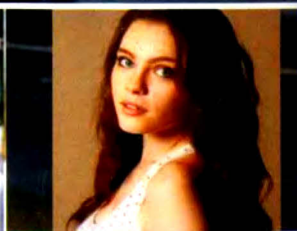
# ملک الموت



علیم الحق حقی




بسم اللہ الرحمن الرحیم

# معزز قارئین توجہ فرمائیں!

پاکستان ورچوئل لائبریری پر موجود تمام کتابیں قارئین کے مطالعے اور دعوتی و اصلاحی مقاصد کے لئے اپلوڈ کی جاتی ہیں۔

## تنبیہ

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی سخت ممانعت ہے، اور ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔



# پیش لفظ

محترم قارئین!

السلام علیکم!

آپ میں سے بہت ایسے بھی ہیں جو انگریزی زبان سے اُردو ترجمہ کئے گئے ناولوں کو پسند نہیں کرتے لیکن میں بڑی سچائی سے عرض کر رہا ہوں کہ میں نے کبھی ترجمہ کرنے کو حقیر یا غیر اہم نہیں سمجھا ہے بلکہ میں نے اسے بہت اہمیت دی ہے اور میں اسے ایک بہت بڑا کام اور اہم فریضہ سمجھتا ہوں۔

وجہ یہ ہے کہ یہ کہانیاں ہمیں باہر کی دُنیا سے، اس کے طور طریقوں سے، دوسرے معاشروں کی خوبیوں اور برائیوں سے، ان کے طرزِ زندگی اور اخلاقی ضابطوں سے روشناس کراتی ہیں۔

اس سے ذہن کو وسعت ملتی ہے اور ہماری آگہی اور شعور میں اضافہ ہوتا ہے اور ہمارے ہاں کے لوگوں کی اکثریت ایسی ہے جو انگریزی زبان سے اُردو ترجمہ کئے گئے ناولوں کو نہیں پڑھ سکتی۔ ان تک یہ کہانیاں خوب صورت اور مثبت انداز میں پہنچا کر مجھے لگتا ہے کہ میں نے ان کے لئے کوئی خدمت سرانجام دی ہے۔ کیونکہ میں انگریزی ناولوں کے انتخاب میں بہت محنت کرتا ہوں۔ میری کوشش ہوتی ہے کہ غیر معمولی اور شاہکار کہانیوں کا ترجمہ کروں۔

الحمدللہ! پوری سچائی کے ساتھ یہ اعلان بھی کر رہا ہوں کہ آپ لوگوں سے اور اپنے کام سے میری محبت خالص اور سچی ہے۔ میں نے اچھا بھی لکھا اور برا بھی۔ آپ کو پسند بھی آیا اور ناپسند بھی۔ لیکن میں نے اپنی طرف سے کوتاہی کبھی نہیں کی۔ قلم ہی میرا ذریعہ روزگار ہے لیکن میں نے کبھی زندگی کی ضرورتوں کی خاطر تیز لکھنے اور صفحات بھرنے کا نہیں سوچا۔ ہمیشہ کہانی کے ساتھ انصاف کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور ہمیشہ اچھے سے اچھا لکھنے کی لگن رہی ہے۔ یہ اللہ کا مجھ پر خاص فضل ہے کہ وہ میری تمام ضرورتیں پوری کرتا رہا ہے۔ یہ اس کا مجھ پر ہمیشہ سے کرم رہا ہے کہ میں نے اپنے کام میں کبھی بددیانتی نہیں کی ہے۔ اسی لئے تو آپ کا اور میرا تعلق اتنا مستحکم اور مضبوط ہے اور اسی لئے مجھے آپ سب کی محبتیں اور چاہتیں حاصل ہیں۔ جنہیں میں سرمایۂ حیات سمجھتا ہوں۔ میری یہ ہمیشہ کوشش ہوتی ہے کہ آپ کے معیار پر پورا اُتروں۔

میں ترجمہ نہ پڑھنے والوں سے اور اسے اہمیت نہ دینے والوں سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ غیر جانبداری سے انگریزی زبان سے اُردو ترجمہ کئے گئے ناولوں کو پڑھیں اور پھر خود فیصلہ کریں۔ میں آپ کے پاس بڑے اعتماد کے ساتھ یہ کہانی لے کر آیا ہوں۔

آپ کی آراء اور تبصروں کا منتظر رہوں گا۔

والسلام

علیم الحق حقی



# ملک الموت

"نو اسموکنگ" کی سائن روشن ہوگئی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ کینیڈی ائیرپورٹ پہنچنے والے ہیں۔ چند ہی منٹ بعد جہاز کو لینڈ کر جانا تھا۔

رچرڈ گینر سوچ رہا تھا کہ پچھلے چند روز جو اس نے گزارے ہیں، وہ شاید اس کی زندگی کا خوب صورت ترین عرصہ تھا۔ ایسی طمانیت اسے پہلے کہاں نصیب ہوئی تھی......؟

اس کے جڑواں بیٹے درمیانی راستے کے اس طرف والی نشستوں پر بیٹھے تھے۔ پچھلے چار منٹ میں رچرڈ نے کم از کم چار بار ان کی طرف دیکھا تھا۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ ان کے سیٹ بیلٹس ٹھیک سے کسے ہوئے ہیں یا نہیں......؟

وہ دونوں بے خبر سو رہے تھے۔ ان کے چہروں پر ایسی معصومیت تھی کہ وہ اپنی عمر، یعنی دس سال سے چھوٹے لگ رہے تھے۔

وہ جڑواں ضرور تھے لیکن ہم شکل نہیں تھے۔ ٹامی رچرڈ سے مشابہ تھا۔ سیاہ بال، گندمی رنگت، آنکھیں چہرے پر گہرائی میں، قدرے لمبی ناک اور بڑا دہانہ۔



رچرڈ کی طرح اس کی شخصیت میں بھی اُداسی کا عجیب سا رنگ تھا اور مسکراہٹ میں وہی رچرڈ کا سا شرمیلا پن۔

ٹامی کے برعکس جانسن اپنی ماں کی بنی بنائی تصویر تھا۔ سنہرے بال اور دل آویز کلاسکی نقوش۔ لوگ کہتے تھے کہ وہ لڑکی ہوتا تو بہت حسین ہوتا۔ لیکن جانسن نے ابھی سے اس خوب صورتی سے فائدہ اُٹھانا سیکھ لیا تھا۔ اور بات صرف صورت کی نہیں تھی۔ جانسن اپنی ماں جین ہی کی طرح نہایت ضدی بھی تھا اور یہ بات جانسن سے زیادہ کون سمجھ سکتا تھا......؟

رچرڈ کا دل ان کی محبت سے سرشار ہوگیا۔ وہ اس کے بیٹے تھے، اس کی پہچان......اس کی نسل کو آگے لے جانے والے۔

عملے کے افراد اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ شکاگو سے روانہ ہونے والی رات کی یہ پرواز مسافروں میں مقبول تھی۔ ایمیلی نام کی وہ ائیر ہوسٹس ٹامی اور جانسن کے پاس رُکی اور محبت سے انہیں دیکھتی رہی۔ وہ صرف خوب صورت نہیں، ذہین بھی تھی۔

نہ جانے کیسے اس نے بھانپ لیا تھا کہ رچرڈ طلاق کے بعد آزاد اُڑنے والا پنچھی ہے۔ اس نے رچرڈ کو جتا دیا تھا کہ وہ نیو یارک میں رہتی ہے، اور کسی کی پابند بھی نہیں۔

لیکن رچرڈ کو اس میں کوئی دِلچسپی نہیں تھی۔ عجیب بات تھی۔ بیٹوں کے ساتھ ہوتا تو وہ خود کو ہرگز طلاق یافتہ محسوس نہیں کرتا تھا۔ ویسے بھی طلاق کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا۔ اس لئے بدلی ہوئی وہ صورتِ حال اسے نئی نئی اور عجیب لگتی تھی۔ بلکہ سوتے ہوئے وہ اب بھی ٹٹول کر جین کو چھونے کی کوشش کرتا تھا۔ کبھی تو اس کی آنکھ بھی کھل جاتی تھی اور وہ سوچتا تھا کہ جین کہاں چلی گئی......؟

"اوہ......! شاید باتھ روم میں ہوگی۔"

پھر اسے یاد آتا کہ ان کے درمیان تو علیحدگی ہو چکی ہے۔

اور کبھی وہ سوچتا۔

"کیا جین کے ہاتھ بھی اسی طرح اس کے جسم کو تلاش کرتے ہوں گے......؟"

کبھی کبھی وہ دل گرفتہ اور دُکھی ہو جاتا تھا۔ اس نے جہاز کی کھڑکی کے شیشے میں اپنے عکس کو دیکھا۔ شیشہ دُھند کی وجہ سے نم آلود ہو رہا تھا اور گہرے رنگ کا لگ رہا تھا۔ اس شیشے میں اپنا چہرہ اسے ایک ایسے شخص کا چہرہ نظر آیا، جو مطمئن اور پُرسکون تھا۔ زندگی کے کئے ہوئے ہر سلوک پر قانع۔

لیکن وہ جانتا تھا کہ اس کا چہرہ جھوٹا ہے۔ اگر وہ یاد کرتا اور حساب لگاتا کہ زندگی میں کتنی ساعتیں اس نے خوشی کی دیکھی ہیں۔ فرسٹریشن، غم و غصے، تشویش اور اذیت سے پاک تو وہ حساب، وہ اعداد و شمار کم از کم ایک ماہ کے لئے اسے ڈپریشن میں مبتلا کر دیتے۔

لیکن یہ بھی تھا کہ وہ جانتا تھا...... جانتا تھا کہ ہر خرابی کا وہ خود ہی ذمہ دار ہے۔ مثال کے طور پر اسے کلاسیکل پینٹر بننے پر کسی نے مجبور نہیں کیا تھا۔ وہ اس کا اپنا انتخاب تھا۔ وہ جانتا تھا کہ آرٹ کی دُنیا میں اس وقت کلاسیکی مصوری سکہ رائج الوقت نہیں ہے۔ پھر اسیر محبت ہونے پر بھی اسے کسی نے مجبور نہیں کیا تھا۔ دل کی وہ خطا اس کی اپنی خطا تھی۔

اسے سوچنا چاہئے تھا کہ اس کی طرح کے کسی فن کار کے لئے محبت میں مبتلا ہونا ایسی عیاشی ہے، جس کا وہ متحمل نہیں ہوسکتا۔ وہ کسی عورت کو...... اور وہ بھی محبوب عورت کو کیا دے سکتا ہے......؟ دُنیا کی آسائشات تو دُور کی بات ہے، وہ تو اسے وہ توجہ بھی نہیں دے سکتا، جو محبت کی بقاء کے لئے



ضروری ہوتی ہے۔ وہ بڑا تخیل میں گم رہنے والا آدمی۔

اور پھر جیسے یہ دو حماقتیں زندگی تباہ کرنے کے لئے کافی نہیں تھیں کہ اس نے تیسری حماقت بھی کر ڈالی......یعنی شادی......ستم بالائے ستم۔

میاں بیوی کی مرضی کے بغیر خدا نے انہیں جڑواں بیٹے بھی عطا کر دیئے اور اس سے یہ توقع بھی رکھی کہ وہ اچھا شوہر، اچھا باپ اور اچھا کفیل بھی ثابت ہوگا۔

اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں تھی کہ وہ ہر اس کردار میں ناکام ہوگیا، جو اس نے قبول کیا، یا اس پر تھوپا گیا۔ ناقدین فن اس کے کام کو "آؤٹ آف ڈیٹ" قرار دے کر مسترد کرتے رہے۔ عام لوگوں کا اپنا کوئی ذوق ہوتا نہیں۔ وہ تو نقادوں کے تبصروں پر چلتے ہیں۔

چنانچہ اس کی کوئی تصویر شاذ و نادر ہی بکتی۔ دوسرا کردار تھا شوہر کا۔ اس کی بیوی وہ واحد عورت تھی، جس سے وہ محبت کرتا تھا۔ مگر اس کے نزدیک وہ از خود رفتہ محبوب اور سنگ دلی کی حد تک بے پرواہ شوہر تھا۔ وہ اسے غیر ذمہ دار باپ قرار دیتی تھی اور کفیل کے کردار میں اس کی ناکامی کا ثبوت یہ تھا کہ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق اس کا گھرانہ غربت کی سطح سے بمشکل ذرا ہی اوپر تھا اور وہ بھی اس لئے کہ اس کی بیوی بھی کام کر کے اس کا ہاتھ بٹاتی تھی۔

سچ تو یہ ہے کہ گزشتہ چند برسوں میں جین کی آمدنی اس سے زیادہ رہی تھی اور اس معاشرے میں جہاں آدمی کی وقعت کا تعین اس کی سالانہ آمدنی کرتی ہو، وہاں اس کی کیا عزت ہوسکتی تھی......؟ اس کی لنگڑی لولی ازدواجی زندگی اور اس کی عزتِ نفس کے لئے وہ آخری دھچکا تھا۔

بیوی اور بچوں سے جدا ہو کر رچرڈ گینز کو لگتا تھا کہ زندگی ختم ہوگئی

ہے۔ زندگی کے بارے میں سوچتا تو زیاں، برباد اور ضیاع جیسے الفاظ اس کے ذہن میں گونجنے لگتے۔ اس کے لئے پینٹ کرنا بھی ممکن نہیں تھا۔ وہ ٹوٹ پھوٹ گیا تھا۔ اپنی روح کے اندر جھانکتا تو وہاں اسے کوئی قابل قدر شے دکھائی نہ دیتی۔

کچھ عرصہ گزرنے پر بہرحال اس نے یہ سوچا کہ اس کی زندگی کبھی اچھی اور خوش گوار تو رہی بھی نہیں تھی تو پھر یہ پچھتاوا، یہ دُکھ کیوں......؟ خرابی تھوڑی سی بڑھ ہی گئی ہے نا...... اور تو کچھ نہیں ہوا۔

چنانچہ وہ دوبارہ اپنے کام میں لگ گیا اور ابھی اس اعزاز کو ڈیڑھ ماہ بھی نہیں ہوا تھا کہ آرٹ انسٹی ٹیوٹ آف شکاگو نے اس کی ایک تصویر خرید لی تھی۔

ایمیلی اس کے پاس آ کر رُکی۔ برانڈی کا خالی جام اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے اپنے ہاتھ کا لمس جام کی جگہ چھوڑا اور ایک حدت آفریں نگاہ اس پر اُچھالی۔ اس کا انداز ایک جنگ جو فاتح کا سا تھا، جو اپنی پہلی شکست کو فتح میں تبدیل کرنے کی سر توڑ کوشش کر رہا ہو۔

''آخر میں ہی کیوں......؟''

رچرڈ گینز نے سوچا۔

''یہ التفات، یہ نظر کرم مجھ پر ہی کیوں......؟ میں ہالی وڈ کا کوئی خوب رو ہیرو تو نہیں...... میوزیم والوں نے جو میری تصویر خریدی ہے، تو اسے اس کا کیا پتا......؟ کہیں میری آنکھوں سے اسے اشارے تو موصول نہیں ہو رہے ہیں......؟''

ایک بات تو تھی۔ اس تصویر کی فروخت نے اسے برسوں کے بعد ایسی خود اعتمادی بخشی تھی، جو اس کے لئے بالکل نئی تھی۔ ایسی چھ سات



تصویریں اور بک گئیں تو شاید حسیناؤں کی بٹالین اس کے دروازے کے باہر قطار لگائے اٹین شن کھڑی ہوگی۔

اور کیا پتا کہ جین کو بھی وہ دوبارہ اچھا...... ہیجان انگیز لگنے لگے۔

''کبھی ایسا ہوا کرتا تھا۔''

اس نے آہ بھر کر سوچا۔

''چھ فٹ کے فاصلے سے بھی میں جین کو بے خود کر دیتا تھا۔''

وہ اپنے تخیل سے چونکا۔

یہی تو مسئلہ ہے میرے ساتھ......! تصوراتی دُنیا کے یہ چند لمحے اور اس کے بعد ہفتوں تک بے آواز، بے اشک رونا اور سینہ کوبی۔

''لیکن نہیں......! کبھی تو زندگی بدلے گی۔''

اس کے اندر سے ایک آواز اُبھری۔

''ہر زندگی میں تبدیلی لانے والا ایک موڑ آتا ہے۔ شاید یہ میرے لئے وہ موڑ ہے۔ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔''

پچھلے چند روز کی خوشی، سرمستی اور عزت افزائی تخیلاتی نہیں، حقیقی تھی۔ سنگ مرمر سے تعمیر کئے گئے اس بڑے ہال میں اس کے اعزاز میں ہونے والا ڈِنر...... اس کے بچوں کی نگاہوں میں اس کے لئے جھلکتا...... بلکہ برستا فخر...... وہاں بڑے بڑے لوگ تھے۔ مرد بھی اور عورتیں بھیں۔ وہ ان کے باپ کے فن کو سراہ رہے تھے۔

میوزیم نے جو تصویر خریدی تھی، اس میں سے داد و تحسین کے نت نئے زاویے تلاش کئے جا رہے تھے۔ طاقتور جذبہ، نہایت حساس، تحرک انگیز، خوب صورت، آنکھیں بھگو دینے والی...... یہ وہ الفاظ تھے، جو اس کی تصویر کے لئے استعمال کئے جا رہے تھے۔ اور وہ تعریف کے سوا کیا کر سکتے

تھے......؟ وہ تصویر انہوں نے خریدی جو تھی۔ اور اس کے بیٹے اس تعریف پر خوش تھے...... اور فخر کر رہے تھے۔

ستم ظریفی یہ تھی کہ رچرڈ کو اپنی وہ پینٹنگ ذرا بھی پسند نہیں تھی۔ وہ آئل میں بنی تصویر تھی، جس میں تین بوڑھے مرد ایک پارک میں ایک بینچ پر جڑ کر بیٹھے تھے۔ ان کے جسم ایک دوسرے سے مس ہو رہے تھے، لیکن ان کی آنکھوں میں بے کراں تنہائی تھی۔ پس منظر میں لینڈ اسکیپ تھا۔

اس تصویر کی کمپوزیشن اسے ہمیشہ ڈپریس کر دیتی تھی۔ مارچ کی بارش کے قوی امکان سے بوجھل اس شام کے منظر میں دُور دُور تک کہیں کوئی اُمید نہیں تھی۔ اس تصویر میں یکجائی میں بھی مہیب تنہائی تھی۔ کئی بار اس کا جی چاہا کہ اس تصویر کو اپنے ہاتھوں سے تباہ کر دے۔

کیسی عجیب بات تھی کہ بعد میں وہی تصویر ناقابل یقین قیمت پر بکی...... 80 ہزار ڈالر...... اتنی رقم تو اس نے پچھلے چار برس میں بھی نہیں کمائی تھی۔

اچانک جہاز کو جھٹکا لگا اور وہ بری طرح ڈگمگایا۔ ٹامی چونک کر بیدار ہوا۔ اس کی نگاہوں سے خوف جھلک رہا تھا۔

”یہ کیا ہوا تھا ڈیڈ......؟“

”کچھ نہیں بیٹے......!“

رچرڈ نے محبت سے اس کا ہاتھ تھپتھپایا۔

”کوئی ایر پاکٹ ہوگا۔ چند منٹ میں ہم لینڈ کرنے والے ہیں۔“

”مجھے کوک مل سکتی ہے......؟“

رچرڈ نے نفی میں سر ہلایا۔ ضابطے کے تحت اب سروس نہیں مل سکتی تھی۔



”اب تو نیچے اُتر کر ہی ملے گی۔“

”میں ایمیلی سے بات کرتا ہوں۔“

اس کے بیٹے نے کہا۔

”وہ آپ پر مرمٹی ہے ڈیڈ......! کچھ بھی کر سکتی ہے آپ کے لئے......!“

”کسی سے بات کرنے کی ضرورت نہیں......!“

رچرڈ نے خفگی کے بغیر کہا۔

”اور ہاں......! اپنی عمر جتنی بات کیا کرو......! مر مٹنا تم کیا جاؤ......؟“

”جی نہیں......! میں جانتا ہوں۔“

اس اثناء میں جانسن بھی اُٹھ گیا تھا۔ وہ بھی باتوں میں شریک ہو گیا۔

”ہم نے فیصلہ کر لیا ہے ڈیڈی......! ہمیں ایمیلی اچھی لگی ہے۔ آپ کو اسے ڈِنر پر مدعو کرنا ہوگا۔“

”بہت خوب......! تو ڈِنر پر تم دونوں میں سے کون جائے گا اس کے ساتھ......؟“

”بچوں جیسی باتیں نہ کریں ڈیڈ......! ہم تو ابھی بچے ہیں۔“

”وہ تو میں بھی ہوں۔“

رچرڈ نے جلدی سے کہا۔

”او...... کم آن ڈیڈ......!“

ٹامی بولا۔

”اگلے مہینے آپ 35 کے ہو جائیں گے۔ اس عمر میں تنہا رہنا

صحت کے لئے اچھا نہیں ہوتا۔"

"یہ تمہیں کس نے بتایا......؟"

"عام سی بات ہے ڈیڈ......! سب جانتے ہیں۔"

"جیزز کرائسٹ......!"

جانسن نے رچرڈ کی طرف جھکنے کی کوشش کی۔ جس حد تک سیٹ بیلٹ اجازت دے رہی تھی، اور رازدارانہ سرگوشی میں بولا۔

"ڈیڈی......! ہم نے ایمیلی کو آپ کے لئے پٹا لیا ہے۔"

رچرڈ کو شاک لگا۔

"کیسے......؟"

"وہی آرٹسٹوں والی لائن ماری۔"

جانسن نے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"یہ لڑکیاں آرٹسٹوں پر تو جان دیتی ہیں نا...... اور آپ بہت مشہور اور مقبول مصور ہیں۔ ہم نے اسے بتایا کہ شکاگو میوزیم والوں نے آپ کی تصویر 80 ہزار ڈالر میں خریدی ہے۔"

"یہ سب کیا سیکھ رہے ہو تم لوگ......؟"

رچرڈ نے کراہتے ہوئے کہا۔ اب اس کی سمجھ میں آیا کہ ایمیلی اس پر کیوں فریفتہ ہو رہی تھی......؟ یہ سب دونوں لڑکوں کا کیا دھرا تھا۔

"تم نے اسے یہ بھی بتایا کہ ٹیکس کی کٹوتی کے بعد اس میں سے چالیس فی صد کمیشن میری گیلری والے بھی لیں گے......؟"

"جی نہیں......! ہم نے فیصلہ کیا کہ یہ بتانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

ٹامی نے جیب سے کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا اور رچرڈ کی طرف بڑھایا۔



"یہ اس کا فون نمبر ہے ڈیڈ......! اس ہفتے جمعرات اور جمعے کو اس کا آف ہے اور وہ کہہ رہی تھی کہ شام کو فون کر لیں تو زیادہ بہتر ہے۔"

"ارے......! شیطانو......! کہیں تم اسی طرح اپنی ماں کا خیال بھی تو نہیں رکھتے ہو......؟"

جڑواں لڑکوں نے عجیب سی نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر جانسن بولا۔

"موم کو اپنا خیال رکھنا آتا ہے۔ انہیں ہماری مدد کی ضرورت نہیں۔"

رچرڈ کو خوشی ہوئی کہ کم از کم شرمندہ ہونے کی خو تو ان میں بھی باقی ہے۔ وہ روح میں جھانکنے والا فن کار تھا۔ لیکن جانتا تھا کہ انسانی روح کے معقود تہہ خانوں اور گوشوں تک اس کی رسائی کبھی نہیں ہو سکے گی۔ یہ بچے اس کا اپنا خون تھے۔ لیکن اپنے طور پر وہ دو افراد تھے، اپنی فکر، اپنے عمل اور اپنے جذبات میں اس سے الگ۔

اس نے کاغذ پر نظر ڈالے بغیر اسے اپنی جیب میں رکھ لیا۔

اچانک دُھند چھٹی اور نیویارک کی روشنیاں نظر آنے لگی۔ لڑکے کھڑکی کی طرف متوجہ ہوئے اور باہر دیکھنے لگے۔

رچرڈ کو اس وقت اپنی سابق بیوی پر غصہ آ رہا تھا۔ اسے کیا حق تھا کہ وہ اس کے بیٹوں پر قابض ہو بیٹھی۔ اور اسے کیا حق ہے کہ وہ بچوں کو ان کی معصومیت سے محروم کرے۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ اس کے غصے کی طرح اس کے سوال بھی معقولیت سے محروم ہیں۔ ان سوالوں کے جواب بھی اسے معلوم تھے اور اپنی کمزوریوں اور ناکامیوں سے بھی وہ آگاہ تھا۔ پہلی بات تو یہ کہ جڑواں بچے ایک دوسرے سے الگ نہیں رہ سکتے۔ پھر جین نے علیحدگی کے ساتھ بچے خود رکھ لئے۔ کیونکہ اس کے خیال میں وہ برا شوہر تو تھا ہی، لیکن

باپ اس سے بھی برا تھا۔ اور اس پر بحث کرنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

اس کی بیوی نے اس موضوع پر اَن گنت مضامین اور کتابوں کا مطالعہ کیا تھا۔ وہ اس موضوع پر ماہر کی حیثیت رکھتی تھی۔ جبکہ رچرڈ کی مہارت صرف اور صرف پینٹنگ کے میدان میں تھی۔ اور ناقدین فن کی رائے میں وہ مہارت بھی مسلمہ ہرگز نہیں تھی۔

دُھند نے پھر یلغار کی اور روشنیاں چھپ گئیں۔

ٹامی نے کھڑکی کی طرف سے سر گھما کر اسے دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

"اب جبکہ آپ دولت مند اور مشہور ہو چکے ہیں تو عین ممکن ہے کہ موم آپ سے دوبارہ شادی کر لیں۔"

"لیکن میرے بچے......! نہ تو میں مشہور ہوں، نہ ہی دولت مند......!"

"کم از کم پچھلے مہینے کے مقابلے میں تو آپ دولت مند بھی ہیں اور مشہور بھی۔"

وہ بچوں کو سمجھانا، بتانا چاہتا تھا کہ ان کی ازدواجی زندگی کی ناکامی کا سبب دولت اور شہرت کی کمی ہرگز نہیں۔ لیکن پھر اس نے ارادہ بدل دیا۔ وہ ان بچوں کو بے وقوف نہیں بنا سکتا تھا۔ انہوں نے گھر میں رہ کر سب کچھ دیکھا، سنا اور جذب کیا تھا۔

دُھند پھر چھٹی اور نیچے روشنیاں نظر آنے لگیں۔ اس بار روشنیاں قریب محسوس ہو رہی تھیں اور جہاز کی رفتار بھی بڑھ گئی تھی۔

رچرڈ کھڑکی سے باہر دیکھتا رہا۔ ہوا میں اُڑنے کا تصور اس کے لئے پرانا نہیں ہو سکا تھا۔ وہ اب بھی اسے سحر زدہ کر دیتا تھا۔ اوپر بادلوں کے



درمیان اُڑنا جیسے ایک خوب صورت خواب لگتا تھا۔

ہاں......! زمین پر پہنچنے کے بعد احساس ہوتا تھا کہ وہ پرواز کتنی سنگین اور بڑی حقیقت تھی۔

اس نے اپنے ساتھی مسافروں کو تجسس بھری نظروں سے دیکھا۔ ان میں سے کچھ اونگھ رہے تھے۔ کچھ مطالعے میں مصروف تھے اور کچھ خلاء میں گھور رہے تھے، جیسے لینڈنگ کے بعد درپیش زندگی کے مسائل کی فکر کر رہے ہوں۔ کم ہی ہوں گے، جو اس کی طرح اس قوتِ پرواز پر حیران ہوں، جس کی قدرت انسان نے حاصل کر لی ہے۔

رچرڈ نے پرواز کے بارے میں اپنے محسوسات کو کئی بار کینوس پر منتقل کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن ہر بار ناکام رہا تھا۔ اس نے سمجھ لیا تھا کہ آرٹ، پینٹ اور کینوس...... اپنی گنجائش سے آگے نہیں جاتے۔ ہر چیز کی ایک یقینی اور حتمی حد ہوتی ہے۔ اس نے سوچا۔ شاید یہ اس کی صلاحیت کی حد ہو۔ مگر اس نے کسی اور فن کار کو بھی خود سے آگے جاتے نہیں دیکھا تھا۔

اب وہ زمین سے صرف ایک ہزار فٹ کی بلندی پر تھے۔ لیکن اب بھی دُھند بار بار روشنی کی راہ میں حائل ہو رہی تھی۔ وہ روک اوے بیچ کے علاقے میں پلا بڑھا تھا، جو کینیڈی ائیر پورٹ سے متصل تھا۔

اس وقت وہ اس علاقے کو پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا۔ اندھیرے کے باوجود اس کا خیال تھا کہ اس نے کئی ایک مقامات کو پہچان لیا ہے۔ چرچ تو اسے صاف نظر آیا تھا۔ اس سے کچھ فاصلے پر چھ سات مکانات تھے جن میں سے ایک میں اس کی فیملی رہتی تھی۔ یہ کوئی دس سال پرانی بات تھی۔ پھر اس کے باپ پر معاشی زوال آیا تھا، اور کرایہ ادا کرنے کے مقابلے میں نقل مکانی بہتر لگی تھی۔

"اے......!"

رچرڈ انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے ہیجانی لہجے میں چلایا۔

"یہ وہ اسکول ہے جہاں میں پڑھتا تھا۔"

"کہاں ڈیڈی......؟ کہاں......؟"

جانسن نے پوچھا۔

"کم آن ڈیڈی......!"

ٹامی بولا۔

"آپ جانتے ہیں کہ آپ کبھی اسکول گئے ہی نہیں......!"

وہ اسے اشتعال دلا رہا تھا۔

رچرڈ نے اپنی سیٹ بیلٹ کا بک کھولا۔

"وہ دو گیس ٹینک دیکھ رہے ہو نا......! جہاں روشنی ہو رہی ہے...... ان سے دائیں جانب...... کچھ فاصلے پر "H" کی شکل کی ایک عمارت ہے......نظر آ رہی ہے نا......! یہاں......"

اچانک ایک زبردست دھماکا ہوا اور جہاز کا اندرونی حصہ جیسے سرخ رنگ کا پھول بن گیا۔ رچرڈ نے خود کو جہاز کی محدود فضا میں اُٹھتا...... بلکہ اُڑتا محسوس کیا۔ تیز روشنی کا ایک نیزہ سا آنکھوں کے راستے اس کے دماغ میں اُتر گیا۔ عصبی نظام کے جنگل میں جیسے آگ لگ گئی۔

"او گاڈ......! میرے بیٹے......!"

اس نے سوچا۔

اس کے سامنے شہر کے شہر گویا جل رہے تھے۔ پھر اچانک وہ اتھاہ اندھیروں میں گرتا چلا گیا۔

اب وہ اوپر کی طرف اُڑ رہا تھا۔ پھر وہ رُک گیا اور پھر وہ بڑے



بھاری پن کے ساتھ آہستہ آہستہ نیچے گرنے لگا۔ ہر سطح پر اس کے حواس پوری طرح کام کر رہے تھے۔ اذیت جیسے اس کے بدن سے لپٹا ہوا لبادہ بن گئی تھی۔ نہ اس کا کوئی آغاز تھا نہ کوئی اختتام۔ وہ تو بس ایک بہت بھاری اور خوف ناک بوجھ کی طرح تھی۔

اس نے آنکھیں کھول دیں۔ لیکن وہ کچھ دیکھ نہیں سکتا تھا۔ نہ ہی اسے کچھ سنائی دے رہا تھا۔ اور اگر اس کی سماعت کام کر رہی تھی تو پھر وہاں سننے کے لئے کچھ تھا ہی نہیں۔

پھر اسے کچھ فاصلے سے دبی دبی سی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔ پھر تاریکی نے اسے نگل لیا۔ اس کے بعد ہوش آیا تو وہی چیختی ہوئی آواز اسے پھر سنائی دی۔ اس بار اس کی سمجھ میں آ گیا۔ وہ سائرن کی آواز تھی۔

چیختے چنگھاڑتے شعلے جیسے اس کے جسم کو دھو رہے تھے۔ اسے زبردست گرمی کا احساس ہو رہا تھا۔ اس کا دماغ جیسے کسی مشین کی طرح چلتے چلتے رُک گیا۔ پھر دوبارہ چلنے لگا۔ اسے احساس ہوا کہ اسے اُٹھایا گیا ہے اور کہیں لے جایا جا رہا ہے۔

"میرے بیٹے......!"

اس نے بکھرتی ہوئی آواز میں ٹوٹی پھوٹی سرگوشی کی۔ پھر وہ غفلت کے اتھاہ سمندر کی پنہائیوں میں اُتر گیا۔ خوش قسمتی سے اس بار وہ ڈوب ہی گیا۔ دوبارہ اُبھرنے کی اذیت سے بری طرح خوف زدہ ذہن اس بار کسی سلیٹ کی طرح سادہ ہو گیا۔ خدا نے اس پر کرم کر دیا تھا۔

☆☆☆

نیویارک پولیس ڈیپارٹمنٹ کا کیپٹن جمیل نعمان اس وقت ڈیوٹی پر

نہیں تھا۔ بمشکل بیس منٹ پہلے وہ کوئنز کے علاقے میں کراس بے بلے وارڈ پر واقع شین بار اینڈ گرل سے نکلا تھا۔ وہ اپنی کار کی طرف بڑھا۔ کار تک پہنچتے پہنچتے اس نے ارادہ بدل دیا اور چہل قدمی کے خیال سے چل دیا۔

وہ اس شخص کے سے محتاط انداز میں سنبھل سنبھل کر قدم اُٹھا رہا تھا جس نے زیادہ چڑھا لی ہو۔ ویسے وہ زیادہ پینے کا عادی تھا اور بلانوش کے مختلف اور متنوع اثراتِ مابعد سے نمٹنا بھی اسے آتا تھا۔

اس وقت زیادہ پینے کے نتیجے میں اس کی رگوں میں جنسی ہیجان دوڑ رہا تھا۔ اسی وجہ سے اسے مَیری کا خیال آ گیا۔ ویسے 46 سال کی عمر میں وہ جنسی ہیجان پر قابو پانا سیکھ چکا تھا۔ یہ ہیجان اب فوری طلب کا روپ نہیں دھار سکتا تھا۔ شیکسپیئر کے اس مقولے کو وہ بہت اہمیت دیتا تھا کہ الکحل بے شک خواہش کو تحرک تو دیتی ہے، لیکن کارکردگی کو خطرناک حد تک متاثر بھی کرتی ہے۔

اس وقت وہ مقولہ یاد آیا تو اس نے سوچا۔

"بے چاری مَیری کو کیوں ستایا جائے......؟ چھوڑو......!"

چنانچہ وہ چلتا گیا۔

جمیکا بے کے دلدلی علاقے میں اس اندھیری سڑک پر چلتے ہوئے، سرد اور کہر آلود رات نے جیسے اسے تازگی سے بھر دیا۔ یہ چہل قدمی اپنے ویران اپارٹمنٹ میں جا کر سونے سے پہلے دیر تک جاگنے کے مقابلے میں بہت بہتر تھی۔ وہ جانتا تھا کہ نیند کا وقت ابھی کئی گھنٹے دُور ہے۔ اس نے گہری گہری سانسیں لیں تو حلق میں نمک کا ذائقہ چبھنے لگا۔ نہ جانے کیوں اس سے جنسی تحرک اور بڑھ گیا......؟ خوش آئند بات یہ تھی کہ تشفی کا امکان نہ ہونے کے باوجود وہ تحرک خوش گوار لگ رہا تھا۔



وہ چلتا رہا۔ لینڈنگ لائٹس جگمگا رہی تھیں۔ اس کے سر کے اوپر سے کئی طیارے گزرے، جنہیں کینیڈی ایئرپورٹ پر لینڈ کرنا تھا۔ وہ سر اُٹھا کر انہیں دیکھتا رہا۔

کیپٹن جمیل نعمان کسرتی جسم کا مالک تھا۔ اس کے کندھے غیر معمولی چوڑے تھے اور سینہ بھرا بھرا۔ اس وجہ سے وہ جتنا موٹا نظر آتا تھا، اتنا تھا نہیں۔ اور جتنا لمبا تھا، اتنا لمبا لگتا نہیں تھا۔

اس کے ماں اور باپ دونوں مسلمان تھے۔ وہ ان کی اکلوتی اولاد تھا۔ ماں باپ کے برعکس اس کا مذہب سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ وہ بس ایک اچھا امریکی تھا۔ جسے امریکہ سے محبت تھی۔ جب اس نے نیویارک پولیس جوائن کی تو میڈیکل چارٹس کے مطابق اس کا وزن اس کے چھ فٹ دو انچ کے قد کی مناسبت سے زیادہ تھا۔ لیکن اس نے لاء میں ڈاکٹریٹ کیا تھا۔ اور دوسرے اُمیدواروں کے مقابلے میں اس کی اسکورنگ زیادہ تھی۔ اس لئے اسے قبول کر لیا گیا۔

اب بائیس سال کے کیریئر کے بعد وہ کہہ سکتا تھا کہ ریکروٹنگ بورڈ نے پولیس ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ بھی زیادتی کی اور اس کے ساتھ بھی۔ وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے لئے ناموزوں تھے۔

نام اس کا ایسا تھا کہ بآسانی امریکی بن جاتا تھا۔ اسکول میں بھی وہ جمی ہی کہلاتا تھا۔ اور اسے اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں تھا۔ لیکن جب محکمۂ پولیس میں اس کے ایک کولیگ نے جمی نیومین کہہ کر اس کے پورے نام کو متاثر کرنے کی کوشش کی تو اس نے اس کے چہرے کے آگے تنبیہی انداز میں اُنگلی لہراتے ہوئے کہا۔

"آج کہہ دیا ہے۔ آئندہ نہ کہنا۔ میں اپنی ولدیت کے بارے میں

بہت حساس ہوں...... نع...... ماں کہو...... نعمان......!"

اس نے ہجے کر کے کہا۔ یہی وجہ تھی کہ زیادہ تر لوگ اسے جمی کہہ کر پکارتے تھے۔ اس کی ولدیت کو حنوط کر دیا گیا تھا۔

وہ مذہبی تو نہیں تھا لیکن شادی اس نے مسلمان لڑکی سے ہی کی اور سکینہ کے ساتھ وہ اس کی لو میرج تھی۔

وہ چلتا رہا۔ چلتے ہوئے نہ تو ادھیڑ عمر لگتا تھا اور نہ ہی شرابی۔ اس کی چال میں عجیب سا دبدبہ اور جاہ و جلال تھا۔ یہ ایسا تھا جیسے اس کا دماغ اور جسم اس صورتِ حال سے بے خبر ہیں، جن سے وہ دوچار ہے۔ ورنہ وہ تو خود کو بوڑھا محسوس کرتا تھا، اور شرابی تو وہ تھا ہی۔ لیکن اس کی چال میں اس ہیوی ویٹ باکسر کا سا چیلنج تھا جو کہہ رہا ہو کہ بے شک وہ اپنے عرصۂ عروج میں نہ سہی، لیکن کسی کو کوئی غلط فہمی ہو تو وہ شوق سے آزما لے۔

اس وقت بھی اس کے بڑھتے ہوئے قدموں میں ہمواری اور توازن بھی تھا اور پھرتی بھی۔ اس کے ایک سیاہ فام کولیگ نے ایک بار کہا تھا۔

"تمہیں چلتے ہوئے دیکھ کر خوف آتا ہے جمی......! تمہارے انداز میں دھمکی ہوتی ہے۔"

لیکن حقیقت یہ تھی کہ ان دنوں کیپٹن جمیل نعمان اعتماد اور خوشی سے محروم تھا۔ وہ خود کو تھکا ہوا محسوس کرتا تھا، اور اسے ڈپریشن ہوتا تھا۔ ان دنوں اس کی بس ایک ہی خواہش تھی، اور وہ یہ کہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔

کہا جا سکتا ہے کہ اس کا سبب کسی حد تک بڑھتی ہوئی عمر ہے، اور کسی حد تک وہ سب جو ایک پولیس مین اپنے طویل کیریئر کے دوران دیکھتا اور کرتا ہے۔ کیسے کیسے جرم نہیں دیکھے اس نے......؟ جائے وارداتِ قتل پر



کیسے کیسے دل خراش مناظر اور مجرموں کے ہاتھوں مرنے والے اپنے کولیگ، اور ان کی بیواؤں اور بچوں کا دُکھ۔ پولیس والوں کے لئے یہ ضابطہ کہ بھاگتے ہوئے مجرموں پر ہلاکت کے ارادے سے فائر نہ کرو۔ جبکہ مجرموں سے نہیں کہا جاتا کہ وہ تعاقب میں آنے والے پولیس والوں کو بھی یہ رعایت دیں۔

اس تفریق کے نتائج......

جمیل جانتا تھا کہ اس کی حالت زار کا ایک سبب یہ بھی ہے لیکن وہ جانتا تھا کہ سب سے بڑا سبب سکینہ کو کھو دینا ہے۔ اب تو سکینہ کی موت کو پندرہ سال ہو چکے تھے۔ لیکن نہیں، یہ جملہ کہ اس نے سکینہ کو کھو دیا، احمقانہ ہے۔ اس نے سکینہ کو کھویا نہیں تھا۔ وہ زندگی کی مشین کی چابی نہیں تھی، جسے وہ کہیں رکھ کر بھول گیا ہو۔ وہ کسی بچے کی طرح اپنے گھر کا راستہ نہیں بھول گئی تھی۔ سادہ سی حقیقت یہ تھی کہ اسے قتل کیا گیا تھا۔ اس پر دو فائر کئے گئے تھے۔ ایک گولی سر میں گھسی تھی اور دوسری اس کے سینے میں۔ وہ کھوئی نہیں تھی۔ اس سے سکینہ چھین لی گئی تھی، اور سکینہ سے اس کی زندگی چھین لی گئی تھی۔

وہ دُور تک پھیلے ہوئے دلدلی گھاس اور جھاڑیوں کے اس قطعۂ زمین اور سڑک کے درمیان چل رہا تھا۔ کہیں کہیں گھاس اس کی پنڈلیوں سے رگڑ کھا رہی تھی۔ عقب میں وہ بار تھا، جس سے وہ نکلا تھا۔ مگر اب وہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ دُھند نے اسے نگل لیا تھا۔

"یہ بھی قتل ہے......!"

اس نے سوچا۔

دُھند اور کہ جیتے جاگتے، روشن منظر کو نگل لیتی ہے۔ یہ زندگی کے تقدس کے خلاف ایک کبھی نہ ختم ہونے والی سازش ہے۔ سکینہ بیچاری تو شکار

ہونے والوں میں محض ایک اضافہ تھی۔ لیکن فرق بہت بڑا تھا۔ جب سے
اسے سکینہ سے محبت ہوئی تھی، اس نے خود سے محبت کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اس
لئے کہ اس نے خود کو سکینہ کے سپرد کر دیا تھا۔ اسے ایک غم تو یہ تھا کہ سکینہ کو
اس سے چھین لیا گیا۔ لیکن دوسرا بڑا غم یہ تھا کہ قاتلوں کا اصل ہدف وہ خود
تھا۔ سکینہ تو غلطی سے ماری گئی۔

"غلطی......! نشانے کی عام سی غلطی......!"

اور اِس پر ستم یہ کہ قاتل نااہل تھے۔ لیکن قانون بھی تو نااہل ہے۔
قاتلوں کو گرفتار کرنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ لیکن اس کوشش کو وقت کا ضیاع
ہی کہا جا سکتا تھا۔ کیونکہ پکڑے جانے کے کچھ ہی عرصے کے بعد قاتل پھر
آزاد ہوتے۔ عدالتوں میں مقدمات کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ سماعت کرنے
والوں کی سماعت شل ہو جاتی تھی اور شک کا فائدہ مجرموں کے لئے تھا۔
مظلوموں کے لئے نہیں۔ اور جیلیں لبالب بھری تھیں۔ اس میں اب گنجائش
بھی نہیں تھی۔ شہروں میں وحشت حد سے گزر چکی تھی۔ اس حد تک کہ کئی
نسلوں نے تہذیب اور قانون کی بالادستی کے لئے جو کچھ کیا تھا، رائیگاں ہوا جا
رہا تھا۔

جمیل مسکرایا۔

"کیا نظریہ ہے......؟ کیسے مدلل انداز میں ترتیب دیا گیا ہے......؟
ٹائمز میں اشتہار چھاپ دیا جائے۔ اسے پڑھ کر پولیس کے کرتا دھرتا لوگوں
کو اجتماعی طور پر ہارٹ اٹیک ہو جائے گا۔ اور نیچے کے پولیس افسر، جنہیں وہ
اچھا لگتا، وہ اسے پڑھ ہی نہیں پائیں گے۔ کیونکہ وہ ٹائمز کے نہیں، ڈیلی نیوز
کے قاری ہیں۔ یہ تو ہے اس معاشرے میں عدم مساوات کا حال۔ اونچے
طبقے کے لئے ٹائمز ہے، اور نچلے طبقے کے لئے ڈیلی نیوز۔ وقت بڑے لوگوں



کے لئے ہے، اور چھوٹے لوگوں کو ایک ایک دن زیست کرنی ہوتی ہے۔"

ایک جہاز گرجتا ہوا گزرا۔ آواز اتنے قریب سے آئی تھی کہ جمیل
نے بے ساختہ سر جھکا لیا۔

"آج اس علاقے میں جہاز کچھ زیادہ ہی نیچی پرواز کر رہے ہیں۔"

اس نے سوچا۔

"موسم اور خراب ہوگیا تو حکام کو لینڈنگز موقوف کرنی پڑ جائیں
گی۔"

ائیر پورٹ سے اتنی قریب رہائش کی وجہ سے وہ ایک فلائٹ آپریشن
آفیسر کے انداز میں بھی سوچا کرتا تھا۔

اس علاقے کے رہائشی ہمیشہ جہازوں کے شور کی شکایت کرتے
تھے۔ لیکن جمیل کو یہ شکایت کبھی نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ کبھی کبھی تو اسے اچھا لگتا
تھا۔ لگتا تھا، تنہائی دُور ہوگئی ہے۔

اس نے رُک کر ایک سگریٹ سلگائی اور دلدلی قطعے کے اس طرف
جمیکا بے کے سیاہ پانیوں کو گھورتا رہا۔ دوسری طرف کچھ فاصلے پر کینیڈی ائیر
پورٹ کی روشنیاں ہوا میں روشن دیوں کی طرح تھرتھرا رہی تھیں۔ کہر کی
پرتیں کھلتیں تو چند لمحوں کے لئے روشنیاں نمایاں ہو جاتیں۔

یہ اپریل کا مہینہ تھا۔ آغازِ بہار۔ لیکن نمکین ہوا سے اب بھی موسم سرما
کی خنکی لپٹی ہوئی تھی۔ جمیل نے جھرجھری لی۔ جیب سے چھوٹی بوتل نکالی اور
ایک طویل گھونٹ لیا۔ بوتل خالی ہوگئی تھی۔ اس نے اسے جھاڑیوں میں
اُچھال دیا۔ بوربن نے اس کے جسم میں حدت اور خوداعتمادی جگا دی۔

چند لمحے پہلے اس نے پچاس گز پیچھے ایک گاڑی کو سڑک کے
کنارے رُکتے سنا تھا۔ اس نے پلٹ کر اندھیرے میں گھورا۔ کار کی ہیڈ

لائٹس روشن تھیں، اور انجن بھی بند نہیں تھا۔ وہ کسی گہرے رنگ کی سیڈان تھی۔

وہ پلٹا اور کار کی مخالف سمت میں چلنے لگا۔ اس بار وہ کسی شرابی کی طرح ڈگمگا رہا تھا۔ یہ اس کے لئے مشکل نہیں تھا۔ وہ کبھی نشے میں دھت ہونے کی وجہ سے سچ مچ بھی تو ڈگمگاتا تھا۔ تو کام کے لئے اداکاری کرنا کیا مشکل تھا......؟ ایک پاؤں دائیں، دوسرا بائیں، پھر پہلا آگے اور دوسرا پیچھے۔ کوئی دیکھے تو کہے کہ بہت چڑھ گئی ہے سالے کو۔

کار کی آواز تیز ہوئی۔ وہ اس کے قریب آ کر رُکی۔

''اے مسٹر......! لفٹ چاہیے......؟''

جمیل نے کار کو دیکھا۔ لیکن رُکا نہیں۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ کار میں چار افراد موجود ہیں۔ چاروں جوان تھے۔ لیکن عجیب بات یہ تھی کہ ان میں دو سیاہ فام تھے اور دو گورے۔

انسانیت نوازی......! انسان رنگ ونسل سے بالاتر ہو کر گھلنے ملنے کی کوشش کر رہا ہے۔

اس نے نفی میں سر ہلایا اور آواز میں لڑکھڑاہٹ پیدا کرتے ہوئے بولا۔

''میں تو...... میں ہوا خوری کک...... کے لئے نکلا ہوں۔''

کار چند گز آگے جا کر پھر رُک گئی اور وہ چاروں کار سے اُتر آئے۔

وہ ہنستے، دانت نکالتے اس کے ساتھ چلنے لگے۔ انداز ایسا تھا جیسے اس سے تفریح لے رہے ہوں۔

جمیل امکانات پر غور کرنے لگا۔ عجب نہیں کہ وہ اس پر گیسولین اُچھالیں اور پھر ایک جلتی ہوئی دیا سلائی۔ اس علاقے میں شرابیوں کے



ساتھ ایسی وارداتیں ہوتی رہی تھیں۔ اور وہ چاروں اس طرح کے لگتے بھی تھے...... نئے دور کے وحشی......!

ان میں جو سب سے بڑا تھا، وہ بمشکل بیس سال کا ہوگا۔ لیکن جو سب سے چھوٹا تھا، وہ سب سے خطرناک لگ رہا تھا۔ ان میں سے کسی میں انسان سے ہمدردی کی رمق بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

پھر دونوں سفید فاموں نے چاقو نکالے۔ سیاہ فاموں کے ہاتھ میں لوہے کے چھوٹے پائپ تھے، جو ان کی جیبوں سے برآمد ہوئے تھے۔

جمیل رُک گیا اور اس نے ان کی طرف رُخ کیا۔ کراس بے بلے وارڈ اس وقت سنسان تھا۔ ٹریفک تھا تو صرف فضاء میں، اور وہاں سے مداخلت ہو نہیں سکتی تھی۔

''کیا چاہیے ہو تم لوگ......؟''

اس نے ان سے کہا۔ اس کی آواز میں اب لڑکھڑاہٹ نہیں تھی۔ لیکن طاقت اور کثرت کے نشے میں چور نوجوانوں کو اس کا احساس بھی نہیں ہوا۔

دراز قد اور متناسب الاعضاء سیاہ فام ہنس دیا۔

''جو کچھ تمہارے پاس ہے۔''

اس کا جواب بے حد سادہ تھا۔

جمیل نے سوچا۔

''اسے تو کوئی افریقی شہزادہ ہونا چاہیے تھا۔''

''میرے پاس جو کچھ ہے، وہ تمہارے لئے نہیں ہے۔''

ایک سفید فام نے چاقو لہرایا۔

''کیا تم خود کو ٹکڑوں میں دیکھنا چاہتے ہو......؟''

''نہیں......!''

''تو پھر فوراً اپنی جیبیں خالی کر دو......!''

دوسرا سیاہ فام منمنایا۔

''اسے تفریحاً ہی کاٹ ڈالو اینجی......! بعد میں تو سب کچھ ہمارا ہی ہوگا...... بلڈی مسلم......!''

جمیل مسکرایا۔ پورے سیٹ میں بس اس ایک لفظ کی کمی تھی...... بلڈی مسلم...... اب تصویر مکمل ہوگئی تھی۔

''کیا بات ہے......؟ تم لوگ مسلمانوں کو پسند نہیں کرتے......؟''

''اتنا ہی پسند کرتے ہیں، جتنا اپنے جوتے میں لگے کتے کی گُو کو۔''

یہ دوسرا سفید فام بولا تھا۔

''کم آن اینجی......! اس کے کولہوں کا بوجھ کچھ ہلکا کر دو۔''

جمیل جانتا تھا کہ وہ اس کا سلسلۂ نسل تک منقطع کر سکتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا رہا تھا۔ جلانے کے بعد یہ تازہ ترین فیشن تھا۔ وہ اب بھی مسکرا رہا تھا۔ لیکن اس کے سینے میں کچھ ہو رہا تھا۔

''اے...... بڑے میاں......! دانت کیوں نکال رہے ہو......؟ تمہارے خیال میں ہم مذاق کر رہے ہیں......؟''

ایک سیاہ فارم بولا۔

''نہیں......! یہ تو میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ تم مذاق کر رہے ہو۔''

''تو پھر یہ مسکراہٹ اپنے چہرے سے پونچھ ڈالو۔''

''جانورو......! یہ کام تم خود کیوں نہیں کرتے......؟''

اس کا جواب اتنا سرد، کاٹ دار اور غیر متوقع تھا کہ چند لمحوں کے لئے وہ اسے گھورتے کے گھورتے رہ گئے۔ جمیل دو قدم پیچھے ہٹا، اپنا سروس



ریوالور نکالا اور اس کا رُخ ان کی طرف کر دیا۔

''ہاں تو پہلا نمبر کون پسند کرے گا......؟''

وہ ساکت ہوگئے۔ اینجی نے کچھ کہا لیکن اوپر سے گزرتے جہاز کے شور میں اس کی آواز دب گئی۔

''اپنے چاقو اور سلاخیں دھیرے سے نیچے گرا دو......!''

جمیل نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''تم پولیس والے ہو......؟''

دوسرے سفید فام نے بدمزگی سے کہا۔

''نہیں......! میں بڈھا، موٹا، بلڈی مسلم ہوں۔ لیکن میرے ہاتھ میں یہ بھرا ہوا 36 ہے۔''

جمیل نے کہا۔

انہوں نے ہتھیار نیچے گرا دیئے تھے۔

''اب گھوم جاؤ......!''

جمیل نے حکم دیا۔

''بات سنو......! ہم تو بس مذاق......''

''میں بھی مذاق ہی کر رہا ہوں۔ گھوم جاؤ......! شاباش......!''

وہ اس کے چہرے کو غور سے دیکھ رہے تھے اور چھٹے ہوئے تھے، اس لئے جو دکھائی دیا، اس کا مطلب بھی سمجھ گئے۔ حکم کی تعمیل ہی میں عافیت تھی۔

''اب چلنا شروع کر دو......!''

''کس طرف......؟''

اینجی نے پوچھا۔

”دائیں جانب......!“

جمیل انہیں دلدلی جھاڑیوں میں تیس گز آگے لے آیا۔ اب انہیں سڑک سے نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔

”بس...... اب رُک جاؤ......! اور پلٹ کر مت دیکھنا۔“

وہ ساکت تھے۔

”اب اپنے لئے دو میں سے ایک بات پسند کر لو۔ یا تو یہاں کھڑے ہو کر پیٹھ پر گولی کھا لو یا بھاگو کہ اس میں پھر بھی بچ نکلنے کا امکان ہے۔“

وہ چاروں ایک ساتھ گڑگڑانے لگے۔

”شٹ اَپ......! اب جس نے منہ کھولا، وہی پہلی گولی کا حق دار ہوگا۔ تم لوگ انسانیت کے نام پر دھبّہ ہو، گندگی کا ڈھیر ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تم زندگی کے مستحق ہی نہیں ہو۔“

وہ خاموش اور ساکت کھڑے تھے۔ جمیل کو ان کے جسموں کی لرزش صاف نظر آ رہی تھی۔ یعنی اس کا پیغام پوری طرح سمجھ لیا گیا تھا۔ انہیں یقین تھا کہ وہ مرنے والے ہیں۔ انجی بھنچی بھنچی آواز میں رو رہا تھا۔ وہ کچھ بول بھی رہا تھا، جسے سمجھنا ناممکن تھا۔

”کم از کم اس ردِعمل سے تو یہ انسان ثابت ہوتے ہیں۔“

جمیل نے سوچا۔

اسی لمحے اسے اپنے عقب کی طرف سے ایک جہاز کی چنگھاڑ سنائی دی۔ وہ آواز ایسی تھی کہ اس میں فائرنگ کی آواز کا پتا بھی نہ چلتا۔

”اچھا......! اب بھاگو...... یا یہیں مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ......!“



انہیں دوڑانے کے لئے اس نے ان کے سروں کے اوپر فائر کیا، اور وہ خوف زدہ ہو کر بھاگے۔ اس نے انہیں ڈرانے کے لئے دو اور فائر کیے۔ گھبراہٹ میں وہ ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ پھر وہ یوں لپٹنے لگے جیسے الگ الگ ہونے کی صورت میں ہر ایک کو اپنے آسان ہدف ہونے کا یقین ہو۔

جمیل نے بچے ہوئے تین فائر بھی کر دیئے۔ مگر وہ لمحہ حیرانی کا تھا۔ اس کے کسی فائر کے نتیجے میں وہ بہت خوف ناک دھماکا ہوا تھا۔ یہ وہ نہیں جانتا تھا کہ کیسے......؟ اور اگلے ہی لمحے اس نے دہکتی ہوئی سرخ بڑی سی گیند کو پھٹتے دیکھا۔ جھاڑیوں کے درمیان بھاگنے والے لفنگے بھاگنا بھول گئے تھے اور یوں بت بنے کھڑے تھے جیسے کسی نے ان پر جادو کر دیا ہو۔

پھر جمیل کے پیروں تلے زمین یوں ہلی، جیسے اس کے نیچے کم گہرائی میں دبا ہزاروں ٹن بارود پھٹ گیا ہو۔ اور آسمان سے جیسے آگ کے گولے برسنے لگے۔

”میرے اللہ......! رحم فرما......!“

جمیل نے سرگوشی میں کہا اور دلدلی گھاس کے درمیان گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔



درحقیقت اس حادثے میں ایک نہیں، دو جہاز ملوث تھے۔ وہ فضاء میں ایک دوسرے سے ٹکرائے، نیچے گر کر زمین سے ٹکرائے اور پھر دھماکے سے پھٹے تو جیسے وہ ایک ہو چکے تھے۔

جہاں جمیل نے چند لمحے پہلے ان چاروں لفنگوں کو بھاگتے دیکھا

تھا، وہاں اب شعلوں کی مہیب اور دیوہیکل موجیں تھیں، جنھوں نے ان چاروں کو نگل لیا تھا۔ رات اب شیشے کے منشور کی طرح روشن اور رنگا رنگ تھی۔ نارنجی، سرخ، سبز، زرد اور نیلی۔ وہ منظر اب کسی ڈراؤنے خواب کا حصہ لگ را تھا۔

پھر اچانک تباہی کے اس جہنم سے ایک چیخ، ایک پکار اُبھری...... کسی مرنے والے کی یا کسی قریب المرگ انسان کی چیخ......!

کیپٹن جمیل کے وجود کو اس چیخ نے جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ وہ اُٹھا اور اس جہنم کی طرف لپکا۔

شعلوں کا رقص اب بھی جاری تھا۔ اور اس کی وجہ فیول تھا۔ وہ آگ کئی ایکڑ زمین پر محیط تھی۔ کہیں بڑے اور کہیں چھوٹے، وہاں متعدد الاؤ دہک رہے تھے۔ دلدلی گھاس جل کر گہری جامنی رنگت اختیار کر گئی تھی۔ جس طرف دیکھو، جسم ہی جسم تھے، بشرطیکہ انہیں جسم کہا جا سکے۔ کچھ جل رہے تھے، کچھ اب بھی سیٹ بیلٹس سے بندھے بیٹھے تھے۔ بہت سے خون میں نہائے ہوئے تھے۔

کیپٹن جمیل نعمان کو ٹھوکر لگی، وہ لڑکھڑایا۔ اس نے دیکھا۔ ٹھوکر کے نتیجے میں وہ انسانی سر کچھ دُور لڑھکتا چلا گیا۔ اس منظر نے اسے دہلا دیا۔ لیکن اس نے تیزی سے خود کو سنبھال لیا۔ وہ بے بسی سے اِدھر اُدھر دیکھتا پھرا کہ شاید کہیں زندگی کا کوئی نشان مل جائے۔

پھر دُور، کافی دُور سے سائرن کی آواز سنائی دینے لگی۔

کوریا میں ایک بار وہ شدید زخمی ہوا تھا اور اسے مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا گیا تھا۔ وہاں وہ لاشوں کے درمیان سسکتا رینگتا آگے بڑھ رہا تھا اور اسے لگتا تھا کہ وہ روئے زمین پر زندہ بچنے والا واحد انسان ہے۔ موت اسے



زمین سے رِستی محسوس ہوئی تھی۔

اس وقت بھی اس کے یہی محسوسات تھے۔ اسے لگتا تھا کہ اس کے اندر جو تھوڑا بہت اچھا بچا تھا، وہ بھی مٹ رہا تھا۔ وہ اذیت سے بڑا کوئی احساس تھا۔ اس کے اندر انسانیت کا آخری ذرّہ بھی ختم ہو رہا تھا۔ اور وہاں آگ کے سوا کچھ نہیں تھا۔

''جہنم اس سے کیا مختلف ہوگا......؟''

اس نے سوچا۔

اسی لمے اسے اپنے دائیں جانب سے ایک کراہ سنائی دی۔ اور ساتھ ہی تحرک کا بھی احساس ہوا۔

وہ شخص پیٹھ کے بل پڑا تھا۔ اس کا جسم پانی کے ایک اتھلے گڑھے میں تھا۔ صرف اس کا سر پانی سے باہر تھا۔ اس کے بالوں کے قریب، بہت قریب دلدلی گھاس جل رہی تھی۔ وہ زندہ تھا۔ لیکن اگر وہ حرکت کرتا تو ڈوب جاتا اور حرکت نہ کرنے کی صورت میں جل مرتا۔

جمیل اسے اُٹھا کر آگ سے دُور لے آیا۔ اس کا چہرہ لہولہان تھا اور اس کے ہونٹوں پر ایک سرخ بلبلہ لرز رہا تھا۔ وہ بولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

جمیل نے اس کے ہونٹوں پر کان لگا دیئے۔

''میرے بیٹے......!''

اس شخص نے ٹوٹتی آواز میں کہا۔ پھر وہ ہوش سے محروم ہو گیا۔

جمیل نے اسے آگ سے محفوظ ایک جگہ لٹایا اور کسی اور بچنے والے خوش نصیب کی تلاش میں نکل گیا۔ اسے پانچ ایسے افراد اور ملے۔ ان میں دو عورتیں اور ایک لڑکا تھا۔ مگر وہ بری طرح جل اور جھلس چکے تھے۔ ان میں سے کسی کے بھی بچنے کا امکان نہیں تھا۔ اس نے انہیں بھی پہلے شخص کے پاس

لٹا دیا۔

پھر وہ جہازوں کی طرف گیا۔ وہ جہنم کی آگ کا نقشہ پیش کر رہے تھے۔ المونیم موم کی طرح پگھل رہا تھا۔ پچاس گز سے کچھ زیادہ فاصلے پر ہی اس کی ہمت جواب دے گئی۔

جو کچھ وہ دیکھ رہا تھا، اس سے بچنے کے لئے اس نے اپنے دماغ کو بند کر دیا۔ اس کے باوجود موت کی بو جیسے اس کے حلق میں چپک گئی تھی۔ وہاں ہر طرف دہشت تھی۔ آگ کے شعلے اس کے دماغ کے بند دروازے کو توڑ رہے تھے۔ ان کی غراہٹیں اس کی سماعت کو مختل کر رہی تھیں۔ سانس لینا بھی دوبھر تھا۔ اس کے باوجود وہ جلتی ہوئی دلدلی گھاس کے درمیان زندگی کی تلاش میں گھومتا رہا۔

لیکن اب وہاں کوئی زندہ نہیں تھا۔

کینیڈی ایئرپورٹ سے پہلی امدادی ٹیم آئی تو انہوں نے اسے دلدلی گھاس پر چھ جھلسے ہوئے جسموں کے درمیان بیٹھے پایا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے ننھے بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔

☆☆☆

فادر کلنٹن ٹیلر امریکن بنیادی چرچ کے اٹلانٹا ہیڈ کوارٹرز میں مصروف تھا کہ پبلک ریلیشنز کے ایک رُکن نے اسے اس حادثے کی اطلاع پہنچائی۔

فادر کا چہرہ سپاٹ اور آنکھیں بے تاثر تھیں۔

”کیا بہت زیادہ نقصان ہوا ہے مارٹن......؟“

”جی ہاں جناب......! تین سو کے لگ بھگ افراد ہلاک ہوئے ہیں۔“



فادر خلاء میں گھور رہا تھا، جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہ ہو۔ لیکن ایسی بات نہیں تھی۔ البتہ اس وقت وہ اسے واقعے سے آگے نکل کر سوچ رہا تھا۔

”کوئی بچا بھی ہے......؟“

اس نے پوچھا۔

”چھ افراد بچے ہیں۔ لیکن امکان نہیں کہ وہ جی سکیں گے۔“

”آہ......!“

”آپ اس معاملے کو کیسے ہینڈل کرنا چاہیں گے جناب......؟“

”وہی المیوں والی پرانی اپروچ...... خدا یہ سب کچھ کیوں ہونے دیتا ہے......؟ کیا خدا کے ہاں انصاف نہیں......؟ کیا خدا موجود ہے......؟ اور اس دلیل کو فروغ دو کہ جس تباہی کا آدمی خود سامان کرے، خدا اسے کیوں روکے گا......؟ اس نے انسان کو آزادی اور اختیار دے کر پیدا کیا ہے۔ وہ جیسا کریں، ویسا ہی بھگتیں گے۔“

ٹیلر نے غور سے اسے دیکھا۔

”تم سمجھ رہے ہو نا......؟“

”جی ہاں......! اور پھیلائیں کیسے......؟“

”شہر کے تمام بڑے اخبارات، اس کے علاوہ ریڈیو اور ٹی وی پر میں خود تمیں سیکنڈ لوں گا۔“

”اور ذریعہ......؟“

”اخبارات کے لئے آرتھر کو ٹرائی کرو۔ اور براڈ کاسٹ کے لئے تھامس کو۔ یہ دونوں بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ اور ہاں......! تمہیں تیزی دکھانی ہے۔ جب تم میڈیا میں جاؤ تو حادثہ اس وقت بھی شہ سرخیوں میں جگہ پا رہا ہو۔ یہ نہ ہو کہ معاملہ سرد پڑ گیا ہو، اہمیت کھو بیٹھا ہو۔“

"یس فادر......!" مارٹن پلٹنے لگا۔

"اوہ......! ارے ہاں...... مارٹن......! بچنے والوں کے بارے میں مجھے باخبر رکھنا۔ اگر وہ مر جاتے ہیں تو ہمیں مناسب فالو اَپ کی ضرورت پڑے گی۔"

"یس فادر......!"

☆☆☆

جمیل نعمان نے اپنی چابی سے دروازہ کھولا اور بڑی خاموشی سے مَیری لوگن کے اپارٹمنٹ میں داخل ہوا۔ وہ صبح کاذب کا وقت تھا۔ اس نے مَیری کی نیند خراب کئے بغیر شاور لیا۔ پھر بوربن کا ایک جام حلق سے اُنڈیل کر وہ بستر میں گھس گیا۔ لیکن اس نے مَیری کو اپنی موجودگی کا احساس بھی نہیں ہونے دیا۔ اس نے اسے چھوا بھی نہیں تھا۔

لیکن مَیری نے نہ جانے کیسے اس کی موجودگی محسوس کر لی۔ بس پھر طوفان کہاں رُکنے والا تھا۔ رات کے واقعات کی ہول ناکی اور اس کے نتیجے میں جمیل کے اندر اُمنڈنے والے فرسٹریشن کو نکاسی کا راستہ مل گیا۔

مَیری اس کی مزاج آشنا بھی تھی، اور اس سے محبت بھی کرتی تھی۔ سمجھ گئی کہ اسے اذیت دینے والا خود اس سے کہیں بڑی اذیت سے دوچار ہے۔

"کیا بات ہے......؟ کیا ہوا......؟"

مَیری نے پوچھا۔ وہ سوال اس کے لئے نیا نہیں تھا۔ وہ جس فیلڈ میں تھا، اس میں حساس آدمی پر اکثر فرسٹریشن کے دورے پڑتے ہیں۔ لیکن وہ جان گئی تھی کہ آج کا واقعہ اب تک کا سنگین ترین واقعہ ہوگا۔



"کچھ...... کچھ نہیں......!"

"اِدھر دیکھو جامل......!"

یہ ایک اور عجیب بات تھی۔ مَیری اسے کبھی جمی نہیں کہتی تھی۔ جمیل اس سے نہیں کہا جاتا تھا۔ مگر جامل کہتے ہوئے اس کے لہجے میں خلوص اور محبت ہوتی تھی۔

جمیل کو اس کی یہ ادا بہت پسند تھی۔ اس نے سر اُٹھا کر مَیری کو دیکھا۔ پھر وہ مشینی انداز میں بولنے لگا۔

"آج کینیڈی ایئر پورٹ کے قریب دلدلی علاقے میں دو جہاز ٹکرا کر تباہ ہوگئے۔ بہت خوف ناک حادثہ تھا۔ تین سو کے لگ بھگ اموات ہوں گی۔ جائے حادثہ پر پہنچنے والا میں پہلا آدمی تھا۔ بلکہ جب حادثہ ہوا تو میں وہیں کھڑا تھا۔ کیا...... کیا دیکھا میری آنکھوں نے...... مرد، عورتیں، بچے......"

یہ کہتے کہتے اس نے نظریں چرائیں اور کھڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔

"تم سوچ بھی نہیں سکتیں...... تصور بھی نہیں کر سکتیں اس کا۔"

"او گاڈ......!"

مَیری نے سرگوشی میں کہا اور اُنگلیوں سے اپنے سینے پر کراس کا نشان بنایا۔ جو کچھ اس کے منہ سے نکلا اور جو اس نے کہا، وہ غیر ارادی اور جبلی تھا۔ ورنہ بارہ سال تو اس نے چرچ میں قدم بھی نہیں رکھا تھا۔ اسے یاد تھا، اپنے سترہویں برتھ ڈے پر وہ آخری بار چرچ گئی تھی۔ اب وہ 29 سال کی تھی۔ لیکن اس کا چہرہ بچوں جیسا تھا۔ نیلی آنکھوں میں معصومیت تھی اور اس کا جسم سترہ سال کی عمر میں جیسے گزرتے وقت کی دسترس سے محفوظ ہوگیا تھا۔

''بے چارے لوگ...... کوئی بچا بھی......؟''
اس نے پوچھا۔
''صرف چھ افراد۔ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ وہ چند روز سے زیادہ جی سکیں گے۔ انسان کو اللہ نے آزادی رفتار سے فضاء میں اُڑنے کے لئے نہیں پیدا کیا تھا۔ چنانچہ اس کا جرمانہ ہمیں باقاعدگی سے ادا کرنا ہوتا ہے۔ اور جیسے جیسے ہمارے جہازوں کا حجم اور رفتار بڑھ رہی ہے، ویسے ویسے جرمانہ بھی بھاری ہوتا جا رہا ہے۔ یہ ہے سائنس کی مہربانی۔''
''تو تم گھوڑے اور بگھی کا زمانہ واپس لانا چاہتے ہو......؟''
''اس میں آدمی عافیت سے اپنی منزل پر تو پہنچ جاتا تھا۔''
''ہاں...... ! لیکن پولیو، ٹی بی، نمونیا اور طاعون سے مر جاتا تھا۔ دیکھو ڈارلنگ...... ! وقت پیچھے کبھی نہیں جاتا۔''
''جب کوئی جنونی حکمراں تیسری عالمی جنگ کا آغاز کرے گا تو تم وقت کا معکوس سفر بھی دیکھ لوگی۔ بشرطیکہ ہم اس جنگ میں بچ سکیں۔''
یہ بحث ان کا معمول تھی۔
جمیل نے سگریٹ بجھائی اور خود کو اس کی مرمریں بانہوں کی پناہ میں دے دیا۔
''میں نے جہنم کئی بار دیکھا تھا...... دُور سے...... مگر آج تو میں جہنم کے مرکز سے گزر کر آیا ہوں۔''
اس نے شکستہ لہجے میں کہا۔
''ہر طرف آگ ہی آگ...... ٹوٹے پھوٹے، جلتے جھلستے جسم...... اور چھوٹے بچے...... خدا کی پناہ...... ! جیسے ٹوٹے ہوئے کھلونے۔ نہ جانے کیسے میں نے وہ سب دیکھا اور زندہ ہی رہا......؟ مجھے لگتا تھا کہ میرا دل



پھٹ گیا ہے اور اس میں سے خون نکل رہا ہے۔''
میری نے اسے لپٹا لیا۔
''سو جاؤ ننھے بچے...... ! سو جاؤ...... !''
اس نے اسے تھپکتے ہوئے کہا۔
''میں...... میں سچ کہہ رہا ہوں۔ اس مرگ آسا ترقی سے کہیں بہتر وہ گھوڑا گاڑی تھی۔''
''سو جاؤ...... !''
وہ اسے تھپکتی رہی اور ذرا دیر میں وہ سو گیا۔

☆☆☆

نیویارک پولیس کے کمشنر نے کیپٹن جمیل نعمان کو صبح نو بجے اپنے دفتر میں طلب کیا۔ بے شمار دروازوں اور دفتروں سے گزر کر وہ اونچی چھت والے اس بہت بڑے کمرے میں داخل ہوا۔ وہ آراستہ و پیراستہ کمرہ تھا، جس میں سنگ مرمر کا آتش دان تھا، چھتوں سے خوب صورت فانوس جھول رہے تھے اور کھڑکیاں سرخ مخملی پردوں سے مزین تھیں۔ ہر بار اس کمرے میں آ کر اسے یہی لگتا تھا کہ وہ خواب دیکھ رہا ہے۔ وہ کمرہ اسے کسی عیش پرست کی خواب گاہ لگتا تھا۔
سامنے جو شخص بیٹھا تھا، وہ 25 ہزار کی نفری پر مشتمل پولیس فورس کا سربراہ تھا۔
''بیٹھ جاؤ جمی...... ! میں ابھی تم سے بات کرتا ہوں۔''
کمشنر نے اس سے کہا۔
جمی بیٹھ کر آتی جاتی سکریٹریوں کا تماشہ دیکھتا رہا۔ کمشنر مائیکل

ویسٹ لے ایک بے حد خوب رو شخص تھا۔ اس کے بال کنپٹیوں پر سے سفید ہو چکے تھے۔ لیکن وہ اپنی عمر سے بہت چھوٹا نظر آتا تھا۔ بلکہ جمیل کے خیال میں تیس سال پہلے کے مقابلے میں وہ اب زیادہ اچھا اور پُرکشش لگتا تھا، جب اس نے لاء اسکول میں اسے دیکھا تھا۔ لیکن اسے نہ تو مائیکل پر رشک آتا تھا، نہ ہی وہ اس سے حسد کرتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ اس حقیقت سے باخبر تھا کہ وہ دونوں الگ طرح کے انسان ہیں۔

کمشنر سکریٹریوں سے اتنی دھیمی آواز میں باتیں کر رہا تھا کہ اس کمرے میں ہونے کے باوجود جمیل کی سمجھ میں ایک لفظ بھی نہیں آ رہا تھا۔ بات کرنے کا یہ انداز مائیکل نے ہارورڈ میں سیکھا تھا، جہاں بتایا جاتا تھا کہ اس طرح بات کرو گے تو تمہیں لوگوں کی زیادہ توجہ حاصل رہے گی۔

اس کمرے میں ایک سابق کمشنر پولیس کا پورٹریٹ بھی آویزاں تھا...... تھیوڈور روز ویلٹ کا، جو کہ بعد میں امریکہ کا صدر بنا تھا...... شاید دفتر میں داخل ہونے کو یہ یاد دلانے کے لئے کہ اس آفس سے وائٹ ہاؤس تک کا فاصلہ کچھ زیادہ نہیں، طے کیا جا سکتا ہے۔

بالآخر دروازہ بند ہوا۔ اب کمرے میں بس وہ دونوں تھے۔ مائیکل نے کرسی کی پشت گاہ سے ٹیک لگائی اور جمیل کو دیکھا۔

''میں نے سنا ہے کہ تم نے کل ایک زبردست رات گزاری ہے......؟''

جمیل نے اجازت لئے بغیر سگریٹ سلگائی اور ایک کش لے کر بولا۔

''حالانکہ میں اس کے بغیر ہی ٹھیک تھا۔ زندگی پہلے زیادہ بہتر تھی۔''

''جب وہ واقعہ ہوا تو تم کہاں سے آ رہے تھے......؟''



''ایک بار سے، اور کہاں سے آتا......؟''

جمیل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھرتھرائی۔

''اور سنو کمشنر......! میں ڈیوٹی پر نہیں تھا۔''

''پولیس افسر ہر وقت ڈیوٹی پر ہوتے ہیں۔''

''درست فرمایا جناب......!''

''کتنی پی رکھی تھی تم نے......؟''

''اپنے ظرف سے خاص کم......!''

مائیکل نے میز پر رکھے کچھ کاغذات کا جائزہ لیا۔

''جب وہ جہاز کریش ہوئے تو تم وہاں اکیلے تھے......؟''

''جی ہاں......!''

''لیکن وہاں ایک کار موجود تھی اور جہازوں کے ملبے سے چار ایسی لاشیں ملی ہیں، جو جہازوں کے مسافروں کی نہیں ہیں۔ ان کے بارے کچھ بتا سکتے ہو......؟''

''جی......!''

جمیل نے کہا اور کمشنر کو چاروں لفنگوں کے بارے میں مختصراً بتایا۔

کمشنر مائیکل کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

''تم اسے کیا کہو گے......؟ قسمت کی دخل اندازی یا قدرت کا انتقام......؟''

''میرے نزدیک تو یہ میرے مقدر کی خرابی تھی۔''

''میرا خیال ہے، تم نے میرے سوا کسی کو ان کے بارے میں نہیں بتایا ہے......؟''

''یس کمشنر......! میں بلانوش سہی، بے وقوف ہرگز نہیں ہوں۔''

"یہ بات میں بھی جانتا ہوں جے......!"

مائیکل نے بے تکلفی سے کہا۔

"اگرچہ بعض اوقات تمہاری کارکردگی کچھ اور ہی کہتی ہے۔"

جمیل نے اس پر کوئی تبصرہ مناسب نہیں سمجھا۔

"بہرحال......! میں تمہیں مبارک باد دیتا ہوں۔ رات تم نے چھ افراد کی جان بچائی۔"

"لیکن وہ جئیں گے نہیں......!"

"اس بات کی اتنی اہمیت نہیں......!"

"ان بے چاروں سے پوچھا جائے تو وہ مجھے ظالم قرار دیں گے۔ وہ کہیں گے کہ میں نے ان کی اذیت بڑھانے کا سامان کیا۔ شاید زیادہ سے زیادہ 72 گھنٹے وہ اور جی لیں اور اس عرصے میں وہ صرف اذیت سہیں گے۔"

"لیکن فی الوقت وہ زندہ ہیں، اور تم نے انہیں بچایا ہے۔ تم ہیرو ہو جے......!"

"میں ہیرو نہیں ہوں۔ محض اتفاقاً میں وہاں موجود تھا۔"

"ہیرو پیدا نہیں ہوتے جے......! اتفاقات انہیں ہیرو بناتے ہیں۔"

"یہ سب بکواس ہے...... سر......!"

"اب میری بات غور سے سنو......!"

کمشنر مائیکل کی آواز خطرناک حد تک دھیمی ہوگئی۔

"ابھی چند منٹ بعد اس دفتر میں میں نے ایک پریس کانفرنس بلائی ہے۔ اس کا مقصد رات کے خوف ناک حادثے کے بعد تمہاری غیر معمولی کارکردگی کو اُجاگر کرنا ہے۔ اس سلسلے میں مجھے تم سے مکمل تعاون درکار ہے۔



تھوڑی سی عاجزی، تھوڑا سا ڈپریشن تو گوارہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن خدا کے لئے......! حد سے نہ گزرنا۔ اپنی حس مزاح اور اپنے اندر کی کڑواہٹ کو تباہ کن نہ بننے دینا۔ تمہیں اس معاملے کو بہت اچھی طرح ہینڈل کرنا ہے جے......!"

"خدا کی پناہ......! یہ سب کیا کر رہے ہو تم......؟ مجھے یقین نہیں آتا۔"

جمیل نے گھبرا کر کہا۔

کمشنر مائیکل نے بے پرواہی سے سگار کا کونا چبا کر اسے سلگایا۔ وہ خاموشی سے جمیل کو دیکھتا رہا۔

آخر جمیل کو ہی بولنا پڑا۔

"سوری......! میں نے غلط کہا۔ مجھے یقین ہے۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ مجھے تم سے یہی اُمید تھی۔ تین سو انسان ختم ہوگئے اور تم اس سانحے سے فائدہ اُٹھانے کے چکر میں پریس کانفرنس کر رہے ہو۔ لعنت ہو......"

وہ کہتے کہتے رُکا۔ چند لمحے سوچتا رہا، پھر بولا۔

"مجھ پر......!"

"لفظوں کا ہیر پھیر ہے۔ میں تو یہ کہوں گا کہ میں تمہاری عظیم کارکردگی سے فائدہ اُٹھا رہا ہوں۔ اس سانحے سے نہیں، تین سو افراد کی الم ناک موت سے نہیں۔ وہ بے چارے تو ہر چیز سے، ہر بات سے بے نیاز ہو چکے۔"

"میں معافی چاہتا ہوں سر......! ارے آپ تو زبردست آدمی ہیں...... عظیم انسان ہیں آپ......! انسانیت نوازی کے اعلیٰ ترین مدارج پر فائز، عام انسانوں کی محبت سے سرشار عظیم انسان......!"

"پھر وہی زہریلا پن جے......! میں کہتا ہوں، اس سے باز رہو۔"

کمشنر مائیکل نے نرم لہجے میں کہا۔

"دیکھو......! زندگی کے سنگین اور تلخ حقائق کے ذیل میں جو تمہاری شریفانہ بے نیازی ہے، ہم اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ تم پسند کرو یا نہ کرو، اس جاب سے منسلک تمہاری کچھ ذمہ داریاں ہیں۔ میں ان کے بارے میں بہت سنجیدہ ہوں۔"

اس نے ایش ٹرے میں سگار کی راکھ جھاڑی۔

"اب یہ ایک حقیقت ہے کہ پولیس والوں کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔ لہٰذا میں تمام وقت پولیس کا امیج بہتر کرنے کی فکر میں رہتا ہوں۔ اور یہ بہت اچھا اور نادر موقع ہے۔ ایک ہیرو پولیس مین کو لوگ تالیاں بجا کر داد دیں۔ ایسا کم ہی ہوتا ہے۔ تمہارے پاس اس سے بہتر کوئی تجویز ہو تو پیش کرو......!"

"پولیس والوں کی غیر انسانی بے رحمی اور کرپشن میں کمی کے لئے عملی اقدامات کرنے کے بارے میں کیا خیال ہے......؟"

کمشنر کے چہرے پر سنگینی کا تاثر اُبھرا اور وہ بہت خطرناک لگنے لگا۔

"تم نے شاید صبح سویرے بہت تیز مرچوں کی چٹنی کھائی ہے۔ بہرحال تم اس اچھے موقع کو تباہ کرو، یہ مجھے اچھا نہیں لگے گا۔ سمجھ رہے ہو جے......؟"

جمیل نعمان کو اندازہ ہوگیا کہ بالآخر اس کی اُنگلی کمشنر کے غصے کو اُبھارنے والی رگ پر پڑ گئی ہے۔ برسوں پہلے اس نے سمجھ لیا تھا کہ کمشنر کی برداشت کی حد کہاں تک ہے......؟ اس حد سے آگے جانا خطرناک تھا۔ اس وقت وہ اس حد کے بہت قریب پہنچ چکا تھا۔



"آپ فکر نہ کریں۔ میں تیار ہوں۔"

اس نے کہا۔

"بہت خوب......!"

کمشنر نے کہا۔

"گزشتہ رات قسمت تمہیں ایک زبردست سانحے کے منظر میں لے گئی تھی۔ وہ تمہارے لئے بہت اذیت ناک اور نہایت ڈراؤنا تجربہ رہا ہوگا اور تم کچھ بھی کہو، تم اس سے بری طرح متاثر ہوئے ہو۔ اور یہ میری میز پر رکھی ہوئی رپورٹیں بتا رہی ہیں کہ تم نے تنِ تنہا چھ افراد کی جان بچائی۔ تم وہاں نہ ہوتے تو وہ اس وقت زندہ نہ ہوتے۔ تمہاری جگہ کوئی بھی ہوتا تو اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اور کیونکہ تم پولیس مین ہو، اس لئے یہ پورے محکمے کی عزت افزائی ہے۔ ہمیں اس موقع سے فائدہ اُٹھانا ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ جس وقت تم موڈ میں ہو تو اس وقت تم تہلکہ مچا سکتے ہو۔ تم اس وقت میڈیا والوں کو مٹھی میں لے لو تو یہ تمہارا مجھ پر احسان ہوگا جے......! بولو......! تم میری خاطر یہ کرو گے......؟"

جمیل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ جی تو چاہتا تھا کہ وہ اُٹھ کر کھڑا ہو اور کمشنر کو تالیاں بجا کر داد دے۔ وہ یوں ہی تو کمشنر نہیں بنا تھا۔ اسے موقع سے فائدہ اُٹھانے کا ہنر آتا تھا۔ اس نے گشتی پولیس مین کی حیثیت سے جمیل کے ساتھ ہی کیریئر کا آغاز کیا تھا۔ جس مقام پر وہ تھا، وہاں سے موجودہ مقام تک پہنچنا آسان کام نہیں تھا۔

اور جمیل کو پولیس کی ملازمت پر قائل بھی اسی نے کیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ لاء کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد قانون نافذ کرنا عدالت میں قانونی دلائل پیش کرنے کے مقابلے میں آسان بھی ہے اور بہتر بھی۔

"تم گزشتہ رات زخمی تو نہیں ہوئے......؟ کسی بھی طرح کی چوٹ......؟" کمشنر مائیکل نے پوچھا۔

"نہیں......!"

کمشنر نے بغور اس کا جائزہ لیا۔

"یہ تمہاری پیشانی اور رُخساروں پر سرخ نشانات کیسے ہیں......؟"

"میرا خیال ہے، اُڑتی ہوئی چنگاریوں میں سے کچھ لگی ہوں گی مجھے۔ مگر میں بالکل ٹھیک ہوں۔ کوئی تکلیف نہیں......!"

"ایسے موقعوں پر ٹھیک ہونا ٹھیک نہیں ہوتا۔"

مائیکل نے فکرمندی سے کہا۔ پھر اس نے ایک فون اُٹھایا اور ماؤتھ پیس میں بولا۔

"ڈاکٹر برک کو اندر بھیجو......!"

"یہ...... یہ کیا کر رہے ہو تم......؟"

جمیل نے احتجاج کیا۔

پولیس سرجن شاید باہر پہلے ہی سے بلاوے کا منتظر تھا۔ وہ فوراً ہی آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں سیاہ چمڑے کا ڈاکٹری بیگ تھا۔

"رات کے واقعے میں ہمارا بہادر کیپٹن لوگوں کو بچاتے ہوئے کئی جگہ سے جلا ہے۔"

کمشنر نے ڈاکٹر کو مطلع کیا۔

"تم اسے چیک کرو ڈاکٹر......!"

پولیس سرجن کو پہلے ہی بتا دیا گیا تھا کہ کیا کرنا ہے۔ چند منٹ میں کیپٹن جمیل نعمان کے چہرے پر کئی جگہ بینڈیج نظر آنے لگے۔

"میرا خیال ہے، ایک ہاتھ کو سہارا دینے والی پٹی کی بھی ضرورت



ہے۔"

ڈاکٹر نے گردن سے پٹی لا کر جمیل کا ایک ہاتھ اس میں محصور کر دیا۔

ڈاکٹر کے جانے کے بعد کمشنر نے کہا۔

"میں تمہیں تمام ذمہ داریوں سے استثنٰی دے رہا ہوں۔ چاہو تو اسے بیماری کی رُخصت سمجھ لو۔ بس...... تم کمشنر آفس کو جواب دہ ہو گے۔"

"یہ چھٹی کتنی طویل ہوگی......؟"

"یہ تو صورتِ حال سامنے آنے پر کہا جا سکتا ہے۔"

جمیل نے سگریٹ سلگانے کی کوشش کی۔ لیکن پٹیوں میں جکڑے، گردن سے جھولتے ہاتھ کی وجہ سے دُشواری ہو رہی تھی۔

"میرے چھوٹے موٹے کاموں میں مدد کے لئے دو اردلی بھی عنایت کر دو۔"

"تمہاری یہ مذاق کی عادت سنگین موقعوں پر اچھی نہیں لگتی۔"

"اور مجھے پولیس اکیڈمی سے بہترین اداکار کا ایوارڈ کب ملے گا......؟"

کمشنر مائیکل نے کچھ نہیں کہا۔

"اب مجھے اصل بات بھی بتا دو......! آخر میں تمہارا دوست ہوں۔"

"تو سنو......! تم بھی جانتے ہو کہ تمہاری کارکردگی کیسی رہی ہے......؟ محکمے میں لوگ ہنستے ہیں تم پر۔ اگر یہ واقعہ نہ ہوا ہوتا تو......"

کمشنر نے بات اُدھوری چھوڑ دی۔

"میں جانتا ہوں کہ تمہاری ہی وجہ سے میں فورس میں ہوں۔ ورنہ اب تک نکال دیا گیا ہوتا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے اس پر کبھی تمہارا

شکریہ ادا نہیں کیا۔"

"تم جانتے ہو کہ میرے نزدیک شکریے کی کوئی اہمیت نہیں۔ تمہارا اس سال کا سروس ریکارڈ اتنا خراب ہے کہ اسے نظر انداز کرنا میرے لئے بھی آسان نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ محکمہ اس سے پہلے تمہیں نکال دینا چاہتا ہے کہ تم خود کو یا کسی اور کو کوئی نقصان پہنچا بیٹھو۔ اور انصاف کی بات یہ کہ وہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔"

"میں نہیں مانتا کہ صورتِ حال اتنی خراب ہے۔"

جمیل نے کہا۔

"لو...... یہ اپنی کارکردگی خود دیکھ لو......!"

کمشنر نے کچھ کاغذات اس کی طرف سرکائے۔

"دو بار تم سے تمہارا سروس ریوالور چھین کر فائرنگ کی گئی، ایک بار تم پر، اور دوسری بار کسی اور پر۔ چار بار تم نے گاڑی ٹکرائی۔ کبھی کوئی زخمی ہوا اور کبھی کسی چیز کو نقصان پہنچا۔ بار میں تین بار تمہاری لڑائی ہوئی اور نہ جانے کتنے واقعات ہوں گے، جن کا ہمیں علم ہی نہیں ہوا۔ ایک بار تم نے حادثے کے بعد کار لے کر فرار ہونے والے کو پکڑ کر اتنا پیٹا کہ وہ بے ہوش ہوگیا۔ تم اسے حوالات میں بند کرنے کے لئے لائے تو وہ بس اسپتال میں داخل ہونے کے قابل رہ گیا تھا۔"

"جانتے بھی ہو کہ اس نے کیا کیا تھا......؟"

جمیل نے تند لہجے میں کہا۔

"جہاں زیادہ سے زیادہ رفتار پندرہ میل فی گھنٹہ کی سائن نصب ہے، وہاں 70 کی رفتار سے گاڑی چلاتے ہوئے اس نے ایک بچے کو زخمی کیا اور رُکا بھی نہیں۔"



"اس رپورٹ میں اتنے واقعات ہیں کہ میں سنانے بیٹھوں تو شام ہو جائے۔"

کمشنر نے کہا۔

"اور سب سے بڑا مسئلہ تمہاری بلانوشی ہے۔ بہر حال......! تم ریٹائر تو نہیں ہونا چاہتے نا......؟"

جمیل نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں تمہیں جانتا ہوں۔ اس لئے افسوس کرتا ہوں۔ دوستی کی وجہ سے تم میرے حلق میں پھنسی ہوئی وہ ہڈی ہو، جسے نہ میں نگل سکتا ہوں، نہ اُگل سکتا ہوں۔ اور یہ صورتِ حال برقرار رہی تو یہ ہڈی کسی دن میری جان لے لے گی۔ خیر......! رات جو کچھ ہوا، وہ کوئی عام بات نہیں۔ تمہاری خوش قسمتی تھی کہ تم وہاں موجود تھے۔ اس سے تمہیں بھی فائدہ پہنچے گا اور محکمے کو بھی۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔"

جمیل نے مرے مرے لہجے میں کہا۔

"گڈ......!"

کمشنر نے فاتحانہ لہجے میں کہا۔ پھر انٹر کام اُٹھا کر اس نے کسی سے کہا۔

"کیپٹن جمیل نعمان انٹرویو کے لئے تیار ہیں۔"

☆☆☆

کبھی تو رچرڈ گینر کو لگتا تھا کہ بس وہ سو رہا ہے اور خواب دیکھ رہا ہے۔

مگر کیسے خواب......؟

بادلوں پر تیرنا، اور کبھی لگتا کہ کوئی نوکیلا پنجہ اس کے سینے کو چیر رہا ہے اور کبھی لگتا کہ کوئی اس کا گلا گھونٹ رہا ہے۔

وہ سوچتا کہ ابھی اس کی آنکھ کھلے گی اور وہ معمول کے مطابق زندگی گزارنے لگے گا۔ مگر آنکھ کھلنے پر اسے اپنے جسم سے منسلک نلکیاں نظر آتیں اور اس حقیقت کا ادراک ہوتا کہ وہ اپنی مرضی سے ہل بھی نہیں سکتا۔ اس کی آنکھیں پھر بند ہو جاتیں۔

وہ جاگتا بھی تو پوری طرح ہوش میں نہیں ہوتا تھا۔ ایک بار اسے دُھندلا سا احساس ہوا کہ اس کی سابقہ بیوی اس پر جھکی اسے دیکھ رہی ہے۔ مگر اس نے سوچا۔ یہ اس کا تصور ہے۔ کیونکہ جین کبھی نہیں روتی تھی۔ جبکہ اس پر جھکی یہ عورت رو رہی تھی۔

''اور یہ کس کے لئے رو رہی ہے......؟''

اس کے لئے تو نہیں رو سکتی۔

''تو پھر کس کے لئے......؟''

اور یہ شاید اس نے بلند آواز میں کہا تھا۔ کیونکہ نرس اس پر جھکی اور کچھ اور لوگ کمرے میں آگئے۔

ایک رات اور ایک دن کے بعد وہ کچھ بہتر ہوا۔ لیکن اس نے یہ ظاہر نہیں کیا۔ وہ پہلے سب کچھ دیکھنا اور سمجھنا چاہتا تھا۔ اس کا سر اور چہرے کا بیشتر حصہ پٹیوں سے ڈھکا تھا۔ دائیں ٹانگ پر پلاسٹر تھا۔

کمرے میں کوئی موجود ہوتا تو وہ آنکھیں بند رکھتا اور سانس ہموار۔ نرسیں اور ڈاکٹر دبے قدموں آتے، اس پر جھکتے، باہم سرگوشیوں میں بات کرتے، اور چلے جاتے۔ البتہ ایک نرس اس کا زیادہ ہی خیال رکھتی۔ زیادہ



وقت وہی اس کے پاس ہوتی۔ وہ جوان اور خوب صورت تھی۔ جب وہ اس کی نلکیوں میں چھیڑ چھاڑ نہیں کر رہی ہوتی تو بیٹھ کر خاموشی سے اسے تکتی۔ وہ چپکے چپکے اسے دیکھتا۔

پھر اس نے آنکھیں پوری طرح کھول کر نرس کی سیاہ آنکھوں میں دیکھا۔ چند لمحے دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ پھر نرس اس کے پاس چلی آئی۔

''میرے بیٹے......؟''

رچرڈ گینر نے بڑی مشکل سے کہا۔ اسے لگتا تھا کہ اس کے پاس ان دو لفظوں کے سوا کچھ نہیں بچا ہے۔

''نئی زندگی مبارک ہو مسٹر گینر......!''

نرس نے کہا۔

''میرے بیٹے......؟''

''ہم سب آپ کے آنکھیں کھولنے کے منتظر تھے۔''

''میرے بیٹے......؟''

اس بار اس نے پوری قوت مجتمع کر کے نرس کی کلائی تھام لی۔ نرس نے خود کو چھوڑانے کی کوشش بھی نہیں کی۔ نہ ہی اس نے کچھ کہا۔ کچھ کہنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ پھر اس کے منہ سے آہ نکلی۔ آنکھیں بند ہوئیں اور ہر طرف اندھیرا ہو گیا۔

☆☆☆

اگلے روز اس کی سابق بیوی جین پھر موجود تھی۔ کمرے میں داخل

ہوتے ہی وہ رونے لگی۔ لیکن وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ یہاں تک کہ اس نے اس کا ہاتھ چھوا، تب بھی وہ نظریں چرا رہی تھی۔

''میں نے انہیں مار دیا......!''

رچرڈ نے کہا۔

جین نے نفی میں سر ہلایا۔ اس کی آنکھوں کے گرد حلقے تھے، جو غیر معمولی بات تھی۔ اور اس نے میک اَپ بھی نہیں کیا تھا۔

''مجھے ان کو ساتھ لے کر نہیں جانا چاہیئے تھا۔ صرف انا کی خاطر میں انہیں لے گیا۔ میں انہیں دکھانا چاہتا تھا کہ ان کا باپ کتنا بڑا آرٹسٹ ہے۔''

جین نے کچھ نہیں کہا۔

وہ اسے دیکھتا رہا۔ اسے دیکھ کر اسے جانسن یاد آیا...... وہی نقوش...... مگر جانسن اب کہاں......؟

''میرے خدا......! تمہیں مجھ سے کیسی نفرت محسوس ہوتی ہوگی......؟''

جین خاموشی سے روتی رہی۔ اس نے تردید بھی نہیں کی۔

لیکن رچرڈ کو احساسِ جرم ستا رہا تھا۔ یہ عاجزی، یہ اعتراف...... یہ سزا تو کچھ بھی نہیں تھی۔

''تم یہاں کیوں آئی ہو......؟''

''رچرڈ......! میں......''

''تمہیں میری پرواہ کب ہے......؟ کبھی تھی بھی نہیں...... میں اس قابل ہی نہیں تھا۔ تمہارے ذہن میں اپنے لئے شوہر اور اپنے بچوں کے لئے باپ کا جو امیج تھا، میں اس کے مطابق تھا ہی نہیں۔ اسی لئے تم نے مجھے نکال



پھینکا۔''

پہلی بار جین نے براہِ راست اسے دیکھا۔

''تم کیا کرنا چاہ رہے ہو......؟''

''میں تمہیں ایک راست گو عورت بنانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ جو تمہارے دل میں ہے، وہ تمہاری زُبان سے سننا چاہتا ہوں۔''

جین نے نفی میں سر ہلایا۔

''کم آن جین......!''

اس نے اپنے بیٹوں کی ماں کو دیکھا۔ وہ دُکھی اور سوگوار لگ رہی تھی۔

''چلو...... جو جی میں ہے، کہہ دو......! دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا تو بہتر محسوس کرو گی خود کو۔ سب کچھ کہہ ڈالو......! شاباش......!''

''پلیز رچرڈ......!''

''کہہ دو نا......!''

''مجھے مت......''

''کہہ دو......! اس سے کہیں معمولی باتوں پر کیا کیا کچھ نہیں کہا تم نے......؟ اور اب تو مضبوط جواز ہے تمہارے پاس۔ کہہ ڈالو سب......!''

جین نے پورا بیڈ ہلا ڈالا...... رچرڈ کا جسم...... اس سے منسلک نلکیاں...... سب کچھ ہل گیا۔

''نہیں......!''

اس نے آنکھیں بند کر کے تند لہجے میں کہا۔

''مجھ سے ہرجانہ مانگو......! مجھے اذیت پہنچاؤ نا......!''

''نہیں...... نہیں...... نہیں......!''

"کیوں نہیں......؟"

رچرڈ نے کہا اور بازو سے منسلک ایک نلکی کو جھٹکا دیا۔ خون کا فوارہ پھوٹا، اور جین کے کپڑے تر ہو گئے۔

"یہ لو......! یہ میرا خون ہے...... یہی چاہئے نا تمہیں......؟ لو پی لو......!"

جین گھبرا کر پیچھے ہٹی۔

"تم پاگل ہو گئے ہو۔ تمہارے دماغ کو نقصان پہنچا ہے شاید......؟"

وہ چلائی۔

"نرس......! اے نرس......!"

"کہو نا......! کہو نا لالچی عورت......!"

رچرڈ چلایا۔ پھر وہ کامیاب ہو گیا۔

"خود غرض، خود پسند انسان......! تم مر کیوں نہیں گئے......؟ خدا تمہیں جہنم رسید کرے۔ تم نے میرے بچوں کو مار دیا۔"

جین نے چیخ کر کہا۔

"ہاں......! یہ ٹھیک ہے......!"

رچرڈ نے طمانیت سے کہا۔

"اور کہو......!"

"میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔ تم اور تمہارا آرٹ...... دونوں ذلیل ہیں۔ اپنی تصویر میں تمہیں ہمیشہ بچوں سے زیادہ عزیز رہیں۔ تم کیوں انہیں لے کر اس منحوس جہاز پر سوار ہوئے......؟ کاش......! ان کی جگہ تم مر جاتے...... کاش......!"

دوڑ کر آتی ہوئی نرس نے آخری جملہ سنا اور پھر خون دیکھا۔ اس نے



جلدی سے نلکی لگائی۔ مگر وہ غصے میں آپے سے باہر ہو رہی تھی۔

"تم اسے شوٹ کیوں نہیں کر دیتیں......؟ ایک بار ہی نجات دے دو نا اسے......!"

وہ جین پر برس پڑی۔

جین روتی رہی۔

رچرڈ نے آنکھیں بند کر لیں۔

"اس کا کوئی قصور نہیں......!"

اس نے کہا۔

"سب میرا ہی کیا دھرا ہے۔"

"تم یہاں سے نکل جاؤ......! فوراً......!"

نرس نے جین کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔ لگتا تھا کہ وہ جین کو مار بیٹھے گی۔

رچرڈ کے بیٹوں کی ماں خون میں تر کپڑوں کے ساتھ روتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

☆☆☆

ایک رات دونوں بیٹے اس سے ملنے کے لئے آئے۔ اس نے ان کے لئے بانہیں کھولیں۔ لیکن اگلے ہی لمحے وہ چلے گئے۔ یہ اس کی سزا تھی۔ وہ اس سے مانگتے ہی کیا تھے......؟ تھوڑی سی توجہ اور تھوڑا سا پیار۔ وہ بھی انہیں نہیں ملتا تھا۔ صرف اس کے کام کی وجہ سے......!

اب سمجھ میں آ رہا تھا کہ زندگی کی تکمیل آدمی کے کام سے نہیں ہوتی، محبت سے ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کا خیال رکھنے سے ہوتی ہے۔

اب وہ جان گیا تھا کہ اس نے اپنے بچوں کے ساتھ دھوکا کیا تھا۔

انہیں محرومی دی تھی۔

لیکن اب کیا فائدہ......؟

اب تو پچھتاوے کا اژدھا ساری عمر سینے پر چڑھ کر بیٹھا رہے گا۔

☆☆☆

لوگوں سے بات کرنے کے قابل ہونے میں اسے وقت لگا۔ سب سے پہلے اس نے سیاہ آنکھوں والی اس نرس سے بات کی، جس نے جین کو ڈانٹ کر نکالا تھا۔

''تمہارا نام کیا ہے......؟''

''کیٹ......! کیٹ اینڈرسن......!''

وہ اسے غور سے دیکھتا رہا۔ وہ بے حد نازک اندام تھی۔

''میرے ایک سوال کا جواب دو گی کیٹ اینڈرسن......! پلیز......؟''

''دے سکی تو ضرور دوں گی......!''

''یہ جو تمہارے سر پر سلک کی ٹوپی ہے، اسے گرنے سے کیسے روکے رکھتی ہو تم......؟''

وہ سر جھکا کر ہنس دی۔ سر جھکا کر اس نے دکھا دیا کہ یہ کام پن کرتے ہیں۔

''شکریہ......!''

رچرڈ نے کہا۔ پھر ایک لمحاتی توقف کے بعد بولا۔

''کتنے لوگ مر گئے......؟''

وہ سوال بہت اچانک کیا گیا تھا۔ نرس کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا۔

''کیا کہہ رہے ہو تم ...؟''



''اس حادثے میں کتنے لوگ مر گئے......؟''

''اوہ......!''

وہ ایک دم محتاط ہوگئی۔

''مجھے نہیں معلوم......!''

''اندازاً بتاؤ......! میں کسی کو نہیں بتاؤں گا کہ تم نے مجھے بتایا ہے۔''

''تقریباً تین سو......!''

رچرڈ کے جسم میں سرد لہر دوڑ گئی۔

''اور بچے کتنے......؟''

''چھ......!''

''ان میں سے بھی کچھ مر گئے ہوں گے......؟''

''جی ہاں......!''

''کتنے......؟''

''آپ کے سوا کوئی نہیں بچا......!''

☆☆☆

اسے دُھندلا سا احساس تھا۔ ڈاکٹر اس کے ساتھ کچھ کر رہے تھے۔ وہاں کئی نرسیں بھی تھیں۔ اس کا ذہن کبھی طلوع، کبھی غروب ہوتا۔ نرسوں کے چہرے تبدیل ہوتے رہتے۔ لیکن کیٹ اینڈرسن ہر موقعے پر اس کے پاس تھی۔

پھر کیٹ نے کھڑکیوں کے پردے ہٹائے۔ کمرہ زرد دُھوپ سے بھر گیا۔

''ہم نے تمہیں بھی تقریباً کھو ہی دیا تھا۔''

وہ بولی۔

"سبھی تمہارے لئے بہت پریشان تھے۔ ارے......! دیکھو تو...... یہ کیسا خوب صورت دن ہے۔"

لیکن وہ خوب صورت دن اس کی آنکھوں میں چبھ رہا تھا۔ نقاہت اتنی شدید تھی کہ بولنا بھی اس کے لئے مشقت تھا۔

"وہ سرخ، بھورا اور نیلا کون تھا......؟"

اس نے پوچھا۔

"کیا یہ کوئی پہیلی ہے......؟"

"نہیں......! ایک شخص بار بار مجھے نظر آتا رہا ہے۔ سرخ چہرہ، بھورے بال اور نیلی آنکھیں۔ اور اس کے ہاتھ پر بھی بینڈیج تھی۔"

"اوہ......! وہ پولیس مین ہے۔ کیپٹن جمی نعمان......! وہ تمہیں دیکھنے کے لئے آتا رہتا ہے۔"

"کیوں......؟ کیا اسے پتا چل گیا کہ جہاز میری وجہ سے تباہ ہوا......؟"

"یہ بات نہیں......! دراصل اس نے تمہاری جان بچائی تھی۔"

"اوہ......!"

رچرڈ نے آنکھیں بن کر لیں۔

☆☆☆

پہلے تو سول ایوی ایشن والوں نے اس سے سوال جواب کئے، یہ سوچے بغیر کہ وہ تو حادثے کے اسباب و وجوہ کے بارے میں ان سے بھی زیادہ بے خبر ہے۔ وہ انہیں کیا بتا سکتا ہے......؟



پھر کیٹ اینڈرسن اپنے ساتھ کیپٹن جمیل نعمان کو لے آئی۔

دونوں دیر تک ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔ کیپٹن کے رُخسار اور پیشانی پر کراس کی شکل کی ایک پٹی تھی۔ ایک ہاتھ گلے سے جھولتی پٹی کے سہارے تھا۔ اگر کیٹ نے اسے نہ بتایا ہوتا کہ وہ پولیس مین ہے تو رچرڈ اس کی آنکھوں کے حوالے سے اسے پادری سمجھتا۔

"میں جمیل نعمان......!"

"مجھے معلوم ہے......!"

جمیل خاموش کھڑا رہا۔

"اگر تم میرے شکریے کے یا پیٹھ تھپتھپائے جانے کے منتظر ہو تو تمہیں مایوسی ہوگی۔"

رچرڈ نے کہا۔

"کیونکہ تم نے مجھ پر احسان نہیں کیا، زیادتی کی ہے۔ بہتر ہوتا کہ تم مجھے ان سب کے ساتھ جل مرنے دیتے۔"

جمیل نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا۔ مگر پھر اسے خیال آ گیا کہ اس وقت وہ اسپتال میں ہے۔ اس نے پیکٹ کو دوبارہ جیب میں ٹھونس لیا۔

"سنو دوست......! مجھے تمہارے بچوں کی موت کا دُکھ ہے۔"

رچرڈ کے منہ میں کڑواہٹ تیر گئی۔ وہ پہلے تعزیتی الفاظ تھے، جو وہ سُن رہا تھا۔ اور شاید ابھی وہ ذہنی طور پر اس کے لئے تیار نہیں تھا۔ اسے اپنے اندر زبردست ٹوٹ پھوٹ محسوس ہو رہی تھی۔

"میں تمہارے احساسات سمجھ رہا ہوں۔"

جمیل نے کہا۔

"نہیں......! تم نہیں سمجھ سکتے......!"

"برسوں پہلے میری بیوی کو شوٹ کر دیا گیا تھا، حالانکہ اصل ہدف
میں تھا اور میں اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا تھا۔"

"تو یہ بتاؤ کہ چین کتنے عرصے بعد آتا ہے......؟ سکون کب
ہے......؟"

"یہ تو مجھے ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔"

☆☆☆

زندگی ایک معجزہ ہے۔ گہرے سے گہرے زخم کو بھی بھر دیتی ہے
اس کا جسم نلکیوں کی بندشوں سے آزاد ہونے لگا۔ اب وہ کئی گھنٹے ایک کر
پر بیٹھ سکتا تھا۔ ایک حجام نے آ کر اس کے بال تراشے تھے، اور ہر روز شیو
کرتا تھا۔ پہلے روز شیو کرنے کے بعد حجام نے بڑے فخر سے اسے آئینہ دکھا
تو اسے ایسا لگا کہ جیسے وہ آئینے میں موت کا چہرہ دیکھ رہا ہے۔

سرخ انگارہ آنکھیں، دھنسے ہوئے رُخسار اور خشک تڑختی زرد جلد
تاہم اس نے حجام کو سراہتے ہوئے کہا۔

"زبردست......!"

اب وہ انتہائی نگہداشت کے وارڈ سے باہر آ گیا تھا اور کیٹ
اینڈرسن کی ذمہ داری نہیں رہا تھا۔ اور یہ بات اسے اچھی لگی تھی۔ کیٹ ا
طور پر اس کا خیال رکھتی تھی۔ اس کا بھلا سوچتی تھی۔ لیکن وہ اسے بوجھ لگنے
لگی تھی۔ زندگی کی طرف واپس لانے کے لئے وہ اسے ڈانٹنے لگی تھی۔ دوبا
اس نے نہایت درشتی سے جین کو اس سے ملنے سے روک دیا تھا۔ حالانکہ
اسے اس کا حق نہیں تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں وہ اس پر اپنا بہت زیادہ حق



صرف سمجھتی تھی بلکہ جتاتی بھی تھی۔

وہ تو ویسے ہی اپنی سوچوں میں پاگل ہو رہا تھا۔ ایسے میں کیٹ کا وہ رویّہ اس کے لئے ایک اضافی مسئلہ تھا۔ آئی سی یو سے نکلا تو اسے اس سے نجات مل گئی۔ سوچوں سے بچنے میں مطالعہ اس کی مدد کر سکتا تھا لیکن وہ ممکن نہیں تھا۔ اس نے اس کا حل یہ نکالا کہ خیالوں میں مصوری شروع کر دی۔

جو کچھ وہ دیکھتا تھا، پینٹ کر دیتا تھا۔ اس میں برش، کینوس اور رنگوں کی محتاجی بھی نہیں تھی۔ اور جب جی چاہا تصویر مٹا دی۔ یہ سادہ اور آسان بھی تھا۔ کسی کسی دن تو وہ درجن بھر تصاویر پینٹ کر ڈالتا تھا۔

لیکن ان تصویروں ہی کی وجہ سے کبھی کبھی اسے ایسا لگتا تھا کہ وہ پاگل پن کی طرف بڑھ رہا ہے۔

پھر وہ بیساکھیوں کے سہارے چلنے لگا۔ لیکن وہ کمرے سے نہیں نکلا۔ مگر ایک دن اسپتال کا ایک ذمے دار کارکن اسے باہر لایا اور راہ داری سے گزار کر ایک اور کمرے میں لے گیا، جہاں کئی اسپیشلسٹ اس کا معائنہ کرنے کے لئے جمع تھے۔

وہ ایک بہت بڑا لاؤنج تھا۔ وہاں ٹی وی کی روشنیوں نے اس کی آنکھیں چندھیا دیں۔ اس کے سامنے اَن گنت مائیکروفون رکھ دیئے گئے۔ کیمرے آن ہو گئے۔ لاؤنج لوگوں سے بھر گیا۔ کچھ مردوں اور عورتوں کے ہاتھوں میں رائٹنگ پیڈ اور پنسلیں تھیں اور کچھ کے ہاتھوں میں کیمرے اور مائیکروفون۔ وہاں موجود تقریباً سبھی لوگ بول رہے تھے۔

"کیا یہ لوگ مجھے صدرِ امریکہ سمجھ رہے ہیں......؟"

اس نے سوچا۔

پھر اس سے سوالات کئے جانے لگے اور وہ ان کی طرف متوجہ

ہوگیا۔

''آپ حادثے میں بچنے والے واحد شخص ہیں۔ آپ کو کیسا لگتا ہے مسٹر گیئر......؟''

''آپ ہی کیوں مسٹر گیئر......؟''

''آپ نے یہ تو نہیں سوچا کہ کاش آپ کی جگہ آپ کے بیٹے زندہ بچ گئے ہوتے......؟''

''کیا آپ خدا پر یقین رکھتے ہیں......؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ خدا نے آپ کو بچایا ہے......؟''

''آپ آرٹسٹ ہیں۔ جو آپ محسوس کر رہے ہیں، اسے پینٹ کیسے کریں گے آپ ......؟''

''کوئی احساسِ جرم تو نہیں ستاتا آپ کو......؟''

''آپ کو کیسا لگتا ہے کہ آپ تو زندہ ہیں، لیکن آپ کے بچے مر گئے......؟''

''آپ کا کیا خیال ہے......؟ خدا نے کسی خاص وجہ سے آپ کو دوسری زندگی بخشی ہے......؟''

''کیا آپ دُعا کرتے ہیں، اور خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔''

''آپ ہی کیوں بچے مسٹر گیئر......؟ آپ ہی کیوں......؟''

رچرڈ نے جواب دینے کے لئے منہ کھولا مگر آواز نہیں تھی۔ دوسری طرف اس پر سوال برس رہے تھے۔ وہ ہونٹوں پر زُبان پھیر کر رہ گیا۔

لیکن اگلے لمحے جو ہوا، وہ بے ساختہ تھا۔ اس نے ایک بیساکھی اُٹھائی اور اسے گھمایا۔ مائیکروفون اِدھر اُدھر اُڑنے لگے۔ پھر کیمروں کی باری آئی۔



''میں ابھی تمہیں جواب دیتا ہوں حرام زادو......! یہ لو......!''

اور وہاں بھگدڑ مچ گئی۔

پانچ تن درست وتوانا آدمیوں نے بڑی مشکل سے اس پر قابو پایا۔

پھر اسے اسٹریچر پر ڈال کر اس کے کمرے میں لے جایا گیا۔ ایک انجکشن کی سوئی اس کے بازو میں اُتری اور اسے کچھ ہوش نہیں رہا۔

ہوش آیا تو کیٹ اینڈرسن اس کے پاس بیٹھی تھی۔

''مجھے افسوس ہے۔''

اس نے کہا۔

''یہ بدبخت سمجھتے ہیں کہ یہ اسپتال نہیں، کوئی سرکس چلا رہے ہیں۔''

وہ اس کی خیالی تصویر بنانے لگا۔

سیاہ آنکھیں، خوب صورت نچلا ہونٹ......

''ڈاکٹروں نے زبردست احتجاج کیا ہے انتظامیہ سے۔''

کیٹ نے اسے دلاسہ دیا۔

''بےفکر رہو......! آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔''

اس نے خیالی برش کو روک دیا۔

''تم نرس کیوں بنیں......؟''

اس نے پوچھا۔

''یہ روزگار ہے میرا......!''

''اس سے آسان بھی بہت کچھ ہو سکتا تھا۔''

''ٹھیک کہتے ہو۔ بس ایک نیک خاتون میرا ہاتھ تھام کر مجھے اس پیشے کی طرف لے آئی۔''

''سنو کیٹ......! میں یہاں سے نکلنا چاہتا ہوں۔''

رچرڈ نے اچانک کہا۔

کیٹ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''تو......؟''

''وہ مجھے ڈِس چارج نہیں کریں گے۔''

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے......؟''

''میرے کپڑے، میری رقم، میرے کریڈٹ کارڈ...... سب ان کے پاس ہیں۔''

''وہ میں تمہیں لا دوں گی اور ہاں......! تمہارے کپڑے میں نے ڈرائی کلین کرا لئے تھے۔ بہت برا حال تھا ان کا۔''

''اتنی نرسوں کی موجودگی میں میں اسپتال سے کیسے نکل سکوں گا......؟''

''یہ تم مجھ پر چھوڑ دو......!''

''تم میری مدد کرو گی......؟''

''کہہ تو رہی ہوں کہ ضرور کروں گی......!''

رچرڈ کی نگاہوں سے اُلجھن جھانکنے لگی۔

''لیکن کیوں......؟''

''کیونکہ تم یہاں سے نکلنا اور گھر جانا چاہتے ہو۔ اور یہ پہلی خواہش ہے، جس کا تم نے اظہار کیا ہے۔''

اس شام ملاقاتیوں کے اوقات میں وہ اسپتال سے نکل گیا۔ کیٹ اسے سامان لانے لے جانے والی لفٹ کے ذریعے نیچے لائی۔ اور ایمرجنسی روم کے پچھلے دروازے سے اسے باہر نکال دیا۔ وہاں وہ ٹیکسی موجود تھی جس کا بندوبست وہ پہلے ہی کر چکی تھی۔



''تم زندہ ہو...... اب خدا کے لئے یہ ثابت کر کے بھی دکھاؤ......!''

کیٹ نے ٹیکسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

بعد میں رچرڈ گینز کو پتا چلا کہ وہ دو ماہ سے زیادہ اس اسپتال میں رہا ہے۔

☆☆☆

وہ کسی زخم کھائے ہوئے جانور کی طرح بھاگا تھا۔ گھر جانا اسے اچھا نہیں لگا۔ اس نے 41 ویں اسٹریٹ کے ایک تیسرے درجے کے ہوٹل کا رُخ کیا۔ وہاں نہ کوئی اسے جانتا تھا اور نہ ہی کوئی ٹیلی فون کرنے والا تھا۔ نہ کوئی مشیر، نہ ہمدرد...... کوئی نہیں۔

دو دن، دو رات وہ سوتا رہا۔ بھوک لگتی تو کھانا کمرے میں طلب کر لیتا۔ کھانے کے دوران وہ ٹی وی دیکھتا۔ تیسری صبح اس نے اپنی بیساکھیاں اُٹھائیں اور باہر نکلا۔ چند بلاک چل کر وہ 42 ویں سٹریٹ پر نیویارک پبلک لائبریری میں گیا۔ وہاں اس نے پرانے اخبارات اور میگزین لئے اور حادثے کے بارے میں جو کچھ بھی چھپا تھا، سب پڑھ ڈالا۔

وہ امریکہ کی تاریخ کا اب تک کا بدترین فضائی حادثہ تھا۔ دونوں جہازوں میں عملے اور مسافروں کو ملا کر مرنے والوں کی تعداد 298 تھی۔ ان کے علاوہ چار بدقسمت افراد وہ تھے، جو محض جائے حادثہ پر اپنی موجودگی کی وجہ سے مارے گئے تھے۔ بیشتر لاشیں ناقابل شناخت ہوگئی تھیں۔ مسافروں کی فہرست میں اپنے بیٹوں کا نام دیکھ کر اس نے سوچا کہ یہ ان کی موت کا سرکاری اعلان ہے۔

اخباروں میں ان مرنے والوں کی تصاویر اور مختصر سوانح شائع ہوئی

تھیں، جو کسی نہ کسی اعتبار سے عام لوگوں کی صف میں نہیں آتے تھے، بلکہ اخبار والوں کے نزدیک وہ قابل ذکر تھے۔ رچرڈ نے اس تفصیل کا بغور جائزہ لیا۔

ان میں ایک نوبل پرائز پانے والا تھا، جس نے سرطان کے علاج کے سلسلے میں قابل قدر تحقیق کی تھی۔

ایک ناول نگار تھا۔

ایک شکاگو یونیورسٹی کا مشہور طبیعات دان تھا۔

ایک پادری تھا

دو میاں بیوی تھے جو اداکاری کے میدان میں تیزی سے نام کما رہے تھے۔

ایک معیشت دان تھا۔

ان کے علاوہ بھی سات آٹھ اور افراد تھے جنہوں نے اپنے اپنے شعبوں میں کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے۔

''یہ سب مر گئے......! اور میں زندہ ہوں......؟''

اخباروں میں اس کو بھی کافی جگہ ملی تھی۔ وہ اس حادثے میں بچنے والا واحد آدمی تھا۔ اس کے علاوہ اخبار میں اس پینٹنگ کی تصویریں بھی چھپی تھیں، جو شکاگو کے آرٹ انسٹی ٹیوٹ نے خریدی تھی۔ نیویارک کی آرٹ گیلری نے، جس سے وہ وابستہ تھا، اس موقع سے خوب فائدہ اُٹھایا تھا۔ انہوں نے اس کے بارے میں اخبارات کو جو مضامین فراہم کئے تھے، ان میں سے ڈاونچی، ریمبراں اور رینوئر جیسے عظیم مصوروں کا ہم پلہ قرار دیا تھا۔ یوں انہیں خود کافی پبلسٹی ملی تھی۔

حادثے میں بچنے والے واحد شخص کی حیثیت سے اسے تو پبلسٹی ملی



ہی تھی لیکن کیپٹن جمیل نعمان کو بھی ہیرو کا درجہ دیا گیا تھا۔ پولیس کمشنر نے اسے پولیس کا اعلیٰ ترین اعزاز میڈل آف آنر عطا کیا تھا۔ جس بہادری اور بے غرضی سے اس نے جائے حادثہ پر تنہا کام کیا تھا، وہ لائق صد ستائش تھا۔

رچرڈ گیئر نے لائبریری میں پورا دن گزارا۔ وہ وہاں سے نکلا تو اس کے پاس حادثے کے متعلق چھپنے والے مکمل مواد کی فوٹو کاپیاں تھیں۔ یہ سب کچھ اس نے دو فولڈرز میں رکھا تھا۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تو کیپٹن نعمان ایک کرسی پر بیٹھا اسے گھور رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں جام تھا، اور بوتل اس کے پیروں کے پاس رکھی تھی۔

''تم نے مجھے کیسے ڈھونڈ نکالا......؟''

رچرڈ نے اس سے پوچھا۔

''میں پولیس مین ہوں اور میرا کام ہی لوگوں کو ڈھونڈ نکالنا ہے۔''

کیپٹن نے کہا۔

''اسپتال والے بے چارے بے حد غم زدہ ہیں۔ دراصل تم ایک قومی خزانے کی حیثیت اختیار کر چکے ہو۔ وہ بے چارے تمہیں کھو کر احساسِ ذمہ داری سے نڈھال ہو رہے ہیں۔''

''میں لعنت بھیجتا ہوں ان پر......!''

''تمہاری بیوی بھی پریشان ہے۔''

''میری کوئی بیوی نہیں ہے۔''

''اس کے ساتھ زیادتی نہ کرو۔ جتنا تمہارا نقصان ہوا ہے، اتنا ہی اس کا بھی ہوا ہے۔''

رچرڈ نے سوچا۔

"یہ بات تو واقعی درست ہے۔"

"میں نے اخبارات میں تمہارے بارے میں بھی پڑھا ہے۔"

اس نے کیپٹن سے کہا۔

"تم ہیرو ہو لوگوں کے ...... کیا تم واقعی اتنی بری طرح جلے تھے......؟"

کیپٹن نے خاموشی سے اپنی پیشانی پر بندھی ہوئی پٹی ہٹائی، پھر ہاتھ کی پٹی بھی کھول دی۔ پٹی کے نیچے اس کا جسم بے داغ تھا۔

"میں کچھ سمجھا نہیں......!"

رچرڈ نے کہا۔

"سیدھی سی بات ہے۔ زخمی ہیرو پریس کو زیادہ متاثر کر سکتا ہے۔"

کیپٹن نے کہا اور دوبارہ پٹیاں لپیٹنے لگا۔

"ہے نا مکروہ بات......؟"

"مجھے کیوں بتایا تم نے......؟"

"اور کسے بتاتا......؟ باقی سب تو مر چکے ہیں۔"

رچرڈ کو افسوس ہوا۔

"ہر شخص کے کندھے پر اپنی صلیب ہے۔"

"اگر یہ تمہیں مکروہ لگتا ہے تو کیوں گوارہ کرتے ہو اسے......؟"

"کیونکہ میں ایک بدنام بلانوش پولیس والا ہوں۔ یہ نہ کروں تو محکمہ مجھے دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال پھینکے۔ اور کچھ پوچھنا ہے......؟"

"ہاں......!"

رچرڈ نے کہا۔

"مجھے اپنی بیوی کے بارے میں بتاؤ......! کیا ہوا تھا اسے......؟"



کیپٹن کی ہنسی میں دل ٹوٹنے کی آواز صاف اور واضح تھی۔

"تم اِدھر اُدھر ٹامک ٹوئیاں مارنے کے قائل نہیں۔ سیدھا زخم کو کریدتے ہو۔"

اس نے کندھے جھٹکے۔

"خیر......! جب میں نے آہ سنا دی تو زخم دکھانے میں کیا حرج ہے......؟ لیکن جب تک تم سکینہ کو نہیں جانو گے، اس وقت تک زخم کی گہرائی کو نہیں سمجھ سکو گے۔"

کیپٹن جمیل نعمان نے کہا۔

"سکینہ تمہاری بیوی کا نام تھا......؟ تم مسلم ہو نا......؟"

"پتا نہیں......! البتہ میں سچا امریکی ہوں۔ خیر......! میں تمہیں سکینہ کے بارے میں بتا رہا تھا۔ وہ بہت اچھی تھی، بہت اچھی بننا، بہت اچھی رہنا چاہتی تھی۔ وہ خوفِ خدا رکھتی تھی۔ انسانیت پر ایمان تھا اس کا۔ بھوکوں، بیماروں اور مظلوموں کے لئے اس کا دل ہمیشہ تڑپتا تھا۔ وہ مجھے بھی ایسا ہی بنانا چاہتی تھی۔ لیکن میں تو ایک پولیس مین تھا۔ اگر میں اس کے اُصول اپناتا تو بہت پہلے مر چکا ہوتا۔"

کیپٹن کہتے کہتے سگریٹ سلگانے کے لئے رُکا، پھر اس نے سلسلۂ کلام جوڑا۔

"ایک رات ہم فلم دیکھ کر نکلے۔ ہم پیدل گھر جا رہے تھے۔ سڑکیں سنسان تھیں۔ جب ہم اپنے اپارٹمنٹ ہاؤس کے قریب پہنچے تو میں نے دو آدمیوں کو وہاں دیکھا۔ وہ ایک کار سے ٹیک لگائے کھڑے تھے۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا۔

"یہ مجھے اچھے لوگ نہیں لگتے۔"

وہ ہنس دی۔

''کیوں......؟ اس لئے کہ وہ سیاہ فام ہیں......؟''

وہ ہمیشہ کہتی تھی کہ میں سیاہ فاموں اور ہسپانوی نژاد لوگوں کے بارے میں متعصب ہوں۔ درحقیقت ایسا نہیں ہے۔ جہاں میں رہتا ہوں وہاں جرائم میں یہی دو گروہ ملوث ہوتے ہیں۔ سارا فساد انہی کے دم سے ہے۔ بہرحال ہم آگے بڑھتے رہے۔ صرف اس کی وجہ سے میں غیر محتاط ہوگیا کہ وہ میرا مذاق اُڑائے گی۔ ہم ان کے پاس سے گزرنے لگے تو گن بھی پہلے اس نے ہی دیکھی۔ کیونکہ وہی کار والی سائیڈ پر تھی۔ میں نے اسے کہتے سنا۔

''پلیز......! ایسا نہ کرو......!''

اور اگلے ہی لمحے فائر کی آواز سنی۔ تم یقین کرو گے، اس وقت بھی وہ پلیز کہنا نہیں بھولی تھی۔ اس نے اپنے قاتل کو بھی پلیز کے ساتھ پکارا تھا...... اور پھر وہ تیزی سے میرے آگے آکر ڈھال بن گئی۔ دونوں گولیاں اسے لگیں۔ وہ 45 کیلبر کی گولیاں تھیں۔ تم سوچ نہیں سکتے کہ اتنے کم فاصلے سے وہ انسانی جسم کا کیا حال کرتی ہیں......؟''

رچرڈ گیبز نے افسردگی سے سر جھکا۔

''میں تو دیوانہ ہوگیا۔ انہیں مزید گولی چلانے کا موقع دیئے بغیر میں نے ان پر پستول خالی کر دیا۔ پھر اسے ری لوڈ کیا، اور دوبارہ خالی کر دیا۔ بارہ گولیاں، اور آخری چار فائر میں نے ان کی کھوپڑیوں پر کیے تھے۔ کیونکہ اس وقت تک میں انہیں پہچان چکا تھا۔ کچھ دن پہلے میں نے انہیں گرفتار کیا تھا، اور وہ ضمانت پر باہر آگئے تھے۔ پولیس گاڑی پہنچی تو میں ان کتوں کی لاشوں پر ٹھوکریں برسا رہا تھا۔ او مائی گاڈ......! 45 کیلبر......؟ اور جانتے ہو



میری سکینہ کا وزن کتنا تھا......؟ صرف 104 پونڈ......!''

اس نے جیب سے پرس نکالا اور اپنی بیوی کی تصویر رچرڈ کو دکھائی۔

رچرڈ کے چہرے پر روشنی چھا گئی۔

''تو اس واقعے نے تمہیں......''

''......پیکٹر اور پھکٹر بنا دیا۔''

کیپٹن نے اس کی بات پوری کر دی۔

''لیکن دوست......! کچھ یہ کام بھی بہت سخت ہے۔ نرمی کی تو اس میں گنجائش ہی نہیں۔''

وہ دونوں بیٹھ کر پیتے رہے۔ پھر کیپٹن نے رچرڈ کے فولڈرز کو کھول کر دیکھا۔

''تم اس حادثے پر کتاب لکھو گے کیا......؟''

اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''سنو......! تم اپنے گھر کیوں نہیں چلے جاتے......؟''

''وہاں کیا ملے گا مجھے......؟ رپورٹرز کا ہجوم......فون کالز کا کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ...... اور ملنے کے خواہش مند لوگ...... یہ میں نہیں چاہتا۔''

''اسپتال والے اب بھی تمہارے طلب گار ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کوئی زخم بگڑ بھی سکتا ہے۔ کچھ نہیں تو او پی ڈی میں چلے جاؤ......!''

''نہیں......!''

''تو مجھے تو بتانا پڑے گا کہ تم کہاں ہو......؟ دیکھو......! تم میری سب سے بڑی سرمایہ کاری ہو رچرڈ گیبز......! تمہاری زندگی بچا کر ہی تو میں ہیرو بنا ہوں۔ تم مر گئے تو میرا کیا ہوگا......؟''

''تم بہت کمینے ہو......!''

"اپنے محسن سے ایسے بات کرتا ہے کوئی......؟"

کیپٹن نے بناوٹی خفگی سے کہا۔

"اچھا چلو......! کوئی سمجھوتہ کرتے ہیں۔ میں پولیس سرجن کو چیک اَپ کے لئے یہاں بھیج دوں......!"

"اور اس کے سوا کسی اور کو میرے بارے میں معلوم نہ ہو۔"

رچرڈ نے شرط عائد کی۔

"سوائے پولیس کمشنر کے۔"

کیپٹن نے استثنیٰ طلب کیا۔

"تم اس کی بھی بہت بڑی سرمایہ کاری ہو۔"

"اس پر اعتبار کیا جا سکتا ہے......؟"

"نہیں بھئی......! لیکن تم مجبور ہو۔ تمہارے سامنے اور کوئی راستہ بھی تو نہیں۔"

"چلو......ٹھیک ہے......!"

☆☆☆

رچرڈ گینر کی ذہنی کیفیت بہت عجیب تھی۔ سوچوں کی کثرت اسے سونے نہیں دیتی تھی۔ مسلسل دو گھنٹے کی نیند بھی عنقا ہوگئی تھی۔ رات اور دن میں اسے فرق نہیں محسوس ہوتا تھا۔ کھانے کی ہر چیز کا ذائقہ ایک سا لگتا تھا۔ اس کے ذہن میں بس ایک ہی خیال تھا۔ خیال کیا، سوال تھا جو اسے ڈنک چبھوتا رہتا تھا۔

"میں ہی کیوں......؟ ایک میں ہی کیوں بچا......؟ میرے بجائے کوئی اور بھی تو بچ سکتا تھا......؟ پھر ایسا کیوں نہیں ہوا......؟"



اسے یقین تھا کہ اس سوال کا جواب نہ صرف موجود ہے بلکہ اہم بھی ہے۔ ویسے تو سیدھی سی بات تھی کہ اس کا حادثے میں بچ جانا بھی ایک بے سبب حادثہ تھا۔ لیکن اندر کوئی آواز کہتی تھی کہ نہیں......! کوئی وجہ ہے کہ اسے زندگی دوبارہ بخشی گئی۔ شاید اسے کسی کام کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔

"مگر کس کام کے لئے......؟"

یہ بنیادی سوال "کیوں......؟" کے بطن سے جنم لینے والا دوسرا سوال تھا۔

اخباروں کے حادثے سے متعلق تمام تراشے، تمام تصویریں اس نے دیواروں پر چپکا دی تھیں۔ وہ پوری کہانی وہاں موجود تھی۔ اور ہوٹل کا وہ کمرہ اور اس سے ملحق باتھ روم اس کی کل کائنات تھا۔ وہاں ایک ڈبل بیڈ، ایک الماری، ایک ڈیسک، ایک کرسی، ایک ٹی وی سیٹ اور ایک ریڈیو موجود تھا۔

اپنی اس کائنات میں محصور وہ اپنے بنیادی سوال اور اس سوال سے جنم لینے والے ذیلی سوالات پر سوچتا رہتا تھا، ان کے جواب تلاش کرتا رہتا تھا۔ کبھی وہ انہیں کاغذ پر لکھتا، پھر ان کے جواب سوچتا۔

"میں ہی کیوں......؟"

یہ بنیادی سوال تھا۔

"خدا کا کوئی کام بے سبب نہیں ہوتا۔ مجھے زندگی بخشی گئی، یقینی موت سے بچایا گیا تو اس کی وجوہات بھی یقیناً ہوں گی۔ بالکل ہوں گی۔"

"کون کہتا ہے......؟"

اس کے اندر کوئی اسے چیلنج کرتا۔

"میں کہہ رہا ہوں......!"

وہ سینہ تان کر جواب دیتا۔

"تم ہو کیا بلا......؟ کیا حیثیت......؟ کیا اوقات ہے تمہاری......؟ کچھ بھی نہیں ہو تم......! ایک معمولی، عام سے انسان ہو......!"

"نہیں......! میں اتنے خوف ناک حادثے میں بچنے والا واحد انسان ہوں۔ میں بہت بڑی سچائی ہوں۔"

اور کبھی ایک اور سوال اسے ستاتا۔

"کیا میں پاگل پن کی طرف بڑھ رہا ہوں......؟ یا پاگل ہو چکا ہوں......؟"

وہ کبھی مذہبی نہیں رہا تھا۔ لیکن اب کبھی اسے اچانک احساس ہوتا کہ وہ تو خاص دیر سے خدا سے باتیں کر رہا ہے۔

"پلیز......! میرے خدا......! میری مدد کرو......! مجھے یقین ہے کہ تمہارا کوئی کام بے سبب نہیں تھا۔ سو خدا کے لئے...... میرا مطلب ہے......تم اپنی خاطر مجھے وجہ تو بتا دو......! تم نے 297 افراد کی ندی جیسی بہتی ہوئی ہموار زندگی کو موت سے ہم کنار کر دیا، لیکن مجھے چھوڑ دیا۔ مجھے زندگی بخش دی......؟ صرف مجھے......؟ 298 میں صرف مجھے......؟ ایسی کیا خاص بات تھی مجھ میں......؟ میں نے زندگی میں ایسا کیا کیا تھا......؟ تصویریں بنائی تھیں جن کی کسی کو پرواہ نہیں تھی......؟ ایک بیوی تھی میری جسے میں خوش نہیں رکھ سکا......؟ دو بیٹے تھے تمہارے عطا کئے ہوئے جن سے میں محبت کرتا تھا......؟ اور خود ہی میں نے انہیں موت کے منہ میں پہنچا دیا......؟ معاف کرنا میرے خدا......! میری تو سمجھ میں نہیں آتا۔ اس بات کی تُک میری تو سمجھ میں نہیں آتی کہ مجھے موت سے کیوں بچا لیا تم نے......؟ اب پلیز......! میری مدد کرو نا...... میں بہت شکر گزار ہوں گا...... پلیز......!"

اور ذرا دیر کے توقف کے بعد اس نے بلند آواز میں کہا۔



"آمین......!"

اس کا ذہن اُلجھا ہوا تھا۔ وہ تراشوں کو، تصویروں کو گھورتا، کڑیاں ملاتا۔ دو تراشے اس نے خاص طور پر نمایاں کر کے لگائے تھے۔ ایک تو ٹائمز میں حادثے کے بارے میں شائع ہونے والا اداریہ تھا اور دوسرا معروف بنیاد پرست پادری کلنٹن ٹیلر کا لکھا ہوا مضمون۔ ان دونوں کو وہ بار بار پڑھتا تھا۔

اداریے میں چند سوالات اُٹھائے گئے تھے۔

"ہم بڑی بڑی مشینوں میں بیٹھ کر فضاء میں آواز سے زیادہ رفتار سے سفر کرتے ہیں۔ سوالہ ہے کہ ہم کہاں جا رہے ہوتے ہیں......؟ اور ہمیں وہاں پہنچنے کی اتنی جلدی کیوں ہوتی ہے......؟ اور وہاں پہنچ کر جو وقت ہم نے اس پرواز کے ذریعے بچایا ہوتا ہے، اسے کس طرح استعمال کرتے ہیں......؟ وقت کی اس بچت کا کیا مصرف ہے......؟ یہ کہ ہم کسی اور طرف برق رفتاری سے لپک کر مزید وقت بچاتے ہیں......؟ اُداس کن حقیقت یہ ہے کہ درحقیقت وقت کی اس بچت کا حاصل کچھ بھی نہیں۔ یہ جلد بازی ہمیں کچھ نہیں دیتی۔"

اور قادری ٹیلر کے مضمون کی بنیاد اس حادثے میں خدا کے کردار کے بارے میں تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ

"ایسے حادثوں کے بعد لوگ طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے، یہ تو خدا کی بے انصافی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ خدا ہے ہی نہیں۔ ہے تو ایسے حادثوں کو روک کیوں نہیں دیتا......؟ کوئی نہیں سوچتا کہ یہ تباہیاں انسان کی اپنی کرنی کا پھل ہیں۔ خدا نے انسان کو آزادی دی ہے۔ ان تباہیوں کو روکنے کے لئے خدا کو انسان کو اپنی مرضی کا پابند کرنا ہوگا، اس کی آزادیٔ عمل سلب کرنی ہوگی، جو کہ اس کے منصوبے میں نہیں۔ خدا انسان

سے چاہتا ہے کہ وہ خود ہی اس زمین میں فساد مچانے سے گریز کرے۔ یہی سب کچھ سمجھانے کے لئے اس نے اپنے بیٹے کو زمین پر بھیجا۔ لیکن انسان نے اس کی ایک نہ سنی، بلکہ اسے قتل کر دیا۔"

رچرڈ گیئر یہ دونوں آرٹیکل بار بار پڑھتا تھا۔ پادری کلنٹن ٹیلر اسے کبھی اچھا نہیں لگا تھا۔ حالانکہ اس کی مقبولیت میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔ رچرڈ کے نزدیک یہ خرافات تھی۔

"خدا کی توہین۔ اوّل تو اس کے بیٹے کا تصور ہی نا قابل قبول تھا۔ پھر وہ کیسا خدا تھا کہ اپنے بیٹے کو قتل ہونے سے نہیں بچا سکا......؟ خدا ایسا بے بس تو نہیں ہو سکتا......؟"

دوسرے رچرڈ کو پادریوں کا سیاست میں ملوث ہونا پسند نہیں تھا۔ پادریوں کو میڈیا سے کیا لینا دینا......؟ لیکن ٹیلر کے مضمون میں ایک چیز اسے اپیل کرتی تھی۔ یہ خیال کہ دُنیا کو سنوارنے کے لئے انسان کو اس کی آزادیٔ عمل سے محروم کرنا ہوگا۔ اسے خدا کے احکامات کا پابند ہونا ہوگا۔ یعنی دُنیا میں خدا کے احکامات کا سختی سے نفاذ ہی زمین پر فساد اور تباہی کو روک سکتا ہے۔

زمین پر جو گزر رہی تھی، وہ ٹی وی پر چوبیس گھنٹے چلنے والے نیوز چینلز پر دیکھ اور سن رہا تھا۔ چوری، ڈکیتی، اغواء، زنا بالجبر، قتل۔ لگتا تھا کہ صرف جرم ہی پھل پھول رہا ہے۔ انسان بے رحمی کے انتہاء کو چھو رہا تھا، خود اپنے لئے باعث شرم ہو رہا تھا۔

ایک ماں نے اعتراف کیا کہ اس نے بار بار بستہ گیلا کرنے پر اپنے تین سالہ بچے کا گلا گھونٹ دیا۔

پارک میں سوئے ہوئے ایک بے گھر بوڑھے کے جسم پر چار



نوجوانوں نے چاقوؤں کے 28 وار کئے۔ بعد میں انہوں نے بتایا کہ ایسا انہوں نے صرف لذت کے حصول کے لئے کیا تھا۔

رقابت کا شکار ایک محبت کرنے والے نے ایک گھر پھونک ڈالا۔ پانچ بچے اور دو بالغ انسان جل کر راکھ ہو گئے۔

ایک شخص نے سات ہم جنس پرستوں کو مشین گن کے فائر سے بھون کر رکھ دیا۔ اس کا کہنا تھا کہ ایک صاف ستھرے معاشرے میں ایسے گھناؤنے لوگوں کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔

ٹی وی دیکھتے دیکھتے گھبراہٹ ہوتی تو وہ اپنی بیساکھیاں اُٹھا کر کمرے میں بے تابانہ ٹہلنے لگتا۔

"یہ سب کیا ہے......؟ یہ کیا ہو رہا ہے......؟ انسان کی یہ بے رحمی، یہ پستی، کیا خدا یہ نہیں سوچتا ہوگا کہ اب اسے معاملات اپنے ہاتھ میں لینے ہوں گے......؟ بہت ہو گئی انسانوں کی آزادی......!"

پھر اس نے ٹی وی پر پادری ٹیلر کا وعظ سنا۔

"انسان صدیوں سے خدا کے قوانین کا مذاق اُڑا رہا ہے۔ انہیں پامال کر رہا ہے۔ وہ شیطان کی پیروی کر رہا ہے۔"

وہ کہہ رہا تھا۔

"اسے صرف مادّی خوشیوں کی آرزو ہے۔ وہ مسابقت میں مصروف ہے۔ خود غرضی اور لذت اندوزی اسے کچھ دیکھنے نہیں دیتی۔ امریکی قوم اس وقت روئے زمین پر عظیم ترین قوم ہے۔ لیکن ہم شیطان کے فلسفے، غربت، محرومیوں اور دُکھوں اور عدم مساوات سے ابھی تک چھٹکارا نہیں پا سکے۔ تشدد اور جرائم ہمارے ماتھے کا کلنک ہیں۔ ہمارے اکابرین کرائسٹ کے طور طریقوں سے دُور ہو گئے۔ نتیجتاً وہ بے ایمانی اور دیگر اخلاقی برائیوں کا شکار

ہوگئے۔ اور ہماری عظیم قوم کے عام افراد خدا کے سچے قوانین کو بھول گئے۔ وہ انہیں کرپٹ لیڈروں کو بار بار منتخب کرتے رہتے ہیں۔''

وہ سنتا رہا۔ پادری ٹیلر کا پیغام بہت واضح تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ جو مسیح کے پیروکار نہیں، وہ سب شیطان کے چیلے ہیں اور جو امریکہ میں پیدا نہیں ہوئے، وہ امریکی نہیں ہیں۔ امریکہ کی ہر خرابی کے وہی ذمہ دار ہیں۔

''کیا خوب ......! خوفِ خدا کے دعوے دار کے منہ سے یہ شرانگیز گفتگو......؟''

اس نے ٹی وی بند کر دیا۔

☆☆☆

پروگرام کے بعد فادر کلنٹن ٹیلر واشنگٹن اسٹوڈیو سے باہر نکلا۔ اس نے اپنے اسٹاف اور سیکورٹی والوں کو چھٹی دی اور اپنی گاڑی میں اپنے مضافاتی مکان کی طرف روانہ ہوگیا۔ وہ میکلین، ورجینیا میں جنگلات سے متصل علاقے میں رہتا تھا، جہاں کافی دُور تک اس کے مکان کے سوا کوئی مکان نہیں تھا۔ مکان کے باہر لگے میل باکس پر پیٹرسن کا نام لکھا تھا۔ لیکن درحقیقت پچھلے کئی برس سے یہ جاگیر اس کی ملکیت تھی۔ یہ الگ بات کہ اس کے چند قریبی ساتھیوں کے سوا یہ بات کوئی نہیں جانتا تھا۔

وہ وہاں پہنچا تو میلیسا براڈ بیری کی گاڑی ڈرائیو وے میں موجود تھی۔ اور وہ نشست گاہ میں اس کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ بے حد پُرکشش خوش بدن عورت تھی۔ جس کی آنکھوں سے سرد مہری جھانکتی تھی۔ مگر وہ سرد مہری محض ایک دھوکہ تھی۔

وہ کئی ہفتے بعد مل رہے تھے، اس لئے ٹوٹ کر ملے۔ پادری کی تھکن



دُور ہوگئی اور وہ تازہ دم ہوگیا۔

''بیوی کسی اور کی ہو تو بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔''

اس نے سوچا۔

خود اس نے تو شادی کی ہی نہیں تھی۔

''آدمی جب وفا ہی نہ کر سکے تو شادی کیوں کرے......؟''

یہ اس کا فلسفہ تھا۔

اور شادی شدہ عورتوں سے تعلق کے اپنے فائدے تھے۔ نہ کوئی مسئلہ، نہ کوئی ذمہ داری۔ اور اگر وہ بڑے لوگوں کی بیویاں ہوں تو اس کے فوائد الگ۔ اب میلیسا ہی کو لو۔ وہ امریکہ کے ایک سکریٹری آف اسٹیٹ کی بیوی تھی۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔

''یقین نہیں آتا کہ تم پادری ہو......؟'' میلیسا نے گہری سانس لے کر کہا۔

ٹیلر اس بات سے بے خبر نہیں تھا کہ میلیسا کے لئے اس میں سب سے بڑی کشش یہی ہے۔ پادری اور شجرِ ممنوعہ......! پادری اور گناہ......!

''میں نے تمہارا وعظ سنا......!''

میلیسا نے کہا۔

''تم خدا کی بات کرتے ہو تو جسم میں شیطانی جذبے سرسرانے لگتے ہیں۔''

''تمہارے خیال میں یہی میری کشش کا بنیادی راز ہے......؟''

''عورتوں کے لئے تو ایسا ہی ہے۔''

''مادام......! یہ گناہ ہے۔''

''خدا کے مقدس اور محترم بندے کے ساتھ اس کا لطف ہی کچھ اور

ہے۔"

پادری نے دو جام بنائے۔ ایک میلسیا کو دیا اور اس سے واشنگٹن کے بارے میں بات کرنے لگا۔ میلسیا ذہین بھی تھی اور باتونی بھی۔ باتوں ہی باتوں میں اس سے بہت کام کی باتیں بھی معلوم ہو جاتی تھیں۔

میلسیا جانے کے لئے تیار ہی نہیں تھی۔ اسے رُخصت کرنے میں اسے خاص دیر لگی۔ اس نے سکون کا سانس لیا۔ میلسیا کو گئے بمشکل آدھا گھنٹہ ہوا ہوگا کہ اسے پہلی کار کی آواز سنائی دی۔ پھر دس دس منٹ کے وقفے سے باقی چاروں کاریں بھی آگئیں۔ یہ سب پہلے سے طے تھا۔

پانچوں کاریں ملک کے پانچ مختلف حصوں سے آئی تھیں۔ آنے والے پانچوں افراد اسٹڈی میں آئے۔ وہ سب دولت، اثر و رسوخ اور ساکھ کے اعتبار سے اپنے اپنے شعبے میں ٹاپ پر تھے۔

"حضرات......! میں آپ سب کو ایک بار پھر ورجینیا میں خوش آمدید کہتا ہوں۔"

پادری نے کہا۔

یہ ان کا نواں سہ ماہی اجلاس تھا۔ دو سال پہلے پادری نے انہیں پہلی بار یہاں یکجا کیا تھا۔ وہ پانچوں محض شہرت کے حوالے سے ایک دوسرے سے واقف تھے۔ ذاتی طور پر ان میں سے کوئی کسی کو نہیں جانتا تھا۔ انہیں پادری نے بارہ افراد کی فہرست میں سے بہت سوچ بچار کے بعد منتخب کیا تھا۔ ان پانچوں کے بارے میں پادری کو ہر بات معلوم تھی۔ ان کی نفرتیں، ان کے خوف، ان کے تعصبات، ان کی کمزوریاں، ان کے کالے کرتوت، کچھ بھی اس سے پوشیدہ نہیں تھا۔ اور وہ اس کی ضرورت کے عین مطابق تھے۔



اس نے انہیں برانڈی کے جام اور سگار پیش کیے۔ اجلاس کا آغاز ہمیشہ اسی طرح ہوتا تھا۔ ان میں بل ٹرنر تھا...... ٹرنر لینڈ اینڈ آئل کا چیئرمین، اس کے مزاج میں جارحیت تھی۔ طبعاً وہ شکاری تھا۔ بے بس پرندوں کو خاک پر تڑپتے دیکھنے میں اسے خوشی ملتی تھی۔ کچھ لوگ اسے بے رحم اور وحشی سمجھتے تھے۔ لیکن پادری ٹیلر کے لئے وہ نعمت تھا۔ وہ ٹیکساس سے تعلق رکھنے والا ایک طاقتور، مگر متعصب آدمی تھا، جو سفید فاموں اور اپنے ہم عقیدہ لوگوں کے سوا باقی سب لوگوں سے نفرت رکھتا تھا۔

ٹرنر کے برابر میں فرینکلن برنس بیٹھا تھا۔ وہ قوی الجثہ تھا اور نہایت ذہین۔ مغرب کے ساحلی علاقوں کا سب سے بڑا بلڈر۔ اس نے عمارتیں نہیں، شہر کے شہر تعمیر کئے تھے۔ ایبکو انٹر پرائزز کا مالک، جس نے کویت اور سعودی عرب کے صحراؤں میں کتنے ہی شہر آباد کئے تھے۔ وہ اسرائیل کی کھلی مخالفت کرتا تھا، اس لئے عرب دُنیا میں اسے سراہا جاتا تھا۔ ٹیلر کو نہیں معلوم تھا کہ اسرائیل کی مخالفت کی بنیاد کاروباری مفاد ہے یا وہ سچ مچ اسرائیل کو ناپسند کرتا ہے۔ اسے تو بس نتائج سے غرض تھی، جو نہایت کامیاب تھے۔

فرینکلن کے داہنے ہاتھ پر جیمز بلنگز بیٹھا تھا۔ وہ نیویارک کی گواتی کارپوریشن کا چیف تھا، جو 26 بڑے شہروں میں ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات پر کنٹرول رکھتی تھی۔ اس نے غربت سے زندگی شروع کی تھی، اور طویل جدوجہد کے بعد اس مقام تک پہنچا تھا۔ دو بیویاں اس سے کم تر مردوں کی خاطر اسے چھوڑ چکی تھیں۔ اب وہ تیسری کے ساتھ تھا۔ اس کی خوبی اس کی منتقم مزاجی تھی۔

اس کے برابر رینالڈ اسٹفورڈ تھا، بوسٹن کا ارسٹوکریٹ، سب سے پرانی اور طاقت ور ترین سرمایہ کاری کی کارپوریشن نیو انگلینڈ فنانشل کا مالک۔

فلسفہ اس کا پسندیدہ ترین مضمون تھا۔ شوپن ہار کا یہ مقولہ وہ بڑی کثرت سے دہراتا تھا، نفرت کا بیج دل میں نمو پاتا ہے، اور حقارت کا تعلق دماغ سے ہے، اور ان دونوں پر ہی انسان کا قابو نہیں ہوتا۔ ٹیلر کے نزدیک وہ بھی ایک بیش قیمت اثاثہ تھا۔

پانچواں بوب ہارڈنگ تھا۔ ٹیلر کی طرح اس کا تعلق بھی اٹلانٹا سے تھا۔ وہ سدرن الیکٹرونکس کارپوریشن کا بانی تھا۔ اسے عزت کا بہت خیال رکھتا تھا۔ اس معاملے میں وہ زمانۂ قدیم کا آدمی تھا۔

چند جام حلق سے اُترنے کے بعد ایجنڈا زیرِغور آیا۔ وہ بہت تفصیلی نہیں تھا۔ صلیبی پارٹی کے روزمرہ کے آپریشنز مقامی اور علاقائی سطح پر نمٹائے جاتے تھے۔ یہ تو پارٹی کی قومی کونسل تھی، جس کا پادری کلنٹن ٹیلر چیئرمین تھا۔ اس کے اجلاس میں صرف بڑے بڑے معاملات زیرِغور آتے تھے۔ وہاں مستقبل کی منصوبہ بندی ہوتی تھی۔ دو سال کے عرصے میں پارٹی کا پھیلاؤ حیرت انگیز رہا تھا۔

اس مختصر مدت میں 41 شہروں میں پارٹی کے 174 یونٹ قائم ہو چکے تھے۔ اور اوسطاً ہر ماہ تین نئے یونٹ قائم ہو رہے تھے۔ ٹیلر چاہتا تو یہ رفتار اور زیادہ ہوتی۔ لیکن وہ معاملات کو اس سطح تک رکھنے کا قائل تھا، جہاں تک وہ کنٹرول کئے جا سکیں۔ بے قابو ہو جائے تو تنظیم تنظیم نہیں رہتی۔ ان کی جماعت ابھی تک انڈر گراؤنڈ تھی۔ ابھی کھل کر کام کرنے کا وقت نہیں آیا تھا۔

لیکن اب سرگوشیوں میں صلیبی پارٹی کا نام لیا جانے لگا تھا۔ اسرار کے پردوں میں نہاں ہونے کی وجہ سے اس میں زیادہ کشش تھی۔ ٹیلر اس بات کا قائل تھا کہ خوف کو صحیح طور پر استعمال کیا جائے تو وہ عزت دلاتا ہے۔



دُنیا خوف و وحشت کی عزت کرتی ہے، یہ بات تو اب یہودیوں نے بھی سمجھ لی تھی۔ وہ جو لڑنے سے ڈرتے تھے، اب بے دریغ گولیاں اور بم برسا رہے تھے۔

پادری کلنٹن ٹیلر کو احساس تھا کہ وہ ایک نارمل زندگی نہیں گزار رہا ہے۔ اسے اس بات کی پرواہ بھی نہیں تھی۔ اس کے دل میں عام لوگوں کے لئے احترام نہیں تھا۔ اور اپنے ان پانچ منتخب ساتھیوں کی حیثیت اس کے نزدیک مہروں سے زیادہ نہیں تھی، جو اس کے منصوبے کی بساط پر اس کی مرضی کے مطابق حرکت کر رہے تھے۔

یہ پانچوں افراد اپنے وسائل کی مدد سے ہر پل اسے اس کی منزل سے قریب تر کر رہے تھے۔

☆☆☆

ایک صبح دروازے پر دستک ہوئی۔ رچرڈ سمجھا کہ ویٹر ہوگا۔ مگر دروازہ کھولا تو سامنے ایک عورت تھی۔ ہال کی روشنی کی وجہ سے اس کے چہرے کے نقوش واضح نہیں تھے۔

"یہ میں ہوں رچرڈ......!"

اس کی سابقہ بیوی نے دھیمی آواز میں کہا۔

نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے ایک طرف ہٹ کر اسے اندر آنے کا راستہ دیا۔ جین اندر آئی۔ اس نے کمرے کا جائزہ لیا اور ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

"تم کتنے کمزور اور زرد رو لگ رہے ہو رچرڈ......!"

"کیا تم یہ بتانے کے لئے یہاں آئی ہو......؟"

"نہیں......! میں تمہیں گھر لے جانے کے لئے آئی ہوں۔"

"میرے پاس تو بس ایک اپارٹمنٹ ہے، گھر کہاں......؟"

"رچرڈ......! ہمیں ایک دوسرے کی ضرورت ہے۔"

جین نے کہا اور رونے لگی۔

"مجھے ان کی موت کا یقین نہیں آتا۔ ہر صبح میں ان کے کمرے میں جاتی ہوں، یہ سوچ کر کہ انہیں اسکول جانے کے لئے جگانا ہے۔ سنو رچرڈ......! اسپتال میں جو کچھ تم نے مجھ سے کہلوانا چاہا، میں نے کہہ دیا۔ وہ میرے دل کی آواز نہیں تھی۔ میں تمہارا دُکھ سمجھ سکتی ہوں۔ میں نے کبھی نہیں کہا کہ تم برے ہو۔ مجھے تو بس یہ شکایت تھی کہ تم نے خود کو اپنے فن کی دُنیا میں اس طرح قید کر لیا ہے کہ تم سے چند ساعتوں کی قربت بھیک کی طرح بھی نہیں ملتی۔ میں اپنی زندگی بدلنا چاہتی تھی۔ میں ایک ایسا جیون ساتھی چاہتی تھی، جس کے لئے میں اتنی اہم ہوں، جتنا وہ میرے لئے ہے۔"

"تو وہ مل گیا تمہیں......؟"

"سنو......! میں غلطی پر تھی۔ میں سب کچھ پانا چاہتی تھی۔ مگر اب میرے پاس کچھ بھی نہیں۔"

جین نے بے بسی سے کہا۔

"مجھے معلوم تھا کہ تم مجھ سے بہت محبت کرتے ہو۔ تم مجھے توجہ نہیں دیتے تھے۔ لیکن بے وفا بھی نہیں تھے۔ تمہاری آمدنی کم تھی۔ مگر اس میں تمہاری کوتاہی کا دخل نہیں تھا۔ لیکن اب تو ہمارے پاس دولت بھی ہے رچرڈ......!"

یہ کہتے ہوئے اس کا گلا رُندھ گیا۔

"ہمارے بچے ہمیں امیر بنا گئے ہیں۔ ان کی بیمہ پالیسیاں......"

رچرڈ کو اب تک یہ خیال آیا ہی نہیں تھا۔ وہ انشورنس تو اس کے



لئے ایک طرح کا کھیل تھا۔ ان سب کے پاس بیمہ پالیسیاں تھیں، چھ چھ لاکھ ڈالر کی۔ وہ ایک بیٹے کے لئے نافع تھا۔ اور جین دوسرے بیٹے کے لئے۔ اور دونوں بیٹوں کی موت کی صورت میں انشورنس کی رقم اسے ملنی تھی۔

"رچرڈ......! پلیز میرے ساتھ گھر چلو......!"

جین اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔

"یہ ممکن نہیں......!"

"مجھے اور سزا مت دو رچرڈ......!"

"اس کا سبب تم نہیں ہو۔"

"تو پھر......؟"

"میں ہوں......! اب ایسا لگتا ہے کہ میں خود بھی نہیں جانتا کہ میں کیا بن گیا ہوں۔ جو بھی ہے، اب میں پہلے والا رچرڈ گیئر نہیں ہوں۔"

"میں سمجھی نہیں......!"

"میں بھی کہاں سمجھ سکا ہوں......؟"

جین پھر رونے لگی۔

"پلیز رچرڈ......! گھر چلو......!"

اس نے سسکیوں کے درمیان کہا۔

"ہمارے بچوں نے ہمارے لئے ایک دوسرے کے سوا کچھ اور نہیں چھوڑا ہے۔"

رچرڈ گزری ہوئی زندگی کے بارے میں سوچتا رہا۔ انصاف کی بات یہ تھی کہ قصوروار وہی تھا۔ وہ اور اس کی ناکام تصویریں۔ لیکن آخر میں جین نے اسے بڑی بے رحمی سے چھوڑا تھا۔ اس کا دلِ کیسا دُکھا تھا، اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"تم نہیں جانتیں کہ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں۔"

اس نے کہا تھا اور جین نے کہا تھا۔

"میں جانتی ہوں۔ لیکن اب میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتی۔"

"جین......! اب میں گھر واپس نہیں چل سکتا۔"

اس نے کہا۔ اس کے لہجے میں قطعیت تھی۔

☆☆☆

پولیس سرجن نے اس کا تفصیلی معائنہ کرنے کے بعد پوچھا۔

"اب کیسا محسوس کر رہے ہو......؟"

"زبردست......!"

رچرڈ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"کوئی تکلیف......؟"

"ذرا بھی نہیں......!"

ڈاکٹر نے اپنی چیزیں سمیٹ کر بیگ میں رکھیں، اور دیوار پر چپکے ہوئے تراشوں اور تصاویر کا جائزہ لیا۔

"باقی زندگی کے ہر لمحے میں تمہیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے۔"

"یعنی اس غیر فطری زندگی کے ہر لمحے میں......؟"

رچرڈ نے بے ساختہ کہا۔

"کیا کہا......؟"

ڈاکٹر بری طرح چونکا۔

"کچھ نہیں......! یوں ہی مذاق کر رہا تھا۔"

مگر وہ مذاق نہیں تھا۔ ڈاکٹر کے جانے کے بعد رچرڈ اس پر سوچتا



رہا۔ اس کی فطری زندگی تو حادثے کے ساتھ ہی ختم ہوگئی تھی۔ قدرت اور سائنس کے اُصولوں کے تحت اسے دوسرے لوگوں کے ساتھ جل مرنا چاہئے تھا۔ تو اب جو وہ جی رہا ہے، یہ تو غیر فطری زندگی ہی ہوئی نا......! سوال یہ تھا کہ وہ اس زندگی کا کیا کرے......؟ اسے کیسے استعمال کرے......؟ کیسے استفادہ کرے اس سے......؟

اسے احساس ہوا کہ زندگی کے اس بونس کی، یا بونس میں ملی ہوئی اس زندگی کی اسے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ وہ موت کے خوف سے بے نیاز ہوگیا ہے۔ بلکہ موت میں اسے کشش محسوس ہونے لگی ہے۔ اب موت کا خوف نہیں تو زندگی میں لذت ہی کیا رہ گئی ہے۔ کوئی خوشی نہیں۔

"ڈبویا مجھ کو ہونے نے، نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا......؟"

وہ رات کو سنسان سڑکوں پر چہل قدمی کے لئے نکلتا۔ دن میں تو رپورٹرز اس کی جان کو آجاتے تھے۔ اس کے جسم میں اب طاقت آ رہی تھی۔ بیساکھیوں سے تو ابھی پیچھا نہیں چھوٹا تھا۔ لیکن وہ بہرحال تیز رفتاری سے چلتا تھا۔

ایک رات وہ ایسٹ ریور سے واپس آرہا تھا کہ ایک سنسان گلی میں ایک شخص نے اس کے سینے پر ریوالور کی نال رکھ دی۔

"جو کچھ جیب میں ہے، وہ نکال دو......! اور اپنی گھڑی بھی اُتار دو......!"

رچرڈ نے اس اُچکے کا جائزہ لی۔ وہ سفید فام تھا، چمڑے کی جیکٹ اور جینز میں۔ اس نے سوچا۔ جو وہ سوچتا رہا ہے، یہ اس کا عملی امتحان ہے۔

"اے......! دفع ہو جاؤ......!"

اس نے اسے ڈپٹ کر کہا۔

اُچکے نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

''کیا تم مذاق سمجھ رہے ہو......؟''

''نہیں......! میں جانتا ہوں کہ تم سنجیدہ ہو۔ مگر میں بھی سنجیدہ ہوں۔''

''جیب خالی کر دو......! ورنہ میں تمہیں شوٹ کر دوں گا۔''

رچرڈ نے سوچا۔

''خدا نے مجھے یقینی جان لیوا حادثے سے بچا کر یہ غیر فطری زندگی کیا اس لئے دی تھی کہ اس اندھیری گلی میں ایک معمولی اُچکے، لٹیرے کے ہاتھوں مار دیا جاؤں......؟ یا اس غیر فطری زندگی کا کوئی اور بڑا مقصد ہے......؟ چلو......آج یہ بھی طے ہو جائے۔''

اس نے اُچکے کی آنکھوں میں دیکھا، جہاں سختی تھی۔ پھر اس نے سر جھکا کر اپنے سینے پر ٹکے ریوالور کو دیکھا۔ اُچکے کی ریوالور پر گرفت مضبوط تھی، اور ٹریگر پر اس کی اُنگلی کا دباؤ بڑھ رہا تھا۔

یہ طے تھا کہ وہ گولی چلا دے گا۔ جو کچھ وہ از خود نہیں دے گا، وہ اس کی موت کے بعد اس سے چھین لے گا۔

موت......! جو ایک بار اسے زندگی کے دہکتے انگاروں پر چھوڑ کر چلی گئی تھی۔

اس نے خود کو بڑی دیانت داری سے ٹٹولا۔ موت اس کے سامنے کھڑی ہے، کیا وہ اس سے خوف زدہ ہے......؟ اس نے اپنے وجود کی اپنے علم کی حد تک معلوم گہرائیوں کو کھنگال ڈالا۔

''نہیں......!''

وہ خوف زدہ نہیں ہے۔ ذرا بھی نہیں۔



''جلدی کرو......! نکالو ورنہ......''

اُچکے کی آواز سانپ کی پھنکار سے مشابہ تھی۔

رچرڈ نے ریوالور کو دیکھا۔ ٹریگر پر اُنگلی کا دباؤ بتدریج بڑھ رہا تھا۔

''سنو اُچکے......!''

اس کے لہجے میں بے پرواہی اور حقارت تھی۔

''زندگی میں تو تمہیں مجھ سے کچھ بھی نہیں مل سکتا...... گالیوں کے سوا...... ہاں......! مجھے قتل کر کے تم میرا سب کچھ لے جا سکتے ہو۔''

اب رچرڈ قدرت کے فیصلے کا منتظر تھا۔ بونس میں ملی غیر فطری زندگی کی اوقات اس پر کھلنے والی تھی۔

قاتل اُنگلی ٹریگر کو دبائے جا رہی تھی۔ اب کسی بھی لمحے دھماکہ ہوگا، اور سب کچھ ختم۔

رچرڈ کینر سحر زدہ سا اس متحرک اُنگلی کو تکے جا رہا تھا۔

☆☆☆

اس کے دل میں کوئی خوف نہیں تھا۔ ٹریگر پر دباؤ ڈالتی اُنگلی اچانک رُک گئی۔ اس نے سر اُٹھا کر اُچکے کو دیکھا۔

''صرف...... صرف چند ڈالر کی خاطر تم مرنے کے لئے تیار ہو......؟''

اُچکے نے کہا۔

''تمہیں ڈر نہیں لگتا کہ میں تمہیں اُڑا دوں گا......؟''

اس کے لہجے میں حیرت بھی تھی، اور خوب بھی۔

''نہیں......! میں مرنے سے نہیں ڈرتا۔''

رچرڈ نے کہا اور دوبارہ اُچکے کے ریوالور والے ہاتھ کو دیکھنے لگا، جس میں اب لرزش تھی۔

پھر اُچکے نے ٹریگر سے اُنگلی ہٹالی۔

''ایک بات بتاؤ......! صرف......صرف چند ڈالر کے لئے تم مجھے شوٹ کر سکتے ہو......؟ کیا واقعی......؟''

اس نے دیکھا کہ اُچکے کی آنکھوں کی روشنی ماند پڑ گئی ہے۔

''تم......تم پاگل ہو......!'' اُچکے نے کہا اور دریا کی طرف چل دیا۔

رچرڈ اپنے ہوٹل کی طرف بڑھتا رہا۔ ایک بات حتمی طور پر اس پر واضح ہوگئی تھی، یہ کہ اب وہ موت کے خوف سے بے نیاز تھا۔

کئی دن گزر گئے۔ پھر ایک رات اسی کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ اُچھل کر اُٹھا اور اس نے چمکیلے ڈائل والی گھڑی میں وقت دیکھا۔ ڈیڑھ بجنے والا تھا۔

''کون ہے......؟''

اس نے پوچھا۔

''کیٹ ہینڈرسن......!''

دروازے کے عقب سے جواب ملا۔

اس کے اندر جیسے کوئی پھلجھڑی سے چھوٹ گئی۔ وہ بیساکھیوں کے بغیر لپکا اور دروازہ کھول کر اس نے کیٹ کو اندر کھینچ لیا جو حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ اس وقت بھی اسپتال کے یونیفارم میں تھی۔

''تم نے کیا سمجھا تھا کہ میں تمہیں یوں ہی چھوڑ دوں......؟''

کیٹ نے کہا۔

لیکن رچرڈ کو اس وقت ب کی دبی ہوئی خواہشات کے سوا کسی چیز



کا احساس نہیں تھا۔ اس نے اسے پھول کی طرح اپنے ہاتھ پر اُٹھا لیا۔

''اوہو......! تو تم بالکل ٹھیک ہو چکے ہو......؟''

کیٹ کی سانسیں ناہموار ہونے لگیں۔

بعد میں کیٹ نے کمرے کا جائزہ لیا اور دیوار پر چپکے ہوئے تراشوں اور تصویروں کو دیکھ کر بولی۔

''یہ سب کیوں......؟''

''میں یہ سمجھنا چاہتا ہوں کہ جو کچھ ہوا، اس کا مقصد کیا تھا......؟''

''اور اگر وہ بے مقصد تھا تو......؟''

وہ چند لمحے سوچتا رہا۔

''اس پر تو میں یقین کر ہی نہیں سکتا۔''

''خدا کے لئے......! اس میں سزیت تلاش کرنے کی کوشش نہ کرو۔''

کیٹ نے کہا۔

''بے شک تم نے بڑی اذیت اُٹھائی، تمہیں نقصان بھی ہوا۔ لیکن جو کچھ تم کر رہے ہو، اس میں کسی کا بھی فائدہ نہیں...... اور خاص طور پر تمہارا۔ ایک بات بتاؤں تمہیں......! جب میں نے اسپتال میں تمہیں دیکھا تو تم مجھے ایک عظیم کلاسیکی المیے کی زندہ مثال لگے۔ تمہارے پہلی بار ہوش میں آنے سے پہلے ہی میں تمہاری محبت میں گرفتار ہوگئی تھی۔ میں تمہیں کسی اور کے ہاتھوں میں نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ اس کے لئے کتنے ہی دن میں نے ڈبل شفٹ کی۔ لیکن یہ سب کچھ دیکھ کر مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ تمہیں ماہر نفسیات کی ضرورت ہے، اور ایک ماہر نفسیات میرا جاننے والا......''

''مجھے اس کی ضرورت نہیں......! مجھے ان معاملات کو سمجھنے کے لئے بس کچھ وقت چاہئے۔''

رچرڈ نے اس کی بات کاٹ دی۔

''اتنا کافی نہیں کہ تم زندہ ہو۔ تمہیں تو اس پر خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ میرا خیال ہے، تمہیں دوبارہ مصوری شروع کر دینی چاہئے۔ یہ نہ بھولو کہ تم ایک آرٹسٹ ہو...... اور جو کچھ تمہارے بارے میں لکھا گیا ہے، اس سے لگتا ہے کہ بہت اچھے آرٹسٹ ہو تم......!''

''وہ تو میں اپنی فطری زندگی میں تھا۔''

رچرڈ نے کہا۔

کیٹ نے اسے غور سے دیکھا۔

''تو تمہاری یہ زندگی غیر فطری ہے......؟''

''بالکل......!''

رچرڈ نے مسکرائے ہوئے کہا۔

''تم بہت سمجھدار ہو۔''

''خدا کی پناہ......! تمہیں تو واقعی مدد کی ضرورت ہے۔''

''اب مجھے مصوری میں دلچسپی نہیں ہوتی۔''

''یہ بتاؤ کہ تمہیں کیا اہم لگتا ہے......؟''

''ابھی میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ لیکن بہرحال مصوری اہم نہیں رہی۔''

☆☆☆

کیپٹن جمیل نعمان آیا تو رچرڈ کینر ٹی وی پر خبریں دیکھ رہا تھا۔ اور جرائم کی خبروں کے بغیر خبرنامے مکمل ہی نہیں ہوتے تھے۔

رچرڈ نے سر اُٹھا کر اسے دیکھا اور بولا۔



''مجھ پر وقت ضائع کرنے کے بجائے تم جا کر ان مجرموں کا قلع قمع کیوں نہیں کرتے......؟''

''کیونکہ میں ایک ہیرو کی حیثیت سے فرصت سے محروم ہوں۔''

جمیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''شہر میں ہر روز کئی کئی تقریبات ہوتی ہیں، جن میں مجھے مدعو کیا جاتا ہے۔ تمہارے لئے ہی میں بڑی مشکل سے وقت نکال پاتا ہوں لیکن تم یہ سب کیوں دیکھتے رہتے ہو......؟''

''عادت سی ہوگئی ہے۔''

رچرڈ نے کہا اور ٹی وی بند کر دیا۔

''اب یہ بتاؤ کہ میری سابق بیوی اور میری محسن نرس کے بعد تم میرے سدھارنے کے لئے اور کسے بھیجنے والے ہو......؟''

''انہیں تو میں نے تمہیں بگاڑنے کے لئے بھیجا تھا۔ سدھارنے کے لئے تو بڑے پادری کو بھیجوں گا۔''

''تم نے وعدہ کیا تھا کہ اپنے باس کے سوا کسی کو نہیں بتاؤ گے کہ میں کہاں ہوں......؟''

جمیل مسکرایا۔

''پولیس والوں پر کبھی اعتبار نہ کیا کرو......! ویسے میرا خیال تھا کہ رنگین قربتیں تمہیں ذہنی طور پر تازہ دم کر دیں گی۔''

''مجھے نہیں معلوم تھا کہ پولیس والے یہ دھندا بھی کرتے ہیں۔''

''تمہیں کیا معلوم کہ پولیس والے کیا کیا کرتے ہیں......؟''

جمیل نے زہریلے لہجے میں کہا۔

''معمولی سی تنخواہ کے بدلے مجرموں کے ہاتھوں ہلاک بھی ہوتے

ہیں۔ فرض کی خاطر اپنی خوشیاں، اپنی محبتیں بھی قربان کر دیتے ہیں اور کبھی کبھی ناشکروں کی مدد کرنے کی کوشش میں اپنا قیمتی وقت بھی برباد کرتے ہیں۔"

"میں نے تو تم سے مدد نہیں مانگی کبھی۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے.....؟ یہ سب کچھ تو مجھے کرنا ہی تھا۔"

"اگر تم اس جاب کو اتنا ناپسند کرتے ہو تو چھوڑ کیوں نہیں دیتے.....؟"

"میں کچھ اور بن ہی نہیں سکتا۔ یہ میری مجبوری ہے۔"

"کیوں.....؟ تم وکیل بھی تو بن سکتے تھے۔"

"میں ایک رومان پسند آدمی تھا۔ ایک باریک نیلی لکیر کا تصور مجھے مسحور کر دیتا تھا۔"

"مجھے اس تصور کے بارے میں بتاؤ.....!"

جمیل نے سگریٹ سے سگریٹ جلائی۔

"کہتے ہیں کہ زندگی اور بدامنی کے درمیان محض ایک باریک سی نیلی لکیر ہے، اور وہ ہے پولیس۔ سو میں بدی کی قوتوں سے لڑنے کے لئے انہیں روکنے کے لئے پولیس میں بھرتی ہوگیا۔ مجھے پرامن زندگی کی حفاظت کرنی تھی، اور بدی کی قوتوں کو شکست دینا تھا، خواہ اس کے لئے انہیں ختم کرنا پڑے۔"

رچرڈ گینر اس پر سوچتا رہا۔ اس کے ذہن میں ایک خیال سر اُٹھا رہا تھا۔ اس کا نظریہ تھا کہ خدا نے کسی وجہ کے تحت اسے یقینی موت سے بچا کر یہ زندگی دی ہے، اور وہ خدا کا مقروض ہے۔ اب وہ وجہ اور خدا کا قرض چکانے کا خیال، دو حقیقتیں تھیں، جن کے درمیان اسے توازن قائم رکھنا تھا۔



کس طرح.....؟ یہ خدا نے تو نہیں بتایا، لیکن کیپٹن جمیل نعمان نے نادانستگی میں اسے ایک خیال کی چنگاری عطا کر دی تھی۔ ابھی اس کے خدوخال ابھرنے باقی تھے۔ لیکن اس کے جسم میں ابھی سے سنسنی سی دوڑنے لگی تھی۔

پرامن زندگی، بدی کی قوتیں اور نیلی لکیر، اس کے ذہن میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔ اسے خدا کا قرض چکانا تھا، وہ مقصد پورا کرنا تھا، جس کے تحت خدا نے اسے یہ دوسری زندگی دی۔ یہ اس کا مشن ہے، جو اسے مکمل کرنا ہے۔

"یہ تو ٹھیک ہے لیکن وہ مشن کیا ہے.....؟"

اس کے ذہن میں سوال اُبھرا۔

وہ ذہن کے صفحے پر نوٹ کرنے لگا۔

"میں انسان ہوں۔ میں زندہ ہوں اور مجھے ان کو استعمال کرنا ہے۔"

"زندگی کیوں دی گئی.....؟"

"تاکہ انسان اچھی طرح سے اسے گزارے، دوسروں کے حقوق ادا کرے، ذمہ داریاں پوری کرے۔"

"لیکن بہت سے انسان ایسا نہیں کرتے۔ وہ دوسروں کو استعمال کرتے اور انہیں ایذا پہنچاتے ہیں۔ اپنے حقوق حاصل کرتے ہیں اور دوسروں کے حقوق پامال کرتے ہیں۔ یوں معاشرہ بدامنی کا شکار ہوتا ہے۔ جرائم ہوتے ہیں۔ شہر جنگل سے بدتر ہو جاتے ہیں اور انسان جانور سے بدتر۔"

"لوگوں کی اذیتیں اور تکالیف رہنمائی کرتی ہیں تو پولیس کی ضرورت پڑتی ہے۔"

اس نے سوچا کہ اس سوچ سے میں نے کچھ سیکھا بھی......؟

جواب یہ تھا کہ وہ سیکھ اور سمجھ رہا ہے۔ وہ قدم بقدم اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا ہے۔

وہ اس پر سوچتا رہا۔ ہر روز ٹی وی دیکھتا رہا، ہر روز انسانیت کے خلاف جرائم، لوگوں کے اذیتیں، معاشرے کی بدامنی، انسان کی ذہانت قانون کو بے بس کر دیتی ہے۔ ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے مجرم آزاد گھومتے ہیں، اور جرم پر جرم کئے جاتے ہیں۔ پھر پولیس میں بھی تو کرپٹ لوگ موجود ہیں۔

بالآخر اسے خیال سوجھ گیا، خیال مکمل ہوگیا۔ اس کا جی چاہا کہ وہ خوشی سے چلائے...... نیوٹن کی طرح...... مجھے مل گیا...... میں نے پالیا......

میں ایک اچھا انسان ہوں اور موت کی گرفت میں جانے کے باوجود زندہ ہوں۔ اب میں اس زندگی سے بہترین استفادہ کروں گا۔ میں خدا کا مشن پورا کروں گا۔ مجھے دوسری زندگی جس وجہ سے دی گئی، میں اس کا احترام کروں گا۔ میں بدی کی قوتوں سے اکیلا لڑوں گا، اور بغیر کسی دوری کے۔

لیکن وہ جانتا تھا کہ یہ بات اتنی سادہ اور آسان نہیں ہے۔ بلکہ عین ممکن ہے کہ یہ ناممکن ثابت ہو۔ مگر اب یہ اس کے ایمان کا معاملہ ہے۔ چاہے کوئی اسے دیوانگی کہے۔ لیکن اس کے پاس زندگی کا بس یہی ایک جواز ہے۔

مگر کئی بار خود وہ سنجیدگی سے یہ سوچنے پر مجبور ہوگیا کہ کہیں وہ پاگل پن کی طرف تو نہیں بڑھ رہا ہے۔ ایک بار تو اس نے خود کو خدا سے ہم کلام پایا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

”اے خدا......! سچ تو یہ ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ تم مجھ سے کیا



چاہتے ہو......؟ لیکن میں بہرحال تمہیں خوش کرنے کی کوشش ضرور کروں گا۔ میں جانتا ہوں، یہ دیوانگی بھی ہوسکتی ہے۔ ایک غیر معمولی دیوانگی۔ لیکن اب معمولی اور عام باتوں میں میرے لئے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ دیکھو نا......! جو میں پہلے تھا، اب کبھی نہیں ہوسکتا۔“

اس کا وجود بیک وقت اُمید اور خوف سے بھر گیا۔ خوف یہ تھا کہ اسے نہیں معلوم تھا، وہ کس سمت میں جا رہا ہے......؟ بس وہ منزل پر پہنچنے کی دُعا کر سکتا تھا، جہاں شاید کچھ اچھا، کچھ بھلا اس کا منتظر ہو...... کوئی مقام...... کوئی کامیابی......!

☆☆☆

پولیس سرجن نے اس کی ٹانگ کا پلاسٹر کاٹ کر الگ کر دیا۔ پھر اُنگلیوں سے اس کے گوشت کو ٹٹولا۔

”میرا خیال ہے، اب تم بالکل ٹھیک ہو چکے ہو۔“

اس نے کہا۔

”ذرا چل کر تو دکھاؤ مجھے......!“

رچرڈ کو ابتداء میں چلنا کچھ عجیب سا لگا۔ اس کی ٹانگوں میں لرزش بھی تھی، اور ہلکی سی لنگڑاہٹ بھی۔

”کیسا لگتا ہے......؟“

ڈاکٹر نے پوچھا۔

”ٹھیک ہی ہے......!“

”یہ لنگڑاہٹ چند دنوں میں دُور ہو جائے گی۔ لیکن تمہیں اس ٹانگ کا خاص خیال رکھنا ہوگا۔ ذریعۂ معاش کیا ہے تمہارا......؟“

"میں آرٹسٹ ہوں......مصور......!"

"تو بیٹھ کر پینٹ کرنا شروع کر دو۔ کون جانے، کولہوں کی کوئی چھپی ہوئی صلاحیت سامنے آجائے۔"

ڈاکٹر نے قہقہہ لگایا۔

اگلے روز رچرڈ گینر نے ہوٹل کا کمرہ چھوڑ دیا۔ دیوار پر چپکائی ہوئی تصاویر اور تراشے اس نے اُتار کر فولڈر میں رکھے، اپنے کمرے سے نکلا اور لنگڑاتا ہوا ہال سے گزر کر لابی میں آیا۔ اپنے قدموں کی چاپ اسے خود بھی نامانوس لگ رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ کوئی بڑی عمر کا طالب علم ہے، جسے کسی خاص یونیورسٹی نے دیوانگی کے مضمون میں ڈگری سے نوازا ہے، وہ مضمون جس کا ہر لیکچر اور جس کے کورس میں شامل ہر کتاب اسے ازبر ہوگئی ہے۔ لفظ بہ لفظ یاد ہوگئی ہے۔

☆☆☆

کیپٹن نعمان کاک ٹیل لاؤنج کے ایک افتادہ بوتھ میں بیٹھا میری لوگن کا انتظار کر رہا تھا۔ جو حسب معمول لیٹ ہوگئی تھی۔ اس کا کام ہی ایسا تھا۔ ایمرجنسی کیس تو کسی بھی وقت آ سکتا ہے، او کسی بے بس اور بے یار و مددگار، ضرورت مند سے منہ پھیرنا میری کی سرشت میں نہیں تھا۔ اور یہی بات تھی، جس نے جمیل نعمان کو اس سے باندھ رکھا تھا۔ انسانیت نواز لوگ اسے بہت اچھے لگتے تھے۔

اس کے ایک پرانے ساتھی نے گزرتے ہوئے اسے دیکھا تو رُک گیا۔

"ہیلو مائی ہیرو......! کیا ہو رہا ہے......؟"



"گزارا ہو رہا ہے۔"

نعمان نے کہا۔

"تم سناؤ......! تھانے کا کیا حال ہے......؟"

"وہی پرانا حال ہے۔"

پولیس مین مسکرایا۔

"اوے ہاں......! کل خبروں میں تمہاری پرفارمنس دیکھی۔ تمہیں تو ایوارڈ ملنا چاہئے۔"

"مجھے ایوارڈ میں زیادہ دلچسپی ہے۔"

پولیس مین آگے بڑھ گیا۔ نعمان کو یاد تھا۔ رات خبروں میں اس کا تیس سیکنڈ کا ٹیپ چلا تھا۔ ایک رفاہی ادارے کے ڈِنر میں اس نے تقریر کی تھی۔ اور وہ یقیناً مؤثر بھی تھی، کیونکہ کمشنر نے خاص طور پر اسے فون کیا تھا۔

"میرا خیال ہے، تم اچھے جا رہے ہو۔"

کمشنر نے کہا تھا۔

"یہ بتاؤ......! تمہیں کیسا لگتا ہے یہ سب......؟"

نعمان نے اس وقت بات ٹال دی تھی۔ لیکن اب وہ اس بارے میں سوچ رہا تھا۔ اور جواب اس کے لئے حیران کن تھا۔ محکمے کے لوگ اس پر طنز کرتے رہتے تھے۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ وہ اس صورتِ حال کو انجوائے کر رہا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اپنی ہیرو کی اس حیثیت میں وہ لوگوں سے وہ سب کچھ کہہ سکتا تھا، جو کہنا چاہتا تھا۔ اور لوگ شوق اور احترام سے سنتے تھے۔ اور اب جبکہ اسے پٹیوں سے بھی نجات مل گئی تھی، اور پلاسٹر سے بھی تو مکاری کا وہ احساس بھی دُور ہوگیا تھا، جو اس کے ضمیر پر بوجھ تھا۔ اب کم از کم وہ چلتا پھرتا فراڈ تو نہیں تھا۔

اور اس پر ایک انکشاف بھی ہوا تھا۔ وہ اچھا مقرر تھا۔ اس میں اپنے سامعین کا مزاج لمحوں میں بھانپنے کی قدرتی صلاحیت تھی۔ اسے پتا چل جاتا تھا کہ وہ اس وقت کیا سننا چاہیں گے، اور کیا نہیں......؟ رات کے ڈِنر میں اس نے مجرموں کے لئے سزا برائے اصلاح کے موضوع پر بات کی تھی، اور پادری کلنٹن ٹیلر پر کھل کر تنقید کی تھی، جو گناہ گار کو دُنیا میں ہی جہنم رسید کرنے کی تبلیغ کرتا تھا اور سامعین کی زبردست تالیاں ان کی تائید اور قبولیت کا ثبوت تھیں۔

وہ انہی سوچوں میں گم تھا کہ مُیری آ گئی۔

''سوری جمی......!''

اس نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

''اس بے چاری عورت کو اس کے پانچ چھوٹے چھوٹے بچوں سمیت، اس کے مالک مکان نے گھر سے نکال دیا تھا۔ مجھے اس کے لئے فی الوقت آج رات کا تو بندوبست کرنا تھا کہیں...... ایسے اسے سڑک پر چھوڑ کر تو نہیں آ سکتی تھی میں۔''

وہ مسکرائی۔

''میں شکر گزار ہوں کہ تم نے میرا انتظار کیا۔''

''شکریے کی کوئی بات نہیں......!''

جمیل نعمان نے کہا۔

''تم اس مظلوم عورت اور پانچ بچوں کے بارے میں ذرا تفصیل سے بتاؤ مجھے......!''

مُیری کہتی رہی اور وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے بہت غور سے سنتا رہا۔ اس کے لہجے کی ہمدردی، اس کا جوش و خروش، ایسے میں وہ



اسے بہت خوب صورت لگتی تھی۔

''اب تم اپنی سناؤ......!'' مُیری نے اسے چونکا دیا۔

''کیا کیا کیا تم نے آج......؟''

''باتیں...... باتیں اور باتیں......! آج کل میں اس کے سوا کرتا ہی کیا ہوں......؟''

''ناشکرا پن مت کرو......! اس سے اچھا کام تمہیں کبھی نہیں ملا تھا۔''

مُیری نے کہا۔

''سچ یہ ہے کہ تم بہت اچھی باتیں کرتے ہو۔ مجھے تو بہت اچھا لگتا ہے۔ کبھی کوئی اخبار میں تمہاری تصویر دیکھ کر تعریف کرتا ہے تو مجھے فخر محسوس ہوتا ہے۔ تمہارے حوالے سے مجھے بھی عزت ملتی ہے۔ آج تو حد ہی ہوگئی۔ کسی نے مجھ سے آٹوگراف مانگ لیا...... صرف اس لئے کہ کل مجھے تمہارے ساتھ دیکھ لیا تھا۔''

''پھر تم نے دیا آٹوگراف......؟''

''کیوں نہ دیتی......؟ میں نے لکھا...... امریکہ کے ہیرو کی منظورِ نظر مُیری لوگن......! بہ قلم خود......!''

جمیل نعمان نے قہقہہ لگایا۔

''بکواس کر رہی ہو......!''

''نہیں......! یہ سچ ہے......!''

''مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم اتنی سطحی ہو۔''

''کہا پتا چلتا ہے۔ کبھی سطحی ہونے کا موقع ہی نہیں ملا تھا پہلے۔ تم کیا جانو......؟ لوگوں کے مسائل اور اذیتوں میں دفن ہونے پر مقابلے میں یہ

آٹو گراف کتنا طمانیت بخش ہے۔ خدایا......! اکثر میں سوچتی ہوں کہ کاش میں نے اپنی زندگی کے اتنے برس انسانیت کے زخموں پر مرہم رکھنے میں ضائع کرنے کے بجائے سطحی خوشیوں میں گزارے ہوتے تو کتنا اچھا ہوتا۔ ان برسوں کے بدلے مجھے کیا ملا......؟''

''میں......!''

جمیل نعمان نے بے ساختہ کہا۔

مَیری نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

''کیا واقعی......؟''

''کیوں نہیں......؟''

''کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں بتاؤں......؟''

جمیل نے ویٹر کو ڈرنک لانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں......!''

''مگر میں پھر بھی بتاؤں گی۔''

وہ بولی۔

''تم میرے نہیں ہو......! ہو بھی نہیں سکتے۔ کیونکہ تم اپنے دل کے فریم میں آج بھی اپنی مرحوم بیوی کی تصویر لگائے پھرتے ہو۔ تم کبھی مجھ سے اعترافِ محبت کرو گے اور نہ ہی شادی...... اور شادی کے بغیر ملنا کیا ہے......؟ کچھ بھی نہیں......! مگر جے......! میں تم سے محبت کرتی ہوں۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا، کیوں......؟''

''ایک دو نہیں......! بہت سی وجوہ ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ میں نے اتنا شریف اور اخلاقی اعتبار سے اتنا بلند کوئی انسان نہیں دیکھا۔''

''ہونہہ......! بلند کردار شرابی......!''



''کیوں نہیں......؟''

''میرا مذہب شراب نوشی کو منع کرتا ہے۔''

''یہی تو تمہارا مسئلہ ہے۔ تم اپنے مذہب کے بارے میں کیا جانتے ہو......؟ کچھ بھی نہیں......!''

''جو کچھ ڈیڈی نے بتایا تھا، اس سے زیادہ کچھ نہیں......!''

''اور اب ڈیڈی رہے نہیں...... تو ہم آگے بڑھ بھی نہیں سکتے۔''

''ڈیڈی نے کہا تھا، بیٹا قرآن پڑھتے رہنا، ہر بات سمجھ میں آجائے گی۔''

جمیل نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

''تو پھر......؟''

''میں نے کبھی پڑھا ہی نہیں......!''

''تو اب پڑھو......! پھر مجھے بتاؤ، ہم اس پر بات کریں گے۔ سمجھیں گے۔ اب میں تمہارا مسئلہ سمجھ گئی۔ تم اپنے مذہب سے دُور ہو، اسی لئے ناخوش ہو۔''

''مگر تم تو اپنے مذہب سے دُور نہیں۔ پھر تم ناخوش کیوں ہو......؟''

''اس لئے کہ میں اس سے مطمئن نہیں۔''

مَیری نے کہا۔

''بس......! اب تم قرآن پڑھ کر مجھ سے ڈِسکس کیا کرو......!''

''مگر میں تو ہر وقت نشے میں دھت رہتا ہوں۔''

جمیل نے ہنستے ہوئے کہا۔ مگر اس ہنسی میں بڑا کرب چھپا تھا۔

☆☆☆

کیپٹن جمیل نعمان ڈرائیو کر رہا تھا۔ مَیری سو رہی تھی، اس کا سر جمیل کے کندھے پر ٹکا تھا۔ سڑک پر اِکا دُکا کار ہی نظر آ رہی تھی۔

جمیل نے موڑ کاٹا۔ اس سڑک پر سو گز دُور دائیں جانب سمندر تھا، اور بائیں جانب چند درختوں کا ایک جھنڈ، جسے مقامی لوگ تھری پی پارک کہتے تھے۔ وہ ایک متروک اور بنجر قطعۂ زمین تھا، جو اب طوائفوں اور دلالوں کی آماج گاہ بن گیا تھا۔

اس وقت وہاں زیادہ لوگ نہیں تھے۔ کچھ تو بنچوں پر بیٹھے تھے اور کچھ نیم مردہ گھاس پر دراز تھے۔ چند طوائفیں گزرنے والی کاروں کی اُمید میں چہل قدمی کر رہی تھیں۔ ان میں سے چند ایک نے جمیل کو دیکھ کر ہاتھ لہرایا۔ لیکن جمیل نے انہیں نظر انداز کر دیا۔

چند بلاک آگے جا کر جمیل نے گاڑی کو دائیں جانب ساحل کی طرف موڑ لیا۔ مگر فوراً ہی اسے بریک لگانے پڑے۔ سڑک پر کوئی رکاوٹ نظر آ رہی تھی۔

جھٹکے کی وجہ سے مَیری کی آنکھ کھل گئی۔

''کیا ہوا......؟''

ہیڈ لائٹس کی روشنی میں جمیل کو ایک برہنہ سیاہ فام مرد اوندھے منہ پڑا نظر آیا۔ دُور سے خون کی سرخ لکیر بھی متحرک لگ رہی تھی۔ پھر اسے اندازہ ہوا کہ سیاہ فام مرد پڑا ہوا نہیں ہے بلکہ رینگ رینگ کر آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ کسی ایسے کاکروچ کی طرح جسے بری طرح کچل دیا گیا ہو۔ خون کی سرخ لکیر اس کے عقب میں بڑھ رہی تھی۔

''مائی گاڈ......!''

مَیری نے سرگوشی میں کہا۔



''سنو......! میں نیچے اُتروں تو تم اسٹیرنگ پر آ بیٹھو......!''

جمیل نے اس سے کہا۔

''کوئی گڑبڑ دیکھو تو فل اسپیڈ پر یہاں سے نکل لینا۔ سمجھ گئیں......؟''

جواب کا انتظار کئے بغیر اس نے اپنا ریوالور نکالا اور کار سے اُتر آیا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ حماقت کر رہا ہے۔ یہ سب کچھ ایک جال بھی ہو سکتا ہے۔ خون کی لکیر کیچپ کا کرشمہ بھی ہو سکتا ہے۔ کون جانے، اندھیرے میں کئی چاقو اس کے منتظر ہوں۔ لیکن یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ وہ ایک زندہ انسان کو اس حال میں مرنے کے لئے چھوڑ کر آگے بڑھ جاتا۔

وہ جھک کر آگے بڑھا۔ سڑک سنسان تھی اور سناٹا گہرا۔ وہاں اندھیرے بنگلوں کی قطار تھی۔ جو دُور ساحل تک چلی گئی تھی۔ وہ چند لمحے آنکھوں اور کانوں پر زور دیتا رہا۔ لیکن نہ کوئی آہٹ تھی اور نہ ہی کوئی سایہ۔

وہ سیاہ فام کی طرف بڑھا۔ چھو کر دیکھا تو وہ واقعی خون تھا۔ اس نے سیاہ فام کو سیدھا کیا تو لرز کر رہ گیا۔ کسی نے چاقو سے عملاً اس کی کھال اُتاری تھی، اور جگہ جگہ سے گوشت کاٹا تھا، جیسے وہ ذبح کیا ہوا کوئی جانور ہو۔

سیاہ فام نے جیسے اپنی مدافعت کے لئے ہاتھ اُٹھایا، مگر ایک کراہ کے ساتھ ڈھیر ہو گیا۔

جمیل نعمان پلٹا۔

''ہم سمجھتے ہیں کہ ہم سب کچھ...... بدترین دیکھ چکے ہیں۔''

اس نے سوچا۔

''اور پھر ہمیں ایسا کوئی منظر دیکھنا پڑتا ہے۔''

وہ پولیس مین تھا۔ مگر کہہ سکتا تھا کہ چاقو زنی کا ایسا کیس اس نے

پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"تم یہیں بیٹھی رہو......!"

اس نے میری سے کہا۔ پھر کار کی ڈگی سے ایک پرانا کمبل نکالا اور حتی الامکان نرمی اور نزاکت سے سیاہ فام کو کمبل میں لپیٹ کر گاڑی کی عقبی نشست پر لٹا دیا۔ پھر وہ اسے سنبھال کر بیٹھا رہا۔ گاڑی میری نے ڈرائیو کی۔

وہ اسے جنرل ہاسپٹل لے گئے۔ اس دوران سیاہ فام زخمی کئی بار ہوش میں آیا اور کئی بار بے ہوش ہوا۔

ایک بار سیاہ فام کی آنکھیں کھلیں تو جمیل نے اس سے پوچھا۔

"یہ کس نے کیا......؟"

"ایک گورے نے...... بہت بھاری...... بہت بڑا......"

"تم اسے جانتے تھے......؟"

"نہیں......! مجھے ایک لڑکی پھنسا کر لے گئی تھی۔ اور وہاں پہنچتے ہی...... وہ مجھ پر ٹوٹ پڑا۔"

"لڑکی سیاہ فام تھی یا......"

"سفید فام......! سنہرے بال...... گلابی ربن......"

سیاہ فام سسکنے لگا۔

"میں تو بس وقت گزاری چاہتا تھا۔"

وہ پھر بے ہوش ہوگیا۔

جمیل اسے ہاسپٹل کے ایمرجنسی روم میں لے کر گیا، تب بھی وہ بے ہوش تھا۔

ڈیوٹی ڈاکٹر نے کمبل ہٹا کر دیکھا تو اس کا چہرہ فق ہوگیا۔



"او گاڈ......! یہ کہاں ملا تمہیں......؟"

"سڑک پر......!"

ڈاکٹر نے معائنہ کیا اور افسردگی سے سر ہلایا۔

"تم نے بے کار زحمت کی۔ یہ مر چکا ہے۔"

اسپتال سے واپسی کے سفر میں دیر تک خاموشی رہی۔ پھر میری نے کہا۔

"ہمیں کہیں اور چلے جانا چاہئے، جہاں انسان بستے ہوں۔"

جمیل نعمان نے کندھے جھٹک دیئے۔ اس کا دھیان کہیں اور تھا۔

"سنو......! مجھے کچھ چیک کرنا ہے۔ کہو تو پہلے تمہیں گھر پہنچا دوں......؟"

"نہیں......!"

وہ تھری پی پارک پہنچے۔ جمیل نے گاڑی روکی، اُترا اور قریب کھڑی ایک سیاہ فام لڑکی کی طرف بڑھا۔ جس نے سرخ بالوں کی وِگ لگائی ہوئی تھی۔

"ہیلو برتھا......! کام کیا چل رہا ہے......؟"

"مندا ہے آج کل......! کچھ تفریح کرو گے کیپٹن......؟"

"نہیں......! یہ بتاؤ...... سنہرے بالوں والی کوئی لڑکی یہاں دھندا کرتی ہے......؟ جو گلابی ربن لگاتی ہو۔"

جمیل نے بیس ڈالر کا نوٹ اسے تھمایا۔

"سفید فام لڑکی......؟"

"تم روز کی بات کر رہے ہو...... وہ شمی کے ساتھ رہتی ہے۔ بہت لمبا تڑنگا جانور ہے وہ۔ وہ یہاں نئے ہیں۔ ایک ماہ ہوا، برونکس سے یہاں

آئے ہیں۔"

برتھا نے کہا۔ پھر بولی۔

"کیوں......؟ کیا کیا ہے انہوں نے......؟"

"تمہارے ایک بھائی کو کاٹ پھینکا ہے۔"

برتھا نے سر جھٹکا۔

"یہ تو ہم سب کو بدنام کرنے والی بات ہے۔"

"وہ رہتے کہاں ہیں......؟"

"ففٹی سکستھ پر ایک پرانے بنگلے میں۔ وہ ساحل پر بائیں جانب پہلا بنگلا ہے۔"

یہ کہہ کر برتھا نے غور سے اسے دیکھا۔

"لیکن کیپٹن......! تم تو آج کل اس علاقے میں نہیں ہو۔"

"آج رات میں ہوں برتھا......! شکریہ......!"

جمیل نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

"100 واں تھانہ تو مخالف سمت میں ہے۔"

مَیری نے اسے ٹوکا۔

"مجھے معلوم ہے......!"

"تو تم خود اس کے پیچھے جا رہے ہو......؟"

"جی......!"

"تم نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے اس بے چارے کا کیا حشر کیا؟"

"مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔"

"لیکن مجھے ہے۔"

56 ویں اسٹریٹ بالکل ساحل تک جاتی تھی۔ جمیل نے گاڑی



پارک کی اور نیچے اُترا۔

"خدا کے لئے......! محتاط رہنا۔"

مَیری نے کہا۔

جمیل نے جیسے سنا ہی نہیں۔ وہ خاموشی سے دو رویہ بنگلوں کے درمیان چلتا رہا۔ قدموں کی چاپ کا گلا گھونٹنے کے لئے وہ ریت پر چل رہا تھا۔ سانس لینے میں بھی وہ محتاط تھا۔ لیکن اندر جیسے وحشت کا طوفان اُمنڈ رہا تھا۔ ریوالور نکالتے ہوئے وہ مسکرایا۔ اب بھی وہ ایک اہل، سچا اور ذمہ دار پولیس مین تھا۔ ہیرو ہونا اپنی جگہ، بنیادی طور پر تو وہ پولیس مین ہی تھا۔

بلاک کے آخر میں ساحل تھا۔ ریت، سر ٹکرا کر واپس جاتی ہوئی موجیں اپنے پیچھے جھاگ چھوڑ کر جا رہی تھیں۔ اس نے بائیں جانب کے پہلے بنگلے کی طرف دیکھا۔ وہاں صرف ایک عقبی کھڑکی روشن تھی۔ باقی بنگلے میں اندھیرا تھا۔ اردگرد کے تمام بنگلے غیر آباد تھے۔

وہ دبے پاؤں روشن کھڑکی کی طرف بڑھا۔ پر وہ کسی حد تک سرکا ہوا تھا۔ وہ اندر دیکھ سکتا تھا۔

وہ بیڈ روم تھا، جس کی دیواریں اور چھت آئینوں سے مزین تھی۔ اور وہاں دو وحشی جانور انسانیت کی تذلیل کر رہے تھے۔ انہیں پہچاننے میں اسے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ بے لباس لڑکی کے بالوں میں گلابی ربن تھے اور مرد بے حد جسیم تھا، جیسے کوئی پیشہ ور باکسر۔ اور وہ دونوں سفید فام تھے۔

اسے ہرگز یہ نہیں لگا کہ وہ کسی بیڈ روم میں جھانک رہا ہے وہ تو کوئی غار تھا...... درندوں کا مسکن، جہاں انسان نما جانوروں کے ہاتھوں انسانیت رُسوا ہو رہی تھی۔ وہ سچ مچ حیوان ہی تھے۔ اسے لگا کہ انہیں محض دیکھنے کی پاداش میں ہی وہ انسانیت کے مرتبے سے گر سکتا ہے۔

وہ وہاں سے ہٹا اور اس نے لات مار کر سائیڈ ڈور کھولا۔ اس کے ریوالور کا رُخ ان کی طرف تھا۔

وہ ایک دوسرے سے الگ تو ہوگئے۔ لیکن نہ تو ان کی آنکھوں میں حیرت تھی اور نہ ہی خوف۔ وہ بستر پر پڑے اسے گھورتے رہے۔ اس بات کا انہوں نے خیال رکھا تھا کہ ان کے ہاتھ مداخلت کار کی نظروں کے سامنے رہیں۔

قریب سے دیکھ کر جمیل کو اندازہ ہوا کہ لڑکی بمشکل 16 یا 17 سال کی ہوگی۔ لیکن اس کی آنکھیں ادھیڑ عمر عورت کی آنکھیں تھیں۔ سخت، سرد جیسے برف کی ڈلیاں۔ اور مرد ...... وہ بہت لحیم شحیم بن مانس تھا۔ اس کے چہرے پر کئی گھاؤ تھے۔

جمیل نے انہیں اپنا بیج دکھایا۔

''تم زیرِ حراست ہو۔ تمہیں یہ بتانا میری ذمہ داری ہے کہ تم جو کچھ بھی کہو گے، اسے تمہارے خلاف استعمال کیا جائے گا۔''

''کیسی گرفتاری......؟''

مرد نے کہا۔

''میرا مطلب ہے، ہمارا جرم کیا ہے......؟''

''قتل......!''

جمیل نے سرد لہجے میں کہا۔

''پاگل ہوگئے ہو......؟ میں نے کبھی کسی کی جان نہیں لی۔''

جمیل پیچھے ہٹا۔ اس نے شرٹ اور جینز اُٹھا کر اس کی طرف اُچھالی۔ پھر اس نے لڑکی کے کپڑے بھی اس کی طرف پھینک دیئے۔

''چلو......! کپڑے پہنو اور چل دو میرے ساتھ......!''



''اے کیپٹن......! ہمیں بات کرنی چاہیئے۔''

لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بلکہ ہم کچھ اور بھی کر سکتے ہیں۔ آ جاؤ......! آؤ نا......!''

''میں کہتا ہوں، کپڑے پہنو......! ورنہ تمہیں اسی حال میں تھانے لے جاؤں گا۔''

جمیل غرایا۔

''اچھا......ٹھیک ہے......!''

یہ کہہ کر مرد کپڑے پہننے لگا۔

لیکن لڑکی نے ایسی حرکتیں شروع کر دیں کہ جمیل کے لئے اس کی طرف دیکھنا ناممکن ہوگیا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ مرد کے ہاتھوں میں آنے والے چاقو کو نہ دیکھ سکا، یہاں تک کہ وہ اس کے پیٹ کے قریب پہنچا گیا۔

اور تب بھی وہ محض روشنی کا ایک جھماکا تھا......محض ایک چمک...... جسے اس کی آنکھ نے محسوس کیا۔ جبلی ردِعمل کے طور پر اس نے خود کو پیچھے دھکیلا۔ اس کے نتیجے میں چاقو محض اس کی جیکٹ سے اُلجھا...... اُلجھا کیا...... اس نے جیکٹ کو نہایت صفائی سے دو نیم کر دیا۔ یہ اس کی دھار کا عالم تھا۔

اور ابھی وہ سنبھلا بھی نہیں تھا کہ چاقو دوبارہ اس کی طرف لپک رہا تھا اور اب پیچھے ہٹنے کی گنجائش بھی نہیں تھی۔

جمیل نے بغیر نشانہ لئے فائر کیا۔ چھوٹے سے کمرے میں فائر کی آواز دھماکے سے کم نہیں تھی۔ اس فائر نے مرد کی پیشانی کی نصف حصے کا صفایا کر دیا۔ لیکن چاقو اس کے باوجود اس کی طرف آ رہا تھا۔

اس نے چاقو اور گرتے ہوئے مرد کے جسم، دونوں کو اپنے بائیں بازو پر روکتے ہوئے توازن قائم رکھنے کی کوشش کی۔ شاید اسی وجہ سے وہ بچے

گیا۔ فائر کی دوسری آواز اس کے لئے خلافِ توقع تھی۔ فوراً ہی دوسرا فائر ہوا۔ تب اس کی سمجھ میں آیا کہ لڑکی کے ہاتھ میں ریوالور ہے، اور وہی فائر کر رہی ہے۔ وہ بستر پر اکڑوں بیٹھی تھی اور پُرسکون انداز میں اسے نشانہ بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔

خوش قسمتی سے اس کا نشانہ بننے والے مُرد کا جسم اس کے لئے ڈھال بن گیا تھا۔ اس نے واضح طور پر محسوس کیا تھا کہ لڑکی کی چلائی ہوئی دونوں گولیاں مرنے والے کے جسم میں اُتر گئی ہیں۔ لیکن وہ ڈھال اسے مہنگی بھی پڑ سکتی تھی۔ اس بے جان بھاری جسم کو سنبھالنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔

"ریوالور پھینک دو لڑکی......!"

اس نے چیخ کر کہا۔

جواب میں لڑکی نے ایک اور فائر کیا۔ اس فائر نے اس کے ساتھی کے سر کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا۔ اس کے خون اور بھیجے نے جمیل کے چہرے کو نہلا دیا۔

"تم ذلیل آدمی......! تم نے میری شمی کو مار دیا۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

چہرے کی طرح لڑکی کا لہجہ بھی پُرسکون تھا۔

پھر جمیل نے اسے آگے آ کر پوزیشن لیتے دیکھا۔ ریوالور اس نے دونوں ہاتھوں میں تھاما ہوا تھا۔ اور اس بار وہ اسے نشانہ بنانے کے موڈ میں تھی۔ جمیل اپنی ڈھال کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا، مگر ہر گزرتے لمحے کے ساتھ یہ اس کے لئے امر محال ہوا جا رہا تھا۔

"سنو لڑکی......! میں تم پر گولی نہیں چلانا چاہتا۔"

اس نے لڑکی سے کہا۔



"تم ریوالور نیچے پھینک دو......!"

جواب میں لڑکی نے پھر فائر کیا۔ دھچکے سے اسے اندازہ ہوا کہ اس بار لاش کا کندھا ہدف بنا ہے۔ ابھی تک لاش کی ہڈیوں کی وجہ سے بچت ہوگئی تھی۔ لیکن جمیل کو ڈر تھا کہ لاش کے کسی نرم حصے کو پار کر کے کوئی گولی اس تک بھی پہنچ سکتی ہے۔ وہ جانتا تھا کہ یہ اس کی احمقانہ سوچ ہے، لیکن وہ لڑکی پر فائر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ لڑکی اپنے ساتھی سے کم وحشی اور خطرناک نہیں ہے۔ اگر اس نے اسے نہیں ختم کیا تو وہ اسے ختم کر دے گی۔ لیکن اس نے زندگی میں کبھی کسی عورت پر ہاتھ نہیں اُٹھایا تھا۔ شوٹ کرنا تو بہت دُور کی بات تھی۔

لڑکی برابر پیش قدمی کر رہی تھی۔ اب اس کے چہرے پر وحشت تھی۔ جمیل جانتا تھا کہ تھوڑی دیر پہلے اس لڑکی نے ایک زندہ انسان کی کھال اُتاری تھی، اس کے جسم سے چھوٹی چھوٹی بوٹیاں الگ کر کے، بے دردی سے اسے مرنے کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ اس نے لڑکی کو نہیں مارا تو لڑکی اسے مار دے گی۔ اس کے باوجود اس کا دل نہیں مان رہا تھا۔

مگر پھر بیرونی مداخلت نے صورتِ حال بدل ڈالی۔

مَیری لوگن اچانک ہی کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

لڑکی نے تیزی سے رُخ بدلا، اس کا ریوالور والا ہاتھ مَیری کی طرف گھوما، اور اسی لمحے جمیل نعمان نے فائر کر دیا۔ لڑکی منہ کے بل آگے کی سمت گری۔ جمیل نے لاش کو ایک طرف دھکیلا اور مَیری کی طرف لپکا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ مَیری اس لاش کو دیکھے۔

مگر مَیری پہلے ہی اس لاش کو دیکھ چکی تھی۔

"پاگل ہوگئی ہو تم......! کیا کرنا چاہتی تھیں......؟"

"مم...... مجھے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ میں تمہاری مدد کرنے......"

"کیسے......؟ کیسے مدد کرنا چاہتی تھیں تم میری......؟ مر کر......؟"

جمیل نے کڑے لہجے میں کہا۔

مُیری چند لمحے دونوں لاشوں کو دیکھتی رہی۔ پھر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

جمیل نے آگے بڑھ کر اسے لپٹا لیا۔

"سوری......! بات یہ ہے کہ تم نے اچانک آ کر مجھے ڈرا دیا۔ میری تو جان ہی نکال دی تم نے......!"

"یہ دونوں مر گئے......؟"

مُیری نے پوچھا۔

جمیل نے لڑکی کو سیدھا کیا۔ ادھیڑ عمر عورت جیسی وہ سخت، سرد آنکھیں بند تھیں۔ بالوں میں گلابی ربن کے ساتھ اب وہ کم سن لڑکی لگ رہی تھی۔ جمیل نے اسے دیکھتے ہوئے سوچا۔

"یہ کیا...... میں نے ایک مرد اور ایک عورت کو مار ڈالا......؟"

اس کے دماغ نے فوراً ہی تصحیح کی۔

"نہیں......! ایک مرد اور ایک لڑکی کو......!"

"ہاں......! یہ دونوں مر چکے ہیں۔"

چند لمحے بعد وہ بولا۔

"تو کم از کم اب تو تمہیں متعلقہ تھانے کو فون کر دینا چاہئے۔"

مُیری نے سرد لہجے میں کہا اور باہر چلی گئی۔

☆☆☆



گھر واپس جانا اتنا ہی ناخوش گوار ثابت ہوا، جتنا رچرڈ کو ڈر تھا۔ وہاں یادیں ہی یادیں تھیں...... جانے والوں کی یادیں...... وہ ہر کمرے، ہر الماری اور ہر دراز میں موجود تھیں۔ وہ ہر قدم پر ان یادوں سے ٹکراتا پھرا۔ لیکن بالآخر وہ سیٹ ہو گیا۔

کچھ سنبھلا تو وہ اپنے اسٹوڈیو میں چلا گیا۔ وہاں درجنوں نامکمل تصویریں تھیں۔ لیکن کام کرنے کا اس کا موڈ نہیں بنا۔

دوسرے دن اس کا ڈیلر آ دھمکا۔ وہ گول چہرے والا، گنجا آدمی تھا، جو بولتے وقت اپنے لہجے میں خلوص سمونے کی کوشش کرتا تھا۔

"اس وقت اس شہر میں تم سے ہاٹ کوئی نہیں۔"

سینڈرز اس کے اسٹوڈیو میں مضطربانہ انداز میں اِدھر سے اُدھر ٹہلتا رہا۔ کبھی وہ رُکتا اور نامکمل تصاویر کا جائزہ لیتا۔ بالآخر وہ رچرڈ کے سامنے رُکا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم کس کرب سے گزرے ہو اور گزر رہے ہو۔ خدا گواہ ہے کہ مجھے اس پر دُکھ ہے۔ لیکن اس ڈراؤنے خواب میں سے یہی ایک مثبت چیز برآمد ہوئی ہے۔ تمہیں اس سے فائدہ اُٹھانا چاہئے۔"

"میں اس سے فائدہ نہیں اُٹھانا چاہتا۔"

"تم میری سمجھ میں نہیں آتے رچرڈ......! پندرہ سال تک تم اپنا دماغ گھستے رہے۔ میں تمہیں بتاتا رہا کہ لوگ کیا چاہتے ہیں......؟ مگر تم اپنی جگہ ڈٹے کھڑے رہے، اپنے دل کی خوشی کرتے رہے۔ اب لوگ وہ مانگ رہے ہیں، جو تمہارے دل کی خوشی تھی، تو تم اسے نظرانداز کر رہے ہو......؟ میں تمہیں سمجھنے سے قاصر ہوں۔"

"تم یہ زحمت کرتے ہی کیوں ہو......؟"

رچرڈ نے چڑ کر کہا۔

"میں ضدی تھا، احمق تھا، مجھے میرے حال پر چھوڑ دو......!"

سینڈرز نے سنی اَن سنی کرتے ہوئے کہا۔

"شکر ہے کہ میں ویگن میں آیا ہوں۔ میں یہ تمام تصویریں لے جا رہا ہوں۔"

"پاگل ہو گئے ہو۔ ان میں بیش تر نامکمل ہیں۔"

"اس موسم میں ان کی معنویت اور بڑھ جائے گی۔"

سینڈرز نے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"لالچ اور ہوس نے تمہیں اندھا کر دیا ہے۔"

"کاروبار کے لئے آنکھوں کی ضرورت بھی نہیں۔ اس وقت تو میں تمہارے گندے کپڑے بھی بیچ سکتا ہوں اور وہ بہت مہنگے بکیں گے۔"

سینڈرز نے کہا اور تصویریں سمیٹنے میں مصروف ہوگیا۔

رچرڈ کینز نے سوچا۔

"دیوار سے سر ٹکرانے کا کیا فائدہ......؟"

وہ اسٹوڈیو سے نکل گیا۔



امریکن کروسیڈ پارٹی کا نیویارک سٹی ہیڈ کوارٹر وکٹورین طرز کے ایک سفید اور بہت بڑے مکان کے بیس مینٹ میں واقع تھا۔ تاہم باہر سے اس عمارت کو دیکھ کر کوئی یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ اس میں بیس مینٹ بھی ہوگا۔ دوسری طرف بروک لین کی ٹیلی فون ڈائریکٹری میں بھی اس نام کی



کسی تنظیم کا وجود تک نہیں تھا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ سرکاری اور قانونی اعتبار سے اے سی پی یعنی امریکن کروسیڈ پارٹی کا کوئی وجود نہیں تھا۔

وہ بیس مینٹ ایک بہت بڑا ہال تھا۔ ٹائلوں سے مزین فرش پر اسٹیل کی فولڈ ہو جانے والی کرسیاں خاص بڑی تعداد میں موجود تھیں۔ ایک اسپیکرز پلیٹ فارم تھا، جس کے اطراف میں دو بڑے جھنڈے لگے تھے۔ ایک امریکی پرچم تھا اور دوسرا پارٹی کا جھنڈا جس پر نیلے رنگ کے جڑواں عقاب بنے تھے۔ وہاں ایک شیلڈ بھی تھی، جس پر ایک گینڈے کی شبیہہ تھی، جس کے سر پر ایک اژدھا بیٹھا تھا۔

اس شام وہاں ایک خاص طرح کی ماہانہ میٹنگ ہو رہی تھی۔ اس میں نئے آنے والوں کو رُکنیت دی جاتی تھی۔ اس وقت وہاں پارٹی کے اراکین کا ہجوم تھا۔ وہ سب مرد تھے...... ہر عمر کے مرد...... اور ہر ایک سفید شرٹ اور گہرے رنگ کی پینٹ میں تھا۔ سب کے سروں پر ایک مخصوص ٹوپی تھی، جس پر گینڈے اور اژدھے والا مونوگرام تھا۔ اس کے علاوہ پہلو سے بندھی چھوٹی سی میان میں خنجر بھی تھے۔ انہیں دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ یہ کسی طرح کی کوئی فوج ہے۔

نیویارک کا پارٹی لیڈر تھامس میکلے اس تقریب کا منتظم اعلیٰ تھا۔ اس کی عمر 34 سال تھی۔ کمپیوٹر اس کا میدان تھا۔ چند برس اس نے فوج میں بھی گزارے تھے۔ اس لئے وہ ڈسپلن کا بڑی شدت سے قائل تھا اور دوسروں سے بھی ڈسپلن کا مطالبہ کرتا تھا۔ وہ بہت اچھا مقرر تھا۔ روانی اور اعتماد کے ساتھ بولتا تھا۔ اس کے خیال میں ملک کے تمام مسائل کا حل صرف امریکن کروسیڈ پارٹی کے پاس تھا۔

اس شام گیارہ نئے اراکین پارٹی میں شامل ہو رہے تھے۔ تقریب شروع ہوئی اور بالآخر اپنے کلائمکس پر پہنچ گئی۔ اب نئے اراکین پلیٹ فارم پر اٹین شن کھڑے تھے۔ اپنے داہنے ہاتھ اُٹھا کر وہ حلف کے الفاظ ادا کر رہے تھے۔ حلف تھامس میکلے لے رہا تھا۔

''فریڈرک ولیم کے نام، جو ہماری اس عظیم تحریک کا لیڈر تھا، جس نے صیہونیت، نسلی اختلاط اور غیر ملکیوں کے اس قوم کا حصہ بننے کے سنگین مسائل کے خلاف جدوجہد کی۔ میں عہد کرتا ہوں کہ اسے ہمیشہ محترم جانوں گا۔''

''امریکن کروسیڈ پارٹی کے تمام لیڈرز کے نام، میں عہد کرتا ہوں کہ میں پارٹی کے تمام احکامات وفاداری، حوصلے اور تابعداری کے ساتھ بلا چون و چرا بجا لاؤں گا۔''

''یو ایس اے کے نام، میں عہد کرتا ہوں کہ اس کے آئین اور قانون کی پاسداری کروں گا، یہاں تک کہ عوام اپنی جدوجہد سے اس کے غیر منصفانہ حصوں کو قانونی طور پر تبدیل کر دیں۔''

''اپنی قوم کے غداروں کے نام، میں عہد کرتا ہوں کہ میں ان کے ساتھ سریع اور بے رحمانہ انصاف کروں گا۔''

حلف برداری کے بعد تھامس نے ہر نئے ممبر کو مونو گرام والی ٹوپی اور خنجر سمیت میان عطا کی، اور انہیں گلے لگا کر فرانس کے روایتی انداز میں ان کے رُخساروں پر بوسے دیئے۔ اس آخری آئیٹم کا پارٹی سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ یہ تھامس میکلے کا اختیار کردہ اضافہ تھا، جو فرانس کے چارلس ڈی گال کا بہت بڑا پرستار تھا۔

☆☆☆



''لوگ جرم کیوں کرتے ہیں......؟ کون سی چیز انہیں دھوکہ دہی، ایذا رسانی، چوری، جنسی زیادتی اور قتل پر اُکساتی ہے......؟ کیا یہ کوئی ایسی چیز ہے، جو جنیاتی خلیوں میں موجود ہوتی ہے......؟ جیسے موروثی امراض......؟ یا یہ ایک معاشرتی مسئلہ ہے، جو ماحول میں موجود خرابیوں مثلاً غربت، ظلم، ناانصافی اور ازدواجی انقطاع کے نتیجے میں نمو پاتا ہے......؟''

رچرڈ گینز کے ذہن میں یہ اور ایسے بہت سے سوالات چبھتے تھے۔ اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی اسے ان کی آگہی فراہم کرتے تھے۔ اسے حیرت ہوتی تھی کہ میڈیا کے وقت کا زیادہ بڑا حصہ جرائم کے لئے مخصوص ہوتا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ دُنیا میں بری خبروں، برائیوں اور تشدد کے سوا کچھ بھی نہیں ہو رہا ہے۔ اسے یہ احساس بھی ہوتا تھا کہ میڈیا جو کچھ لکھ رہا ہے اور بیان کر رہا ہے، وہ حقائق کا عشرِ عشیر ہے۔ انسانوں کے اس جنگل میں جسے دُنیا کہا جاتا ہے، بے شمار انسانی سانپ سرسرائے پھر رہے ہیں۔ اب وہ تو صرف انہی سے نمٹ سکتا ہے، جن کے بارے میں جانتا ہے۔

خیر......! اسے بھی آغاز تو کرنا ہے...... کہیں نہ کہیں سے...... کسی نہ کسی طور......!

پہلے تو اسے تیاری کرنی تھی، کیونکہ یہ سب کچھ اس کے لئے بالکل نیا تھا۔ وہ ایک نئے میدان میں قدم رکھ رہا تھا، جو اس کے میدان سے، اور اس کے حقائق سے بالکل مختلف تھا۔ اسے احساس تھا کہ وہ تشدد کے سمندر میں اُترتے جا رہا ہے۔ تاہم اس کے لئے اس کے پاس کچھ فطری صلاحیتیں بھی موجود تھیں۔ وہ آرٹسٹ تھا۔ لہٰذا تخیل سے مالا مال تھا۔ جزئیات کو ٹٹولنے، سمجھنے اور تجزیہ کرنے کی اس میں صلاحیت موجود تھی اور وہ صرف خود

پر انحصار کرنے کا عادی تھا۔ اس اعتبار سے وہ غیر مسلح ہرگز نہیں تھا۔

وہ جو کچھ کرنے جا رہا تھا، اس سے دست بردار ہونے کا خیال اسے کبھی ایک لمحے کے لئے بھی نہیں آیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ معاشرتی نکتۂ نگاہ سے وہ غلط ہے۔ لیکن اس کی وجوہات سو فیصد درست اور سچی ہیں۔ وہ تو عام لوگوں کی فلاح کے لئے، بے بس اور مجبوروں کے تحفظ کے لئے اور ظالموں کو قرار واقعی سزا دینے کے لئے نکل رہا تھا۔

اس سے پہلے بھی لوگوں نے یہ کوشش کی تھی۔ لیکن دھرتی پر خونِ ناحق کا بہنا نہیں رُکا تھا۔ لیکن اسے اپنی ناکامی کی بھی پرواہ نہیں تھی۔ جو کچھ وہ کرنے جا رہا تھا، قانوناً غلط تھا۔ لیکن اس کے نزدیک، اس کے اپنے لئے غلط نہیں تھا۔ اسے تو خدا نے اس کام کے لئے دوسری زندگی دی تھی۔ وہ تو خدا کا مزدور تھا، جسے کام کی اُجرت پیشگی ادا کر دی گئی تھی۔ اب اسے تو بس اپنا کام دیانتداری اور سچائی کے ساتھ کرنا تھا۔ یہ اس کے باطنی سکون کا تقاضا تھا۔



اس شام جین نے اس کے دروازے پر دستک دی۔ اس کے ہاتھوں میں دو بہت بڑے شاپنگ بیگ تھے، جن میں کھانے کی چیزیں تھیں، جو اس نے سپر مارکیٹ سے خریدی تھیں۔

''یہ کیا حال بنا رکھا ہے تم نے......؟''

اس نے رچرڈ کو دیکھتے ہی کہا۔

''کیا صرف ہوا کھا رہے ہو آج کل......؟''

''یہ تو مجھے یاد بھی نہیں آ رہا ہے۔''



رچرڈ نے کہا۔

''مگر میں جانتی ہوں۔ تم مہینوں صرف انڈوں اور ڈبل روٹی پر گزارا کر سکتے ہو۔''

''انڈہ اور ڈبل روٹی مجھے پسند ہیں۔''

''تمہارا کولسٹرول بڑھ جائے گا، اور تم زہر خورانی کے نتیجے میں مر جاؤ گے۔''

''کولسٹرول زہر نہیں ہوتا۔ البتہ اس سے دل کی شریانوں میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔''

''تو یہی سہی......! اتنے انڈے کھاؤ گے تو دل کی شریانیں بلاک ہو جانے سے مر جاؤ گے۔''

جین نے تھیلے کھولے اور چیزیں باہر نکالنے لگی۔

''اور سناؤ......! کیسے ہو تم......؟''

''شریانوں سے قطع نظر نہایت صحت مند......!''

''لیکن تم لنگڑا رہے ہو۔''

''صرف چلتے وقت لنگڑاتا ہوں اور اس میں انڈوں اور ڈبل روٹی کا کوئی دخل نہیں۔''

جین مسکرائی۔

حادثے کے بعد رچرڈ نے پہلی بار اسے مسکراتے دیکھا تھا۔ اس کے آنسو تو اس کا دل نہیں چھو سکے تھے۔ لیکن اس مسکراہٹ نے بہرحال اس کے دل کو چھو لیا۔

''تم کیسی ہو......؟''

''شاید پہلے سے بہتر ہوں......!''

رچرڈ نے سگریٹ سلگاتے ہوئے اپنے ہاتھوں کی لرزش کو چھپانے کی کوشش کی۔

”تم نے کام شروع کر دیا......؟“

”ہاں......! ڈیڑھ مہینہ ہو گیا۔“

”بہت اچھا کیا......!“

رچرڈ نے کہا۔

وہ جانتا تھا کہ پچھلے سال ہی اسے اپنی فرم میں نائب صدر کے عہدے پر ترقی ملی تھی۔

جین نے دو جام بنائے۔ وہ دونوں نشست گاہ میں جا بیٹھے۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر جین نے پوچھا۔

”تم نے بھی کام شروع کیا......؟“

”ہاں......!“

رچرڈ نے کہا۔

اس حد تک تو یہ سچ تھا کہ وہ ذہنی طور پر تصاویر پینٹ کر رہا تھا۔ یہ الگ بات کہ وہ کسی کو دکھا نہیں سکتا تھا۔

”کل سینڈرز نے فون کیا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ ان دنوں تمہارے نام پر کچھ بھی بیچا جا سکتا ہے۔“

”ہاں......! مگر اس میں فخر کی کوئی بات نہیں......!“

”تصویریں مہنگے داموں بکیں تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے......؟“

”جو فرق پڑتا ہے، تم جانتی ہو۔ تم نے میرے ساتھ تیرہ سال گزارے ہیں۔“

رچرڈ نے خشک لہجے میں کہا۔



جین چند لمحے خالی جام میں جھانکتی رہی۔ پھر اس نے سر اُٹھایا۔

”پلیز رچرڈ......! میں صرف ڈنر تک رُکنا چاہتی ہوں۔ مجھے دھتکارنا مت......!“

رچرڈ نے بڑے غیر جذباتی انداز میں اسے دیکھا۔

”رچرڈ......! پلیز......! ہمارے بچے اپنے پیچھے ہمارے لئے صرف ہمیں ہی چھوڑ کر گئے ہیں، اور تو کچھ بھی نہیں بچا......!“

رچرڈ کو اس پر ترس آنے لگا۔ کاش وہ اس کے لئے رو سکتا...... چند آنسو ہی سہی......!



رچرڈ کو رامن ایسکو باز میں دلچسپی اس وقت محسوس ہوئی جب وہ چھ بجے والی خبریں دیکھ رہا تھا۔ وہ گھونگریالے بالوں والا خوب رو جوان تھا۔ کیمرے نے اسے مین ہٹن کے ایک تھانے کے دروازے سے تفاخرانہ انداز میں نکلتے ہوئے دکھایا تھا۔ وہ یوں مسکرا رہا تھا جیسے کوئی فلم اسٹار ہو۔ حالانکہ اسے ایک تاریک گلی میں رہزنی کے دوران ایک بوڑھے آدمی کو بے رحمی سے قتل کرنے کے شبہے میں گرفتار کیا گیا تھا۔

”تمہیں پتا ہے، لوگ ہنستے بھی ہیں۔“

”مگر ان کی ہنسی مجھے اپیل نہیں کرتی۔ اور پھر ہنسی تو لمحوں کے لئے ہوتی ہے۔ مجھے اس کے بعد کی کیفیت کو پینٹ کرنا اچھا لگتا ہے۔ وہ جو اندر

کی نیوز ریڈر نے بتایا کہ پچھلے دو برسوں میں یہ چھٹا موقع ہے کہ رامن اسی الزام میں گرفتار کیا گیا ہے۔ اور پچھلے مواقع کی طرح اس بار بھی اسے شناخت نہ کئے جانے اور عدم ثبوت کی بنا پر رہا کیا جا رہا ہے۔ نیوز ریڈر نے

یہ بھی بتایا کہ رامن ایسکو بار کو کئی بار منشیات اور مسروقہ اشیاء کی خرید و فر
اور جسم فروشی کے اڈے چلانے کے الزام میں بھی گرفتار کیا جا چکا ہے۔ ا
مطلب ہے کہ دال میں بہرحال کچھ کالا ہے۔"

رچرڈ اس تبصرے سے متفق تھا، بلکہ اسے تو انسانوں کے جنگل
ایک سانپ کی سرسراہٹ صاف سنائی دے رہی تھی۔

اگلی صبح وہ لائبریری میں گیا۔ پرانے اخبارات کی مائیکروفلموں
نیوز ریڈر کی باتوں کی تصدیق ہوگئی۔ رامن بلاشبہ ایک مصروف آدمی تھا
چالاک بھی تھا اور خوش قسمت بھی۔ اپنی سرگرمیوں کے باوجود وہ تاریک گ
میں نکلنے والے بدقسمت بوڑھے لوگوں کے لئے اب بھی خطرہ بنا ہوا تھا۔

اس شام رچرڈ گیراج میں گیا، اپنی کار نکالی اور اس کی
کرائی۔ پھر وہ ایسٹ اسٹریٹ نمبر 98 پر واقع اس عمارت کے سامنے
گزرا جہاں اخبار کے مطابق رامن رہتا تھا۔ وہ عام سی اور پرانی پانچ
عمارت تھی۔ وہاں فٹ پاتھ پر لوگ ہی لوگ تھے۔ کچھ کھڑے تھے
باتیں کر رہے تھے، کچھ کاروں کے بونٹ سے ٹکے تھے۔

رچرڈ تین بار اس عمارت کے سامنے سے گزرا۔ اسے رامن تو د
نہیں دیا۔ لیکن اس کے پیٹ کی اینٹھن اس کی موجودگی کی گ
دے رہی تھی۔ وہ گھر کی طرف واپس چلا گیا۔

☆☆☆

فون کی گھنٹی نے اسے جگا دیا۔ اس نے بیڈ سائیڈ لیمپ کا سوئچ
کیا۔ رات کا ایک بج رہا تھا۔ اس نے فون اُٹھایا اور ہیلو کیا۔ اس کی
کراہ سے مشابہ تھی۔



"کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ......؟"

دوسری طرف کیٹ ہیڈرسن تھی۔

"مجھے یقین تھا کہ تم مجھے فون ضرور کرو گے۔ تم زندہ ہو یا
نہیں......؟"

اس کا دل خوش ہوگیا۔

"ہاں......! اب میں زندہ ہوں۔"

اس نے خوش دلی سے کہا۔

"تم کہاں ہو......؟"

"تمہارے گھر سے تھوڑی دُور......سوچا، چیک کرلوں......بستر پر تم
اکیلے ہی ہو یا......"

"تم سا پاگل کوئی اور ہے دُنیا میں...... جو میرا بستر شیئر
کرے......؟"

"بہت ہوں گے......ایک تو تمہاری بیوی ہی ہے۔"

"میں تنہا ہوں......آجاؤ......!"

یہ بڑی عجیب بات تھی۔ کیٹ کا تصور ہی اس کے وجود میں ہیجان
جگا دیتا تھا۔ انتظار کا ایک ایک لمحہ اسے طویل لگ رہا تھا۔ دس منٹ بعد
اطلاعی گھنٹی بجی تو اس کی دیوانگی عروج پر پہنچ چکی تھی۔

دو گھنٹے بعد وہ اس کے اسٹوڈیو کا جائزہ لے رہی تھی۔

"یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ میں تمہاری پینٹنگز دیکھنا چاہتی تھی۔"

اس کے لہجے میں مایوسی تھی۔

"وہ تو میرا ایجنٹ لے گیا......ساری کی ساری۔ ایسا لگتا ہے کہ دن
دنوں میں ڈیمانڈ میں ہوں۔ میرے معاملے میں فارمولہ اُلٹ گیا ہے۔"

آرٹسٹ مرنے کے بعد مشہور ہوتے ہیں۔ لیکن میں اس لئے مشہور ہوگیا کہ موت مجھ سے منہ پھیر کر چلی گئی۔"

کیٹ نے دیوار پر آویزاں چارکول سے بنائے ہوئے اسکیچز کا جائزہ لیا۔

"یہ کب بنائے تم نے......؟"

"مختلف اوقات میں......!"

"کیا تم ہمیشہ لوگوں کو اُداس ہی دیکھتے ہو......؟"

"شاید......!"

"کیوں......؟"

"وہ مجھے ایسے ہی نظر آتے ہیں۔"

"تمہیں پتا ہے، لوگ ہنستے بھی ہیں۔"

"مگر ان کی ہنسی مجھے اپیل نہیں کرتی۔ اور پھر ہنسی تو لمحوں کے لئے ہوتی ہے۔ مجھے اس کے بعد کی کیفیت کو پینٹ کرنا اچھا لگتا ہے۔ وہ جو اندر کی سچائی ہوتی ہے...... اُداسی......!"

"مجھے تو ایسا نہیں لگتا۔ مجھ سے تمہیں جو خوشی ملتی ہے، اس کے بعد تم مجھے کبھی بھی اُداس نظر نہیں آتے۔"

"وہ اور بات ہے......!"

رچرڈ نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"چلو......! پھر خوش ہی ہولوں......!"

☆☆☆

بظاہر رامن ایسکو بار ملازمت سے محروم تھا۔ اس کے باوجود وہ بیش



قیمت لباس پہنتا تھا۔ نئے ماڈل کی کیڈی لاک ڈرائیو کرتا تھا۔ مہنگے ریستوران میں کھانا کھاتا تھا اور بے شمار حسین عورتوں سے اس کی دوستی تھی۔ وہ بے کار تھا، لیکن رئیسوں کی سی زندگی گزارتا تھا...... بلکہ نہیں، وہ تو بادشاہ تھا۔ نیویارک اس کی سلطنت تھی۔ اس کے لئے نیویارک کی سڑکوں پر سونا بکھرا ہوا تھا کہ بس وہ ہاتھ بڑھائے اور اُٹھا لے۔ اور وہ ایسا ہی کرتا تھا، اور اسے روکنے والا کوئی نہیں تھا۔ اسے روکنے کی کوشش تو بے شک کی جاتی تھی، لیکن وہ زیادہ پھرتیلا اور زیادہ چالاک تھا۔ اس کے انداز، اس کی چال ڈھال میں شاہوں کا سا اعتماد اور وقار تھا۔

سوال یہ تھا کہ یہ شاہی طور طریقے یوں ہی تو برقرار نہیں رکھے جا سکتے۔ اس کے لئے وہ کرتا کیا تھا......؟ بظاہر تو کچھ بھی نہیں۔ لیکن درحقیقت ہیرا پھیری، منشیات فروشی اور دلالی...... اور ان سے بھی بڑھ کر سڑکوں پر بوڑھے راہ گیروں کو لوٹنا۔

رچرڈ گینر ایک ہفتے سے اس پر نظر رکھے ہوئے تھا۔

رہزنی کے معاملے میں رامن کا طریق واردات بے حد سادہ تھا، اور وہ ٹکے بندھے اُصولوں کے تحت کام کرتا تھا۔ اس کی کارکردگی کراماتی لگتی تھی۔ بنیادی بات یہ تھی کہ وہ نہ تو لالچی پن کا مظاہرہ کرتا تھا، اور نہ بے صبرے پن کا۔ جب تک ماحول اس کے حق میں پوری طرح سازگار نہ ہوتا، وہ قدم اُٹھاتا ہی نہیں تھا۔

ایک رات میں وہ دو وارداتیں کبھی نہیں کرتا تھا۔ وقت صرف رات کا ہوتا تھا۔ میدان یا تو اندھیری سڑکیں ہوتی تھیں یا چھوٹے چھوٹے پارک۔ اور شکار صرف بوڑھے، کمزور اور بے بس لوگ...... بلکہ کوئی معذور ہو تو اور بھی اچھا۔ اس کے علاوہ کام کے وقت وہ اپنے حلیے میں بھی تبدیلی کرتا

تھا۔

پرانی بوسیدہ جینز، سیاہ شرٹ، اور سیاہ جیکٹ۔ اب اس حلیے کے لوگ تو اس لباس میں سینکڑوں کی تعداد میں سڑکوں پر پھرتے ہیں۔ پھر یہ تھا کہ وہ شکار بڑی احتیاط سے منتخب کرتا تھا اور بیشتر اوقات تو وہ بے چارے اس کی ایک جھلک بھی نہیں دیکھ پاتے تھے۔ وہ ان پر عقب سے، اور بڑی بے رحمانہ پھرتی کے ساتھ جھپٹتا تھا۔ وہ اس کا حلیہ کیا بتاتے......؟ جبکہ ان بے چاروں کی سمجھ میں تو یہ بھی نہیں آتا تھا کہ ان کے ساتھ کیا ہوا ہے... بلکہ ان میں سے چند ایک تو اپنی رقم کے ساتھ زندگی سے بھی محروم ہوگئے تھے۔

''تو یہ تھا رامن ایسکوبار......!''

نام باوقار تھا، مگر وہ خود بے توقیر...... ظاہری طور پر بادشاہ، جس کے قالب میں روح کاک روچ کی تھی۔ اور وہ رچرڈ گینر کی اس کرشاتی زندگی کا جواز فراہم کرنے والا تھا۔

قرض اور فرض، دونوں کی ادائیگی کا وقت آگیا تھا۔

☆☆☆

اپنے بیڈ روم کے عقب میں واقع کوٹھڑی کاٹھ کباڑ سے اٹی پڑی تھی۔ وہیں ایک پرانے کارٹن میں رچرڈ گینر کو وہ دو ماسک مل گئے۔ وہ ایک جیسے تھے، اور اس کے جڑواں بیٹیوں کی یادگار تھے۔ وہ ماسک چہرے پر لگا کر انہوں نے اسکول میں ہونے والے ایک مذہبی ڈرامے میں کام کیا تھا۔ وہ ربڑ کے لچک دار ماسک تھے، جنہیں سر پر چڑھایا جاتا تھا۔ آنکھوں، نتھنوں اور ہونٹوں کی جگہ ان میں سوراخ تھے۔

اس نے وہ ماسک لگا کر خود کو آئینے میں دیکھا۔ اسے مسیح کے ایک



حواری کا باریش چہرہ خود کو گھورتا نظر آیا۔ وہ تاثر ایسا زبردست تھا کہ اس کے جسم میں سنسنی سی دوڑنے لگی۔

کیسی عجیب بات تھی۔ جہاز کے حادثے میں اپنے جن جڑواں بیٹوں کو گنوا کر اسے دوسری...... نئی زندگی ودیعت کی گئی تھی، انہی کے ماسک چہرے پر لگا کر اسے اس دوسری...... نئی زندگی کا قرض ادا کرنا تھا۔ خدا کا سونپا ہوا فرض پورا کرنا تھا اور وہ ماسک کرائسٹ کے ایک حواری کے چہرے کے نقوش پیش کرتے تھے۔

☆☆☆

ایک رات نیوز کے دوران رچرڈ نے ٹی وی پر کیپٹن جمیل نعمان کو دیکھا۔ وہ ڈِنر سوٹ پہنے، ایک فلاحی کام کے سلسلے میں چندہ جمع کرنے والی ایک تقریب میں پولیس کمشنر کے ساتھ بیٹھا تھا۔ میئر تقریر کر رہا تھا، جبکہ جمیل اونگھ رہا تھا۔ پھر تالیوں کی آواز سن کر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس وقت رچرڈ کو ایسا لگا جیسے جمیل براہ راست اسے دیکھ رہا ہے۔

رچرڈ بھی ٹکٹکی باندھے اس شخص کو دیکھتا رہا جو اس کے اس جسم کو بچانے کا سبب بنا تھا۔ ایک طرح سے وہ اس کا محسن تھا...... زبردستی کا محسن......!

پہلی بار رچرڈ کو احساس ہوا کہ کیپٹن جمیل کی آنکھیں اس کی باطنی شخصیت کی عکاس نہیں۔ وہ بتا رہی تھیں کہ ان کا مالک ایک حساس، محبت کرنے والا اور دوسروں کا خیال رکھنے والا انسان ہے۔

ان آنکھوں میں اسے اپنے لئے ایک پیغام نظر آیا۔ وہ کہہ رہی تھیں......

''ہم انسان کوئی چیز، کوئی مضمون نہیں کہ جنہیں تجزیہ کرنے کے بعد پیک کر کے ایک طرف ڈال دیا جائے۔ ہم اشرف المخلوقات ہیں۔ ہمارے اندر بے شمار اسرار چھپے ہیں۔''

''ٹھیک کہتے ہو......!''

رچرڈ گینر بڑبڑایا۔

''میں خود ایک بہت بڑا اسرار ہوں۔''

اس وقت منظر تبدیل ہوگی۔ اب اسکرین پر پادری کلنٹن ٹیلر کا چہرہ تھا۔ اور وہ بالکل مختلف بات کر رہا تھا۔ یہاں نہ محبت تھی، نہ خوشی، نہ گرم جوشی اور نہ ہی مستقبل کے لئے کوئی اُمید۔ یہاں تو صرف خوف تھا، خدا کے قہر کا خوف، تنبیہات اور ڈراوے، جو نہیں مانے گا، اسے خدا تباہ کر دے گا۔ یہودیوں کو اور کرائسٹ کے منکرین کو بچ نکلنا چاہئے۔ ورنہ بعد میں مہلت نہیں ملے گی۔

کلنٹن ٹیلر خبردار کر رہا تھا۔

☆☆☆

رچرڈ گینر پھر لائبریری میں تھا۔ اس بار وہ جرائم کے اعداد وشمار جمع کر رہا تھا، جو قانون نافذ کرنے والے اداروں نے مرتب کئے تھے۔

دراصل وہ میڈیا کے لئے ایک خط ترتیب دے رہا تھا۔ اس خط میں ہر بات مصدقہ ہو، ہر چیز کا ثبوت ہو، اس بات کی بہت اہمیت تھی۔ اس خط میں مستند حقائق کے علاوہ ایک قائل کرنے والا نظریہ بھی ہونا چاہئے۔ ورنہ کوئی بھی اسے سنجیدگی سے نہیں لے گا۔

حقائق جمع کرنے کے بعد وہ لائبریری سے نکل آیا۔ گھر میں بیٹھ کر



اس نے سات گھنٹے کی محنت کے بعد وہ خط مرتب کیا، جس کے بارے میں اسے اُمید تھی کہ اس میں میڈیا کو قائل کرنے والا نظریہ اور اپیل موجود ہے۔

''جنابِ مدیر......!

ایف بی آئی کے تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق امریکہ میں ہر 23 منٹ کے بعد ایک قتل ہوتا ہے۔ ہر 6 منٹ میں ریپ کا ایک کیس ہوتا ہے۔ ہر 58 سیکنڈ میں رہزن کو واردات اور ہر 9 سیکنڈ میں نقب زنی کی ایک واردات ہوتی ہے۔

یہ سب کچھ راتوں رات نہیں ہوگیا۔ برسوں سے ہمارا نظامِ عدل ان خطوط پر کام کر رہا ہے کہ جیسے مجرموں کو مظلوموں کے مقابلے میں زیادہ تحفظ اور حقوق حاصل ہوں۔ بدترین جرم کرنے کے بعد مجرم منٹوں میں ضمانت پر رہا ہو جاتے ہیں۔ اور پہلے جرم کی سماعت شروع ہونے سے پہلے وہ مزید کئی وارداتیں کر چکے ہوتے ہیں۔

ہر روز بے رحمانہ وارداتوں کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ہر روز مظلوموں کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ مجرموں کو ذہنی اور نفسیاتی مریض قرار دے کر اور ان کے مجرمانہ رجحانات کو معاشرے کی ناہمواریوں کا نتیجہ قرار دے کر ان سے ہمدردی کی جاتی ہے، اور ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ اعداد و شمار کا گراف اوپر کی طرف بڑھتا ہے اور حقیقی مظلوم تحفظ اور انصاف کے لئے ترستے رہتے ہیں۔

سب جانتے ہیں کہ کیا ہو رہا ہے......؟ کسی کا
جان و مال اور عزت آبرو محفوظ نہیں...... سڑکوں پر کیا،
لوگ اپنے گھروں میں بھی محفوظ نہیں۔ یہ حکومت کی ذمہ
داری ہے کہ پُرامن شہریوں کو خوف سے نجات دلائے۔
لیکن لوگ اپنے اس بنیادی حق سے محروم ہیں۔

یہ خط جس کی نقول پورے میڈیا کو بھیجی جا رہی
ہیں، درحقیقت میرا یہ دوٹوک اور واضح اعلان ہے کہ میں
نے اس سلسلے میں کچھ کرنے کا عہد کر لیا ہے۔ یہ بات
سمجھ لیں کہ میں کوئی نفسیاتی مریض یا پاگل نہیں ہوں۔
میں نیویارک کا ایک ہوش مند اور باشعور شہری ہوں، جو
اپنے طور پر عام لوگوں کی فلاح کے لئے کچھ کرنا چاہتا
ہے۔

میں اس بات پر یقین نہیں رکھتا کہ لوگ
معاشرے کی بدسلوکی کے نتیجے میں مجرم بنتے ہیں، یا تعلیم
سے محرومی، بے روزگاری اور نسلی یا مذہبی تعصب انہیں جرم
کی راہ پر لے جاتا ہے۔ میرے نزدیک وہ مجرم نہیں، بلکہ
جرائم پیشہ ہیں۔ جیسے لوگ ویٹر، پلمبر، سیلز مین یا الیکٹریشن
بنتے ہیں، اسی طرح انہوں نے اپنی مرضی سے جرم کو اپنا
پیشہ بنایا ہے۔ چنانچہ انہیں سزا بھی ملنی چاہئے۔ اگلے چند
روز میں میں اس سزا کے نفاذ کے سلسلے میں عملی قدم
اُٹھاؤں گا۔

مناسب وقت پر میں آپ کو وقت، مقام اور



طریق کار کے بارے میں مطلع کروں گا۔ میں چاہتا ہوں
کہ آپ اس طرف دھیان دیں۔ اس کی تشہیر درحقیقت
ایک قومی خدمت ہوگی۔ اُمید ہے کہ اس طرح ہم اپنے
گھروں کو وحشی بھیڑیوں سے محفوظ کرنے کی سمت میں
قدم بڑھا سکیں گے۔"

رچرڈ نے یہ خط اپنے ایک بیٹے کے پرانے پورٹیبل ٹائپ رائٹر پر
ٹائپ کیا۔ پھر وہ دیر تک بیٹھ کر سوچتا رہا کہ اس پر کیا نام دیا جائے۔ اچانک
ہی نام کی اہمیت اس خط جتنی ہی اہمیت اختیار کر گئی تھی۔ آخر میں اسے مالک
کا ہی حوالہ سوجھ گیا، جو وہ اس مہم جوئی میں استعمال کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔
چنانچہ اس نے نیچے لکھ دیا۔

"......مسیح کا ایک حواری......!"

وہ اس سے خوش اور مطمئن تھا۔ یہ نام اس کے مشن کی روح کو
عیاں کر رہا تھا۔

اگلے روز اس نے اس خط کی فوٹو کاپیاں بنوائیں اور انہیں تمام
اخبارات اور ٹی وی چینلز کو ڈاک کے ذریعے بھجوا دیا۔ پھر وہ گھر گیا۔ اس
نے خط کو کئی بار پڑھا۔ وہ اس سلسلے میں فکر مند تھا۔

کیا اسے مجرمانہ سمجھا جائے گا......؟ یا احمقانہ......؟ پاگل پن......؟

لیکن ذاتی طور پر وہ مطمئن تھا۔ جو کچھ اس نے لکھا تھا، اپنے وجود
کی کامل سچائی کے ساتھ لکھا تھا۔



پوسٹ کا ہیری بلیک اپنے دفتر سے نکل ہی رہا تھا کہ کیلی نے

اشارے سے اسے بلا لیا۔ ہیری رپورٹر تھا۔ مگر اس وقت منیجنگ ایڈیٹر
نظرانداز کر کے لفٹ کی طرف بڑھا۔ لیکن اسی وقت کیلی نے بلند آواز میں
پکارا۔

"ہیری......!"

اب ہیری کے لئے نکلنا ناممکن تھا۔ وہ شیشے کے اس کیبن کی طرف
بڑھا، جو کیلی کا دفتر تھا۔

"کیا مسئلہ ہے کیلی......؟ تمہیں میری مصروفیت کا پتا ہے۔"

اس نے کہا۔

کیلی نے اسے وہ فوٹو کاپی تھما دی۔

"ذرا اسے پڑھ لو......!"

ہیری نے سرسری انداز میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ ایک خط ہے......بس......!"

"پڑھ کر بات کرو......! میرے خیال میں تو یہ ایک اسٹوری ہے۔"

ہیری نے خط پڑھا۔

"جو کچھ رہا ہے، وہ کرے بھی، تو اسٹوری بنے گی۔"

لیکن دستخط دیکھ کر وہ چونکا۔

"ایک حواری...... ارے باپ رے......!"

"میں یہ چھاپ رہا ہوں۔"

کیلی نے کہا۔

"کیوں......؟"

"کیونکہ جرائم کی بڑھتی ہوئی شرح پر ہم آج جو اداریہ شائع کر رہے
ہیں، یہ اس کا تاثر اور بڑھا دے گا۔ اور اگر اس حواری نے [illegible]



عمل بھی کر دکھایا تو ہمیں دوسرے اخباروں پر فوقیت حاصل ہوگی۔"

ہیری نے خط کیلی کی میز پر پٹخ دیا۔ لیکن کیلی نے اسے اُٹھا کر
دوبارہ اسے دیا۔

"میں نے اس کی نقول بنوا لی ہیں۔ یہ تم رکھ لو......!"

"کیوں......؟ اس کے اسلوبِ تحریر کو اپنانے کے لئے......؟"

"اس سے تمہیں نت نئے خیال سوجھ سکتے ہیں۔"

ہیری نے خط کی کاپی جیب میں ٹھونس لی۔

"مجھے اسے میں شبہ ہے۔"

چند گھنٹے بعد وہ اپنے ہفتہ وار ٹاک شو میں تھا، جس کی وہ میزبانی
کرتا تھا۔ وہاں اچانک اسے اس خط کا خیال آیا، اور اس نے بے سوچے
سمجھے اسے باہر نکال لیا۔ اس کے مہمان پروگرام کو آگے نہیں بڑھا پا رہے
تھے، اور وہ اس پر کڑھ رہا تھا۔

اس نے کیمرے کے سامنے وہ خط پڑھا اور فوراً ہی بات بن گئی۔
اس کے دونوں مہمانوں میں جیسے زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ ان میں سے ایک سیاہ
فام معلم تھا۔ اس نے اس خط کو نسلی تعصب کا شاخسانہ قرار دیتے ہوئے کہا
کہ میڈیا کو ایسی چیزوں پر توجہ ہی نہیں دینی چاہئے۔ دوسرا ایک ترقی پسند
سیاسی تجزیہ کار تھا۔ اس نے اسے فتنہ قرار دیا۔

ہیری بلیک نے موقع سے فائدہ اُٹھایا۔

"آپ دونوں کس کے لئے فکر مند ہیں......؟"

اس نے پوچھا۔

"مجرموں کے لئے یا ان کے شکاروں کے لئے......؟"

پروگرام کا وقت ختم ہوا تو شرکاء کے درمیان چیخنے کا مقابلہ چل رہا تھا

اور پروگرام کے دوران انہیں معمول سے تین گنا زیادہ لائیو کالز موصول ہوئی تھیں۔ بعد میں اس شو کے گزشتہ دو سال کے دوران ہونے والا کامیاب ترین شو قرار دیا گیا۔

☆☆☆

رات کا ڈیڑھ بج رہا تھا۔ رچرڈ گینر شمالی برونکس کے ایک بار میں بیٹھا تھا، جو ایک تھانے کے قریب واقع تھا۔ وہاں ڈیوٹی آف کر کے آنے والے پولیس والے بیٹھے تھے۔

رچرڈ نے ان میں سے ایک الگ تھلگ سے پولیس والے کو منتخب کر لیا تھا، جو اکیلا بیٹھا تھا۔ جب اسے احساس ہوا کہ وہ پولیس والا اُٹھنے کی تیاری کر رہا ہے تو اس نے ایک نوٹ میز پر رکھا اور عقبی دروازے سے نکل کر پارکنگ لاٹ میں آ گیا۔ وہ نہ تو خوفزدہ تھا، نہ نروس۔ البتہ اس کے وجود میں ہیجان لہریں لے رہا تھا۔

پارکنگ لاٹ کافی بڑا تھا، اور وہاں اندھیرا تھا۔ وہاں چند کاریں تھیں، جن کے مالک بار میں بیٹھے تھے۔ باہر سب دُکانیں بند ہو چکی تھیں اور سڑکیں سنسان تھیں۔

اس نے اپنی کار اپنے منتخب پولیس افسر کی کار کے قریب لگا دی۔ پھر اس نے حواری کا ماسک اپنے سر پر چڑھایا اور اپنے ایک بیٹے کو ٹوائے پسٹل ڈیش بورڈ سے نکال کر جیب میں رکھا اور کار سے اُتر کر قریب ہی اندھیرے میں چھپ گیا۔ اب اسے انتظار کرنا تھا۔

چند منٹ بعد اسے قریب آتے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ کار کا دروازہ کھلنے کی آواز سن کر وہ اس طرف دبے پاؤں بڑھا۔



ان کے درمیان دس فٹ کا فاصلہ رہ گیا تو پولیس والے کو اس کی موجودگی کا احساس ہوا۔ اس نے دیکھا تو سمجھا کہ اس کا کوئی کھلنڈرا ساتھی اسے بے وقوف بنا رہا ہے۔ وہ سر جھٹکتے ہوئے مسکرایا۔

''اے ٹونی......! تمہیں ماسک کی کیا ضرورت پڑ گئی......؟ تمہارا اپنا چہرہ ہی اس ماسک سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔''

رچرڈ کی طمانیت بڑھ گئی۔ اسے تو وہ پسٹل اصلی لگ رہا تھا۔ لیکن ثابت ہو گیا کہ اس سے وہ کسی پروفیشنل کو نہیں ڈرا سکتا۔ چاہے وہ پولیس والا ہو یا کوئی مجرم۔ اور وہ خود بہرحال امیچور تھا...... شوقیہ کھلاڑی، جسے پروفیشنلز سنجیدگی سے لینے کے لئے تیار نہیں تھے۔

''ٹونی......! تم کب بڑے ہو گے......؟''

پولیس والے نے چھیڑنے والے انداز میں کہا۔

''تھوڑے سے مذاق میں کسی کا کیا بگڑتا ہے......؟''

رچرڈ نے کہا۔

''لیکن مجھے چڑھی ہوئی ہو اور میں تمہیں نہ پہچانوں اور شوٹ کر دوں تو......؟''

''تو میں مر جاؤں گا۔''

''اور مجھ پر قتل کا کیس بن جائے گا۔ یہ کیا مذاق ہوا......؟''

پولیس والے نے کہا اور اپنی گاڑی میں بیٹھنے کے لئے پلٹا۔ اسی لمحے رچرڈ گینر نے ٹوائے پسٹل کے دستے سے اس کی کھوپڑی بجا دی۔ پولیس والا گرا اور ساکت ہو گیا۔

ماسک کے پیچھے سے رچرڈ اسے دیکھ رہا تھا۔ زندگی میں پہلی بار اس نے کسی کو بے ہوش کیا تھا۔ اسے حیرت ہو رہی تھی کہ یہ کام اتنا آسان ہے۔

بہر حال بڑے سکون سے اس نے پولیس والے کی بیلٹ سے ہولسٹر ریوالور سمیت اُتارا اور اپنی کار کی طرف چل دیا۔ کار میں بیٹھنے کے بعد اس نے چہرے سے ماسک اُتارا اور اسے ٹوائے پسٹل کے ساتھ ڈیش بورڈ میں رکھ دیا۔

اس نے کار اسٹارٹ کی، پھر اچانک وہ اُترا اور نیچے گرے ہوئے پولیس والے کی طرف گیا۔ اسے یاد آ گیا تھا کہ وہ ایک اہم بات بھول گیا ہے۔ اسے وہاں اپنی نشانی بھی تو چھوڑنی تھی۔ آخر وہ ایک بڑے کام کا آغاز کر رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اسے پہچانا جائے، اور یاد بھی رکھا جائے۔ اس نے سفید رنگ کا ایک سادہ کارڈ، جس پر...... ایک حواری، ٹائپ کیا گیا تھا، پولیس والے کی ہتھیلی پر رکھ دیا۔

پھر وہ اپنی گاڑی میں بیٹھا اور سڑک پر آ گیا۔ اسے ہتھیار بھی مل گیا تھا...... قانون نافذ کرنے والے ایک افسر کا سروس ریوالور، سرکاری ہتھیار......! یہ بات سب کو معلوم ہو جائے کہ وہ ریوالور اب اس کے پاس ہے۔ اور وہ یہی چاہتا تھا۔

کھیل شروع ہو رہا تھا۔

☆☆☆

دو دن بعد، رات کے وقت رچرڈ گینز براڈ وے کے علاقے میں غربی 87 ویں اسٹریٹ پر اپنی گاڑی میں بیٹھا تھا۔ براڈ ویز سینٹر مال کی تمام بنچیں بھری ہوئی تھیں۔ وہاں بیٹھنے والے تنہائی زدہ بوڑھے لوگ تھے۔ لوگ جو انسانی دید اور آوازوں کو ترستے ہیں۔

وہیں ایک بنچ پر رامن ایسکو بار بھی بیٹھا تھا۔ وہ نہ بوڑھا تھا نہ تنہائی



زدہ۔ اس کی وہاں موجودگی کی اپنی وجوہات تھیں۔ اور رچرڈ گینز اس پر نظر رکھے ہوئے تھا۔

سفید سروں والے، جھریوں سے بھرے چہروں والے بوڑھوں کے درمیان رامن بادشاہوں کی سی شان سے بیٹھا تھا۔ بس سر پر تاج اور جسم پر فاخرانہ لباس کی کمی تھی۔ وہ گرد و پیش کا ایسے جائزہ لے رہا تھا جیسے بادشاہ اپنی رعایا کو دیکھ رہا ہو۔ اس کے ہونٹ کھلے ہوئے تھے، جیسے وہ رعایا سے خطاب کرنے والا ہو۔

پھر رامن بنچ سے اُٹھ کر کھڑا ہوا۔

براڈ وے کراس کر کے وہ 87 ویں اسٹریٹ پر چل دیا۔ اس سے کچھ آگے ایک بوڑھی گٹھیا زدہ عورت بھاری قدموں سے جا رہی تھی۔ رچرڈ نے سمجھ لیا کہ شکرا چڑیا پر جھپٹنے والا ہے۔

رچرڈ نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ ٹریفک بھی نہیں تھا اور راہ گیر بھی اِکا دُکا ہی تھے۔ سڑک پر دونوں طرف بڑے بڑے اپارٹمنٹ ہاؤس تھے۔ ان کے درمیان وہ سڑک سرنگ سی لگتی تھی۔

دریائے ہڈسن کی طرف سے ہوا کا جھونکا آیا۔ سڑک پر پڑے کاغذ کے پرزے سرسرانے لگے۔

رچرڈ گینز بہت چوکنا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ایکشن کا لمحہ بہت قریب ہے۔ اس کے جسم میں سنسنی دوڑ رہی تھی اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ سچ یہ ہے کہ اسے لطف آ رہا تھا۔ اس کے نزدیک یہ ایک کھیل تھا...... دلچسپ اور سنسنی خیز کھیل......!

چند لمحے بعد رامن ایسکو بار اچانک ہی آگے کی سمت جھپٹا۔ اپنے کپڑوں کی وجہ سے اس کا وہ تحرک ایک سیاہ تیر سے مشابہ تھا، جسے چلّے پر

چڑھا کر چھوڑ دیا گیا ہو۔ اس اندھیرے میں اسے دیکھنا آسان نہیں تھا۔

رامن بوڑھی عورت پر جھپٹا، اس نے اس کے ہاتھ سے پرس
اور اسے پوری قوت سے ایک طرف دھکیل دیا۔ بوڑھی عورت چلائی۔ مگر
دیر میں رامن کہیں کا کہیں پہنچ چکا تھا اور خدا اور رچرڈ گینز کے سوا
عورت کی پکار سننے والا وہاں کوئی نہیں تھا۔

رچرڈ گینز بوڑھی عورت کا حالِ زار دیکھنے کے لئے بھی نہیں
اسے تو رامن کا تعاقب کرنا تھا، جو اسٹریٹ کارنر سے گھوم کر ویسٹ اینڈ
کی طرف دوڑ رہا تھا۔ عورت سے چھینا ہوا پرس اس کے ہاتھ میں نظر نہیں
رہا تھا۔ اسے شاید اس نے جیکٹ کے اندر رکھ لیا تھا۔

رچرڈ کو معلوم تھا کہ رامن ایسکوبار کدھر جا رہا ہے......؟ ایک گ
پہلے اس نے رامن کو وہاں کار پارک کرتے دیکھا تھا۔

دو بلاک کا فاصلہ طے کر کے رامن ایسکوبار اس مقام پر پہنچا، جہ
اس نے اپنی سفید کیڈ بلاک کھڑی کی تھی۔ گاڑی میں بیٹھ کر وہ دریائے
کی طرف چل دیا۔

رچرڈ گینز ایک بلاک کا فاصلہ رکھ کر اس کا تعاقب کر رہا تھا۔
سائیڈ ڈرائیو اور ہنری ہڈسن پارک وے سے گزر کر وہ ریور سائیڈ پارک
علاقے میں داخل ہوا۔ اب وہ دریا کے کنارے کے ساتھ ڈرائیو کر رہا تھا۔

پھر ایک جگہ رامن نے گاڑی روک دی۔

رچرڈ گینز نے فاصلے کا خیال رکھتے ہوئے اپنی گاڑی درختوں
اوٹ میں کھڑی کی اور باہر آ گیا۔

اس کی لنگڑاہٹ ابھی باقی تھی۔ لیکن وزن اُٹھانے کی ایکسرسائز
باقاعدگی سے کرتا رہا تھا۔ اس کی وجہ سے اس میں طاقت آئی تھی، اور



اپنا جسم اپنے کنٹرول میں محسوس ہوتا تھا۔

وہ گھوم کر اس طرف بڑھا، جہاں رامن نے اپنی کار کھڑی کی تھی۔

وہ بالکل رامن جیسے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ پیروں میں رننگ شوز تھے۔ یہ
سب اس نے رامن ہی سے سیکھا تھا۔

درختوں اور جھاڑیوں کے درمیان وہ آگے بڑھتا رہا۔ دریا کے بہنے
کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ لیکن پانی سیاہ لگ رہا تھا۔ یہاں کبھی
روشنیوں کا اہتمام کیا گیا تھا۔ لیکن لفنگوں اور اُچکوں نے بلب توڑ دیئے تھے،
اور شہری انتظامیہ نے دوبارہ بلب لگانے کی زحمت نہیں کی تھی۔

پارک خالی تھا، ایک متروک میدانِ جنگ...... ساعتوں میں سے
لذت کے لمحے چرانے والے جوڑے بھی اب وہاں آنے سے ڈرتے تھے کہ
کہیں اس اندھیرے میں کوئی ان کے ساتھی کو ہی اُچک لے جائے۔

درختوں کے درمیان سفید کیڈ بلاک نظر آئی تو رچرڈ گینز رُک گیا۔
اس نے ماسک سر پر چڑھایا، جیب سے سیاہ چرمی دستانے نکال کر پہنے اور
پولیس والے سے چھینا ہوا ریوالور ہاتھ میں لے لیا۔ پھر وہ جھکتا ہوا کیڈ
بلاک کی پسنجرز سائیڈ کی طرف بڑھا۔ وہاں پہنچ کر وہ اچانک اُٹھا اور کار کی
کھلی کھڑکی سے اس نے ریوالور تانا۔ ریوالور کا رُخ رامن ایسکوبار کے سر کی
طرف تھا۔

☆☆☆

”ہلنا مت......! ورنہ مارے جاؤ گے۔“
رچرڈ نے کہا۔
رامن نے حواری کے اس ربڑ کے چہرے کو دیکھا۔ دو بار اس کا منہ

کھلا، پھر دونوں بار اس نے ہونٹ بھینچ لئے۔ اس اندھیرے میں ریوالور سے
زیادہ اسے ماسک نے ڈرا دیا تھا۔ وہ اس وقت بوڑھی عورت کے پرس سے
نکلنے والی چیزیں دیکھ رہا تھا، جو کار کی خالی سیٹ پر بکھری ہوئی تھیں۔

کیش...... چیک...... بینک بکس...... کریڈٹ کارڈ...... چابیاں......
خطوط...... شاید ہر وہ چیز جو بوڑھی عورت کے نزدیک قیمتی تھی۔

اور رامن کے ہاتھ میں بندوں کی ایک جوڑی، ایک کنگن اور دو
انگوٹھیاں تھیں۔ بوڑھی عورت کے نزدیک وہ اتنی قیمتی ہوں گی کہ اس نے
انہیں گھر پر چھوڑ کر نکلنا گوارا نہیں کیا اور اس کے باوجود وہ ان سے محروم ہو
رہی تھی۔

"یہ سب چیزیں سیٹ پر رکھ دو......!"

رچرڈ نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

رامن اب بھی خوف زدہ نظروں سے اس کے ماسک کو دیکھے جا رہا
تھا۔

"سنا نہیں تم نے......؟"

رامن نے تیزی سے اس کے حکم کی تعمیل کر دی۔

"اب کار سے نکل آؤ......!"

"اے مسٹر......! تم مجھے میری گاڑی سے محروم کرنا چاہتے ہو......؟"

رامن نے فریاد کرنے والے انداز میں کہا۔

"سنو......! یہ ساری چیزیں تم لے لو۔ لیکن یہ کیڈی تو قانونی طور پر
میری ہے...... میری خریدی ہوئی ہے...... یہ مت چھینو......!"

"اُترو......! ورنہ میں تمہارا بھیجہ بکھیر دوں گا۔"

"اے بھائی......! میرا کچھ خیال کرو......!"



"ضرور......! کیوں نہیں......؟ میں تمہارا اتنا ہی خیال کروں گا، جتنا
تم نے اس بوڑھی عورت کا کیا تھا...... بلکہ اس سے کچھ زیادہ...... اگر تم پھرتی
سے کار سے اُترے تو میں تمہیں زندگی بھی بخش دوں گا۔"

"شٹ......! یہ کار میرے خون پسینے کی کمائی ہے۔"

رامن منمنایا۔

"غلط......! اس میں خون بھی کمزور اور مجبور بوڑھوں کا ہے، اور
پسینہ بھی۔"

رچرڈ غرایا۔

"میں کہتا ہوں...... اُترو......!"

رامن نے کئی بار سر جھٹکا۔

"یہ تو بڑی بے انصافی ہے۔"

لگتا تھا کہ وہ مفلوج ہو گیا ہے۔ جسم کو جنبش دینے پر بھی قادر نہیں
ہے۔

رچرڈ نے ریوالور دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے تھام لیا۔ اس نے
ٹی وی ڈراموں میں پولیس والوں کو ایسا کرتے دیکھا تھا۔ اور ریوالور کا رخ
رامن کی آنکھوں کے درمیان، پیشانی کی طرف تھا۔

"میں صرف تین تک گنوں گا۔"

رامن کا انداز بتاتا تھا کہ اسے اپنی کیڈی سے بہت محبت ہے۔

"ایک......!"

رچرڈ نے گنتی شروع کی۔

رامن براہِ راست ریوالور کی نال میں دیکھ رہا تھا۔

"دو......!"

رامن نے خشک ہونٹوں پر زُبان پھیری لیکن اپنی جگہ سے ہلا نہیں۔

''تین......!''

رچرڈ نے کہا اور دھیرے دھیرے ٹریگر پر دباؤ بڑھانے لگا۔ اس نے رامن کی آنکھوں میں دیکھا۔ ان میں اضطراب تھا اور بچت کے کسی راستے کی جستجو۔

پھر رامن نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ وہ ٹٹولنے، کھنگالنے والی نظریں تھیں۔

رچرڈ کے ذہن میں رامن کی آنکھوں کا وہ پیغام پڑھا۔ پھر اس کی آنکھوں نے جوابی پیغام دیا۔ یہ الگ بات کہ وہ اس پیغام کو خود نہیں سمجھ سکا لیکن رامن ایسکو بار نے وہ پیغام سمجھ لیا تھا۔ وہ گاڑی سے اُتر آیا۔

رچرڈ ریوالور سے اس کے سر کی نشست باندھے گھوم کر اس طرف گیا۔

''پیچھے گھوم جاؤ......!''

اس نے حکم دیا۔

''اب تم کیا مجھے پیچھے سے شوٹ کرو گے......؟''

''میں نے کہا......گھوم جاؤ......!''

''تم بہت برے ہو۔ میں نے بھی برا کیا......لیکن کم از کم کسی کی جان تو نہیں لی۔''

اب رامن کی ٹانگیں لرز رہی تھیں۔ پھر وہ دوسری طرف گھوم گیا۔

رچرڈ نے ریوالور کے دستے سے اس کے سر پر وار کیا اور نیچے گرتے دیکھا۔

''اوہ......! تو میں اس کام میں ماہر ہو گیا ہوں۔''



اس نے حیرت سے سوچا۔

اسی لمحے اس کی سمجھ میں اپنی آنکھوں کا وہ پیغام آ گیا، جو رامن نے سمجھ لیا تھا، لیکن وہ خود نہیں سمجھ پایا تھا۔ رامن نے جان لیا تھا کہ بات نہ ماننے کی صورت میں اسے بلا جھجک شوٹ کر دیا جائے گا۔

رچرڈ نے جیکٹ کی جیب سے نائلون کی رسی نکالی، رامن کے ہاتھ پاؤں سختی سے باندھے اور اس کے منہ میں اس کا رومال ٹھونس کر اسے کیڈ بلاک کی عقبی سیٹ پر ڈال دیا۔ بوڑھی عورت کے پرس سے نکلی ہوئی تمام چیزیں اس نے سیٹ پر ہی چھوڑ دیں۔ پھر اس نے حواری والا کارڈ پن کی مدد سے رامن کی جیکٹ پر لگا دیا۔ پھر کچھ خیال آیا تو اس نے گلوو کمپارٹمنٹ کا جائزہ لیا۔ اس میں ایک ریوالور، سائیلنسر اور چرائے ہوئے جعلی شناختی کارڈز اور کریڈٹ کارڈز کی گڈی تھی۔

وہ سب کچھ اس نے جیب میں ڈال لیا کہ ان کے بارے میں بعد میں سوچ کر فیصلہ کرے گا۔ پھر اس نے کار کو لاک کیا، اس کی چابیاں ایک ٹائر کے پیچھے زمین پر رکھ دیں اور اپنی گاڑی کی طرف چل دیا۔

دس منٹ بعد اس نے ایک بوتھ سے متعلقہ تھانہ کو فون کیا۔

''میری بات دھیان سے سنو......!''

وہ منہ پر رومال رکھ کر بول رہا تھا۔ تا کہ اس کی آواز کی شناخت ممکن نہ رہے۔ اس نے بوڑھی عورت کے ساتھ ہونے والی واردات کے بارے میں بتایا، پھر کہا۔

''یہ واردات رامن ایسکو بار نامی اُچکے نے کی تھی۔ اس وقت وہ 90 اسٹریٹ اور ہڈسن کے قریب سفید کیڈی لاک میں بندھا پڑا ہے۔ کار کی چابیاں اگلے ٹائر کے پیچھے زمین پر پڑی ملیں گی۔ جاؤ اور اسے گرفتار کر

لو......!"

"تم کون ہو......؟"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"حواری......!"

پھر اس نے مختلف جگہوں سے ان تمام اخبارات اور چینلز کو فون کیا، جنہیں اس نے اپنے خط کی کاپی بھیجی تھی۔ اس نے انہیں بھی یہ سب کچھ بتایا۔ اسے یقین تھا کہ اب اسے سنجیدگی سے لیا جائے گا۔

اسے یہ بھی اطمینان تھا کہ جو زندگی اسے بطور بونس ملی ہے، وہ اس سے بہت اچھا استفادہ کر رہا ہے۔ اس نے ایک بہت بڑے کام کا بہت کامیابی سے آغاز کر دیا تھا۔

☆☆☆

کیپٹن جمیل نعمان اس وقت پولیس کمشنر مائیکل ویسٹلے کے ساتھ اس کی لیموزین میں تھا۔ گاڑی بھی سرکاری تھی اور باوردی شوفر بھی۔ لیکن اسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ اس مقام کا دار نہیں ہے۔ ہمیشہ کی طرح اس وقت بھی وہ خود کو جعلی تصور کر رہا تھا۔ شاید بات یہ تھی کہ وہ ابھی ان تعیشات کا عادی نہیں ہوا تھا۔ اس لئے ان کے درمیان خود کو ایک مداخلت کار سمجھتا تھا۔ ایک نقب زن، جو نقب لگا کر کسی محل میں گھس گیا ہو۔ جبکہ کمشنر ان کا عادی تھا اور خود کو ان کا مستحق سمجھتا تھا۔

"تم نے بہت اچھی تقریر کی جے......!"

کمشنر نے اچانک کہا۔

"جس طرح تم نے پولس کی مظلومیت کو اُجاگر کیا، وہ مجھے خاص طور



پر اچھا لگا۔"

وہ والڈ ورف میں پہنچ کر ایک تقریب سے واپس آ رہے تھے۔ اس تقریب سے اس نے خطاب کیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ پولیس ہر طرف سے عتاب میں ہے۔ ایک طرف اعتدال پسند سیاست داں اور جج معاشرے کو ٹوٹ پھوٹ سے بچانے کی ذمہ داری پوری طرح سے قانون نافذ کرنے والے اداروں پر ڈال دیتے اور جب وہ اپنا یہ فرض دیانت داری کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو وہی لوگ انہیں سخت گیر، بے رحم اور فاشسٹ قرار دینے لگتے ہیں۔ اور اس مذمت میں عوام بھی ان کے ہم نوا ہو جاتے ہیں۔ جبکہ پولیس انہی کے تحفظ کے لئے اپنی زندگی بھی داؤ پر لگا رہی ہوتی ہے۔

"خدا کا شکر ہے کہ میری کارکردگی اچھی رہی۔"

جمیل نے کمشنر کی بات کے جواب میں کہا۔

"اچھی نہیں......! بہت اچھی ہے۔"

کمشنر نے زور دے کر کہا۔

"حقیقت یہ ہے کہ جب میں نے تمہیں یہ ذمہ داری سونپی تھی تو اتنی زبردست کارکردگی کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ تم میری توقعات سے کہیں بڑھ کر کامیاب ہوئے۔"

"تھینک یو مسٹر کمشنر......!"

اس نے اپنے مخصوص زہریلے انداز میں کہا۔

"تم پھر اپنے اسٹائل پر آ گئے......؟"

کمشنر چڑ گیا۔

"میں تو تمہاری تعریف کر رہا تھا۔"

''تو میں نے بھی کیا برا کیا......؟ شکریہ ہی تو ادا کیا ہے تمہارا......!''
کمشنر کی آنکھوں سے سختی جھلکنے لگی۔

''مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ......؟ تمہیں تعریف بھی ہضم نہیں ہوتی......؟''

''بھول چکا ہوں کہ کیسے ہضم کی جاتی ہے۔''

''اس کا مطلب ہے کہ تم تنقید...... بلکہ مذمت کے خواہاں ہو۔''

''نہیں......! بس میں کچھ ایسا ہی ہوگیا ہوں۔''

کار میں لگے ریڈیو فون کی گھنٹی بجی۔ کمشنر چند منٹ فون پر بات کرتا رہا۔ جمیل اس دوران شوفر کی پشت کو گھورتا رہا۔ کمشنر کی تعریف اس کے اپنے جعلی ہونے کے احساس کو اور مہمیز کر دیتی تھی۔

پتا نہیں، کیا مسئلہ تھا......؟ یا تو وہ بے وقوف تھا، یا پھر کچھ کھسک گیا تھا۔ یہ فیصلہ کرنا بھی اس کے لئے آسان نہیں رہا تھا۔

کمشنر فون سے فارغ ہوا تو جمیل نے گفتگو کا موضوع بدلا کہ اس میں بہتری تھی۔

''یہ حواری والے کیس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے......؟''

کمشنر نے حیرت سے اسے دیکھا، جیسے اس کی بات سمجھ نہ پایا ہو۔

''پوسٹ اور نیوز...... دونوں میں اس کا خط شائع ہوا ہے۔''

''میں ٹائمز پڑھتا ہوں، اور اس میں ایسا کچھ نہیں چھپا۔''

جمیل نے اپنے پرس میں سے اخباری تراشہ نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ ایسے چھوٹے چھوٹے معاملات کمشنر کے شایانِ شان نہیں تھے شاید۔

کمشنر نے پڑھا اور اسے واپس کرتے ہوئے کہا۔

''ایک اور پاگل رضا کار، جو اصلاحِ معاشرہ کا دعوے دار ہے۔''



''میں ایسا نہیں سمجھتا۔''

''ارے......! سب ایسے ہی ہوتے ہیں۔''

''یہ خط بہت سلیقے سے لکھا گیا ہے۔ مدلل بھی ہے اور پراثر بھی۔''

''بہت تعلیم یافتہ لوگ بھی نفسیاتی مریض بن جاتے ہیں۔''

کمشنر نے پرُغرور بے پرواہی سے کہا۔ پھر اس نے سگریٹ سلگایا۔

''یہ کب شائع ہوا تھا......؟''

''ایک ہفتہ ہوگیا۔ اور خط کی اشاعت کے دو دن بعد......''

جمیل نے اسے رامن ایسکوبار کی گرفتاری کے بارے میں بتاتے ہوئے وضاحت کی کہ وہ حواری کا ہی کارنامہ تھا۔

''یہ رامن ایسکوبار کوئی عادی مجرم ہے......؟''

کمشنر نے پوچھا۔

''وہ اس الزام میں چھ بار گرفتار ہو چکا ہے۔ لیکن ہر بار ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے اسے رہا کرنا پڑا۔''

''اور اس کا کیا کہنا ہے......؟''

''وہ کہتا ہے کہ اس کے نامعلوم دشمنوں نے اسے پھنسایا ہے۔''

''اور نتیجہ کیا نکلا......؟''

''جس خاتون کو لوٹنے کا اس پر الزام تھا، وہ شناختی پریڈ کے دوران اسے پہچان نہیں سکی۔ چنانچہ اسے ساتویں بار بھی رہا کرنا پڑا۔''

''بس یا اور کچھ......؟''

''اس سے ایک دن پہلے ایک پارکنگ لاٹ میں ایک پولیس مین پر حملہ کر کے اس کا سروس ریوالور چھین لیا گیا تھا۔ ابتداء میں اس نے کہا کہ حملہ آور نے عقب سے اس کے سر پر وار کیا تھا، اس لئے وہ اسے دیکھ نہیں

سکا۔ لیکن جب اس نے اخبار میں حواری کا خط پڑھا تو اسے فکر لاحق ہوئی۔ اس نے اعتراف کیا کہ اس کا ریوالور حواری نے چھینا تھا، اور وہ اپنا وزٹنگ کارڈ بھی چھوڑ کر گیا تھا۔"

ریڈیو فون نے پھر مداخلت کی۔ اس کال کے بعد کمشنر نے شوفر سے کہا کہ وہ 22 ویں اسٹریٹ کا رُخ کرے۔

"جلدی کرو......!"

اس نے کہا۔

"سائرن اور روشنی کا استعمال کرو تاکہ ٹریفک سے نکل سکو......!"

شوفر نے ہدایات پر عمل کیا۔ سائرن اور گھومنے والی روشنی کی وجہ سے ٹریفک میں ان کے لئے جگہ بننے لگی۔ لیموزین کی رفتار بہت تیز ہوگئی تھی۔

"ایک اور پاگل......!"

کمشنر نے جمیل کو بتایا۔

"یہ اپنے بچوں کو کھڑکی سے باہر پھینکنے کے موڈ میں ہے۔"

وہ تین منٹ میں وہاں پہنچ گئے۔ سڑک کو دونوں طرف سے پولیس کی دو گشتی کاروں نے بلاک کر رکھا تھا۔ مگر کمشنر کی لیموزین کو راستہ دے دیا گیا۔ ویسٹلے اور جمیل گاڑی سے اُترے۔ چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں کی صورت میں کھڑے سب لوگ اوپر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سڑک پر تین بچوں کی لاشیں پڑی تھیں، جنہیں اخبارات سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔ مگر خون اب بھی بہہ کر باہر آ رہا تھا۔

اور اوپر چھٹی منزل پر ایک کھلی کھڑکی میں ایک مرد ایک عورت سے ایک شیر خوار بچے کو چھیننے کی کوشش کر رہا تھا۔ پڑوسی کے کھڑکیوں میں موجود



لوگ چیخ کر مرد کو باز رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ نیچے چند افراد ایک کمبل اس اُمید پر پھیلائے کھڑے تھے کہ اس بار نیچے گرنے والے کو وہ بچانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ اس بار کون گرے گا......؟

مرد......؟ عورت......؟ یا شیر خوار بچہ......؟

"فائر ڈیپارٹمنٹ کہاں ہے......؟"

کمشنر ویسٹلے نے قریب کھڑے سارجنٹ سے پوچھا۔

"وہ آ رہے ہیں سر......! ویسے میں نے کچھ لوگوں کو اوپر بھیجا ہے۔ وہ دروازہ توڑنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

اسی لمحے فائر ڈیپارٹمنٹ کا مخصوص ٹرک وہاں پہنچ گیا۔ جمیل نعمان سر جھکا کر تھکے تھکے قدموں سے لیموزین کی طرف بڑھ گیا۔ جو کچھ بھی ہونے والا تھا، اس میں اسے دیکھنے کی ہمت نہیں تھی۔ اس کے دماغ میں ناخوش گوار یادیں سرسرا رہی تھیں۔ پلکیں بھاری ہو رہی تھیں۔ اس نے آنکھیں موند لیں اور انتظار کرنے لگا۔

پھر مجمع میں سے ایک سسکی اُبھری اور بلند ہوتی گئی۔ پھر ایک طویل چیخ...... زمین سے کسی جسم کے ٹکرانے کی آواز...... اور پھر دوسری آواز......

"میرے خدا......!"

اس نے آنکھیں اس وقت کھولیں جب کمشنر بھی گاڑی میں آ بیٹھا۔ گاڑی روانہ ہوگئی۔

کمشنر نے اسے غور سے دیکھا۔

"کیا ہوا تمہیں......؟"

"کچھ نہیں......!"

"تم ٹھیک تو ہو......؟"

"ہاں......! یہ سب کچھ میں پہلے بھی کئی بار دیکھ چکا ہوں۔ مگر یہ تواتر بھی اذیت کو کم نہیں کرتا۔"

کچھ دیر خاموشی رہی...... بوجھل خاموشی......! پھر کمشنر ویسٹلے نے کہا۔

"میں نے پڑوسیوں سے پوچھ گچھ کی۔ وہ بہت پرانا مینٹل کیس تھا۔ بلکہ وہ پچھلے چھ ماہ سے جیل میں تھا، اور ہر وقت بیوی بچوں کو ختم کرنے کی باتیں کرتا تھا۔"

"اور ان مہربانوں نے اس کو رہا کب کیا......؟"

"ابھی صرف تین گھنٹے پہلے......!"

"خدایا......!"

جمیل کراہا۔

"گھبراؤ مت......! ابھی ذرا دیر میں گندگی کو قالین کے نیچے دھکیلا دیا جائے گا۔"

"میں اپنے حصے کے پاگل کو جب چاہوں گا، پکڑ لوں گا۔"

جمیل نے کہا۔

"ویسے اس پاگل کے مقابلے میں تو وہ خیر کا نمائندہ ہے...... شر کا نہیں......!"

"تم کس کی بات کر رہے ہو......؟"

"حواری کی......!"

☆☆☆



کیپٹن جمیل نعمان مُیری کے ساتھ تھا۔ مگر اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں وہ مُیری کی نیند خراب نہ کر دے۔ چنانچہ وہ بڑی آہستگی سے بستر سے نکلا اور کچن میں چلا آیا۔ حواری کے خط کی کاپی اس کے ہاتھ میں تھی۔

وہ اسے چوتھی بار پڑھ رہا تھا کہ مُیری آنکھیں ملتی ہوئی وہاں آ گئی۔

"کیا تم اب سونا پوری طرح ترک کر چکے ہو......؟"

اس نے پوچھا۔

"یہ بتاؤ......! انسانی نفسیات پر تمہاری دسترس کیسی ہے......؟"

"معقول حد تک شان دار...... کہو......! کیا تمہاری بے خوابی کا علاج کرنا ہے......؟"

"نہیں......!"

جمیل نے وہ خط اس کی طرف بڑھا دیا۔

"اسے پڑھ کر بتاؤ کہ وہ کس طرح کا آدمی ہوگا جس نے یہ خط لکھا ہے......؟"

وہ اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ وہ خط پڑھنے کے دوران اس کے چہرے کے تاثرات کو بغور دیکھ رہا تھا۔

خط کو بہت توجہ کے ساتھ پڑھنے کے بعد مُیری نے سر اُٹھا کر اسے دیکھا۔

"پہلے ایک بات بتاؤ......! اس خط کی اشاعت کے بعد کچھ ہوا بھی......؟"

جمیل نے اسے پولیس والے اور رامن ایسکو بار، دونوں کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔

"اب بتاؤ......! یہ کیسا آدمی ہوگا......؟"

اس نے پوچھا۔

"سچی بات یہ ہے میری جان......! کہ یہ تمہاری طرح کا کوئی آدمی ہے۔"

"مجھے ہنسی نہیں آئی......!"

جمیل نے منہ بنا کر کہا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔ اس خط میں بہت سی ایسی باتیں ہیں، جو پچھلے چند برسوں میں میں سینکڑوں بار تم سے سنتی رہی ہوں۔"

وہ مسکرائی۔

"سچ سچ بتاؤ......! تم ہی تو یہ حواری نہیں ہو......؟"

اس کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔

جمیل نے سگریٹ جلا کر دھوئیں کا مرغولہ فضاء میں چھوڑا۔ لیکن اس نے کچھ کہا نہیں۔

"تم میں اور اس میں بنیادی فرق یہ ہے کہ تم قانون کی بالادستی پر غیر متزلزل یقین رکھتے ہو۔ اور ہاں......! تم پاگل بھی نہیں ہو۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ پاگل ہے......؟"

"خیر......! اس حد تک تو نہیں، لیکن میں یہ ضرور کہوں گی کہ اس میں کوئی عجیب سی بات ضرور ہے۔ کوئی شک نہیں کہ حالات کچھ اچھے نہیں ہیں۔ لیکن ایسا بھی نہیں کہ مسیح کو دوبارہ آنا پڑ جائے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ اس کا کوئی مذہبی ایجنڈا ہے......؟"

"نہیں......! البتہ اس کا جھکاؤ مذہب کی طرف ضرور ہے۔ ورنہ وہ حواری کیوں بنتا......؟"



"اس کا کوئی سبب بھی ہوگا......؟"

"ہاں......! کچھ نہ کچھ تو ہوگا۔ غصہ، ڈپریشن، کسی نوعیت کا کوئی بہت بڑا شاک، کوئی حقیقی یا خیالی نفسیاتی صدمہ، کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ مگر یہ طے ہے کہ جو کچھ بھی ہوگا، شدید نوعیت کا ہوگا۔"

"وہ ایک ایسا شخص ہے، جو خطرناک مجرموں کے مدمقابل ہے اور دوسری طرف پوری پولیس فورس بھی اسے پکڑنے کی کوشش کرے گی۔ اس صورتِ حال میں وہ خوفزدہ کیوں نہیں......؟"

"یہ میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ وہ خطرات سے اور ہر طرح کے خوف سے بے نیاز ہے۔"

مَیری نے پُرخیال لہجے میں کہا۔

"کچھ عجب نہیں کہ وہ درحقیقت موت ہی کا خواہاں ہو...... اس کے نزدیک یہ شہادت کا سامان ہو۔"

"تم نے بہت اچھا تجزیہ کیا ہے۔"

"شکریہ......! ایک بات بتاؤ......! ابھی تو یہ حواری کے اس کیریئر کا آغاز ہے۔ تم اس میں اتنا زیادہ کیوں اُلجھ رہے ہو......؟ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"حالانکہ تم نے ابتداء میں ہی سمجھ لی تھی یہ بات۔ تم نے ٹھیک کہا۔ وہ بے چارہ مجھ جیسا ہے۔ بس دماغ کے خلل میں وہ مجھ سے بڑھ کر ہے۔"

☆☆☆

اگلی صبح ساڑھے سات بجے جمیل نے پولیس کمشنر کو اس کے گھر کے پرائیویٹ نمبر پر فون کیا۔

"ایسا کیا ہوگیا ہے......؟"
کمشنر کے لہجے میں جھنجھلاہٹ تھی۔
"بات کیا ہے......؟"
"آپ سے ایک فیور چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ ایک کام
مجھے سونپ دیں۔"
"کام تو پہلے ہی تمہیں سونپا جا چکا ہے...... تمہارے کیریئر کا سب
سے بڑا کام...... اور تم اسے بحسن وخوبی انجام بھی دے رہے ہو۔"
کمشنر نے کہا۔ پھر چند لمحوں کے توقف کے بعد بولا۔
"اوہ......! میں سمجھا...... تم اپنی اوقات پر واپس جانا چاہتے
ہو......؟"
"اس کام سے میرا موجودہ کام پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ میں چاہتا
ہوں کہ حواری کا کیس آپ مجھے سونپ دیں۔"
"وہ کوئی کیس ہی نہیں ہے، اور نہ ہی اس سلسلے میں کوئی تفتیش ہو
رہی ہے۔ بلکہ تمہارے بتانے سے پہلے تو مجھے اس کے بارے میں کچھ پتا
نہیں تھا۔ اس کے بارے میں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ ایسے احمق خود ہی
اپنی تباہی کا سامان کر لیتے ہیں۔"
"یہ شخص مختلف ہے۔"
جمیل نے گہری سانس لے کر کہا۔
"بہرحال میں چاہتا ہوں کہ آپ تحریری طور پر مجھے اس کیس کا
انچارج بنا دیں اور تمام تھانوں کو اس کی اطلاع دے دیں کہ حواری کچھ بھی
کرے تو پہلے مجھے اس کی اطلاع دی جائے۔ اور مجھ سے پوچھے بغیر کوئی قدم
بھی نہ اُٹھایا جائے۔"



"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم اس حماقت مآب کو اتنی اہمیت کیوں
دے رہے ہو......؟"
"شاید اس لئے کہ وہ میرے تخیل کو مہمیز کرتا ہے۔"
"لیکن اس کی سوچ بھی بچکانہ ہے اور عمل بھی۔"
"تو میں بھی تو ایسا ہی ہوں۔"
"اور میں اسی بات سے پریشان ہوں۔ خیر......! میں تمہاری بات
مان لیتا ہوں۔ لیکن اس سے پی آر کی اس مہم پر اثر نہ پڑے، جو تمہیں سونپی
گئی ہے۔ جس کی وجہ سے تم ابھی تک پولیس فورس میں موجود ہو۔"
کمشنر کے لہجے میں دھمکی تھی۔
"اس کا میں وعدہ کرتا ہوں۔ آپ بے فکر رہیں۔"

☆☆☆

جمیل کی خواہش کے مطابق پولیس کمشنر کی طرف سے تحریری طور پر
تمام تھانوں کو مطلع کر دیا گیا کہ حواری کے معاملے میں کیپٹن جمیل نعمان کی
ہدایت کے بغیر کوئی قدم نہ اُٹھایا جائے۔ وہ اس کیس کا انچارج ہے۔
اس وقت جمیل تھانہ نمبر 67 کے اسکواڈ روم میں بیٹھا سگریٹ
پھونک رہا تھا۔ ڈیوٹی تبدیل ہوئی تو ایک باوردی پولیس مین اس کے پاس
آیا۔
"آپ کیپٹن نعمان ہیں......؟"
جمیل نے سر کو اثباتی جنبش دی۔
"میں ریگن ہوں۔ ڈیسک سارجنٹ نے بتایا کہ آپ مجھ سے ملنا
چاہتے ہیں۔"

"بیٹھو......!"

جمیل نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اس کی طرف سگریٹ بڑھائی۔

پولیس مین نے دونوں قبول کرلیں۔

"بات کیا ہے کیپٹن......؟"

وہ نروس لگ رہا تھا۔

"میں اس رات کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"

جمیل نے کہا۔

"میں پہلے ہی سب کچھ بتا چکا ہوں۔"

جمیل کو اس کی شرمندگی کا احساس ہوگیا۔ ایک پولیس والے کے لئے اس کے سروس ریوالور کا چھن جانا، دُنیا کی سب سے بڑی ذلت ہوتی ہے۔

"سنو ریگن......! یہ اتنی بڑی بات نہیں۔"

اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"تم میں سے کسی کے بھی ساتھ، کسی بھی وقت ایسا ہوسکتا ہے۔"

"19 سال میں میرے ساتھ کبھی ایسا نہیں ہوا۔ اصل میں اس گن نے مجھے مروا دیا۔ ورنہ میں بے پرواہی سے اس کی طرف پیٹھ ہرگز نہ کرتا۔ ذرا سوچیں، کسی پولیس والے کو نقلی گن سے کوئی ڈراتا ہے......؟ میں سمجھا کہ وہ میرے تھانے کا کوئی ساتھی ہے، اور مذاق کر رہا ہے۔ مجھے تو اب بھی یقین نہیں آتا۔"

"نقاب کو تھوڑی دیر کے لئے بھول جاؤ......!"

جمیل نے کہا۔



"اب تم اس کے حلیے کے بارے میں کیا کہو گے......؟"

"وہ دراز قد تھا۔ چھ فٹ کا تو ہوگا۔ کندھے چوڑے اور بھرے بھرے۔"

ریگن نے جمیل کو بہت غور سے دیکھا۔

"جسمانی طور پر وہ تم سے مشابہ تھا......مضبوط اور توانا۔"

وہ سوگوار ہو کر خاموش بیٹھ گیا۔

"اس نے تم پر گن تانی تو کیا کہا تھا......؟ یاد ہے......؟"

ریگن نے ایک لمحہ سوچنے کے بعد کہا۔

"اس نے کہا تھا، اپنے ہاتھ اُٹھاؤ، ورنہ میں تمہیں اُڑا دوں گا۔ یہ جملہ شاید اس نے کسی فلم میں سنا ہوگا......؟"

"اس کا لباس کیسا تھا......؟"

"وہ جینز پہنے ہوئے تھا اور گہرے رنگ کی جیکٹ۔"

"اس کی عمر......؟"

"کون جانے......؟ لیکن جیسے اس نے مجھے ٹھنڈا کیا، اس سے وہ بوڑھا تو نہیں لگتا۔"

جمیل نعمان سامنے رکھے پیڈ پر لکھتا رہا۔

"اس کی کیفیت کے بارے میں بتاؤ......! میرا مطلب ہے، وہ نروس تھا، یا اس کے انداز میں ہیجان تھا......؟"

"یہ ایک اور عجیب بات ہے۔ اس کے انداز میں بے پرواہی تھی، جیسے یہ اس کا معمول ہو۔"

"بے پرواہ......؟ یہی مَیری نے بھی کہا تھا۔"

جمیل نے اس لفظ کو لکھ کر اس کے نیچے لکیر کھینچ دی۔

ریگن جھکا بیٹھا اپنے ہاتھوں کو گھور رہا تھا۔

"مجھے اپنے احمق ہونے کا شدت سے احساس ہوتا ہے۔ لیکن اس سے زیادہ میں فکرمند ہوں۔ میں سوچتا ہوں۔ میرے ریوالور سے وہ مردود نہ جانے کیا کیا کرے گا.....؟"

☆☆☆

ریڈیو یا ٹی وی پر اپنے کسی پروگرام کے بعد جمیل نعمان کو اب بھی لوگوں کے تبصرے موصول ہوتے تھے، اور وہ بھی بڑی تعداد میں۔ اجنبی لوگ جو اسے جانتے بھی نہیں تھے، اس کی باتوں سے متاثر ہوتے اور خط لکھنے کے لئے وقت نکالتے۔ یہ بات اسے حیرت انگیز لگتی تھی۔ خطوط صرف سراہنے والے نہیں ہوتے تھے، بلکہ ان میں مخالفت بھی ہوتی تھی۔ وہ بعض خطوں کے جواب بھی دیتا تھا۔ اور تمام خطوں کے جواب کے لئے اسے ایک سکریٹری بھی فراہم کر دی گئی تھی۔

ایک شام اسے اٹلانٹا سے پادری کلنٹن ٹیلر کا خط موصول ہوا۔ لکھا تھا:

"ڈیئر کیپٹن نعمان......!

میں نے کئی بار تمہارا انٹرویو ٹی وی پر دیکھا اور ہر بار امنِ عامہ اور جرائم کی صورتِ حال پر تمہارے نظریات نے مجھے متاثر کیا۔

جس دور میں ہم جی رہے ہیں، یہ بڑی آزمائش کا دور ہے۔ وحشیوں کی اقلیت کے ہاتھوں امریکی شہریوں کے بنیادی حقوق کو خطرہ لاحق ہے۔ ایسے میں تم



جیسے لوگوں کی موجودگی اندھیرے میں روشنی کی کرن ہے۔

تم لوگوں کے خادم بھی ہو اور لوگ تمہارا احترام بھی کرتے ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ تم ان کے لئے بہت اہم جنگ لڑ رہے ہو۔

تم یقیناً جانتے ہو گے کہ میں بھی یہی جنگ لڑ رہا ہوں۔ اور میں ہم خیالوں سے یکجائی کی اہمیت سے بھی واقف ہوں۔ تم جیسا لوگوں کو متاثر کرنے والا اور محبوب شخص یقیناً اہمیت رکھتا ہے۔

اب میں نیویارک آؤں گا تو تم سے ملاقات کروں گا، تاکہ ہم اپنی مشترکہ جنگ کا لائحہ عمل ترتیب دے سکیں۔

تمہارا اپنا......!

کیپٹن ٹیلر......!"

"یقیناً مجھ میں کوئی بڑی خرابی موجود ہے۔"

خط پڑھنے کے بعد جمیل بڑبڑایا۔

اس نے اس خط کا جواب فوری طور پر دیا۔

"ڈیئر پادری ٹیلر......!

تمہارے خط نے نہ صرف مجھے خوف زدہ کر دیا، بلکہ مجھے اپنی سچائی بھی مشتبہ لگنے لگی۔ تم کسی بھی معاملے میں مجھ سے متفق ہو یا سرا ہو، اس کا تو تصور بھی میرے لئے ڈراؤنا ہے۔ اب تو میں یہ سوچ رہا ہوں کہ کسی مقام پر مجھ سے غلطی ہوئی ہے کہ تم مجھ سے متفق ہو گئے۔ کیونکہ

ہم دونوں میں صرف ایک قدر مشترک ہے، یہ کہ ہم دونوں ہی فانی ہیں۔

تم شاید یہ بھول گئے کہ میں یہاں نوآبادکاروں کی نسل سے ہوں، جنہیں تم امریکی ہی نہیں گردانتے۔ اور اس پر ستم یہ کہ میں مسلمان بھی ہوں۔ تم تو مجھ جیسوں کو امریکہ سے نکالنے کی تحریک چلا رہے ہو، اور یہ ممکن نہ ہوا تو تم ہمیں حرفِ غلط کی طرح مٹا دینا چاہتے ہو۔

ہمارے درمیان دوستی کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

سوری پادری......!

جمیل نعمان......!"

اور اس نے خود باہر جا کر اس وقت وہ خط پوسٹ کر دیا۔

☆☆☆

جمیل نے جیسے ہی چینل ٹین ایوننگ نیوز پر چھ منٹ کا پروگرام مکمل کیا، پروڈکشن اسسٹنٹ نے اسے ایک تحریری پیغام تھما دیا، جس میں اس سے فوری طور پر تیرہویں پولیس اسٹیشن کے سارجنٹ روز ملی سے رابطہ کرنے کی استدعا کی گئی تھی۔

اس نے پروڈیوسر کے دفتر سے فون پر متعلقہ تھانے سے رابطہ کیا۔

"حواری کے بارے میں خبر ہے۔"

دوسری طرف سے سارجنٹ روز یلی نے بتایا۔

"میں پندرہ منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔"



اس نے کہا۔

مگر وہ دس منٹ میں ہی وہاں پہنچ گیا۔ چار منٹ بعد وہ رامن ایسکوبار کے ساتھ اکیلا بیٹھا تھا۔ وہ چھوٹا سا تفتیشی کمرہ تھا، جو کھڑکی تک سے محروم تھا۔ وہاں صرف دو کرسیاں تھیں، جن پر وہ دونوں بیٹھے تھے۔

وہ دونوں ایک دوسرے کو تک رہے تھے۔ رامن نروس تھا، اور بار بار پہلو بدل رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں اور آنکھوں کی مسلسل حرکت اس کے خوف کی غماز تھی۔ جمیل نے شراب کی چھوٹی بوتل میز پر رکھ دی۔

"پیئو گے رامن......؟"

"کیا رکھا ہے پینے میں......؟ میرے لئے تو اب کسی چیز میں لذت نہیں رہی۔"

رامن نے آزردگی سے کہا۔

"کچھ تو ہوگا...... جو تمہیں سنبھلنے میں مدد دے......؟"

"نہیں......! کچھ بھی نہیں......!"

"صورتِ حال اتنی خراب تو کبھی نہیں ہوتی۔"

"میرے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ پانچ سے دس سال تک کی سزا قبول کرنا یا پھر مر جانا۔"

"کچھ بتاؤ تو...... ایسا کیا ہوگیا......؟"

رامن نے بوتل کھول کر ایک طویل گھونٹ لیا۔

"ارے......! وہ پاگل ہے...... دیوانہ ہے۔"

"کون......؟"

"وہی حواری...... تمہیں اس پہلی بار کا تو علم ہوگا، جب اس نے مجھے چھپایا تھا......؟"

جمیل نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں نے سوچا تھا کہ میں نے بڑی خوب صورتی سے جان چھڑا لی ہے۔ دیکھو نا...... اس نے مجھے شکار کئے ہوئے بکرے کی طرح باندھ کر میری گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈال کر مجھے تم لوگوں کے حوالے کیا۔ مگر میں نے اپنی بچت کا راستہ نکال لیا تھا نا......!"

"ٹھیک کہتے ہو رامن......! تم بام مچھلی کی طرح ہاتھ سے پھسل جانے والے مجرم ہو...... بہت چالاک......!"

"میں بھی یہی سمجھا تھا۔ میں نے خوب اپنی پیٹھ تھپکی تھی۔ میں نے سمجھا تھا، اب وہ کوئی اور شکار ڈھونڈے گا۔ لیکن میں غلطی پر تھا۔"

رامن نے ایک گہری سرد آہ بھری اور مزید سوگ وار نظر آنے لگا۔

"ہوا کیا......؟"

جمیل جھنجلا گیا۔

"رات میں اپنی کیڈی میں بیٹھ رہا تھا کہ اس نے پھر مجھے چھاپ لیا۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ تم نے فوراً ہی نئی واردات کر ڈالی......؟"

"کی...... اور خاصی تگڑی کی۔ سو ڈالر سے زیادہ کیش، شان دار گھڑی اور کریڈٹ کارڈز الگ۔ پھر وہ منحوس نازل ہوگیا۔ اس بار اس نے ریوالور میرے کان میں گھساتے ہوئے کہا...... میں تمہیں ایک اور موقع دے رہا ہوں رامن......! یا تو تم کل تک خود کو اس واردات کے اور پچھلی تمام وارداتوں کے مسروقہ مال سمیت قانون کے سپرد کر کے اعترافِ جرم کر لو، یا پھر مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اگلی بار میں تمہیں نہیں بخشوں گا۔"

"لفظ بہ لفظ یہی کہا اس نے......؟"



"ہاں......!"

"اور تمہارا خیال ہے کہ وہ خالی خولی دھمکی نہیں تھی......؟"

"اگر میرے خیال میں وہ دیوانے کی بڑ ہوتی تو میں یہاں کیوں موجود ہوتا اس وقت، اور وہ بھی ثبوت سمیت۔ نہ تو میں بے وقوف ہوں نہ ہی پاگل۔"

رامن نے کہا اور پلاسٹک کا بیگ کھول کر ساری چیزیں میز پر پھیلا دیں۔

"تم تو سمجھ سکتے ہو کہ ان وارداتوں کے نتیجے میں مجھے کتنی سزا ہوگی......؟"

جمیل نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ کون مجرم اپنی خوشی سے جیل جانا چاہتا ہے۔ یہ تو اَن ہونی ہو رہی تھی۔

"مگر میں سوچ سوچ کر تھک گیا، کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

رامن نے کہا۔

"سنو کیپٹن......! میں نو سال کی عمر سے سڑکوں پر یہ کام کر رہا ہوں۔ اتنی آسانی سے خوف زدہ ہونے والا نہیں۔ لیکن اس حواری نے مجھے اندر سے دہلا ڈالا ہے۔ کچھ لوگ صرف گرجتے ہیں اور کچھ برستے ہیں۔ یہ حواری گرج کر برسنے والوں میں سے ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو......؟"

جمیل نے اعتراض کیا۔

"میں ہی تو کہہ سکتا ہوں۔ پہلی بار ہی میں نے سمجھ لیا تھا کہ ایک سیکنڈ کی تاخیر بھی موت کا سبب بن جائے گی۔ اس نے تین تک گنتی گنی تھی، اور میں نے اس کے حکم کی تعمیل میں سستی کی تھی تو میں نے سمجھ لیا تھا کہ میں

گیا۔ یقین کرو کیپٹن......! موت کا ذائقہ میں نے اپنی زبان پر محسوس کیا تھا۔ میں جس پیشے میں ہوں، اس میں اگر یہ چھٹی حس نہ ہو تو آدمی دو دن بھی نہیں جی سکتا۔ میرا خیال ہے، یہ حس تم پولیس والوں کے پاس بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے تم میری بات سمجھ سکتے ہو۔ میری بات سمجھ رہے ہو کیپٹن......؟''

جمیل سمجھ سکتا تھا۔ مجرموں اور پولیس والوں کے درمیان بہت کچھ مشترک ہوتا ہے۔ ان کے درمیان ایک طرح کا ذہنی رابطہ ہوتا ہے۔ اسے قانون کا احترام کرنے والے ایک عام شہری کی بات سمجھنے میں دشواری ہو سکتی تھی۔ لیکن اس گھٹیا چور کی بات وہ بخوبی سمجھ سکتا تھا۔

رامن نے اس کی خاموشی کا غلط مطلب نکالا۔

''تمہارے نزدیک میں شاید ایک جانور ہوں، بلکہ شاید اس سے بھی بدتر۔ اس کے باوجود مجھے زندہ رہنے کا حق تو حاصل ہے نا......کیپٹن......! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ مسخرا آخر میرے پیچھے ہی کیوں پڑ گیا......؟ میں نے اسے کیا تکلیف پہنچائی ہے آخر......؟ اور وہ خود کو کیا سمجھتا ہے...... خدا......؟ خدا تو کتے بلی کو بھی جینے سے نہیں روکتا۔''

''میں بھی یہی سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔''

جمیل نے کہا۔

رامن میز پر بکھری ہوئی چیزوں کو بے دھیانی سے ٹٹول رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اُلجھن اور بے بسی تھی۔ وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا، پھر اس نے پوچھا۔

''اس کا انداز کیسا تھا رامن......؟ نروس...... بھڑکا ہوا! ہیجانی......؟''



''پہلی بار تو اس کا انداز خدا کی سی بے پرواہی والا تھا۔ لیکن کل رات وہ مجھ پر برہم تھا...... سخت برہم کہ میں نے اس کی محنت اکارت کر دی۔ اس کے نزدیک میرا آزاد پھرنا اس کی ناکامی ہے۔ اس نے مجھ سے کہا۔

''تم جیل کی چیز ہو، وہیں رہو...... جیل میں نہ رہے تو تمہارا ٹھکانہ قبر ہے۔''

اس نے کہا۔

''تم مجھ سے چھپ بھی نہیں سکتے کیونکہ میں تمہیں جانتا ہوں اور تم مجھے نہیں جانتے۔ تمہیں پتا بھی نہیں چلے گا کہ موت کہاں سے جھپٹی ہے تم پر...... اور یقین رکھو، جیل سے باہر رہو گے تو موت تم پر جھپٹے گی ضرور......!''

''تم نے شہر سے فرار ہونے کی کوشش کیوں نہیں کی......؟ چپکے سے نکل جاتے یہاں سے۔''

رامن مسکرایا۔

''یہ کوشش کی تھی میں نے۔ ایک میل دُور جانے سے پہلے ہی اس نے مجھے دھر لیا۔ ہوش آیا تو میری جیکٹ کے ساتھ ایک کارڈ پن کی مدد سے لگا دیا گیا تھا۔ کارڈ پر لکھا تھا۔

''اس بار دستے سے سر پر وار کیا ہے، اگلی بار کھوپڑی میں گولی اُتار دوں گا۔''

اور ایک بات بتاؤں...... میرا خیال کہ وہ چاہتا ہے کہ میں دوبارہ کوشش کروں، تاکہ وہ مجھے شوٹ کر سکے۔''

جمیل نعمان تھانے سے نکل رہا تھا کہ پوسٹ کے نامہ نگار ہیری بلیک نے اسے روک لیا۔

''رامن کے بارے میں کوئی نئی خبر ہے......؟''

''تمہارے پاس آخری خبر کیا ہے......؟''

''یہ کہ اس نے خود کو قانون کے حوالے کر دیا ہے، کیونکہ حواری نے اسے قتل کی دھمکی دی تھی۔''

''بس......! یہی تازہ ترین خبر ہے۔ اور ہاں......! رامن دُنیا کا بڑا مجرم ہے، جس نے خود اپنے جرائم کے ثبوت پیش کئے ہیں۔ مگر میں اسے اس نوع کا آخری مجرم قرار نہیں دے سکتا۔ کون جانے......!''

''اور حواری کے بارے میں......؟''

''اس کے بارے میں کیا بتاؤں......؟''

''اس کے لئے کوئی منصوبہ ہے تمہارے پاس......؟''

''ہاں......! میں اسے تلاش کروں گا۔''

''اور اس کے بعد......؟''

''اس کے بعد میں اسے رامن کے ساتھ ہی جیل بھجواؤں گا۔'' جمیل نے کہا۔

اس وقت فلیش بلب کا جھماکا ہوا، اور وہ دروازے سے نکل گیا۔

☆☆☆

وہ تصویر پوسٹ کے شام کے ایڈیشن میں شائع ہوئی۔ ساتھ ہی رامن ایسکوبار کے کیریئر کی تفصیلات بھی تھیں۔ نیچے یہ بھی لکھا تھا کہ کمشنر ویسٹلے نے کیپٹن جمیل نعمان کو حواری کی گرفتاری پر مامور کیا ہے۔ حواری کے بارے میں ہر اطلاع سب سے پہلے کیپٹن کو دی جائے گی۔ کیپٹن نعمان پولیس کا وہ ہیرو ہے، جس نے بدترین فضائی حادثے کے بعد مشہور مصور



رچرڈ گینز کو موت کے منہ سے نکالا تھا۔ اسی کی وجہ سے رچرڈ گینز آج بھی زندہ ہے۔

☆☆☆

جمیل سونے کی تیاری کر رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اُٹھایا۔

''کیپٹن نعمان......؟''

دوسری طرف سے کسی نے گھٹی گھٹی آواز میں پوچھا۔

''بول رہا ہوں...... تم کون ہو......؟''

''مسیح کا حواری......!''

جمیل نے گہری سانس لی۔

''میں نے پوسٹ میں پڑھا کہ تم مجھے تلاش کر کے گرفتار کرنا چاہتے ہو۔ کیا یہ درست ہے......؟''

''ہاں......!''

''تو پھر میری طرف سے مبارک باد قبول کرو......!''

جمیل کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس فلمی سچویشن پر قہقہے لگائے یا غصہ کرے۔

''میں اُمید کرتا ہوں کہ تم اپنی پوری توانائی کے ساتھ مجھے تلاش نہیں کرو گے۔ یاد رکھو......! ہم دونوں کا مقصد ایک ہی ہے۔ ہم حلیف ہیں، حریف نہیں۔''

اور اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

☆☆☆

والٹر ہینسن رات کو بہت دیر سے گھر آتا تھا۔ عام طور پر دو اور تین
بجے کے درمیان۔ چنانچہ پونے دو بجے رچرڈ گینر نے اپنی شیور لیٹ چند
بلاک دُور کھڑی کر دی۔ دس منٹ بعد وہ اپنی پوزیشن سنبھال چکا تھا۔ اب
اسے بس انتظار کرنا تھا۔

والٹر رچرڈ کی تازہ ترین دلچسپی کا ہدف تھا۔ وہ لوگوں کے لئے مشیر
برائے سرمایہ کاری تھا۔ اس کا اپنا دفتر تھا۔ لیکن عام تاثر یہ تھا کہ اس کی آمدنی
کا اصل ذریعہ کوکین اور ہیروئن کی تجارت ہے۔ یہ تاثر تو برسوں سے چلا آرہا
تھا۔ لیکن چند ماہ پہلے، پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ گرانڈ جیوری نے اس سلسلے میں
اس پر مقدمہ چلانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

اس کے خلاف دو اہم گواہ تھے۔ لیکن بدقسمتی سے گواہی دینے سے
پہلے ہی وہ دونوں الگ الگ حادثوں میں موت کا شکار ہو گئے۔ دونوں
اموات کے درمیان محض بارہ گھنٹے کا فاصلہ تھا۔ ایک کو ایک تیز رفتار گاڑی
نے کچل دیا تھا اور ڈرائیور نے رُکنے کی زحمت بھی نہیں کی تھی۔ دوسرا باتھ
ٹب میں نہا رہا تھا کہ غلطی سے ہیٹر پانی میں گر گیا تھا اور بجلی کے کرنٹ نے
اسے ختم کر دیا تھا۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کیس کمزور ہوا اور والٹر ہینسن کو باعزت بری کر
دیا گیا۔ ایک نیوز کاسٹر نے یہ کہنے کی جرأت کی کہ دونوں گواہوں کی اموات
حادثاتی نہیں لگتیں۔ کیونکہ ان کی موت کا فائدہ والٹر ہینسن کو ہوا ہے۔ اس پر
والٹر نے نیوز کاسٹر اور اس کے چینل، دونوں پر ایک کروڑ ڈالر ہرجانے کا
دعویٰ ٹھوک دیا۔

رچرڈ گینر کو حیرت بھی ہوئی اور رشک بھی آیا کہ اس دور میں کمینوں



کی عزت کی قیمت کس قدر زیادہ ہو چکی ہے۔ معزز غرباء کی جان سے بھی
زیادہ۔

والٹر نے دعویٰ دائر کرنے کا اعلان ایک پُرہجوم کانفرنس میں کیا تھا۔
''وہ جنہوں نے مجھ سے میری نیک نامی چھیننے کی کوشش کی ہے، وہ
خود تو امیر نہیں بن سکے لیکن انہوں نے مجھے غریب ضرور بنا دیا۔''
اس نے کہا تھا۔
''ان کی تو عزت تھی نہیں، لیکن انہوں نے مجھے بے عزت کر دیا۔''

رچرڈ گینر نے ٹی وی پر اسے دیکھا اور سنا اور اس کے سر پر غرور کی
اکڑ پر اَش اَش کرتا رہا۔ دیکھنے میں بھی وہ معزز اور باوقار شخص تھا۔

سوہو اسٹریٹ اس وقت سنسان اور تاریک تھی۔ کبھی کوئی گاڑی
گزرتی تو پل بھر کو روشنی ہو جاتی۔

دو بج کر چوبیس منٹ پر داہنی جانب والی عمارت کے سامنے ایک
ٹیکسی رُکی اور والٹر ہینسن اس سے اُترا۔

رچرڈ گینر نے سر پر ماسک چڑھا لیا۔

والٹر دراز قد اور دُبلا پتلا تھا۔ وہ کچھ جھک کر چلتا تھا۔ اس کے ایک
ہاتھ میں چھڑی تھی اور دوسرے میں اٹیچی کیس۔ اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ
ادا کیا، پھر ٹیکسی کو واپس جاتے دیکھتا رہا۔ ٹیکسی موڑ موڑنے کے بعد نظروں
سے اوجھل ہوئی تو والٹر نے سڑک پار کی۔ وہ چھڑی کے سہارے سے چل رہا
تھا۔ اس نے بلڈنگ کے دروازے کو غیر مقفل کیا۔ جیسے ہی وہ اندر داخل ہوا،
رچرڈ بھی اس کے پیچھے پہنچ گیا۔ اس نے سائیلنسر لگا ریوالور والٹر کی گردن
سے لگا دیا۔

''پلٹ کر دیکھنے کی یا کچھ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بس آگے

بڑھتے رہو۔"

اس نے سرگوشی میں کہا۔

ایک لمحے کو والٹر کے جسم میں تناؤ سا محسوس ہوا اور وہ اپنی جگہ جم کر رہ گیا۔ مگر پھر اس نے وہی کچھ کیا جو اس سے کہا گیا تھا۔

سامنے ہی لفٹ تھی۔ وہ لفٹ میں سوار ہوئے۔ رچرڈ نے بٹن دبایا اور لفٹ اُوپر جانے لگی۔ والٹر بے تاثر چہرہ لئے سامنے دیکھتا رہا۔

لفٹ چوتھی منزل پر رُکی۔ وہ باہر آئے۔ وہاں ایک ہی دروازہ تھا۔ لوہے کا ایک پٹ کا دروازہ۔

"اسے کھولو......!"

رچرڈ نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

تین بار کلک کی آواز اُبھری۔ وہ تین تالے تھے۔ دروازہ کھلا۔ رچرڈ والٹر کو دھکیلتے ہوئے اندر گھسا۔ روشنی کا سوئچ دباتے ہی اس نے عقب میں دروازے کو بند کیا اور لاک کر دیا۔

وہ ایک دوچھتی تھی، جو یقیناً عمارت کے پورے رقبے پر محیط تھی۔ دیواروں پر چند تصاویر آویزاں تھیں اور وہاں کی ہر چیز سفید تھی۔ کاؤچز، کرسیاں، الماریاں، میزیں، قالین، دیواریں...... حتیٰ کہ چھت بھی۔ دیکھنے میں وہ کوئی برفانی قطعۂ زمین لگ رہا تھا۔ لیکن رچرڈ کو وہ سب دیکھ کر ہیروئن کا خیال آیا۔

"اب میں پلٹ سکتا ہوں......؟"

والٹر نے پوچھا۔

"ہاں......! بہت آہستہ آہستہ......!"

والٹر چھڑی کے زور پر گھومتے ہوئے پلٹا۔ ماسک پر نظر پڑتے ہی



اس نے بڑی بے یقینی سے سر ہلایا۔

"ارے......! تم......؟"

"تم مجھے جانتے ہو......؟"

"تمہارے بارے میں پڑھا ہے میں نے...... تم اپنے تئیں خدا کے بھیجے ہوئے نیکی کے فرشتے ہو...... خدا کا آلۂ انتقام......! تم خود کو حواری کہتے ہو۔"

والٹر نے کہا۔

اٹیچی کیس اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ دھاری دار سوٹ کے اوپر اس نے بہت مہنگا اوورکوٹ پہن رکھا تھا۔

"لیکن میری طرف تمہاری توجہ کے اعزاز کا سبب کیا ہے......؟ یہ میں نہیں سمجھ سکا۔ مجھ سے کیا چاہتے ہو تم......؟"

اس نے مزید کہا۔

رچرڈ نے ریوالور سے ایک کاؤچ کی طرف اشارہ کیا۔ والٹر اس پر بیٹھ گیا۔

"مجھے تمہاری طرف متوجہ نہیں ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ تمہارے خیال میں اب تک تمہاری زندگی صاف ستھری اور بے داغ ہے......؟"

رچرڈ نے کہا۔

والٹر خاموش رہا۔

"میں بتاتا ہوں کہ میں تم سے کیا چاہتا ہوں......؟"

رچرڈ نے کہا۔

"پہلے تو تم مجھے وہ جگہ دکھاؤ جہاں تم منشیات ذخیرہ کرتے ہو۔ پھر تم مجھے منشیات کے ڈیلرز اور سپلائرز کے نام اور پتوں کی فہرست بنا کر دو۔ اور

آخر میں مجھے اپنا تحریری اعترافِ جرم عنایت کرو، تفصیل کے ساتھ کہ
خلاف گواہی دینے والوں کو تم نے کیسے قتل کیا یا کرایا......؟ اور کرایا تو
سے کرایا......؟"

والٹر بے ساختہ مسکرایا۔ ایسا لگا کہ اس کا چہرہ دو نیم ہو گیا ہے۔

"تمہارے یقین کو میں داد دیتا ہوں۔ تمہیں یہ بھی خیال نہیں کہ
پر کیس چلایا گیا، اور بالآخر مجھے ہر الزام سے باعزت بری کر دیا گیا
اور ہاں......! یہ بھی ثابت نہیں ہو سکا کہ وہ دونوں گواہ قتل کئے گئے
ریکارڈ کے مطابق وہ حادثاتی اموات تھیں۔"

رچرڈ کینر بے تاثر چہرہ لئے اسے گھور رہا تھا۔

"اور پھر یہ سوچو کہ تمہارے مطالبات پورے کرنا تو میرے
اپنی قبر کھودنے کے مترادف ہے۔"

والٹر نے اضافہ کیا۔

"میں ایسا کیوں کروں گا......؟"

"اس لئے کہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں میں تمہیں اس
شوٹ کر دوں گا۔"

والٹر بے ساختہ ہنس پڑا۔

"قتل کرنے کی بات تو تم بڑے اعتماد سے کرتے ہو۔ کبھی
بھی ہے کسی کو......؟"

"نہیں......!"

"تو اپنے کیریئر کا آغاز تم مجھ سے کرنا چاہتے ہو......؟"

"ضروری ہوا تو......!"

"یعنی تم مجھے بے رحمی سے قتل کرو گے، جبکہ میں نہتا اور



ہوں، اور تمہیں کوئی نقصان بھی نہیں پہنچا سکتا۔"

"ہاں......! میں ایسا ہی کروں گا۔"

"مجھے افسوس ہے۔ لیکن میں اس پر یقین نہیں کر سکتا۔ تم کوئی عادی مجرم ہوتے، کرائے کے قاتل ہوتے یا ضرورت کے مارے کوئی لٹیرے ہوتے تو میں یہ بات مان لیتا۔ اس صورت میں اس وقت میں نہایت خوف زدہ ہوتا۔ لیکن جو کچھ میں نے تمہارے بارے میں پڑھا ہے، اور پھر تمہارا اپنا خط جو اخباروں میں شائع ہوا ہے، اس سے تمہارا یہ تاثر نہیں بنتا کہ تم یوں کسی کو قتل کر سکتے ہو۔"

رچرڈ کو حیرت ہوئی۔ سڑک چھاپ لٹیرے رامن ایسکوبار نے تو سمجھ لیا تھا کہ وہ قتل کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ لیکن یہ پڑھا لکھا اور ذہین شخص اسے سمجھنے میں غلطی کر رہا تھا۔ بات صرف اتنی سی تھی کہ رامن کی رہنمائی جبلت کر رہی تھی، جبکہ والٹر ہینسن منطق سے کام لے رہا تھا، یہ سمجھے بغیر کہ ایسی صورتِ حال میں منطق بھیانک نتائج لا سکتی ہے۔

"میں بھی تمہارے بارے میں پڑھتا رہا ہوں۔"

اس نے والٹر سے کہا۔

"مجھے تم سے گھن آتی ہے۔ تم نری گندگی ہو...... بہت نفیس اور خوب صورت پیکنگ میں بدترین غلاظت۔ تم اسکول کے بچوں کو منشیات کی لت لگاتے ہو۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ سجائے، آسانی کے ساتھ لوگوں کو قتل کراتے ہو۔ تم پڑھے لکھے، بظاہر معزز آدمی ہو۔ لیکن تمہارے پاس نہ دل ہے نہ ضمیر۔ تم تو گرے ہوؤں سے بھی گرے ہوئے ہو۔ اس لئے میں نے تمہیں منتخب کیا ہے۔"

والٹر کا چہرہ اب بھی بے تاثر تھا۔ لیکن پہلی بار اس پر تناؤ اُبھرا۔ اس

نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ انداز ایسا تھا، جیسے کوئی بے حد محتاط شخص اچانک درپیش کسی مسئلے پر غور کر کے اس کا حل تلاش کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر وہ مسکرایا۔ لیکن اس بار اس کی مسکراہٹ نیم دلانہ تھی۔

"یہ ماننا پڑے گا کہ تم مجھے گھناؤنا ثابت کرنے میں خاصی حد تک کامیاب رہے ہو۔ ایک لمحے کو تو مجھے بھی خود سے گھن آئی۔"

رچرڈ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ اسے سگریٹ کی شدید طلب ہو رہی تھی۔ لیکن وہ ریوالور کی طرف سے بے پرواہی نہیں برت سکتا تھا۔

"لیکن یہ سب کچھ اتنا سادہ اور آسان نہیں ہے۔"

والٹر ہینسن نے کہا۔

"اپنی مرضی سے کوئی ولن نہیں بنتا۔ تم نے کہا، میں نفیس اور خوب صورت پیکنگ میں بدترین غلاظت ہوں۔ مگر میں جانتا ہوں کہ یہ درست نہیں ہے۔ حالات اور واقعات بڑی تبدیلیاں لاتے ہیں مسٹر حواری......!"

وہ ہنسا۔

"ایک زمانہ تھا کہ میں ہیرو تھا۔ ویت نام سے میں اتنے میڈل لے کر آیا کہ میرے قصبے میں میرے اعزاز میں پریڈ منعقد کی گئی۔ لیکن میرے پاس صرف میڈل ہی نہیں تھے۔ ٹانگ میں لوہے کی راڈ بھی تھی۔ اور اذیت اتنی شدید اور دائم کہ اسے سہنے اور سکون سے دن گزارنے کے لئے مجھے مستقل طور پر ڈرگز لینی پڑتی تھیں۔ وہ پہلا قدم تھا...... چھوٹا سا قدم...... زندگی ایسے ہی رنگ دکھاتی ہے۔ پہلے آپ کو اپنی ضرورت کا خیال ہوتا ہے۔ آپ کو بس اپنی فکر ہوتی ہے۔ اس سے آگے کچھ نہیں۔ پھر کوئی آپ کے سامنے اپنی ضرورت کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے۔"

وہ کہتے کہتے رُک گیا۔ اس کے انداز میں اب شرمندگی تھی۔



"خیر چھوڑو......! تمہیں میری مجبوریوں کی کہانی میں کیا دلچسپی ہوگی......؟"

وہ ایک دم سے کاؤچ سے اُٹھا اور اس نے چھڑی گھمائی۔

رچرڈ نے ٹریگر دبا دیا۔ فائر کی گھٹی سی آواز کے ساتھ ہی والٹر یوں پیچھے کی طرف گرا جیسے کسی نے اسے دھکا دیا ہو۔ اس کے کوٹ کی بائیں آستین میں ایک سوراخ نمودار ہوا۔ پھر اس میں سے خون پتلی سی لکیر کی طرح باہر بہنے لگا۔

"میں تم سے صرف ایک بار اور پوچھوں گا۔"

رچرڈ گینر نے سرد لہجے میں کہا۔

"بے وقوف مت بنو......! مجھے مارنے کا کیا فائدہ......؟ اس سے کچھ نہیں بدلے گا۔ کوئی کسی کو نشے کا عادی نہیں بناتا۔ لوگ خود ہی پھنستے ہیں نشے کے چکر میں۔"

"بارہ بارہ سال کے بچوں کو تم جیسے کمینے ہی پھنساتے ہیں۔"

تکلیف سے والٹر کا چہرہ سپید پڑنے لگا تھا۔

"معقولیت سے کام لو۔ میں تمہیں دس لاکھ ڈالر دے سکتا ہوں۔ ایک ملین نقد......! یہاں سے تم نکلو گے تو امیر ہو گے۔ بولو......! کیا کہتے ہو......؟"

"تم کچھ بھی نہیں سمجھتے، سمجھ بھی نہیں سکتے۔ دماغ میں گندگی جو بھر گئی ہے۔"

رچرڈ نے کہا اور ریوالور کا رُخ والٹر ہینسن کی پیشانی کی طرف کر دیا۔

"اب تمہارے پاس صرف دس سیکنڈ ہیں۔"

والٹر کاؤچ پر ڈھے سا گیا۔

''ٹھیک ہے......! تم جیتے، میں ہارا......!''

اس کی آواز لرز رہی تھی۔

''منشیات کا ذخیرہ اور ڈیلرز اور سپلائرز کے متعلق معلومات کہاں رکھتے ہو تم......؟''

''چلو......! میں دکھاتا ہوں۔''

والٹر بڑی مشکل سے کوشش کر کے اُٹھا۔ عقب میں سفید کشن میں ایک سیاہ سوراخ نظر آ رہا تھا۔

''ایک بات بتاؤ......! تمہارے فرشتہ بننے سے شیطانوں کا یہ معاشرہ کیسے سدھر سکتا ہے......؟ میرے نہ ہونے سے بال برابر بھی فرق نہیں پڑے گا۔ تم آخر کس کی مدد کرنے کی کوشش کر رہے ہو......؟''

''اپنی......!''

رچرڈ نے ریوالور سے اسے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔

چھڑی کی مدد سے چلتا والٹر ہینسن اسے اونچی چھت والے ایک کشادہ بیڈ روم میں لے گیا۔ وہاں بھی پینٹنگز کے سوا ہر چیز سفید تھی۔ والٹر ایک پینٹنگ کے پاس رُکا اور فریم کو ایک کونے کی طرف سے دبایا۔ اگلے ہی لمحے فریم کے پہلو میں دیوار پینل سرکا اور ایک بڑی تجوری نمودار ہوئی، جس پر ڈائل تھا اور ڈائل پر ہندسے تھے۔ والٹر ڈائل گھمانے لگا۔

والٹر کی پیٹھ رچرڈ کی طرف تھی۔ تجوری کھولتے ہی اس کا وجود سمٹ سا گیا۔ لگتا تھا کہ خالی اوور کوٹ کسی ہینگر پر لٹکا ہوا ہے۔

''تم سمجھ نہیں رہے ہو کہ دونوں صورتوں میں تم میری زندگی کا خاتمہ کر رہے ہو۔''



اس نے پلٹ کر دیکھے بغیر کہا۔

''بلکہ تمہاری بات ماننے کے مقابلے میں گولی سے مرنا نسبتاً بہت کم تکلیف دہ ہے۔''

''فیصلہ تو تمہیں ہی کرنا ہے۔''

''تو پھر لو...... یہی چاہتے تھے نا تم......؟''

والٹر ہینسن نے نرم لہجے میں کہا اور پھرتی سے پلٹتے ہوئے فائر کر دیا۔ وہ فائر بھی بے آواز تھا۔ رچرڈ گینز کے ریوالور کی طرح والٹر ہینسن کے ریوالور پر بھی سائیلنسر لگا تھا۔

رچرڈ گینز کو لگا کہ اس کے داہنے رُخسار پر شہد کی مکھی نے ڈنک گڑھ دیا ہے۔ وہ ایک طرف کو جھکا اور اس نے ٹریگر دبا دیا۔ پھر اس نے نشانہ لیتے ہوئے دوسرا فائر کیا۔ اسے احساس نہیں ہوا کہ دوسرے فائر کی ضرورت نہیں رہی۔ والٹر ہینسن فرش پر ڈھیر ہو چکا تھا۔ اس کی چھڑی اس کے پاس ہی پڑی تھی۔ اس کی کھوپڑی کا ایک حصہ غائب ہو چکا تھا۔ ریوالور اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا، اور وہ بالکل رچرڈ کے ریوالور کی ساخت کا تھا۔

رچرڈ نے منہ پھیر لیا۔ وہ اس منظر کو دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے اپنے وجود میں عجیب سے کھوکھلے پن کا احساس ہو رہا تھا۔

اس سنبھلنے میں چند منٹ لگے۔ پھر وہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ تجوری کے اندر سفید سفوف سے بھرے ہوئے پلاسٹک کے چار بڑے تھیلے تھے۔ اس سفوف کے چھوٹے پیکٹ درجنوں کی تعداد میں تھے۔ ایک رجسٹر تھا، جس میں بڑی تعداد میں نام اور پتے درج تھے۔ نقد رقم اس کے علاوہ تھی۔ رچرڈ نے نوٹ گنے۔ رقم پانچ لاکھ سے کچھ ہی کم تھی۔

اس کے رُخسار میں جلن ہو رہی تھی۔ اس نے اس جگہ کو چھوا۔ ماسک کے اندر اسے آنسو کے ایک قطرے کی موجودگی کا احساس ہوا۔ اس نے اُنگلی کو دیکھا تو اس پر خون نظر آیا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ بال بال بچا ہے۔

اس نے تمام چیزیں دوبارہ تجوری میں رکھ دیں، مگر تجوری کو لاک نہیں کیا۔ پھر اس نے اپنا ایک کارڈ نکالا اور اس پر پولیس کے لئے پیغام لکھا۔

''پہلی گولی والٹر ہینسن نے چلائی تھی۔ ریوالور اس کے ہاتھ میں ہے، اور گولی کہیں دیوار میں ہوگی۔ اور ہاں......! رقم میں نے شمار کی ہے۔ گھپلا نہ کرنا۔''

اس کارڈ کو اس نے لاش کے قریب ڈال دیا اور اپارٹمنٹ سے نکل آیا۔ لفٹ میں بیٹھ کر وہ نیچے آیا۔ کسی کی نظروں میں آئے بغیر وہ اپنی شیورلیٹ تک پہنچ گیا۔ کینسل اسٹریٹ پر گاڑی روک کر وہ اُترا اور پبلک بوتھ سے 19 ویں پولیس اسٹیشن کو فون کیا۔ ماسک وہ اپارٹمنٹ سے نکلتے ہوئے ہی اُتار چکا تھا۔

اس نے ڈیسک سارجنٹ کو والٹر ہینسن کا نام اور پتا نوٹ کرایا اور وہاں موجود چیزوں کی تفصیل بھی بتائی۔ آخر میں اس نے کہا۔

''اور ہاں......! کیپٹن جمیل نعمان کو ضرور اطلاع دے دینا۔''

یہ کہتے ہوئے وہ مسکرا دیا۔

گھر واپس جاتے ہوئے تین مختلف مقامات سے اس نے میڈیا والوں کو فون کئے۔ وہ گھر پہنچا تو سپیدۂ سحر پھوٹ رہا تھا۔ بستر پر گرتے ہی وہ بے سدھ ہو کر سو گیا۔



آنکھ کھلی تو وہ مزید سونا چاہتا تھا۔ اس نے ایک پرانی ترکیب آزمائی۔ آنکھیں بند کر کے اس نے خود کو باور کرایا کہ وہ ابھی سو رہا ہے۔ لیکن ترکیب کارگر نہیں ہوئی۔ اس کی وجہ شاید یہ خیال تھا کہ اس نے ایک جیتے جاگتے آدمی کو قتل کر دیا ہے۔ یا شاید وہ خواب تھا۔ لیکن پھر ایک کے بعد ایک، اسے جزئیات یاد آنے لگیں۔ اس واقعے کے خواب ہونے کا ہر امکان معدوم ہوتا گیا۔

وہ اُٹھا تو سر میں شدید درد تھا۔ رُخسار میں جیسے آگ لگی ہوئی تھی۔ اس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ دوپہر کے دو بجے تھے۔ اتنی دیر تک وہ پہلے کبھی نہیں سویا تھا۔ لیکن پہلے کبھی اس نے قتل بھی تو نہیں کیا تھا۔

گھر سے نکل کر وہ نیوز اسٹینڈ تک گیا اور تمام اخبار خرید لایا۔ وہ خبر ہر اخبار کے صفحۂ اوّل پر موجود تھی۔ سب نے اپنی اپنی پالیسی کے مطابق سرخیاں لگائی تھیں۔ پوسٹ کی شہ سرخی تھی۔

''حواری کے ہاتھوں ڈرگ بیرن کا قتل......!''

نیوز نے لکھا تھا۔

''نارکوٹک زار حواری کے ہاتھوں جہنم رسید......!''

جبکہ ٹائمز کا انداز مختلف تھا۔ اس کی سرخی تھی۔

''خودساختہ مصلح کے ہاتھوں مجوزہ طور پر منشیات کا ڈیلر ہلاک......!''

ہر سرخی کے نیچے والٹر ہینسن پر چلنے والے مقدمے کی تفصیل تھی۔ جس میں اسے ہر الزام سے بری کر دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ ان کے خلاف گواہی دینے والے دو افراد کی حادثاتی اموات کا بھی تذکرہ تھا۔ یہ خبر بھی تھی کہ والٹر ہینسن کے گھر میں خفیہ تجوری سے تقریباً پانچ لاکھ ڈالر کی رقم اور ایک

کروڑ ڈالر مالیت کی ہیروئن بھی برآمد ہوئی ہے۔ حواری کو نوٹ کا بھی تذکرہ تھا، جس کی تصدیق دیوار سے برآمد ہونے والی گولی نے کی تھی کہ پہلی گولی والٹر نے چلائی تھی۔

پھر وہ ریڈیو اور ٹی وی پر بھی خبریں سنتا اور دیکھتا رہا۔ ہر جگہ سب سے بڑی خبر یہی تھی۔ ایک نیٹ ورک نے عام لوگوں کا ردِعمل بھی ریکارڈ کیا تھا۔ عوام کی بھاری اکثریت کی رائے حواری کے حق میں تھی۔ صرف ایک مبصر نے والٹر ہینسن کے درخشاں ماضی کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ ویت نام میں وہ کئی بار بری طرح زخمی ہوا تھا، اور اُس نے متعدد تمغے جیتے تھے۔

☆☆☆

"یہ تمہارے گال کو کیا ہوا......؟"

جین نے رچرڈ سے پوچھا۔

"شیو کرتے ہوئے خراش آ گئی۔"

رچرڈ نے جواب دیا۔

جین سمجھ گئی کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ خراش جہاں لگی تھی، وہاں بال نہیں ہوتے ہیں اور یہ بھی جانتی تھی کہ رچرڈ الیکٹرک شیور استعمال کرتا ہے۔ لیکن اس وقت اس کا دھیان کہیں اور تھا۔

"میری صورتِ حال کچھ اچھی نہیں جا رہی ہے۔"

وہ بولی۔

"ڈاکٹر کیا کہتا ہے......؟"

"کچھ بھی نہیں۔ وہ تو بس سنتا رہتا ہے۔"

اس کی آنکھوں میں اذیت در آئی۔



"مجھے سب کچھ بے معنی اور بے وقعت لگتا ہے، اپنا کام بھی اور تمام لوگ بھی۔ میں خود کو خالی خالی محسوس کرتی ہوں، ہر خوشی سے محروم۔ ایسا لگتا ہے، جیسے بچوں کے ساتھ میں بھی مر گئی۔ اگر کسی سے بات کرنے کو میرا جی چاہتا ہے تو وہ بس تم ہو اور اس کی وجہ بھی صرف یہ ہے کہ میں جانتی ہوں، تم بھی دُکھی ہو۔ میں چاہتی ہوں کہ تم اپنا دُکھ میرے ساتھ بانٹو۔ اگر تم بھی دُکھی نہ ہوتے تو شاید میں تمہاری طرف دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتی۔"

رچرڈ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ سرد تھا...... سرد اور استخوانی۔

"یہ انصاف تو نہیں...... میں وہ سب کچھ سوچتی ہوں، جو انہیں کرنا تھا، لیکن وہ نہیں کر سکے۔ میں خدا سے عجیب سی سودے بازی کرتی ہوں۔ میں کہتی ہوں، ان دونوں کو تیس تیس برس دے دیئے جائیں، اور وہ ہماری زندگی میں سے منہا کر لئے جائیں۔"

وہ کہتے کہتے رُکی۔

"تم اس کے لئے آمادہ ہو سکتے ہو......؟"

"ہاں......! کیوں نہیں......؟"

"میں جانتی ہوں۔ تم ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ اور وہ...... وہ تو عشق کرتے تھے تم سے۔ اس پر مجھے اور دُکھ ہوتا ہے کہ میں نے تمہیں ان سے دُور کر دیا تھا۔ میں نے طلاق کے ذریعے انہیں اس خوب صورت وقت سے محروم کر دیا جو وہ تمہارے ساتھ گزار سکتے تھے۔"

"نہیں......! قصور میرا بھی تھا۔ میں اپنے کام کو دیوانگی کی حد تک اہمیت دینے لگا تھا۔"

رچرڈ گیئر نے سچائی کے ساتھ کہا۔

جین نے ایک سرد آہ بھری۔

''چلو...... تمہارے پاس اب بھی کچھ بچا تو ہے...... تم
کام......!''

''نہیں......! ایسا نہیں ہے۔ ان کی موت کے بعد سے اب تک
میں نے برش کو چھوا تک نہیں ہے۔''

''لیکن تم نے کہا......''

''میں نے کہا تھا...... میں بہت کچھ کرتا ہوں۔''

جین نے اسے بہت غور سے دیکھا۔

''میں سمجھی نہیں......! مصوری تو تمہارے لئے زندگی ہے۔''

وہ خاموش رہا۔

''تو پھر تم کیا کرتے ہو......؟''

''مصوری سے بہتر کچھ کرتا ہوں میں...... کم از کم مجھے تو اس کا یقین
ہے۔''

جین کی آنکھوں سے اُلجھن جھانکنے لگی۔

''پلیز رچرڈ......! ان دنوں میں مبہم باتوں کو سمجھنے کے قابل نہیں
رہی ہوں۔''

''آئی ایم سوری......!''

رچرڈ نے کہا۔ ایک لمحے کو اس نے سوچا۔

''کیوں نہیں......؟ ہاں...... کیوں نہیں......؟ اگر اس دوا سے ا
فائدہ ہوا ہے تو جین کو کیوں نہیں ہوسکتا......؟''

وہ ایک دم سے اُٹھا اور اپنے بیڈ روم میں چلا گیا۔ ذرا دیر بعد وہ
واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں پلاسٹک کا وہ بڑا شاپنگ بیگ تھا۔ وہ دوبارہ
کاؤچ پر اس کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ شاپنگ بیگ کو اس نے بڑی احتیاط سے



گھٹنوں کے درمیان دبا لیا تھا۔

''مجھے نہیں معلوم کہ تمہارا ردِعمل کیا ہوگا......؟ لیکن میرے خیال میں
دُنیا میں صرف تم ہی ہو، جسے یہ بات معلوم ہونی چاہئے۔''

''کون سی بات......؟''

بیگ میں ہاتھ ڈال کر پہلے اس نے حواری کا ماسک، پھر سائیلنسر لگا
ریوالور اور اس کے بعد وزٹنگ کارڈ نکالے جن پر حواری لکھا تھا۔ اس نے وہ
تمام چیزیں میز پر رکھ دیں۔

جین کی آنکھوں میں اب بھی اُلجھن تھی۔ ابھی تک اس نے صرف
ماسک پر توجہ دی تھی۔

''یہ تو ہمارے بچوں کا ہے۔''

وہ دُکھ سے بولی۔

''مجھے یاد ہے کہ یہ میں نے کب خریدے تھے۔ ان کے اسکول میں
ڈرامہ ہو رہا تھا۔''

رچرڈ نے ماسک کے پیچھے ہاتھ رکھا اور جہاں ہینسن کی گولی نے
سوراخ کیا تھا، وہاں سے اپنی اُنگلی اندر ڈال کر ہلائی۔

لیکن جین اب بھی جیسے ماضی میں جھانک رہی تھی۔ مگر پھر پہلی بار
اس کی نظر ریوالور اور کارڈز پر پڑی۔

''یہ ریوالور بھی ان کا ہے......؟''

اس نے پوچھا۔

''نہیں......! یہ اصلی ہے۔''

اس نے ایک کارڈ اُٹھایا۔

''اور یہ کیا ہے......؟''

"یہ میری شناخت ہے۔"

اس کے باوجود بات جین کی سمجھ میں ایک دم سے نہیں آئی۔ آگہی اس پر بتدریج اُتر رہی تھی۔ پھر جیسے وہ پوری طرح سمجھ گئی۔ اس نے سرگوشی میں کہا۔

"کیا یہ سچ ہے......؟"

"ہاں......!"

"لیکن کیوں......؟ تم اس طرف کیسے نکل گئے......؟"

اس نے کندھے جھٹک دیئے۔

"میں بہت مایوس اور دل شکستہ تھا۔ میں جینے کا جواز ڈھونڈ رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ خدا نے میرے بچوں کو کیوں بلا لیا......؟ جبکہ انہیں دُنیا میں بہت کچھ کرنا تھا...... اور مجھے کیوں زندہ چھوڑ دیا......؟"

"خدا کی پناہ......! اور پھر تم نے یہ نتیجہ نکالا......؟"

رچرڈ بے بسی سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ رونے لگی۔ رچرڈ نے پلکیں جھپکائیں۔ اس کی اپنی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

"تمہیں...... تمہیں بہت زیادہ برا لگا ہے......؟"

"نہیں......!"

جین نے کہا اور ننھے بچوں کی طرح اس سے لپٹ گئی۔

"بات یہ ہے کہ......"

وہ کہتے کہتے رُکی، جیسے سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ کیا کہے......؟

"یہ سب کچھ بہت اُداس کر دینے والا ہے۔"

وہ ایک دوسرے سے لپٹے بیٹھے رہے۔

☆☆☆



وہ خیال بہت سنسنی خیز تھا۔ یہ ایسا تھا، جیسے کوئی کسی بلند عمارت کی کسی کھڑکی سے اتنا آگے جھکے کہ اسے ڈر لگنے لگے کہ وہ گر جائے گا۔ ایسے خوف میں بھی ہیجان ہوتا ہے۔

بالآخر اس نے اس خیال کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ ایک صبح اس نے پولیس ہیڈ کوارٹر فون کیا۔

"کیا تم مجھ بے چارے کو بھول بیٹھے ہو......؟ میں جو تمہاری وجہِ شہرت ہوں، تمہیں یاد بھی نہیں آتا......؟"

"ارے تم ہو...... خدا کی مار مجھ پر......"

"اتنی مذمت کی ضرورت نہیں۔ لیکن کسی کی زندگی بچاؤ گے زبردستی تو اس کی کچھ ذمہ داری بھی قبول کرنی ہوگی۔"

"ہاں......! کسی حد تک......!"

دوسری طرف سے جمیل نعمان نے کہا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔"

"رات کو کسی وقت آؤ......! تمہاری پسندیدہ سرخ شراب سنبھال کر رکھی ہے میں نے۔"

ایک لمحے کے توقف کے بعد جمیل نے کہا۔

"میں چھ بجے آؤں گا۔"

"پتا نوٹ کرو......!"

"مجھے معلوم ہے کہ تم کہاں رہ رہے ہو۔"

جمیل نے کہا اور رابطہ منقطع کر دیا۔

☆☆☆

کیپٹن وقت کا پابند تھا۔ وہ ٹھیک چھ بجے آیا۔ انہوں نے ہاتھ ملا
اور پھر ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ رچرڈ کو احساس ہو رہا تھا کہ ان کے
درمیان توانائی کی ایک عجیب سی لہر دوڑ رہی ہے۔

”تم اچھے لگ رہے ہو۔“

جمیل نے کہا۔

”لگتا ہے، بہت عرصہ جیو گے۔“

رچرڈ مسکرایا۔

”میں نے سوچا، تمہاری سرمایہ کاری کو تحفظ دیا جائے۔“

جمیل نے سگریٹ سلگائی اور اسے غور سے دیکھا۔

”میں واقعی تمہیں بھول گیا تھا۔ تم نے فون کیا تو مجھے شاک لگا۔“

”میں تو مذاق کر رہا تھا۔ تم ہرگز غیر ذمہ دار آدمی نہیں ہو۔“

”نفسیات داں کہتے ہیں کہ کوئی بات بے سبب نہیں کی جاتی۔“

رچرڈ اسے نشست گاہ میں لے گیا۔

”آؤ بیٹھو......!“

”تمہاری لنگڑاہٹ کے بارے میں ڈاکٹر کیا کہتا ہے......؟“

”یہی کہ وقت کے ساتھ ساتھ دُور ہو جائے گی۔“

رچرڈ نے کہا۔

”ویسے یہ زیادہ نمایاں ہے کیا......؟“

”نہیں......!“

”نمایاں تو ہو گی۔ ایک نظر میں تمہیں پتا چل گیا۔“

”یہ نہ بھولو کہ میں پولیس والا ہوں۔ غیر محسوس طور پر معمولی اور غ



اہم چیزیں بھی میری نظر میں آ جاتی ہیں۔“

رچرڈ دو جام بنا کر لایا۔ ایک اس نے جمیل کی طرف بڑھا دیا۔
جمیل کی نظریں اسے اپنے آر پار ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔ تاہم اس میں
ناخوش گواریت نام کو بھی نہیں تھی۔ رچرڈ سوچ رہا تھا کہ جسے اس کی موہوم
لنگڑاہٹ نظر آ گئی، وہ ایک نمایاں چیز کو کیسے نظر انداز کر سکتا ہے......؟

”سچ کہوں...... مجھے تمہارے اتنی جلدی سنبھلنے کی اُمید نہیں تھی۔“

جمیل نے جام سے گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

”اور یہ میں صرف جسم کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ ذہن اور روح بھی
اس میں شامل ہیں۔ تم میری توقع سے بڑھ کر حوصلہ مند اور سخت جان ہو۔“

”میرا اس میں کیا ہے......؟ جسے زندہ چھوڑ دیا جائے، اسے جینا تو
پڑے گا ہی۔ سانس کی آمدورفت، صبح ہوتی ہے، شام ہوتی ہے، یہی زندگی
ہے۔“

”بے کار بات مت کرو......! میں بھی جانتا ہوں اور تم بھی جانتے
ہو، یہ اتنی سادہ بات نہیں۔“

”میں تمہارے بارے میں پڑھتا رہا ہوں۔“

رچرڈ نے کہا۔

”تم بھی بہت اچھے جا رہے ہو۔ کئی بار میں نے تمہیں ٹی وی پر بھی
دیکھا۔ پھر میں نے یہ بھی پڑھا کہ حواری کا کیس تمہارے پاس ہے۔“

”وہ میں نے خود مانگا تھا۔“

جمیل نے کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

”اسے گرفتار کر کے مجھے بہت خوشی ہو گی۔“

رچرڈ نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

''ایسا کیا......؟ دیکھا جائے تو وہ تمہاری مدد ہی کر رہا ہے۔ تم
کام آسان کر رہا ہے۔''

''اگر ایسے پانچ ہزار مددگار میدان میں آجائیں تو شہر جہنم بن جا
گا۔''

''تو تمہارے خیال میں وہ ایک قاتل ہے......؟''

''یہ سوال تمہیں والٹر ہینسن سے پوچھنا چاہئے۔''

''اخبار میں لکھا تھا کہ پہلا فائر والٹر ہینسن نے کیا تھا۔''

''یہ بات ہینسن نے تو نہیں کہی نا......؟''

''لیکن والٹر ہینسن خود قاتل بھی تھا اور منشیات فروش بھی۔''

''قانون کے مطابق تمہارا یہ جملہ سچ پر مبنی نہیں ہے۔''

جمیل نعمان نے جام خالی کر کے میز پر رکھا۔ پھر اس نے مفکر
انداز میں سر جھٹکا۔

''لوگ سمجھتے نہیں۔ قانون کوئی نل نہیں کہ جب چاہا، کھول لیا
جب چاہا بند کر دیا۔ قانون کاملیت سے محروم ہے۔ کامل ہو بھی نہیں
لیکن اس کے بغیر معاشرے میں صرف انارکی پنپ سکتی ہے۔''

''بھئی......! میں تو اس حواری کے حق میں ہوں۔''

رچرڈ نے کہا۔

''وہ تو سبھی ہیں۔''

جمیل نے خشک لہجے میں کہا۔

''اس کے حق میں جو ڈاک آتی ہے، تم اس کا تصور بھی نہیں
سکتے۔ اس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اگر وہ صدر کا انتخاب لڑے تو
اکثریت سے جیت جائے۔ لیکن الیکشن سے پہلے ہی اسے گرفتار کر لوں



''اتنی جلدی......؟''

''زیادہ سے زیادہ دو...... اور حد سے حد تین مہینے لگیں گے۔''

''اتنے یقین سے کیسے کہہ رہے ہو یہ بات......؟''

''وجہ یہ ہے کہ وہ کوئی پیشہ ور مجرم نہیں۔ اس میدان میں وہ اناڑی
ہے۔ اس سے یقیناً غلطیاں سرزد ہوں گی۔''

جمیل نے کہا۔ پھر شیلف میں رکھی کتابوں پر طائرانہ نگاہ ڈالی۔
انداز ایسا تھا، جیسے کتابوں کے نام یاد کر رہا ہو۔

آدمی اپنے ذوقِ مطالعہ سے بھی تو پہچانا جاتا ہے۔ رچرڈ نے سوچا۔

''لیکن یہ امکان بھی ہے کہ مجھے اتنا انتظار بھی نہ کرنا پڑے۔''

جمیل نے اچانک کہا۔

''مجھے دُشواری ہوئی بھی تو وہ خود میری مدد کرے گا۔''

''تمہارا خیال ہے کہ وہ خود گرفتار ہونے کا خواہش مند ہے......؟''

''ہوسکتا ہے، شعوری طور پر نہ ہو، لیکن لاشعوری طور پر ایسا ہی ہے۔
دیکھونا...... ایک بار وہ مجھے فون کر چکا ہے، اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے فون
کرتا رہے گا۔ یہ اس کے کھیل کا حصہ ہے۔ اس سے اسے ہیجان بڑھانے
والی خوشی ملتی ہے۔ اس طرح اسے اپنی برتری کا احساس ہوتا ہے۔ اسے لگتا
ہے کہ وہ حاوی ہے لیکن پھر اسے بوریت ہونے لگے گی۔ وہ ہیجان بڑھانے
کے لئے مجھے اشارے دے گا۔''

رچرڈ گینز نے جام دوبارہ بھر دیئے۔

''بہرحال......! مجھے لگتا ہے کہ لطف اندوز تم بھی ہو رہے ہو۔''

اس نے کہا۔

جمیل ہنس دیا۔

"ٹھیک کہا تم نے......! اس لئے میں نہیں چاہتا کہ یہ کھیل جلدی ختم ہو۔"

وہ اُٹھا اور مینٹل پیس پر رکھے فریم کی طرف بڑھا، جس میں جینی اور اس کے جڑواں بیٹوں کی تصویر لگی تھی۔ وہ دو سال پرانی تصویر تھی جو ساحل پر لی گئی تھی۔ وہ تینوں مسکرا رہے تھے۔

"ارے ہاں......! میں تم سے تمہاری سابقہ بیوی کے بارے میں پوچھنا چاہ رہا تھا۔ کیا حال ہے اس کا......؟"

"میرے مقابلے میں تو اس کا بہت ہی برا حال ہے۔"

رچرڈ نے جواب دیا۔

☆☆☆

صبح کے وقت رچرڈ گینز کافی پیتے ہوئے ٹائمز کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اس کی نظر پورے صفحے کے اس اشتہار پر پڑی، جو ایک کھلے خط کی شکل میں شائع ہوا تھا۔ جلی حروف میں شائع ہونے والا وہ خط حواری کے نام تھا۔

"بائبل میں لکھا ہے۔ خدا کہتا ہے کہ انتقام میرا ہے۔ لیکن کبھی کبھی ولیوں کا صبر بھی آزمائش میں پڑ جاتا ہے۔ اور ہم لوگوں میں سے بہرحال کوئی بھی ولی نہیں ہے۔ میں تمہارے لئے بخشش کی دُعا کرتا ہوں، کیونکہ تم ذاتی طور پر انتقام لے رہے ہو...... خوف ناک انتقام......!

لیکن میں صرف تمہیں الزام نہیں دیتا۔ اصل مجرم تو وہی ہیں، جو ایوانِ اقتدار میں بیٹھے ہیں۔ ان کی خود



غرضانہ اور مفاد پرستانہ پالیسوں نے وحشت اور لاقانونیت کو فروغ دے کر ایک عظیم قوم کو...... پورے معاشرے کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔

تو معاملہ یہ ہے کہ ہم سب کو عقل سے کام لینا ہوگا۔ ہمیں چوکنا رہنا ہوگا۔ ہمیں طاغوتی قوتوں کے خلاف مل کر آواز اُٹھانا ہوگی۔ تم یقیناً مذہبی رجحان رکھتے ہو۔ تبھی تو تم نے حواری کا لقب اپنایا ہے۔ لیکن افسوس کہ تم تو خود تشدد اور لاقانونیت کے مرتکب ہو رہے ہو۔ تو ایسے میں معاشرے کے ہر فرد پر لازم ہے کہ اپنے حصے کی ذمہ داری قبول کرے۔ برسوں کی مجرمانہ خاموشی کو اب توڑنا ہوگا۔ ہم بہت چپ رہ لئے۔

خدا تم پر رحم فرمائے اور تمہیں اپنی بخشش سے نوازے۔

کلنٹن ٹیلر (پادری)......!"

اشتہار کے نیچے تحریر تھا۔

"یہ اشتہار فرینڈز آف امریکن فنڈامینٹل چرچ کی طرف سے عطیہ ہے۔"

☆☆☆

اسے گیلری سے مارون سینڈرز نے ارجنٹ کال کر کے کہا۔

"تمہیں یقین نہیں آئے گا۔ لیکن میرے پاس اب تمہاری کوئی پینٹنگ نہیں بچی ہے۔"

''اور وہ جو تم یہاں سے سمیٹ کر لے گئے تھے..... وہ سب کیا ہوئیں.....؟''

''سب بک گئیں۔ آج کل تم ہاٹ کیک ہو گئے ہو۔''

رچرڈ تلخی سے مسکرایا۔

''تو پھر.....؟''

''اور کچھ ہے تمہارے پاس.....؟''

''ایسے ہی کچھ اسکیچز سے ہیں۔ لیکن وہ میں تمہیں ہرگز نہیں دوں گا۔''

رچرڈ نے کہا۔

''آج کل کسی سبجیکٹ پر کام کر رہے ہو تم.....؟''

''میں فارغ ہوں..... بالکل خالی.....!''

''کیا بات کر رہے ہو.....؟ جس وقت آدمی ڈیمانڈ میں ہوں، اس وقت خالی نہیں بیٹھنا چاہیے۔''

مارون کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

''تم مذاق کر رہے ہو..... ہے نا.....؟''

''ہرگز نہیں.....! میں بے حد سنجیدہ ہوں اور یہ سچ ہے۔''

چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر مارون نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

''سوری رچرڈ.....! تمہیں نفسیاتی مدد کی ضرورت ہے۔ وہ لے رہے ہو.....؟''

''ہاں.....!''

رچرڈ نے اسے ٹالنے کے لئے کہا۔

''تمہیں پتا ہے، پینٹنگ بھی ایک طرح کی تھراپی ہے۔''



مارون نے جوش سے کہا۔

''مجھے معلوم ہے۔ لیکن وہ پینٹرز کے لئے نہیں ہوتی۔''

''واقعی.....! میں بھی گدھا ہوں۔''

مارون نے بے حد خلوص سے کہا۔

''ایک لکھنے والا لکھنے کے قابل نہ رہے، کسی نفسیاتی سبب سے، تو اس کے لئے لکھنے کا نسخہ تو تجویز نہیں کیا جا سکتا۔ سوری رچرڈ.....!''

''کوئی بات نہیں.....!''

رچرڈ کو اس پر ترس آنے لگا۔

''سنو رچرڈ.....! تمہیں لگتا ہوگا کہ مجھے صرف دولت کی ہوس ہے۔''

دوسری طرف سے مارون نے معذرت طلب لہجے میں کہا۔

''لیکن ایسا نہیں ہے۔ مجھے تمہاری پرواہ بھی نہیں ہے، اور میں تمہارے ہنر کا قدرداں بھی ہوں۔''

''میں جانتا ہوں مارون.....!''

''میں رابطے میں رہوں گا۔ میں کسی کام آسکوں تو بلاتکلف کہہ دینا۔ میں ہر طرح سے حاضر ہوں۔ اور ہاں.....! کیا تم اپنے ڈیڈی کو بھول گئے ہو.....؟''

رچرڈ نے فون رکھ دیا۔

وہ اپنے باپ کو کیسے بھول سکتا تھا.....؟ ٹام گینر کے لئے اپنے بیٹے کو پینٹ کرتے دیکھنا سانس لینے کے مترادف تھا۔ وہ اپنے بیٹے کی ہر تصویر پر فخر کرتا تھا۔ حالانکہ وہ قابل فخر ہرگز نہیں تھیں۔ اسے فخر تھا کہ اس کا بیٹا آرٹسٹ ہے۔ مرتے وقت اس نے اسپتال جانے کے لئے یہ شرط رکھی کہ

اس کی بنائی ہوئی چار تصویریں بھی اس کے ساتھ جائیں گی، جو اسے بہت پسند ہیں۔ ورنہ وہ اسپتال نہیں جائے گا۔ وہ شخص جو ہفتے میں 70 گھنٹے بیمہ پالیسیاں بیچنے کی تگ و دو میں رہتا تھا، اور اتنی محنت کے بعد بمشکل اتنا کما پاتا تھا کہ بس گزارہ ہو سکے، لیکن اس نے بہت خوشی سے قسم کھا کر کہا تھا کہ وہ زندگی بھر اپنے بیٹے کی ضرورتیں پوری کرے گا، تاکہ وہ تصویریں بناتا رہے۔

اور جب وہ مر گیا تو تدفین کے وقت پادری نے، جو اسے نہیں جانتا تھا، رچرڈ سے کہا کہ وہ اپنے باپ کے بارے میں کچھ کہے۔ تو رچرڈ نے کہا تھا۔

"وہ مجھ سے اور میری ماں سے بہت محبت کرتے تھے۔ انہوں نے زندگی میں کبھی کسی جاندار کو ایذاء نہیں پہنچائی۔ انہوں نے زندگی میں کبھی کوئی بے ایمانی، کوئی رکیک حرکت، کوئی برا کام نہیں کیا۔ انہیں میری بنائی ہوئی گھٹیا تصویروں میں بھی خدا کا چہرہ نظر آتا تھا۔"

اور جب ٹام گینر کو قبر میں اُتار دیا گیا، اور دُعا ہو چکی تو مارون سینڈرز رچرڈ گینر کو ایک طرف لے گیا۔

"ایک بات ایسی تھی کہ جس کے لئے تمہارے ڈیڈی نے مجھے تم دی تھی کہ تمہیں کبھی نہ بتاؤں۔ لیکن اب میں تمہیں ضرور بتاؤں گا۔"

اس نے کہا۔ پھر بولا۔

"جب پہلی بار تمہاری تصویریوں کی نمائش ہوئی، تو تمہاری صرف تین تصویریں بکی تھیں، تمہیں وہ تصویریں یاد ہیں......؟"

"انہیں میں کیسے بھول سکتا ہوں......؟ ان کی آمدنی پر تو میں نے اس پورے سال گزارا کیا تھا۔"

"وہ تینوں تصویریں تمہارے ڈیڈی نے خریدی تھیں۔"



آج مارون نے ڈیڈی کا حوالہ بہت سوچ سمجھ کر دیا تھا۔ ایک دن کی یاد ہی تو تھی، جو اسے دوبارہ پینٹنگ کی طرف راغب کر سکتی تھی۔

☆☆☆

بارش بہت تیز ہو رہی تھی۔ اور کھڑکیوں کے پردے کھلے ہوئے تھے۔

"تم بہت خوب صورت ہو...... بارش کی طرح۔ جو پردوں میں اچھی نہیں لگتی۔"

رچرڈ نے کیٹ سے کہا۔

"کبھی میں سوچتا ہوں کہ وہ دن کب آئے گا جب مجھے تم سے بے زاری ہونے لگے۔"

"تم پاگل ہو......! میں تمہارا نشہ ہوں اور نشے سے کوئی بور نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا اور عادی ہوتا جاتا ہے۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہو۔ مجھے تمہاری عادت سی ہو گئی ہے۔"

کیٹ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

"اب مجھے جانا ہے۔ اور یہاں سے جانا مجھے بہت برا لگتا ہے۔"

وہ ہچکچائی۔ مگر کھڑی ہو گئی۔

"ایک گھنٹے بعد میری شفٹ شروع ہونی ہے۔ تم اکیلے ہی تو میرے مریض نہیں ہو۔"

"تو میرے جیسے اور مریض بھی ہیں تمہارے......؟"

"پاگل......!"

اس نے اٹھلا کر کہا۔

"تم جیسا ہو تو ایک ہی مریض کافی ہوتا ہے۔"

وہ اپنا کوٹ لینے کے لئے اسٹور روم میں گئی۔ وہاں سے نکلی تو اس کے ہاتھ میں شاپنگ بیگ تھا، جس پر "ہنری بینڈل" لکھا تھا۔

"تم میرے لئے کوئی تحفہ لائے اور مجھے بتایا بھی نہیں۔"

"اے کیٹ......! یہ مجھے دے دو......!"

رچرڈ بھی اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

"یہ تمہارے لئے نہیں ہے۔"

"تو پھر کس کے لئے ہے......؟ تمہاری بیوی کے لئے......؟"

"نہیں......! یہ میری کوئی ذاتی چیز ہے۔"

"اتنے مہنگے اسٹور سے اپنے لئے کچھ لائے ہو تم......؟"

وہ اٹھ کر اس کی طرف بڑھا۔

"سنو......! یہ بیگ مجھے دو...... یہ بے حد ذاتی ہے۔"

"تم میرا تجسس بھڑکا رہے ہو۔"

"سنو......! تم نے ٹھیک کہا تھا۔ یہ میں جین کے لئے لایا ہوں۔ میں نے جھوٹ بولا تھا۔ میں تمہارے جذبۂ رقابت سے ڈر رہا تھا۔ لاؤ...... یہ مجھے دے دو......!"

"نہیں رچرڈ......! جھوٹ تو تم اب بول رہے ہو۔"

رچرڈ اس کی طرف لپکا۔ مگر وہ اسے جھکائی دے کر باتھ روم میں گھس گئی اور دروازہ بند کر لیا۔ وہ ہنس رہی تھی۔

"کیٹ......! پلیز......! یہ بیگ نہ کھولنا۔"

اس نے بند دروازے سے اپیل کی۔

"یہ کیسے ممکن ہے......؟ عورتوں کے تجسس کو تو تم جانتے ہو۔"



رچرڈ پلٹا اور بیڈ پر جا بیٹھا۔ اس نے سگریٹ سلگائی۔ انتظار کے سوا وہ کیا کر سکتا تھا......؟

کیٹ کو باہر آنے میں کچھ دیر لگی۔ وہ باہر آئی تو اس کی نگاہوں میں برہمی تھی۔

"ایک عجیب سی بات بتاؤں۔ مجھے اتنی زیادہ حیرت نہیں ہوئی۔ بلکہ مجھے تو یہ کچھ منطقی لگا...... فطری...... یا نیم فطری۔"

اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"لیکن مجھے اس پر افسوس ہے کہ میں کتنی بری نرس ہوں۔ میں بے وقوف ہوں۔ میں سمجھ رہی تھی کہ تم ہر روز پہلے سے بہتر ہوتے جا رہے ہو۔ تم نارمل ہو رہے ہو۔"

رچرڈ بستر پر دراز سحر زدہ سا اسے دیکھتا رہا۔ وہ غصے میں ضرور تھی لیکن بے قابو ہرگز نہیں تھی۔ اس کی آنکھوں میں سرد مہری تھی۔

"خدا کی پناہ......! تمہیں تو نفسیاتی امداد کی ضرورت ہے۔"

وہ بولی۔

رچرڈ مسکرا دیا۔

"میں نے کوئی مزاحیہ بات کہی ہے......؟"

"ہر شخص یہی کہتا ہے کہ مجھے نفسیاتی علاج کی ضرورت ہے۔"

"مائی گاڈ......! تم نے ایک جیتے جاگتے شخص کو مار دیا...... قتل کر دیا...... اب مجھے یہ بتاؤ...... کیسا محسوس ہوتا ہے...... کسی کو قتل کر کے......؟"

رچرڈ خاموش رہا۔

"تمہیں بھی نہیں لگا......؟"

"نہیں......!"

"تم مرنا چاہتے ہو۔ یہی بات ہے نا......؟"

وہ چند لمحے اس کی بات پر غور کرتا رہا۔

"یہ کہا جا سکتا ہے کہ مجھے موت کی پرواہ نہیں ہے۔"

بالآخر اس نے کہا۔

کیٹ نے بالکل اچانک وہ بیگ اسے کھینچ مارا۔ وہ اس کے سر سے ٹکرا کر تکیے پر گر پڑا۔

"لعنت ہو تم پر......!"

وہ غرائی۔

"مرنا چاہتے ہو تو مر جاؤ......! لیکن تم نے مجھے اس میں کیوں ملوث کیا......؟"

"سوری......! میں یہ ہرگز نہیں چاہتا تھا۔"

"جھوٹ بولتے ہو......!"

اس نے آگے بڑھ کر رچرڈ کے منہ پر تھپڑ مارا۔

"تم نے یہ بیگ نمایاں کر کے رکھا تھا۔ تم جانتے تھے کہ اس میں اسٹور میں جاؤں گی۔ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ یہ مجھے نظر نہ آئے۔"

یہ کہہ کر وہ باتھ روم میں چلی گئی۔

رچرڈ نے تھوک نگلا تو اس کی زبان پر خون کا ذائقہ موجود تھا۔

☆☆☆

مارون سینڈرز کی فون کال کے چوتھے دن سے اس نے کام شروع کیا۔ لیکن وہ کوئی شعوری کوشش نہیں تھی۔ ایک صبح وہ یوں ہی اسٹوڈیو میں گیا۔ اس نے پیڈ اُٹھایا اور اس پر چارکول گھمانے لگا۔ نہ اس کے ذہن میں



کوئی آئیڈیا تھا، نہ تاثر...... اس کا ذہن بالکل خالی تھا۔ وہ سمت سے محروم تھا۔ لیکن اہم بات یہ تھی کہ وہ اپنے باپ کی محبت اور اس کی قربانیوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

اس کے لئے یہ بات معنی رکھتی تھی کہ اس کا ہاتھ بہرحال زندہ ہے اور برش کو حرکت بھی دے سکتا ہے۔

پھر کام کا آغاز بھی ہو گیا۔ بہت تھوڑے وقت میں اس نے درجن بھر شیش پر اسکیچ بنا ڈالے۔ پھر اچانک اسے ایک نیا پن محسوس ہوا۔ وہ جو کچھ کر رہا تھا، اس سے پہلے اس نے کبھی نہیں کیا تھا۔ لیکن جب اس نے اسے کوئی واضح شکل دینے کی کوشش کی تو اس کا ہاتھ رُک گیا۔

اس نے سمجھ لیا کہ اب وہ محض غیر شعوری طور پر کام کر سکتا ہے۔

☆☆☆

جمیل نعمان اپنے اپارٹمنٹ میں سو رہا تھا۔ دو بج کر دس منٹ پر فون کی گھنٹی نے اسے جگا دیا۔ وہ بروک لین کے علاقے کے 81 ویں تھانے کا ڈیسک سارجنٹ تھا۔

"آپ نے کہا تھا کہ ہر نئی بات کی آپ کو فوراً خبر دی جائے۔"

سارجنٹ نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

"ہمیں ابھی پتا چلا ہے۔"

جمیل ابھی پوری طرح جاگا نہیں تھا۔ اس نے آنکھیں ملتے ہوئے کہا۔

"کچھ بتاؤ بھی......!"

"حواری کے کہنے کے مطابق یہ ریپ کرنے کی کوشش کا کیس

ہے۔ اس نے بتایا کہ اسے عورت کو بھی باندھنا پڑا۔ شاید وہ بہت خوف زدہ تھی، اور اُلجھن میں پڑنے کے بجائے وہاں سے نکل بھاگنا چاہتی تھی۔ یہ جگہ ہے بیلٹ پارک وے...... ویرازانو برج کے نیچے۔"

جمیل نے سر جھٹکا، جیسے نیند کو جھٹک رہا ہو۔

"وہاں بس ایک ریڈیو کار بھیج دو۔ ان سے کہو، جائے واردات سے کم از کم 50 گز دُور رہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ حواری کے قدموں کے نشانات ان کے چلنے پھرنے کی وجہ سے مٹ جائیں اور ہیڈ کوارٹر فون کر کے کہو کہ وہ فورینسک ٹیم وہاں روانہ کر دیں۔"

فون رکھ کر وہ بیڈ سے اُتر آیا۔

جائے واردات پر پہنچنے میں اسے آدھا گھنٹہ لگا۔ اس نے اپنی گاڑی پولیس کی ایک گشتی وین کے پیچھے کھڑی کر دی۔ وہاں دو پولیس والے اس کے منتظر تھے۔

"تم نے کیا دیکھا......؟"

اس نے ان سے پوچھا۔

"یہ جو جھاڑیوں کی دوسری قطار نظر آ رہی ہے، ان کے عقب میں ایک کار موجود ہے۔"

ان میں سے ایک نے کہا۔

"کوئی آواز نہیں، کوئی تحرک نہیں، آنے جانے کو ہمیں منع کیا گیا تھا۔"

جمیل نے فلیش لائٹ لی اور جھاڑیوں کی طرف بڑھا۔ وہاں زمین نرم اور بھربھری تھی۔ وہ بڑی احتیاط سے آگے بڑھ رہا تھا۔ جھاڑیوں کی پہلی قطار سے گزرتے ہی اسے وہ جسم نظر آئے۔



فلیش لائٹ کی زرد روشنی میں صاف نظر آ رہا تھا کہ ان میں ایک مرد ہے اور دوسری عورت۔ وہ ایک دوسرے سے چند منٹ کے فاصلے پر زمین پر پڑے تھے۔ ان کی کلائیاں اور پاؤں مضبوطی سے باندھے گئے تھے۔ ان کے منہ میں کپڑے ٹھونس دیئے گئے تھے۔ عورت کے جسم پر ویٹرس کی وردی تھی، جو اوپر سے نیچے تک پھٹی ہوئی تھی۔ اس کے زیر جامے بھی تار تار تھے۔ مرد کی قمیص اور پینٹ اس کے پیروں کے پاس پڑی تھی۔ عورت سیاہ فام تھی اور مرد گورا۔ وہ دونوں ہی جوان تھے۔ فلیش لائٹ کی روشنی میں وہ دونوں گھبرائے ہوئے انداز میں پلکیں جھپکا رہے تھے۔ مرد کی جیکٹ کے ساتھ حواری کا الگ کارڈ پن کی مدد سے نتھی کر دیا گیا تھا۔

عورت کے حلق سے بھینچی بھینچی، ڈری ڈری آوازیں نکلنے لگیں۔

"خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں......!"

جمیل نے کہا۔

"میں پولیس آفیسر ہوں۔"

اس نے فلیش لائٹ زمین پر رکھی اور عورت کے حلق میں ٹھنسا ہوا کپڑا نکالنے لگا۔ پھر اس نے اس کے ہاتھ پاؤں کھولے اور سہارا دے کر اسے کھڑا کیا۔ پھر اس نے اپنے کوٹ سے اس کی برہنگی کو ڈھانپ دیا۔

"تم ٹھیک تو ہو مس......؟"

وہ سردی سے کپکپا رہی تھی۔ اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

جمیل نے مرد کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ اسے اس حال میں پڑا رہنے دیا۔ اس نے عورت کو لے جا کر اپنی گاڑی میں بٹھایا اور گاڑی کا ہیٹر آن کر دیا۔

"تمہیں ڈرنک کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے......؟"

اس نے پوچھا۔

''بہت زیادہ......!''

جمیل نے گلووز کمپارٹمنٹ سے چھوٹی بوتل نکال کر اسے دی۔

اس نے پولیس والوں سے کہا کہ فورمینسک ٹیم کو کام شروع کرنے کے لئے کہہ دیں۔

وہ بغیر سانس لئے پی رہی تھی۔

''گندا......! غلیظ آدمی......! ایسے لوگوں کی تو مردانگی ہی ختم کر دینی چاہئے۔''

چند لمحوں کے بعد وہ بولی۔

''مجھے تفصیل سے بتاؤ کہ کیا ہوا تھا......؟''

''وہ شاید میری کار میں سیٹوں کے درمیان چھپا ہوا تھا۔ میں شاپنگ کر کے نکلی اور گاڑی میں بیٹھ گئی۔ مجھے تو اس کی موجودگی کا علم بھی نہیں تھا۔ پارک وے پر پہنچی تھی کہ اس نے پیچھے سے میرے بال پکڑ لئے۔ پھر وہ مجھے مجبور کر کے برج کے نیچے یہاں لے آیا۔ میں نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن اس نے پکڑ لیا اور میرے کپڑے پھاڑ ڈالے۔''

اس نے بوتل سے ایک اور گھونٹ لیا۔

''یقین کرو، وہ محبت سے کہتا تو میں اپنی خوشی سے تیار ہو جاتی۔ ایسے مرد بہت ذلیل ہوتے ہیں۔''

''اس نے تمہیں ریپ تو نہیں کیا......؟''

''کوشش تو کی تھی، لیکن حواری نے مداخلت کر دی۔ اس نے پیچھے سے حملہ کر کے اسے گرا دیا۔''

''حواری...... یہاں کیسے پہنچا......؟''



''یہ میں کیسے بتا سکتی ہوں......؟ ہاں بعد میں میں نے گاڑی کے جانے کی آواز سنی۔ وہ جھاڑیوں کے دوسری طرف کھڑا تھا۔ اور میں نے کچھ نہیں دیکھا۔ حواری نے مجھے بھی باندھ دیا تھا۔''

وہ سوچ میں پڑ گئی۔

''اوہ......! اب میں سمجھی...... مجھ سے غلطی ہوگئی۔ میں نے اس سے کہا کہ میں پولیس کے آنے تک نہیں رُکوں گی۔ ورنہ وہ مجھے کبھی نہیں باندھتا۔ میری بات سن کر تو وہ غصے سے پاگل ہوگیا تھا۔''

''کیا کہا اس نے......؟''

''اس نے کہا کہ میں پولیس کے آنے تک یہاں رُکوں...... اور پولیس کو حقیقت بتاؤں۔ اس نے کہا کہ ایسے جانوروں کو چھوڑنا نہیں چاہئے۔ ورنہ وہ یہی سب کچھ دوسری عورتوں کے ساتھ کرتے رہیں گے۔ وہی عام سی خرافات۔''

''یہ خرافات نہیں...... سچی بات ہے۔''

جمیل نے کہا۔

''سزا نہیں ملتی تو مجرم جرم پر جرم کرتے جاتے ہیں۔''

''اے......! کیا بات کر رہے ہو تم......؟ تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو کہ کوئی لڑکی کسی مرد پر ریپ کا الزام لگائے تو اس کو ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے...... جیسے خود اس نے اپنے ریپ کا سامان کیا ہو۔ اور اگر لڑکی سیاہ فام ہو اور مرد سفید فام، تب تو اور برا ہوتا ہے۔ یہ مردوں کا معاشرہ ہے، جہاں برابر کے حقوق کا پروپیگنڈہ کر کے عورتوں کو بے وقوف بنایا جاتا ہے۔''

وہ پھر کانپنے لگی، اور اس نے دوبارہ بوتل منہ سے لگا لی۔

''تم مجھے حواری کے بارے میں کیا بتا سکتی ہو......؟''

"یہ کہ میں اس سے محبت کرتی ہوں۔ اس نے مجھے تشدد کا نشانہ
بننے سے بچایا اور اگر وہ دوبارہ مجھے ملا تو میں اس کا ہاتھ ضرور چوموں گی۔"
جمیل نے ریڈیو کار میں لڑکی کو طبی معائنے کے لئے اسپتال بھیج
دیا۔ پھر وہ فورمینسک ٹیم کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ خود اس سے بات کرنا چاہ
رہے تھے۔

"بات سمجھ میں نہیں آئی کیپٹن......!" ٹیم کے لیڈر نے کہا۔

"ملزم بندھا پڑا ہے۔ اس کی کار کھڑی ہے۔ تو ہم نشانات کس لئے
تلاش کریں......؟"

"حواری کے......!"

جمیل نے کہا۔

"اس کی کار جھاڑیوں کے اس طرف تھی۔ تمہیں اس کے قدموں
کے نشانات اور اس کی گاڑی کے ٹائروں کے نشانات تلاش کر کے اٹھانے
ہیں اور اس منحوس کے اردگرد بھی دیکھنا۔ کیونکہ حواری نے اس پر حملہ کر کے
اسے بے بس کیا اور باندھا۔ اس کے آس پاس تمہیں حواری کی کوئی چیز بھی
مل سکتی ہے...... کوئی بال...... کوئی بھی چیز...... اور مجھے مکمل تصویریں بھی
چاہئیں۔"

دُھند چھٹنے لگی تھی۔ فورمینسک ٹیم والے اپنے کام میں جُت گئے۔

☆☆☆

ملزم کا نام فرینک گالٹ تھا۔ اس کی عمر 27 سال تھی۔ وہ سابق
بروک لین کے علاقے میں کرائے کے ایک فرنشڈ کمرے میں اکیلا رہتا تھا۔
وہ ایک گودام میں ملازمت کرتا تھا اور نچلے درجے کے ایک کلب میں



بھی تھا۔ پچھلے پانچ برسوں میں وہ اس الزام کے تحت آٹھ بار گرفتار ہوا تھا۔
لیکن ہر بار عدم ثبوت کی بناء پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ ہر بار اس کا نشانہ کوئی سیاہ
فام عورت ہی بنی تھی۔ آخری بار اس دن پہلے اس کی رہائی عمل میں آئی تھی
اور ٹائمز میں اس کے خلاف اداریہ بھی چھپا تھا۔

اداریہ لکھنے والے نے انصاف کے اس نظام پر شدید تنقید کی تھی،
جس میں ایک شخص بار بار جرم کرنے کے باوجود سزا سے بچ نکلتا ہے، کبھی
اس وجہ سے کہ مظلوم عورت معاشرے میں رُسوائی کے ڈر سے اس کے خلاف
بیان دینے سے ڈرتی ہے، اور کبھی اس لئے کہ قانون کے رکھوالے مظلوم
عورت کو اپنے روّیے اور سوالات سے اتنا ذلیل کرتے ہیں کہ اس کے
مقابلے میں اسے عصمت دری بھی چھوٹی ذلت لگنے لگتی ہے۔

پانچ گھنٹے بعد فورمینسک والوں کی تفصیلی رپورٹ اس کے سامنے
تھی۔ دوسری کار کے ٹائروں کے نشانات عام سے تھے۔ ان سے کار کے
بارے میں کوئی خاص نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ حواری کے قدموں کے
نشانات سے بس اتنا پتا چلتا تھا کہ وہ گیارہ نمبر کا جوتا پہنتا ہے۔ اس کا قد چھ
فٹ کے لگ بھگ اور وزن 180 پونڈ ہوگا۔ انگلیوں کے نشانات سرے سے
ملے ہی نہیں تھے۔ البتہ تین بال ایسے ملے تھے، جو نہ تو فرینک گالٹ کے
تھے اور نہ ہی سیاہ فام لڑکی جینیوا ریمنڈ کے۔ جس ڈوری سے ملزم کو اور لڑکی کو
باندھا گیا تھا، وہ نائیلون کی چار نمبر کی ڈوری تھی۔ اس سے پہلے پولیس مین
ریگن کو اور رامن ایسکوبار کو بھی حواری نے ایسی ہی ڈوری سے باندھا تھا۔
فرینک والٹ کی کھوپڑی کا داہنا حصہ مضروب تھا۔ اس سے پتا چلتا تھا کہ
جس شخص نے اس پر وار کیا، وہ سیدھے ہاتھ سے کام کرنے کا عادی ہے۔
وار کسی سخت اور کند ہتھیار سے کیا گیا تھا۔

طبی معائنے سے یہ ثابت ہو گیا تھا کہ لڑکی کو ریپ کرنے کی کوشش
کی گئی ہے۔

کیپٹن جمیل نعمان کمشنر کے دفتر کے باہر ایک کرسی پر اونگھ رہا تھا۔
کسی موہوم سے احساس نے اسے جگا دیا۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور کئی بار
پلکیں جھپکائیں۔ سر اُٹھا کر دیکھا تو کمشنر کھڑا تھا۔

''چلو......! اندر چل کر سو جاؤ......! وہاں زیادہ سکون سے سو سکو گے
اور محکمے کی بدنامی بھی نہیں ہو گی۔''

کمشنر ویسٹلے نے کہا۔

اس نے کلاک پر نظر ڈالی۔ صبح کے ساڑھے آٹھ بجے تھے۔ وہ اُٹھا
اور کمشنر کے ساتھ اس کے کمرے میں چلا گیا۔

کمشنر اپنی میز کے عقب میں کرسی پر بیٹھ گیا۔ جمیل اس کے سامنے
والی کرسی پر پھیل کر بیٹھ گیا۔

''میرے دادا کا انتقال 93 سال کی عمر میں ہوا تھا۔''

کمشنر ویسٹلے نے بڑی اپنائیت اور محبت سے کہا۔

''مرنے سے پہلے انہوں نے طویل بیماری بھگتی تھی۔ اس کے
باوجود وہ مرتے وقت تمہاری موجودہ پوزیشن سے بہت بہتر حال میں تھے۔''

جمیل نے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کو ملا، جو اسے سُن محسوس
ہو رہا تھا۔

''آپ نے آتے ہوئے خبر سنی ہو گی......؟''

''حواری کی خبر......؟ ہاں......! سنی...... میرا خیال ہے، تم رات بھر
اس کے چکر میں لگے رہے ہو گے......؟''

''اب آپ ذرا یہ پڑھ لیں۔''



جمیل نے فرینک گالٹ کے پس منظر کی رپورٹ اس کی طرف
بڑھائی۔

''میں ایک کوشش کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لئے مجھے آپ کی
اجازت درکار ہے۔''

کمشنر ویسٹلے نے کاغذ پر نظر دوڑائی۔

''بہت انسپائرنگ ہے......تو......؟''

''میرا خیال ہے کہ اگر ہم اسے چھوڑ دیں تو وہ ہفتہ دس دن میں پر
وہی کچھ کرے گا اور مجھے یقین ہے کہ حواری اس کے پیچھے لگا ہو گا۔ بس ہمیں
فرینک گالٹ کی نگرانی کرانی ہو گی اور حواری ہمارے ہاتھ آ جائے گا۔''

ویسٹلے نے سگار کا کش لینے کی ناکام کوشش کے بعد بدمزگی سے
سگار کو دیکھا۔ وہ بجھ چکا تھا۔ اس نے اسے دوبارہ سلگانے کی کوشش بھی نہیں
کی۔

''لیکن ہم اسے کیسے چھوڑ سکتے ہیں......؟ خاص طور پر اس صورت
میں کہ لڑکی اسے سلاخوں کے پیچھے دیکھنا چاہے۔''

''دیکھیں...... سیاہ فام عورتیں کورٹ میں جانے سے گھبراتی ہیں۔
اس لڑکی نے تو حواری کو بھی منع کر دیا تھا کہ وہ پولیس کی آمد تک ہرگز نہیں
رُکے گی۔ اسی لئے تو حاری کو اسے بھی باندھنا پڑا۔ یہ تو سمجھ لیں کہ کوئی مسئلہ
ہی نہیں ہے۔''

''لیکن پریس ہمیں چبا جائے گا۔ وہ تو آسمان سر پر اُٹھا لیں گے۔
یہ نسلی امتیاز کا معاملہ بن جائے گا۔''

''میڈیا کو چیخنے دیں۔ وہ تو ہر حال میں چیختے ہیں۔ یہاں تو طوائفیں
بھی زیادہ مال کھینچنے کے لئے ریپ کا شور مچا دیتی ہیں اور وہ ان سے بھی

ہمدردی کرنے لگتے ہیں۔ ہمیں تو حواری کو پکڑنا ہے۔"

کمشنر ویسٹلے نے سگار سلگایا۔

"اور اس کے لئے تم انسانی چارہ ڈالو گے اس کے سامنے۔ ایک اور جرم کی ترغیب......!"

"ایسا تو ہوتا رہتا ہے۔"

"مجھے یاد ہے کہ تم نے پہلی بار حواری کی طرف میری توجہ مبذول کرائی تھی، اور میں نے اسے نفسیاتی کیس قرار دے کر نظرانداز کیا تھا۔ لیکن تم اس وقت اس کے چکر میں پڑ گئے تھے۔"

جمیل نیند سے محروم اور جسمانی طور پر نڈھال ہو رہا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ اس وقت کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں تھا۔

"میں اعتراف کرتا ہوں کہ تم درست تھے اور میں غلطی پر تھا۔"

ویسٹلے نے کہا۔

"یہ حواری کوئی عام نفسیاتی کیس نہیں ہے۔ اس کا اپنا اسٹائل ہے اور اس میں بڑی کشش ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ ہیرو بن گیا، میڈیا کا بھی اور عام لوگوں کا بھی۔ میری بیوی، میری پوری فیملی اس کی محبت میں گرفتار ہے۔ یہی حال میرے تمام دوستوں کا ہے۔ وہ اس کے تازہ ترین کارنامے کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ اور وہ بھی بڑی تن دہی سے، بہت سنجیدگی سے اپنے کام میں لگا رہتا ہے۔ سچ کہوں......! کبھی تو مجھے اس سے حسد محسوس ہوتا ہے۔"

وہ مسکرایا۔

"لیکن بہرحال......! وہ سسٹم کے لئے ایک خطرہ ہے۔ اسے روکنا ضروری ہے۔ لیکن جس دن وہ پکڑا جائے، اس دن میں اور تمہاری عافیت



قائل ہونے میں ہی ہوگی۔"



"کیا حال ہے تمہارا......؟"

جمیل نے جینیوا ریمنڈ سے پوچھا۔

"بہت برا......! جیسے سچ مچ میرا ریپ ہوا ہو۔"

وہ بولی۔

جمیل نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو تم ٹھیک ٹھاک لگ رہی ہو۔"

"پچھلی رات میں وہاں سے کھسک لینا چاہتی تھی۔ جو ہوا اسے بھول جانا چاہتی تھی۔"

جینیوا نے کہا۔

"دیکھونا...... میں بچا لی گئی تھی۔ کچھ ہوا تو نہیں تھا مجھے......!"

اس نے سر جھٹکا۔

"لیکن میں غلطی پر تھی۔ آج مجھے پتا چلا کہ میرے ساتھ تو بہت زیادتی ہوئی ہے۔"

"کیا مطلب......؟"

"یہ......!"

جینیوا نے کہا اور اپنا ہاتھ آگے کی طرف پھیلایا، جو لرز رہا تھا۔

"لیکن اس سے بڑی بات یہ کہ میرے اندر پاگل کر دینے والا غصہ بھر گیا ہے۔ اس منحوس نے میری شہ رگ پر چاقو رکھا تھا۔ اس نے زمین پر گرایا۔ اس نے میرے کپڑے پھاڑے۔ کیا حق تھا اسے ایسا کرنے کا......؟

میں کوئی کوڑے کا ڈھیر نہیں...... میں کوئی جانور نہیں...... میں انسان ہوں۔
اب تم دیکھنا، میری رات کی کہی ہوئی ہر بات بھول جاؤ۔ تم دیکھنا، میں کیسی
گواہی دیتی ہوں اس کے خلاف۔ میں اسے زیادہ سے زیادہ مدت کے لئے
جیل بھجوانا چاہتی ہوں۔"

"لیکن جینیوا......! یہ اتنا آسان نہیں ہے۔"

جمیل نے اسے سمجھایا۔

"اس سے بہتر ہوگا کہ تم بات آگے نہ بڑھاؤ......!"

اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ وہ اسے گھورنے لگی۔

"تم مذاق کر رہے ہو......؟"

"نہیں......! ایسے معاملات میں کوئی مذاق کر سکتا ہے......؟ میں
تمہارے ہی بھلے کے لئے کہہ رہا ہوں۔ مجھے یہ کہنا برا لگ رہا ہے کہ رات تم
نے جو کچھ کیا، درست تھا۔ جو کچھ ہوا، اسے بھول جاؤ۔ میں ایک دوست کی
حیثیت سے تمہیں سمجھا رہا ہوں۔"

"یہ دوستی والا راگ مجھے مت دو......!"

جینیوا غصے سے بے حال ہوگئی۔

"اگر رنگ اُلٹے ہوئے ہوتے، میں سفید فام ہوتی اور وہ سیاہ فام
ہوتا تو تم مجھ سے یہ سب ہرگز نہ کہتے۔ تم تو اسے عمر قید کی سزا دلوانے کی
کوشش کرتے۔ تم سب منافق ہو۔"

"ایسی کوئی بات نہیں......!"

"بکواس مت کرو......!"

اس کی آنکھیں اب دہک رہی تھیں۔

"تم مجھے بہلا نہیں سکتے۔ میں اسے یوں آزاد نہیں ہونے دوں



گی۔"

"سوری جینیوا......! میں پھر بھی یہی کہوں گا۔ تمہارے لئے یہی بہتر
ہے۔ اچھا......! یہ بتاؤ...... تم شادی شدہ ہو نا......؟"

جینیوا نے شک آمیز نظروں سے اسے دیکھا۔

"ہاں......! ہوں، تو پھر......؟"

"تمہارا شوہر اس وقت کہاں ہے......؟"

"وہ ٹرک ڈرائیور ہے۔ سامان لے کر کسی ٹرپ پر گیا ہوا ہے۔"

"تمہیں اس سے ملے کتنے دن ہو گئے......؟"

"تین دن ہو گئے۔"

"اس واقعے کے بعد تم نے اس سے بات کی......؟"

جینیوا نے نفی میں سر ہلایا۔

"اس کا میرے شوہر سے کیا تعلق......؟ اور تمہارے ان سوالات کا
مطلب......؟"

"کیونکہ کیس عدالت میں گیا تو اس کا وکیل تم سے یہ سب پوچھے
گا۔"

"تو......؟"

"طبی معائنے کی رپورٹ تمہاری پول کھول دے گی۔ اس واقعے
سے ذرا دیر پہلے تم کسی اور کے ساتھ تھیں اور اپنی خوشی سے تھیں۔ کیا تمہارا
شوہر یہ بات ہضم کر لے گا......؟"

وہ چند لمحے اسے گھورتی رہی، پھر اس کی نظریں جھک گئیں۔

"تم سب کمینے ہو......!"

اس نے کہا اور رونے لگی۔

جمیل اسے بے بسی سے دیکھتا رہا۔

☆☆☆

جمیل نعمان کو وقت نے سکھایا تھا کہ حیرت اچھی چیز نہیں، چاہے خوش گوار ہو یا ناخوش گوار...... جبکہ یہ حیرت تو خوش گوار بھی نہیں تھی۔

وہ اس وقت آدھے گھنٹے کے ایک لائیو پروگرام میں شرکت کر رہا تھا، جس کا موضوع تھا۔

”نیا نجات دہندہ...... حواری......!“

پروگرام میں اس کے علاوہ ایک اور مہمان بھی تھا۔ لیکن وقت پر کسی مصروفیت کی وجہ سے اس کے لئے آنا ممکن نہیں رہا۔ چنانچہ اس کا متبادل تلاش کیا گیا...... اور وہ متبادل تھا پادری کلنٹن ٹیلر......!

وہ تھکا ہوا تھا۔ گزشتہ رات، اور پھر پورے دن وہ سو نہیں سکا تھا۔ اور اب پھر رات آ گئی تھی۔ لیکن کلنٹن ٹیلر سے براہِ راست تصادم کے خیال نے اس کے تھکے ہوئے جسم میں توانائی کی لہر دوڑا دی تھی۔

جمیل نے اس سے پہلے پادری کو صرف ٹی وی پر دیکھا تھا۔ حقیقی زندگی میں وہ زیادہ قد آور، زیادہ جسیم اور زیادہ توانا لگ رہا تھا۔ اس کے جسم پر کہیں فاضل گوشت نہیں تھا اور آنکھیں اس کی ایسی تھیں کہ روح میں جھانکتی محسوس ہوتی تھیں۔

”کیپٹن اور میں کبھی نہیں ملے۔“

پادری نے ہنستے ہوئے کہا۔

”لیکن ہماری قلمی ملاقات ہوتی رہی ہے۔“

جمیل اس پروگرام میں پہلے ہی آ چکا تھا۔ بلیک اس پروگرام کا



میزبان تھا۔

بلیک نے مہمانوں کا تعارف کرایا۔ ہر موضوع پر تعارفی بات کی۔ پھر جمیل کو بولنے کی دعوت دی۔

جمیل کے دلائل بے حد ٹھوس تھے۔

”تہذیب کسی بھی معاشرے کا جزوِ لازم ہے، اور قانون اس کا محافظ۔ قانون نہ ہو تو طاقت ور کمزور سے جینے کا حق چھین لے۔ معاشرہ جنگل میں تبدیل ہو جائے۔ بے شک قوانین میں سقم بھی ہوتے ہیں، اور ان کے نفاذ میں بھی خامیاں اور کوتاہیاں ہوتی ہیں۔ لیکن پھر بھی اس کا کوئی متبادل نہیں۔ کیا صحیح ہے اور کیا غلط......؟ اس کا فیصلہ افراد پر چھوڑ دیا جائے اور اس کے نفاذ کے لئے گنیں استعمال کی جانے لگیں تو مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ بلکہ مزید کئی اور زیادہ گمبھیر مسائل سامنے آئیں گے۔ حواری جو کچھ کر رہا ہے، وہ قانون کے دائرہ کار سے باہر رہ کر کر رہا ہے۔ کیا اسے برے لوگوں کو قتل کرنے کا لائسنس دے دیا جائے......؟ اگر ہم ایسا کریں گے تو یہ لائسنس ہر شخص کو مل جائے گا۔ اور نتیجہ تباہ کن ثابت ہوگا۔“

اپنے دلائل ختم کر کے جمیل نے سکون کی سانس لی۔ وہ مطمئن تھا۔ اس نے جذباتیت سے گریز کیا تھا، اپنے حریف پر حملہ بھی نہیں کیا تھا۔ اس نے اس معاملے کو ذاتی نہیں بننے دیا تھا۔ یہ اس کی کامیابی تھی۔

اب پادری کلنٹن ٹیلر کی باری تھی۔

اس نے کہا۔

”دُنیا میں کچھ بھی بلا سبب، بلا ضرورت نہیں ہوتا۔ حواری سامنے آیا۔ اس لئے کہ معاشرے کو اس کی ضرورت تھی۔ معاشرے میں جرائم کی کثرت، انصاف سے محرومی، نیکی کی کمزوری اور بدی کی قوت...... یہ سب مل

کر کب سے اسے پکار رہی تھیں۔ قصور وار حواری نہیں، ہم ہیں۔ ہم نے
آنکھیں کھول کر دیکھنا اور مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرنا چھوڑ دیا۔
معاشرے کو خطرہ حواری سے نہیں، ہماری اس غیر ذمہ داری سے ہے۔ حواری
تو محض ایک علامت ہے، ایک تنبیہ ہے ہمارے لئے۔ بقاء کے معاملے میں
اور بعض اخلاقی معاملات میں کبھی کبھی انسانی قوانین کو خدائی قوانین پر فوقیت
دینی پڑتی ہے۔ اگر ہم یہ بات نہیں سمجھیں گے تو عام، قانون پسند امریکی
شہریوں کی زندگیاں اور ان کے گھر غیر محفوظ ہو جائیں گے۔ غیر ملکی طاغوتی
عناصر ان کے بچوں کو منشیات اور عریانی اور بے حیائی کا عادی بنا دیں گے۔''

بلیک نے فوراً ہی مداخلت کی۔

''یہ غیر ملکی، اور طاغوتی عناصر سے کیا مراد ہے آپ کی......؟ پناہ
گزیں......؟ سیاہ فام......؟ سیاسی پناہ لینے والے مظلوم......؟''

کلنٹن ٹیلر کی مسکراہٹ غیر متزلزل تھی۔

''یہ الفاظ تمہارے ہیں مسٹر بلیک......! میرے نہیں۔ میں لوگوں کے
درمیان اس طرح کی بدذہنی نہیں کرتا۔ میں پادری ہوں۔''

وہ جمیل کی طرف مڑا۔

''تم نے جو کچھ کہا کیپٹن......! وہ اپنی جگہ، لیکن یہ حقیقت مسلم ہے
کہ ہماری سڑکوں پر وحشت رقصاں ہے۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ تم نے بارہا
ہمارے قانون کے سسٹم اور عدالتوں کو غیر موثر قرار دیا ہے۔''

''یہ درست ہے۔ لیکن اس کے باوجود میں قانون کی بالادستی پر
یقین رکھتا ہوں۔''

''میں بھی رکھتا ہوں۔ لیکن جب اس کی طرف سے مایوسی ہونے
لگے تو کوئی کیا کرے......؟''



''میں تو نہیں سمجھتا۔''

''تم پولیس آفیسر ہو۔ لوگوں کے سامنے یہ اعتراف کیسے کر سکتے
ہو......؟''

بلیک نے پھر مداخلت کی۔

''تو آپ حواریوں کے گروہ کی بھی حمایت کریں گے......؟''

''حواری ایک فرد ہے۔''

''بے شک......! لیکن پانچ سو حواری میدان میں کود پڑیں تو آپ
کیا کریں گے......؟''

''تم نے کتنی سادگی اور آسانی سے یہ بات کہہ دی بلیک......!''

''میں نے صرف آپ کے اسٹائل کو اپنانے کی کوشش کی ہے۔ ہر
چیز کو سادگی آمیز مبالغے کے ساتھ حقیر کر دیا جائے، تاکہ بڑے مقاصد آسانی
سے حاصل کئے جا سکیں۔''

کلنٹن ٹیلر اسے آر پار ہو جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔

''سیاہ فام بے اصول اور جرائم پیشہ ہیں۔ ہسپانوی نسل والے
گندے اور اخلاقی اقدار سے محروم ہیں۔ جلاوطن لوگ اس دھرتی پر بوجھ ہیں
اور یہودی تو بس سازشیں کرتے رہتے ہیں۔''

بلیک نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ کچھ ناخوش اقلیتیں تمہارے ذہن پر سوار ہیں۔''

''نہیں جناب......! درحقیقت وہ آپ کے ذہن پر سوار ہیں۔''

بلیک نے بے حد سرد لہجے میں کہا۔

''آپ کو شاید یاد نہ ہو
گزشتہ ماہ کیلی فورنیا میں آپ نے فرمایا تھا...... تاریخ ثابت کر رہی

ہے کہ نازیوں کی انتہائی نسلی تعصب کی پالیسیاں غلط نہیں تھیں۔"

جمیل سوچ رہا تھا کہ یہ غیر متعلق گفتگو شروع ہوگئی۔ لیکن بہرحال اسے بلیک کا یہ حملہ اچھا بھی لگا۔ لیکن پادری ٹیلر کے انداز میں اب بھی بے پرواہی تھی۔ وہ تو مسیح کا شیر تھا۔ گیدڑ اس کا کیا بگاڑ سکتے تھے......؟

پروگرام ختم ہوا تو بلیک سب سے زیادہ ناخوش نظر آ رہا تھا۔

جمیل کی تھکن پھر عود کر آئی تھی۔ اس نے میک اَپ روم سے اپنا کوٹ لیا اور تھکے تھکے قدموں سے لفٹ کی طرف بڑھا۔

"کیپٹن نعمان......!"

کسی نے اسے پکارا۔

اس نے پلٹ کر دیکھا۔ کلنٹن ٹیلر کے ساتھ آنے والے لوگوں میں سے ایک اس کی طرف لپک رہا تھا۔

جمیل اسے دیکھتا رہا۔ وہ قریب آیا تو اس نے کہا۔

"کیا بات ہے......؟"

"پادری صاحب آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"وہ مجھ سے بات کر چکے ہیں۔"

جمیل نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

وہ شخص تب بھی اس کے پیچھے آ رہا تھا۔

"پلیز سر......! یہ بہت اہم ہے۔"

"میرے نزدیک نہیں ہے۔"

وہ بے بسی سے اسے دیکھتا رہا۔ اب وہ خوف زدہ بھی لگ رہا تھا۔

جمیل کو اس پر ترس آ گیا۔

"ٹھیک ہے......! تم مجھے اپنے قابل احترام لیڈر کے پاس لے



چلو......!"

اس نے کہا۔

اس شخص کے چہرے پر بڑا سچا تشکر نظر آیا۔

کلنٹن ٹیلر ایک وی آئی پی ڈریسنگ روم میں طمطراق سے بیٹھا برانڈی سے شغف کر رہا تھا۔

"پیو گے کیپٹن......!"

"کیوں نہیں......؟"

ٹیلر نے ایک بڑا جام بنا کر اس کی طرف بڑھایا۔

"حواری......! آمد کا شکریہ......!" اس نے کہا۔

"تمہیں کیا چیز یہاں لے آئی کیپٹن......! تجسس......؟"

"انسانی ہمدردی......! مجھے ڈر تھا کہ تم اپنے اس پیغام رساں کو شوٹ نہ کر دو اور ویسے بھی مجھے ڈرنک کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔"

ٹیلر ہنس دیا۔

جمیل نے جام سے چھوٹا سا گھونٹ لیا۔

"اب بتاؤ......! مجھ سے کیا ہو تم......؟"

"یہ تو میں نے اپنے خط میں ہی واضح کر دیا تھا۔ میں تمہیں اپنا حلیف بنانا چاہتا ہوں۔"

"اور میں نے تمہیں اس کا جواب بھی دے دیا تھا۔ لگتا ہے میرا خط نہیں پڑھا تم نے......؟"

"پڑھا تھا۔"

پادری اب بھی مسکرا رہا تھا۔

"وہ شاہ کار خط تھا۔ مجھے کبھی کسی نے ایسا جواب نہیں دیا۔ مگر میں

تمہیں بتا دوں کہ میں پہلے سے جانتا تھا کہ تم مسلمان ہو۔ جو کچھ میں [illegible]
میں کہتا ہوں، شاید تم اسے سچ سمجھتے ہو۔"

"اس کا مطلب......؟"

"میں نہ جاہل ہوں اور نہ ہی بے وقوف...... میں جانتا ہوں [illegible]
مسلمانوں نے دُنیا کو علم، تہذیب، اخلاقیات اور اقدار کا کیسا بیش بہا [illegible]
عطا کیا ہے۔ میں سچ مچ ان کے خلاف تو نہیں جا سکتا۔"

پادری نے توقف کیا، پھر بولا۔

"میں کوئی بات بے مقصد نہیں کرتا۔ میرا پہلا مقصد میڈیا کی [illegible]
اس کے ذریعے عوام الناس کی توجہ حاصل کرنا ہے۔ کیونکہ یہ برق رفتاری [illegible]
حد تک نتیجہ خیز ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ لوگوں کو اپنے لئے ایک واضح [illegible]
یقینی دشمن درکار ہوتا ہے، جس سے وہ نفرت کر سکیں۔ یہ انسانی فطرت ہے [illegible]
یوں وہ اپنے احساسِ جرم، اپنی ناکامیوں اور اپنے فرسٹریشن کو دبا لیتے ہیں [illegible]
میں انہیں وہ دُشمن دکھاتا ہوں، اور کامیاب ہوں۔ ہٹلر درندہ تھا۔ لیکن [illegible]
کے صفحات میں ہمیشہ امر رہے گا۔ اس نے نفرت اور جھوٹ کی بنیاد پر [illegible]
مکمل اقتدار حاصل کیا تھا۔ وہ جرمنوں سے یہی کہتا تھا کہ وہ اعلیٰ نسل [illegible]
ہیں، اور باقی تمام لوگ کیڑے مکوڑے ہیں۔"

اس نے قہقہہ لگایا۔

"اب تم سمجھے کیپٹن......! میری تقدس مآبی اپنی جگہ، لیکن بنیادی [illegible]
پر میں سیاست دان ہوں اور سیاست دانوں کا سب سے موثر ہتھیار [illegible]
ہوتا ہے۔ اگر کسی سیاست دان میں پُراثر جھوٹ تخلیق کرنے کی صلاحیت [illegible]
ہو تو وہ ناکام کہلاتا ہے۔"

"اور تمہارے خیال میں تمہاری منزل کیا ہے......؟"



جمیل نے پوچھا۔

"اپنے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ایوانِ اقتدار میں پہنچانا، اہم
عہدے دلانا۔"

"تو مجھ پر تمہاری نظرِ کرم کا کیا سبب ہے......؟"

"تم نہایت ذہین اور مقبول پولیس آفیسر ہو۔ عوام میں محتاط اثر و نفوذ
تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ اور تم مسلمانوں کو خاص طور پر میری طرف راغب کر
سکتے ہو۔ انہیں یقین دلا دو کہ انہیں مجھ سے کوئی خطرہ نہیں ہے، نہ کبھی ہوگا۔"

"جبکہ یہ ایک سیاسی جھوٹ ہے۔"

"ہرگز نہیں......! امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت تیزی سے
بڑھی ہے۔ لیکن ان کی معاشی ترقی کی رفتار بے حد سست ہے۔ بلکہ ساکت
ہی سمجھو۔ میں انہیں فائدے پہنچاؤں گا۔ اور یہ بھی ہے کہ مسلمان جرائم کا
ہدف زیادہ بنتے ہیں۔ اس ملک میں جرائم کی جو صورتِ حال ہے، تم مجھ سے
زیادہ اسے سمجھتے ہو۔ یہاں کوئی کہیں محفوظ نہیں۔ میں اپنے مقصد میں کامیاب
ہو گیا تو یہاں امن ہوگا۔ سمجھ رہے ہو نا......؟"

جمیل کو اس پر اس شدت سے غصہ آیا کہ اس کا جی چاہا، بڑھ کر اس
کا گلا گھونٹ دے۔ یہ شخص حد درجہ غلیظ تھا...... وعظ دینے والا شیطان۔

"یا تو تم پاگل ہو یا مجھے پاگل سمجھتے ہو۔"

اس نے غصے پر قابو پاتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔

پادری نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں۔

"لیکن اگر مسلمان میرے ساتھ تعاون نہیں کریں گے تو وہ ہر طرف
سے پسیں گے۔ یہودی تو ہیں ہی ان کے دُشمن۔ اور تم جانتے ہو کہ یہودی
تعداد میں کم ہونے کے باوجود کتنے طاقت ور ہیں۔"

دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ کھلا اور ایک شخص نے اندر جھانکتے
ہوئے کہا۔

"جناب...... آپ کو ائیر پورٹ روانہ ہو جانا چاہئے۔"

پادری اُٹھ کھڑا ہوا۔

"میں نے ایک ہی ملاقات میں تم پر بہت زیادہ بوجھ لاد دیا ہے۔
اس پر سوچنے کے لئے تمہارے پاس وقت بہت ہے۔ میری بات پر ٹھنڈے
دل سے غور کرنا۔"

"میں نہ مانوں تو......؟"

"عوام کو یہ علم نہیں کہ تم مسلمان ہو۔ میں انہیں بتاؤں گا۔"

"اس سے کیا فرق پڑے گا......؟"

"ہاں......! شاید فرق نہ پڑے۔ کیونکہ تم جمی نومین کہلاتے ہو۔
تو نام کے مسلمان ہو۔ اس وقت بھی تمہارے ہاتھ میں حرام مشروب کا جام
ہے۔ بدکاری تم کرتے ہو۔ اور کچھ عجب نہیں کہ سور بھی......"

"بس......! اتنا کافی ہے۔"

جمیل نے جام خالی کئے بغیر رکھ دیا۔

"میں پوری سچائی کے ساتھ تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے
دلایا۔ تمہاری یہ نیکی میں کبھی نہیں بھولوں گا۔"

پھر وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

☆☆☆

جمیل نعمان بہت گہری نیند سویا تھا۔ آنکھ کھلی تو اسے احساس ہوا
دن چڑھ چکا ہے۔ اس نے سر گھمایا تو بیڈ کے پہلو میں کرسی پر وہ شخص



نظر آیا۔ جمیل نے اپنے تکیے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ بولا۔

"تمہارا ریوالور میرے پاس ہے...... اور سنو کیپٹن......! میں دوست
ہوں۔ بس بات اتنی سی ہے کہ شور مچانے والی چیزوں کی موجودگی میں مجھ
سے بات نہیں ہوتی۔"

جمیل آہستہ سے اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ شخص انگریزی روانی سے بول رہا
تھا۔ لیکن بتاتا تھا کہ وہ اس کی سیکھی ہوئی زُبان ہے۔ اس کے بال سیاہ تھے۔
عمر چالیس کے لگ بھگ ہوگی۔ جسم کسرتی اور توانا تھا۔ انداز سے وہ پروفیشنل
لگتا تھا۔

"تم ہو کون......؟"

اس نے اس سے پوچھا۔

"میرا نام عابد ہے۔ میرا تعلق شاہین سے ہے۔"

"کون شاہین...... ؟"

"مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے لئے کام کرنے والی
تنظیم...... جس کا تعلق نہ کسی ملک سے ہے نہ کسی حکومت سے۔"

اس نے اپنا بیج نکال کر دکھایا۔ بیج پر بس ایک عقاب کی تصویر تھی۔

"مجھ سے کیا چاہتے ہو......؟"

"سکون سے بیٹھ کر بات کریں گے۔ تم نہا دھو کر تازہ دم ہو جاؤ۔
میں کافی بناتا ہوں اور ہاں......! یہ لو...... اپنا ریوالور سنبھالو......!"

جمیل نے ریوالور چیک کیا۔ وہ بھرا ہوا تھا۔

"عجیب آدمی ہے۔"

اس نے سوچا۔ لیکن بہرحال اس پر بھروسہ کیا جا سکتا تھا۔ اگر وہ
اسے نقصان پہنچانا چاہتا تو اسے کون روک سکتا تھا......؟

"ٹھیک ہے......!"

یہ کہہ کر وہ باتھ روم میں چلا گیا۔

وہ باہر آیا تو کافی تیار تھی۔ عابد صوفے پر بیٹھا تھا۔

جمیل نے کافی کا گھونٹ لیا۔

"اب بولو......!"

"ہمیں تمہاری مدد درکار ہے۔ حالانکہ ہم اپنے اراکین کے علاوہ کسی سے مدد نہیں مانگتے۔"

"مجھ پر اس عنایت کی کوئی خاص وجہ......؟"

"ہاں......! اس وجہ کا نام ہے پادری کلنٹن ٹیلر......! وہ تم پر فریفتہ ہو گیا ہے۔"

عابد نے کہا۔ پھر گہری سانس لے کر بولا۔

"اس پر بہت عرصے سے ہماری نظر ہے۔ وہ رنگ، نسل اور مذہب کی بنیاد پر نفرت کو فروغ دیتا اور اس سے فائدہ اُٹھاتا ہے۔ دراصل وہ اپنے لئے سیاسی قوت یکجا کر رہا ہے۔ ہمیں تشویش یہ ہے کہ وہ یہودیوں کا حامی ہے۔"

"لیکن وہ تو ان کا دُشمن ہے۔"

"وہ دکھاوا ہے۔ اسے سرمایہ تو یہودی ہی فراہم کر رہے ہیں۔"

عابد اس کی حیرانی پر مسکرایا۔

"مگر میرا اس سب سے کیا تعلق ہے......؟"

عابد نے سگریٹ سلگائی اور اسے غور سے دیکھا۔

"رات اس نے تمہیں کچھ پیش کش کی تھی۔ اس کے متعلق کیا خیال ہے تمہارا......؟"



"تمہیں یہ کیسے پتا چلا......؟"

"ہم نے ڈریسنگ روم میں ایک مائیکروفون چھوڑ دیا تھا اور قسمت ہمارے ساتھ تھی۔ عام طور پر اس کے سیکورٹی والوں سے کچھ محفوظ نہیں رہتا۔ لیکن رات یا تو وہ کچھ بے پرواہ تھے، یا انہیں یہ اُمید نہیں تھی کہ پادری وہاں اتنی دیر رُکے گا۔ بہرحال وہ پوری گفتگو ہم نے سن لی۔"

"تو پھر مجھ سے کیا پوچھ رہے ہو......؟"

"وہ تم سے بہت زیادہ متاثر ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ کیپٹن جمیل نعمان......! تم اس کی پیش کش قبول کر لو۔"

جمیل کا دل خوش ہو گیا۔ والدین کی موت کے بعد کسی نے ان کے نام کو ایسے نہیں پکارا تھا۔ تاہم اس کی فرمائش اس کے لئے قابل قبول نہیں تھی۔

"کیوں قبول کر لوں......؟"

"اس سے ہمیں بہت فائدہ ہوگا...... ہم اس کے عزائم سے باخبر رہیں گے۔"

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے پاس یہ احمقانہ آئیڈیا لانے کی......؟ تم مجھے کیا سمجھتے ہو......؟ میں امریکی ہوں۔"

جمیل نے غصے سے کہا۔

"لیکن سب سے پہلے تم مسلمان ہو۔"

جمیل کو پادری ٹیلر کا طعنہ یاد آ گیا۔ اسے بار بار یاد دلایا جا رہا تھا کہ وہ مسلمان ہے۔ اور وہ یہ یاد رکھنا نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ مسلمان ہونا آسان نہیں تھا۔ شراب چھوڑو، آزادانہ تعلقات چھوڑو، اور نہ جانے کیا کیا......؟ پھر بھی رات پادری کی بات کا یہ اثر ہوا تھا کہ وہ میری کے گھر نہیں

گیا تھا۔ تو کیا اس میں دینی حمیت موجود ہے......؟

''مگر میں تو نام کا مسلمان ہوں......!''

اس نے کہا۔

''یہی تو پادری نے بھی کہا تھا آخر میں۔''

عابد نے کہا۔

''اور تمہیں بہت برا لگا تھا۔ یہ برا لگنا معنی رکھتا ہے کیپٹن......! بہر حال اللہ جب چاہے، جسے چاہے، ہدایت سے نواز دیتا ہے اور جس سے چاہے، کوئی بڑا کام لے لیتا ہے۔''

''لیکن یہ تو امریکہ سے غداری ہے۔''

''ہرگز نہیں......! نہ ہم امریکہ کے خلاف کچھ کر رہے ہیں اور نہ ہی تم سے ایسا کوئی کام لینا چاہتے ہیں۔ بلکہ ہماری بات مانو گے تو تم خود دیکھ لو گے کہ پادری ٹیلر امریکہ کے خلاف کام کر رہا ہے۔ اور مسلمانوں کو تو وہ مٹانے کے درپے ہے۔''

''مجھ جیسے نام کے مسلمانوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔''

جمیل نے زہریلے لہجے میں کہا۔

''یہ تمہاری بھول ہے۔ اتنے سمجھدار ہو کر تم بچوں کی سی باتیں کر رہے ہو۔ تاریخ سے بھی کچھ نہیں سیکھتے تم......؟''

''کیا مطلب......؟''

''تم تو پھر بہتر ہو۔ بوسنیا کے مسلمان تو تم سے بدتر تھے۔ لیکن کیسے پورے یورپ نے ان کے خلاف سازش کی۔ ان کی نسل کشی کی گئی۔ ان کے بچے اڈاپٹ کر لئے گئے۔ عورتوں کو خراب کر دیا گیا۔ میرے بھائی......! انہیں تو نام نہاد مسلمانوں کا وجود بھی گوارہ نہیں۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ امریکی طرزِ



زندگی اختیار کرنے سے تم محفوظ ہو جاؤ گے......؟ کبھی نہیں......!''

عابد نے گہری سانس لی اور چند لمحے سوچنے کے بعد بولا۔

''ہاں......! ایک محفوظ راستہ ہے تمہارے پاس۔''

جمیل سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

''عیسائیت قبول کر لو......!''

''کیوں قبول کر لوں......؟''

جمیل نے تڑپ کر کہا۔

''وہ صرف میرے والدین کا نہیں، میرے اجداد کا دین ہے۔''

''بس......! یہی تو وہ بات ہے، جس کی وجہ سے دُشمنانِ اسلام نام کے مسلمانوں کو بھی خطرہ سمجھتے ہیں۔''

عابد منمنایا۔

''اور میں نے کہا نا...... اللہ کی بھی وقت کسی کو بھی ہدایت دے سکتا ہے۔ ایک لمحہ تم نام کے مسلمان ہو اور دوسرے لمحے میں باعمل غیور مسلمان۔''

جمیل چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''میں یہ نہیں کر سکتا۔''

عابد اُٹھا اور اس سے ہاتھ ملایا۔

''میرے خیال میں یہ سب تمہارے لئے بے حد اچانک تھا۔ اور شاید تمہارے حساب سے بہت زیادہ بھی۔ میں چلتا ہوں۔ ممکن ہے، چند روز میں میری بات تمہاری سمجھ میں آ جائے۔ میں تم سے پھر رابطہ کروں گا۔''

یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔



رچرڈ گینر پادری کلنٹن ٹیلر کے نام کھلا خط لکھ رہا تھا۔ چار مسودے وہ لکھ کر پھاڑ چکا تھا۔ وہ اس خط کو بہت نڈر انداز میں لکھنا چاہتا تھا۔ یہ اس کے لئے بہت اہم تھا۔ پھر بالآخر اس نے خط مکمل کر لیا۔

"پادری کلنٹن ٹیلر......!

رات میں نے ٹی وی پر تمہارا اور کیپٹن نومان کا پروگرام دیکھا۔ تم نے بہت عیاری سے نسلی مناظرے کا پرچار کیا۔ تم خود کو خدا کا نمائندہ، اس کا مبلغ کہتے ہو، اور محبت کی بجائے نفرت کو فروغ دیتے ہو۔ تم سچ کے بجائے جھوٹ بولتے ہو۔ جو کچھ میں کر رہا ہوں، اس کے سلسلے میں تمہاری تائید کو میں مسترد کرتا ہوں۔ کیونکہ کہیں کوئی ایسی بات نہیں جس پر تم اور میں متفق ہو سکیں۔ تم جس چیز کی تبلیغ کرتے ہو، میں اس سے نفرت کرتا ہوں۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ اس عہد میں کوئی نازیوں کی نسلی منافرت کی پالیسی کی حمایت کر سکتا ہے۔ لیکن رات کا پروگرام دیکھ کر میں نے سمجھ لیا کہ تم ہٹلر سے آگے کی چیز ہو۔ تمہیں موقع مل جائے تو تم اس سے بڑھ کر سفاک ثابت ہو گے۔ تم خدا پرستوں کے دامن پر بدنما داغ ہو۔ میری دُعا ہے کہ خدا اس داغ کو مٹا دے۔

مسیحؑ کا حواری......!"

اس خط کی کاپیاں اس نے ٹائمز، دی پوسٹ، دی نیوز، دی ایسوسی ایٹڈ پریس اور تمام بڑے ریڈیو اور ٹی وی چینلز کو پوسٹ کر دیں۔

میلیسا براڈبیری نے حواری کے خط کے حوالے سے خلوت میں



پادری سے بات کی۔

"یہ تو حد سے بڑھتا جا رہا ہے۔ تم اسے کیسے برداشت کرتے ہو ٹیلر......؟"

"دیکھو...... میں ایک عوامی شخصیت ہوں۔"

پادری نے کہا۔

"میں گروہوں پر اور اداروں پر تنقیدی حملے کرتا ہوں تو قدرتی بات ہے کہ مجھ پر جوابی حملے بھی کیے جائیں گے۔"

اس نے میلیسا کے رُخسار پر چٹکی لی۔

"اور جوابی چٹکیوں میں مجھے لذت ملتی ہے۔"

"کاش ڈیکٹر بھی تم جیسا ہوتا۔"

میلیسا نے حسرت سے کہا۔

اس کی پالیسیوں سے اختلاف کیا جائے تو وہ ناقابل برداشت ہو جاتا ہے۔"

پادری نے دل میں کہا۔

"اگر وہ مجھ جیسا ہوتا تو تم میرے ساتھ کیوں ہوتیں......؟"

"تو اسے اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کا عہدہ قبول نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اس فیلڈ میں تو آدمی تنقید سے بچ ہی نہیں سکتا۔ ایک کام ایک گروہ کے لئے ناقابل قبول ہوگا تو دوسرے کام کو دوسرا گروہ ناپسند کرے گا۔"

اس نے کہا۔

"اور ہاں......! اس کا مڈل ایسٹ کا دورہ کیسا رہا......؟ میڈیا میں تو اس کے بارے میں کچھ آیا ہی نہیں۔ عربوں اور یہودیوں کو بیک وقت مطمئن کرنا تو ممکن ہی نہیں۔"

"لیکن وہ تو خوش خوش واپس آیا ہے۔"

میلسیا نے بتایا۔

"ایسا کیا ہوگیا......؟ عرب تو عورتیں بھی نہیں پیش کرتے مہمانوں کو۔"

میلسیا ایک لمحے کو ہچکچائی۔ لیکن پادری ٹیلر کے لمس نے اسے گرما لیا۔

"وہ بہت خوش ہے کہ مشرقِ وسطٰی میں پائیدار امن کی کوئی صورت نکل آئی ہے۔"

وہ بولی۔

"اس نے دونوں فریقوں کو رضامند کر لیا ہے۔ لیکن اس معاملے میں وہ بہت رازداری سے کام لے رہا ہے۔"

"زبردست خبر ہے۔ مجھے خوشی ہوئی یہ سن کر۔"

پادری کا لہجہ بے تاثر تھا۔

"صدر امریکہ اور چند ٹاپ کے شہروں کے سوا کسی کو کچھ علم نہیں۔ ڈیکٹر تو مجھے بھی کچھ نہ بتاتا۔ لیکن اپنے شیخی خورے پن سے مار کھا گیا۔ بہرحال ابھی تفصیلی معاملات طے ہونے ہیں۔ اور اس موقع پر بات باہر نکل گئی تو یہ خطرناک ہوگا۔"

"تب تو تمہیں یہ بات مجھے نہیں بتانی چاہیے تھی۔"

"تم سے میں خود کو نہیں چھپاتی تو کوئی بات کیا چھپاؤں گی......؟"

میلسیا نے اٹھلا کر کہا۔

"اور تم پر بھروسہ کروں تو پھر کون ہے بھروسے کے قابل......؟"

"خدا......!"



پادری ٹیلر نے جواب دیا۔

☆☆☆

رچرڈ کو فرینک گالٹ کی رہائی کی خبر ملی تو اس نے فائر اسکواڈ کے قریب ایک فون بوتھ سے کیپٹن نعمان کو فون کیا۔ بات کرتے ہوئے اس نے اپنے منہ پر رومال رکھ لیا تھا۔

"میں حواری بول رہا ہوں۔"

اس نے کہا۔

"مجھے تم سے یہ اُمید نہیں تھی کیپٹن......! میں نے کتنی محنت سے اسے تمہارے حوالے کیا تھا اور تم نے اسے پھر کھلا چھوڑ دیا۔"

"سوری......! مدعیہ بات آگے بڑھانے پر آمادہ نہیں تھی۔"

"اخباروں میں یہی لکھا ہے۔ مگر یہ سچ نہیں ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو......؟"

"میں نے عورت کو فون کیا تھا۔ یہ بات اس نے مجھے بتائی ہے۔"

رچرڈ نے جھوٹ بولا۔ مگر وہ ایک مؤثر جھوٹ تھا۔

کیپٹن نعمان پر کھانسی کا دورہ پڑ گیا۔ جو کئی منٹ جاری رہا۔

"یہ سب سگریٹ کی وجہ سے ہے۔" اس نے کہا۔

"اسموکنگ کی عادت مجھے مار ڈالے گی۔ خیر......تو اس نے کیا بتایا تھا......؟"

"یہ کہ معاملہ رفع دفع کرانے کے لئے تم نے اس پر دباؤ ڈالا تھا۔"

کال جاری رکھنے کے لے رچرڈ کو ایک اور سکہ سلاٹ میں ڈالنا پڑا۔

''اس نے تم سے جھوٹ بولا۔ محض تمہارے عتاب کے ڈر سے۔ وہ خود عدالت جانے سے ڈر رہی تھی۔ ورنہ مجھے فرینک گالٹ سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے......؟''

''ہمدردی تو نہیں...... ہاں تم میرے لئے اسے چارہ تو بنا سکتے ہو۔''

جمیل ہنس دیا۔

''کاش......! میں اتنا ذہین ہوتا۔ یہ تو مجھے خیال ہی نہیں آیا۔''

''ذہین تو تم ہو......!''

''تو تم نے یہ بتانے کے لئے فون کیا تھا مجھے......؟''

''میں نہیں چاہتا کہ تم فرینک گالٹ کی نگرانی کرا کے وقت ضائع کرو۔''

''تو اور میں کیا کر سکتا ہوں......؟''

جمیل نے کہا۔

''ٹی وی پر جاؤ اور میرے بارے میں اُلٹی سیدھی باتیں کرو۔''

جمیل نے کوئی جواب نہیں دیا۔

''میں نے پادری ٹیلر کے ساتھ تمہیں ٹی وی پر دیکھا تھا۔''

رچرڈ نے رومال کے فلٹر سے آواز گزارتے ہوئے کہا۔

''میرا تو دماغ اُلٹ گیا۔ میرا ساتھ دینے کو ایک وہی خبیث رہ گیا تھا......؟''

''تم خود ہی اس پر ذرا غور کرو......!''

''کیا ہے......! اور اسے نتیجے پر پہنچا ہوں کہ دُنیا میں پاگل پن کس حد تک بڑھ چکا ہے۔''

جمیل پر پھر کھانسی کا دورہ پڑ گیا۔ گینز کو سلاٹ میں ایک اور سکہ



ڈالنا پڑا۔ جس بوتھ میں وہ تھا، اس کے پاس سے بہت سے لوگ گزر رہے تھے۔ دُور سے اسے ایک سائرن کی آواز سنائی دی۔

''لگتا ہے، مجھے تمہاری آواز سے الرجی ہے۔''

رچرڈ گینز باہر دیکھتا رہا۔

''ویسے یہ بات تمہاری فطرت کی غمازی کرتی ہے۔''

جمیل نے کہا۔

''کون سی بات......؟''

''یہی جو تم مجھے کال کرتے ہو۔ شکاری کو اُکسانے اور اپنے پیچھے لگانے میں لطف آتا ہے تمہیں۔ شاید اس سے تمہارے احساسِ برتری کو بھی سہارا ملتا ہوگا۔ تم خود کو ناقابل تسخیر سمجھتے ہو گے۔''

اسی لمحے رچرڈ کو پولیس کی دو گشتی گاڑیاں پُرہجوم ٹریفک میں راستہ بناتی، آگے آتی نظر آئیں۔ لیکن ان کے سائرن خاموش تھے۔ اس کے دماغ نے مشینی انداز میں کام شروع کر دیا۔

وہ تیزی سے بوتھ سے نکلا اور راہ گیروں کی بھیڑ میں گھل مل گیا۔ پہلی گاڑی کے بوتھ کے سامنے رُکنے تک وہ سو گز آگے جا چکا تھا۔ 43 ویں اسٹریٹ پر مڑتے ہی وہ دوڑنے لگا۔ اس کا دل سینے میں دھڑ دھڑ کر رہا تھا۔

پھر اس کی مجروح ٹانگ جواب دے گئی۔ وہ گر گیا۔ چند راہ گیروں نے سہارا دے کر اسے اُٹھایا۔ اس نے سر جھکائے جھکائے ان کا شکریہ ادا کیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اس کا چہرہ دیکھے اور یاد رکھے۔

مگر اب وہ دوڑا نہیں۔ سکون سے چلتا رہا۔ تاہم وہ پلٹ پلٹ کر دیکھتا۔ مگر عقب میں اسے کوئی پولیس والا نظر نہیں آیا۔ 8 ویں ایونیو پر پہنچ کر وہ دو بلاک آگے گیا۔ پھر اس نے ایک ٹیکسی روک لی۔ اپنے گھر سے ایک

میل پیچھے اس نے اس ٹیکسی کو فارغ کیا۔ ایک منٹ بعد اس نے دوسری
ٹیکسی روکی۔ اس بار وہ اپنے گھر پر اُترا۔
اب اس کی سانسیں ہموار تھیں۔ بلکہ وہ فتح مندی کے احساس سے
سرشار تھا۔ وہ مسکرایا۔ یہ چھوٹی سے فتح اس کے لئے بہت اہم تھی۔

☆☆☆

چارکول کو چھوڑ کر اب وہ آئل پینٹ سے کام لے رہا تھا۔ وہ ایک
بڑے کینوس پر کام کر رہا تھا، جو اس کے قد سے بھی اونچا تھا۔
کیوں نہیں......؟ آدمی اچھی تصویر بنا سکتا ہو تو بڑی تصویر کیوں نہ
بنائے......؟ پینٹ کی بو نے اس کے وجود میں سوئے ہوئے مصور کو جگا دیا
تھا۔ لیکن اب وہ ایک مختلف مصور تھا۔ چارکول سے اس نے بہت کچھ سیکھا
تھا۔ وہ ہیولے اور سائے پینٹ کر رہا تھا، جو ہر شخص کے اندر چھپے ہوتے
ہیں، جو ہر شخص کے ساتھ لگے ہوتے ہیں۔
لیکن سورج غروب ہوتے ہی اس نے برش رکھ دیا۔ جیسے مزید کام
کرنا کسی عہد کی خلاف ورزی ہو۔ پہلے ایسا نہیں ہوتا تھا۔ وہ کام میں لگا رہتا
تھا۔ بیوی اور بچوں کو نظرانداز کرتا تھا۔ کاش یہ کام اس نے پہلے کر لیا ہوتا۔
کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ......!
اب یہ "زود پشیمانی" اسے اور پشیمان کر رہی تھی۔ اب اسے یہ
خیال ستاتا تھا کہ وہ بیوی اور بچوں کے حصے کے وقت میں کام کر کے ان
کے حقوق غصب کرتا تھا۔ جین نے ایک بار اسے دُنیا کا سب سے خود غرض
انسان قرار دیا تھا۔ بعد میں اس نے اس پر معذرت بھی کی تھی۔ لیکن اب وہ
جانتا تھا کہ وہ درست کہہ رہی تھی۔ مگر اب اصول کے تحت کام کرنے کا



شاید یہ کفارہ تھا۔ کیونکہ ازالہ تو اب ممکن نہیں تھا۔
جین آئی اور لدی پھندی آئی۔
"میں تمہارے لئے رات کا کھانا بناؤں گی۔"
اس نے کہا۔
"تم گوشت بہت کھاتے ہو۔"
"پچھلی بار تم نے کہا تھا کہ میں انڈے اور ڈبل روٹی بہت کھاتا ہوں۔"
"وہ بھی درست تھا، اور یہ بھی درست ہے۔ تمہیں مچھلی زیادہ کھانا چاہئے۔"
"مجھے مچھلی اچھی نہیں لگتی۔"
"یہ سب کچھ بس دماغ میں ہوتا ہے آدمی کے۔ ورنہ کھانے کی ہر چیز کھانے کے لئے ہوتی ہے۔"
انہوں نے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ اب اپارٹمنٹ میں جین کی موجودگی اسے فطری لگتی تھی، جیسے وہ کبھی اسے چھوڑ کر گئی ہی نہ ہو۔ بس فرق صرف اتنا تھا کہ اب بچے نہیں تھے، بس وہ دونوں تھے۔
"ماننا پڑے گا کہ مچھلی بہت لذیذ تھی۔"
اس نے کھانے کے بعد کہا۔
"یہ تمہیں توانا اور طاقتور رکھے گی۔"
"زوال آتا ہے تو کوئی چیز طاقت اور توانائی فراہم نہیں کرتی۔"
اس نے جین کو اپنی تازہ فتح کے بارے میں بتایا۔ اس نے یہ نہیں بتایا کہ ابتداء میں وہ کتنا نروس تھا۔
جین مسکرائی۔

وہ بہت اچھی سامع تھی۔ پیشہ ورانہ کامیابی میں اس کی اس خوبی
بڑا دخل تھا۔ پھر وہ بولی۔

''تم نے اسے یوں بیان کیا، جیسے یہ کوئی خوش گوار ایڈونچر رہا ہو
لیکن سوچو......! اگر بروقت تمہیں گشتی پولیس کی گاڑیاں نظر نہ آئی ہوتیں تو
ہوتا......؟''

وہ ہنس دیا۔

''تو میرے دوست جمیل نومان کو ایک زبردست حیرت کا سامنا
پڑا۔''

''اور تم جیل چلے جاتے۔''

''تو کیا......؟''

''اور تم پر الزام کیا ہوتا......؟''

''اب تک تو میں انہیں بڑے متنوع الزامات فراہم کر چکا ہوں۔''

''جیسے قتل......؟''

''ہاں......! سو فیصد...... اور میرا اعتراف بھی ریکارڈ پر موجود ہوتا۔''

''تمہیں اس سے گھبراہٹ نہیں ہوتی......؟''

وہ جین کو سگریٹ کا کش لیتے دیکھتا رہا۔ وہ اس سے زیادہ اسموکنگ
کرنے لگی تھی۔

''اگر تم میری جگہ ہوتیں تو تمہیں گھبراہٹ ہوتی......؟''

اس نے پوچھا۔

''نہیں......!''

وہ مسکرائی۔

''سوچو تو...... کیسی زبردست جوڑی ہے ہماری۔''



رچرڈ سامنے والی دیوار میں لگے آئینے میں خود کو دیکھ رہا تھا۔

''ارے...... یہ کون ہے......؟''

''رچرڈ......؟''

وہ اس کے کہنے سے پہلے ہی سمجھ گیا کہ وہ کیا کہنے والی ہے......؟

''میں آج تمہارے ساتھ سو سکتی ہوں......؟''

''اوہ......! تو میں خیالات میں پڑھنے لگا ہوں۔''

وہ بالکل نیا تجربہ تھا۔ وہ کوئی اور ہی عورت تھی۔ وہ اس کی بیوی نہیں
تھی۔ جس کے ساتھ وہ برسوں رہا تھا۔ جو اس کے جڑواں بیٹوں کی ماں تھی۔
وہ ماضی تھا، جو مٹ چکا تھا۔

شاید جین کو بھی ایسا ہی لگا تھا۔

اس کے جسم پر حادثے کی یادگار، زخموں کے جو نشان تھے، وہ جین
نے پہلے نہیں دیکھے تھے۔ وہ آب دیدہ ہو گئی۔

''زخمی تو میں بھی ہوں رچرڈ......! لیکن میرے زخموں کے نشان نظر
نہیں آ سکتے۔ وہ میری روح پر لگے ہیں۔''

رچرڈ نے محبت سے اسے لپٹا لیا۔ وہ اس کی روح کو دیکھ سکتا تھا۔ وہ
اس سے زیادہ گھائل تھی۔

☆☆☆

رچرڈ کینر میں ایک بڑی تبدیلی آئی تھی۔ اس کے سوچنے کا انداز
بدل گیا تھا۔ وہ، وہ نہیں رہا تھا۔ تو وہ کیا بن گیا ہے......؟ اس نے اپنے اندر
کھوجنے کی کوشش کی اور اسے جواب مل گیا۔

وہ کیپٹن جمیل نعمان بن کر سوچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ شاید یہ تبدیلی

اس لمحے رونما ہوئی تھی، جب حواری کی حیثیت سے اس نے جمیل سے کہا تھا کہ وہ جانتا ہے۔ فرینک گالٹ کو اس کے لئے چارہ بنا کر رہا کیا جا رہا ہے۔ شاید اس وقت اس نے یہ بات یہ سوچ کر کہی تھی کہ یہ جاننے کے بعد بے فرینک گالٹ کو رہا نہیں ہونے دے گا۔ وہ جال بچھانے کا کیا فائدہ جس کی طرف شکار رُخ ہی نہ کرے......؟

لیکن رچرڈ کا ارادہ تھا کہ اس بار وہ فرینک کو ایسے پھنسائے گا کہ اس کی بچت کا کوئی امکان ہی نہ رہے۔ وہ ملعون عادی مجرم تھا، جو باز آنے والا نہیں تھا۔ ایسے شخص کو کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ سڑکوں پر دندناتا پھرے۔

مگر احتیاط کو خیر باد کہنے میں بہرحال کوئی بھلائی نہیں تھی۔ یہ امکان موجود تھا کہ جمیل نعمان فرینک گالٹ کی نگرانی کرائے گا۔ چنانچہ رچرڈ نے فیصلہ کیا کہ اس کے لئے اپنی کار استعمال کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ نمبر پلیٹ پر کسی کی بھی نظر پڑ گئی تو حواری کے چہرے سے ایک منٹ میں نقاب اُٹھ جائے گا۔ لیکن وہ کار کرائے پر بھی نہیں لے سکتا تھا کیونکہ وہ ڈرائیونگ لائسنس دکھائے بغیر نہیں مل سکتی تھی۔ اب ایک ہی راستہ رہ گیا تھا۔

''کار چرانا......!''

یہ سوچ کر ہی اسے ہنسی آ گئی۔ لیکن غور کرنے پر وہ منطقی اعتبار سے درست فیصلہ ثابت ہوا۔ ویسے بھی اب تک جو کچھ وہ کر چکا تھا، اس کے سامنے یہ جرم بہت چھوٹا تھا۔

لیکن ہر کام میں کسی خصوصی مہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ثابت ہوا کہ وہ کار چوری کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ فلموں میں دیکھنا اور بات ہے، اور عملاً خود کرنا دوسری بات۔ اس کے لئے ماسٹر کی کی ضرورت تھی اور تار کے استعمال کے بارے میں وہ کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ لیکن خاصے غور



خوض کے بعد اسے ایک متبادل سوجھ گیا۔

ایک شام وہ چھٹے ایونیو پر ہلٹن کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ ہوٹل میں آنے والے رش کی وجہ سے ڈبل پارک کرتے اور گاڑی پارک کرنے کا کام اٹینڈنٹ پر چھوڑ دیتے۔ ایک موقع پر وہاں گیارہ کاریں یکجا ہوگئیں۔ جبکہ اٹینڈنٹ صرف تین تھے۔ وہ موقع کا انتظار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ تینوں اٹینڈنٹ نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ تب اس نے تیزی سے سڑک پار کی اور دروازہ کھول کر آخری گاڑی میں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ نیلے رنگ کی پونٹیاک تھی۔ نمبر پلیٹ اوہایو کی تھی۔ چابی اگنیشن میں موجود تھی۔ بڑے سکون سے اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور اسے ٹریفک کے دھارے میں لے آیا۔

ایک گھنٹے بعد نمبر پلیٹ تبدیل کرنے کے بعد وہ فرینک گالٹ پر دوسرے حملے کے لئے تیار ہو چکا تھا۔



کچھ ساعتیں اب بھی اس کے بیٹوں کے نام تھیں۔ تصور میں انہیں زندہ کرنا ناخوش گوار ہرگز نہیں تھا۔ انہیں دیکھ کر اسے خوشی بھی ہوتی تھی اور دل کے گرد اُداسی کی دُھند بھی لپٹ جاتی تھی۔

جب اس کے بیٹے بہت چھوٹے تھے...... شاید تین یا چار برس کے۔ تو اکثر اتوار کی صبح وہ انہیں ریور سائیڈ پارک لے جاتا تھا۔ وہاں وہ اپنے ٹوائے پسٹل سے کھیل کر بہت خوش ہوتے۔ وہ اس کے ساتھ کاؤ بوائز اور انڈینز کا کھیل کھیلتے تھے۔ اس وقت انہیں یہ پتا نہیں چلا تھا کہ درحقیقت ریڈ انڈین اچھے لوگ ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ خود ہمیشہ کاؤ بوائے بنتے اور اسے ریڈ

انڈین بناتے۔ کھیل کا اختتام ہمیشہ ایک سا ہوتا تھا۔ وہ گھاس پر چاروں
شانے چت مرا پڑا ہوتا اور وہ دونوں اس کے پاس کھڑے ہو کر کاؤ بوائز کا
ایک سوگوار گیت گاتے۔ کھیل کے ضوابط کے مطابق اس کے دوبارہ زندہ
ہونے کی ایک ہی صورت تھی ...... یہ کہ وہ دونوں اسے پیار کریں...... ایک
داہنے رُخسار پر اور دوسرا بائیں رُخسار پر۔ جب بھی وہ اسے پیار کرتے تو وہ
جی اُٹھتا...... دوبارہ زندہ ہو کر کھڑا ہو جاتا۔

لیکن ایک اتوار کو وہ گھاس پر مردہ انڈین بنا پڑا، ان کے حیات بخش
بوسوں کا انتظار کرتا رہا۔ لیکن بوسے نہیں ملے۔ تشویش ہوئی تو اس نے چپکے
سے آنکھیں کھولیں اور کن انکھیوں سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ اس کے جڑواں بچے
ایک درخت کی اوٹ میں کھڑے اسے دیکھ رہے تھے۔ لگتا تھا کہ انہوں نے
اسے مردہ ہی رہنے دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ پھر جیسے انہوں نے زیر لب
"گڈ بائی ڈیڈی......!" کہا اور پلٹ کر چل دیئے۔

وہ مردوں کی طرح ساکت پڑا رہا۔ اس کی سمجھ میں یہی آ رہا تھا کہ
بالآخر وہ اسے سمجھ گئے ہیں۔ وہ خود تو جانتا تھا کہ وہ بہت برا باپ ہے۔ لیکن
اب بچوں نے بھی یہ بات سمجھ لی ہے کہ وہ بہت برے باپ کے چنگل میں
پھنسے ہوئے ہیں اور یہ اس سے نجات حاصل کرنے کا بہترین موقع ہے۔

اسے برا باپ ہونے کے باوجود دُکھ ہوا کہ اس کے اپنے خون نے
اس سے منہ پھیر لیا ہے۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ اس میں بچوں کا کوئی قصور نہیں
ہے۔

لیکن پندرہ منٹ بعد وہ واپس آتے دکھائی دیئے۔ اور وہ سرگوشیوں
میں ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے، جیسے کسی دُشوار فیصلے پر پہنچنے کی
کوشش کر رہے ہوں۔ وہ سوچتا رہا کہ کیا ہوگا......؟ بچے اسے جلائیں گے یا



مردہ رہنے دیں گے......؟

وہ اس سے چند منٹ کے فاصلے پر ٹھہر گئے۔ وہ اپنی قسمت کے
فیصلے کا انتظار کرتا رہا۔ بچے مشاورت کرتے رہے۔ پھر شاید بچوں کی سمجھ میں
یہ بات آ گئی کہ باپ سے یکسر محروم ہونے کے مقابلے میں بہت برا باپ
بہرحال غنیمت ہے۔

وہ اس کے پاس آئے، اس پر جھکے اور اسے پیار کر لیا۔

اور اب رچرڈ گینر سوچ رہا تھا کہ کاش خدا نے اس کے بوسے کو یہ
معجزہ عطا فرمایا ہوتا تو......

لیکن نہیں......! اس بوسے سے بھی کیا ہونا تھا......؟ اس کے جڑواں
بیٹوں کا بچا ہی کیا تھا......؟ جسے پیار کر کے وہ انہیں جلاتا۔

☆☆☆

تیسری رات پونے گیارہ بجے کے قریب اسے یقین ہو گیا کہ
فرینک گالٹ اپنا شوق پورا کرنے کے لئے بے تاب ہو رہا ہے۔ وہ اب اس
بدمعاش کی نفسیات کو سمجھنے لگا تھا۔ باڈی لینگویج بہت کچھ بتا دیتی تھی۔

مسروقہ پونٹیاک ساؤتھ بروک لین کے ایک بڑے ریسٹورنٹ کے
سامنے کھڑی تھی۔ رچرڈ گاڑی میں بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ فرینک گالٹ اندر اکیلا
بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ ایک ویٹریس اس کے پاس کھڑی اس کی کسی بات پر
ہنس رہی تھی۔ وہ کافی خوب صورت سیاہ فام لڑکی تھی۔

رچرڈ گینر پچھلے آدھے گھنٹے سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کے لئے
جیسے کوئی خاموش فلم تھی۔

اس نے بہت احتیاط سے کام لیا تھا۔ اپنے اور فرینک گالٹ کے

درمیان اس نے کافی فاصلہ رکھا تھا۔ اور اس نے اپنے عقب پر بھی گہری نگاہ
رکھی تھی۔ اس نے ہر بار اپنی گاڑی فرینک گالٹ کی گاڑی سے بہت دور
کھڑی کی تھی۔ اس کے باوجود وہ یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ اس بے
یقینی نے اس کے کھیل کو اور سنسنی خیز بنا دیا تھا اور اس طرح اسے اپنے
بارے میں بھی جاننے اور سمجھنے کا موقع ملا تھا۔ اس نے جان لیا کہ وہ جو کچھ
کر رہا ہے، اس کا مقصد خود کو عیاں کرنا، اور خطرہ مول لینا ہے۔ اگر اسے اپنا
تحفظ مطلوب ہوتا تو وہ اس وقت سکون سے اپنے گھر میں نہ بیٹھا ہوتا۔

بارہ بجے کے قریب فرینک نے پھر ویٹریس سے کچھ بات کی، بل
ادا کیا اور باہر آ گیا۔ چند لمحے ریسٹورینٹ کے سامنے کھڑا وہ اِدھر اُدھر دیکھتا
رہا۔ انداز بہت سرسری سا تھا۔ پھر وہ عقبی پارکنگ لاٹ کی طرف گیا اور
رچرڈ کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

رچرڈ انتظار کرتا رہا۔ وہ ہفتے کی رات تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اتنی دیر ہو
جانے کے باوجود سڑکوں پر ٹریفک کم نہیں تھا۔

ویٹریس ریسٹورینٹ سے باہر آئی۔ اس نے سگریٹ سلگائی۔ اپنی
یونی فارم کے اوپر اس نے تنگ رین کوٹ پہن رکھا تھا۔ وہ بھی پارکنگ لاٹ
کی طرف چلی گئی۔

چند لمحے بعد وہ زرد رنگ کی ٹیوٹا میں باہر آئی۔ گاڑی کا رُخ فلیٹ
بش ایونیو کی طرف تھا۔ بظاہر تو کار میں وہ اکیلی ہی تھی۔ رچرڈ کچھ دیر انتظار
کرتا رہا۔ لڑکی کی گاڑی کے تعاقب میں کوئی نہیں تھا۔ اس طرف سے مطمئن
ہو کر اس نے مسروقہ کار اسٹارٹ کی اور لڑکی کے پیچھے روانہ ہو گیا۔ اس کے
باوجود وہ بار بار عقب نما میں دیکھتا رہا۔ لیکن وہاں عام ٹریفک تھا۔ کوئی اس کا
پیچھا نہیں کر رہا تھا۔



ٹیوٹا اس سے دو بلاک آگے تھی۔ لیکن اس کے رنگ کی وجہ سے اس
پر نظر رکھنا دُشوار نہیں تھا۔ یو ایونیو پر پہنچ کر وہ مشرق کی طرف مُڑ گئی۔ وہ مل
بیسن کا علاقہ تھا۔ رچرڈ بھی اسی طرف مُڑ گیا۔ اب اس کے عقب میں کوئی
نہیں تھا۔

اس رات آسمان صاف تھا۔ ستارے جھلملا رہے تھے۔ کینیڈی
ایئرپورٹ کی روشنیاں صاف نظر آ رہی تھیں۔ حادثے کے بعد رچرڈ پہلی بار
ایئرپورٹ کے اتنا نزدیک آیا تھا۔ وہ نروس ہونے لگا۔ دھڑکنیں بے ربط اور
سانسیں بے ترتیب ہونے لگیں۔ شاید وہ ذہنی طور پر ماضی کی اذیت ناک یاد
میں پہنچ گیا تھا۔

"میں یہاں کیا کر رہا ہوں......؟"

اس نے گھبرا کر سوچا۔

"اور وہ بھی ایک مسروقہ کار میں......؟ میں کوئی مسخرہ ہیرو ہوں یا
کوئی خطرناک پاگل......؟"

ٹیوٹا ساحل کو چھوڑ کر بائیں جانب مڑی۔ وہ ایک تنگ راستہ تھا۔
رچرڈ اپنی گاڑی کو موڑنے کے بجائے سیدھا لے گیا۔ کچھ دُور جا کر اس نے
گاڑی کو جھاڑیوں کی اوٹ میں روک دیا۔ گاڑی کی بتیاں اس نے پہلے ہی
بجھا دی تھیں۔

اس نے ٹیوٹا کی طرف دیکھا۔ وہ بدستور آگے جا رہی تھی۔ پھر وہ
رُک گئی اور اس کی بتیاں بھی بجھ گئیں۔

رچرڈ نے اپنا ماسک، ریوالور اور نائیلون کی ڈوری کا لچھا لیا اور
گاڑی سے اُتر آیا۔ جس راستے پر ٹیوٹا گئی تھی، اس پر چلنے کے بجائے وہ اس
کے متوازی، جھاڑیوں کے درمیان چلتا آگے بڑھنے لگا۔ کوئی تین سو گز کا

فاصلہ طے کرنے کے بعد اس نے ماسک اپنے چہرے پر لگا لیا۔ پھر اس نے ریوالور کو چیک کیا کہ اس پر سائیلنسر لگا ہوا ہے یا نہیں۔

ستاروں کی جھلملاہٹ میں بائیں جانب اسے ٹیوٹا نظر آیا۔ وہ دبے قدموں اس کی طرف بڑھا۔

کار کے اندر کا منظر اس کی توقع کے مطابق تھا۔ فرینک گالٹ کے ہاتھ میں چاقو تھا اور لڑکی خوفزدہ نظروں سے چاقو کو دیکھ رہی تھی۔ پھر فرینک گالٹ نے دست درازی شروع کر دی۔

رچرڈ نے بڑی مشکل سے خود کو مداخلت سے باز رکھا۔ وہ فرینک کو رنگے ہاتھوں اور بے لباس پکڑنا چاہتا تھا۔

بالآخر اس نے کار کا عقبی دروازہ جھٹکے سے کھولا اور ریوالور فرینک کی پشت پر لگا دیا۔

''فریز ہو جاؤ......! ورنہ تمہارے جسم میں ایک اور سوراخ کا اضافہ ہو جائے گا۔''

اس نے کہا۔

اور فرینک کسی لاش کی طرح بے حس و حرکت ہو گیا۔

''چاقو نیچے گرا دو......!''

رچرڈ نے حکم دیا۔

فرینک نے تعمیل کی۔

''اب آہستہ آہستہ گاڑی سے نکلو۔ یہ یاد رکھو کہ تم نے مجھے ذرا بھی موقع دیا تو میں پچھلا حساب بھی یہیں برابر کر دوں گا۔''

برہنہ فرینک گاڑی سے اُتر آیا۔ اُترتے ہی اس نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن رچرڈ نے ریوالور اس کی کمر سے لگا دیا۔



''میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو تم......؟ ارے......! یہ بے وقعت نیگرو لڑکی......''

اس کے لہجے میں حقارت تھی۔

رچرڈ کا جی چاہا کہ اسے شوٹ کر دے۔ وہ انسان کہلانے کا بھی مستحق نہیں تھا۔ تاہم اس نے ریوالور کے دستے سے اس کے سر پر ضرب لگائی۔ وہ بغیر آواز نکالے ڈھیر ہو گیا۔

لڑکی لباس پہن کر گاڑی سے اُتر آئی تھی۔

''تم حواری ہو نا......؟ میرا مطلب ہے...... اصلی حواری......؟''

اس کے لہجے میں بچوں کا سا اشتیاق تھا۔

رچرڈ نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ ڈوری سے فرینک گالٹ کے ہاتھ پاؤں باندھ رہا تھا۔

''اس نے تم پر چاقو تو استعمال نہیں کیا......؟''

اس نے لڑکی سے پوچھا۔

''نہیں......!''

لڑکی نے کہا۔ پھر پوری طاقت سے فرینک گالٹ کی پسلیوں پر ٹھوکریں رسید کیں۔ اگلا ہدف رانوں کے درمیان تھا۔

''غصہ کر کے کیس خراب کرنے کی حماقت نہ کرو۔''

رچرڈ نے اسے تلقین کی۔

''چھوڑ دو مجھے...... یہ اس کا حق بنتا ہے۔''

لڑکی بپھری ہوئی تھی۔

''اسے عدالت سے سزا دلواؤ تو کوئی بات ہے۔''

''فکر نہ کرو...... میں وہ بھی کروں گی۔''

”میں اُمید ہی کر سکتا ہوں۔ اس کی پچھلی شکار نے تو اس کے
خلاف الزامات واپس لے لئے تھے۔“

”میں اس کے پچھلے شکار کی طرح نہیں ہوں۔“

لڑکی نے کہا اور ماسک کے آنکھوں والے سوراخوں میں سے اس
کی آنکھوں میں جھانکا۔

”اے...... اس نقاب کے پیچھے تم کیسے لگتے ہو......؟“

”جیسا مسیحؑ کے حواری کو ہونا چاہئے۔“

وہ مسکرائی۔

”تم سمجھ رہے ہو کہ میں تمہاری اس بات پر یقین نہیں کروں گی۔“

وہ بولی۔

”لیکن مجھے یقین ہے کہ تم ایسے ہی ہو گے۔ نرم، مہربان، ہمدرد،
مظلوموں کے خاطر ظالموں سے لڑنے والے۔“

اچانک رچرڈ چونکا اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔

”کیا ہوا......؟ پریشان کیوں ہو گئے تم......؟“

رچرڈ سماعت پر زور دے رہا تھا۔ مگر اب اس کی ضرورت نہیں تھی۔
قریب میں نرسلوں کی طرف سے کسی نے اسے پکارا۔

”اس وقت تم تین گنوں کی زد پر ہو۔ اپنے ہاتھ اوپر اُٹھاؤ......!“

”تم کون......؟“

”پولیس......!“

رچرڈ گیبز نے دونوں ہاتھ اُٹھا دیئے۔ وہ اندر سے پرسکون تھا۔
نرسلوں کی طرف سے پانی میں چلنے والوں کے چھپاکے اسے سنائی دے
رہے تھے۔ پھر اسے تین سادہ لباس پولیس والے ریوالور تانے اپنی طرف



بڑھتے نظر آئے۔

”تم لوگ غلط سمجھ رہے ہو۔“

لڑکی نے ہذیانی انداز میں چلا کر کہا۔

”اس نے تو مجھے بچایا ہے۔ جو میرے ساتھ زیادتی کر رہا تھا، وہ
زمین پر بندھا پڑا ہے۔“

پولیس والوں نے اسے نظرانداز کر دیا۔

”میں قسم کھا سکتا ہوں کہ کسی نے میرا پیچھا نہیں کیا۔“

رچرڈ نے ایک پولیس والے کو مخاطب کیا۔

”تو پھر یہ تو بتاؤ کہ تم یہاں تک کیسے پہنچ گئے......؟“

اندھیرے میں وہ تینوں ہیولے سے لگ رہے تھے۔

”ہم گالٹ کی نگرانی کر رہے تھے۔ جب ہم نے پارکنگ لاٹ میں
اسے ٹیوٹا کی عقبی سیٹ پر چھپتے دیکھا تو گاڑی کے بمپر کے نیچے بیپر لگا دیا۔
بعد میں ہم نے پانچ منٹ کے فرق سے سگنلز کی مدد سے تعاقب کیا۔“

اوہ...... الیکٹرونکس......!“

رچرڈ نے سوچا۔

”اور اب ان میں سے کوئی ایک آگے بڑھے گا اور میرا ماسک نوچ
لے گا۔ لیکن نہیں......!“

ایسا لگتا تھا کہ انہیں ایسی کوئی جلدی نہیں ہے۔ جمیل نعمان ہوتا تو
سب سے پہلا کام یہی کرتا۔

”تم لوگ کس قسم کے انسان ہو......؟“

لڑکی نے چیخ کر ان سب کو اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔ وہ غصے
سے بے حال ہو رہی تھی۔

"یہ کمینہ چاقو کے زور پر مجھے ریپ کر رہا تھا، اور تم اسے پکڑ رہے ہو، جس نے مجھے بچایا......؟"

"آرام سے میری بہن......! آرام سے......!"

ایک پولیس والے نے تمسخر کیا۔

"ابھی ذرا دیر میں ہم تمہاری بھی فکر کریں گے۔"

"تم نے مجھے بہن کہا......!"

لڑکی حلق کے بل چلائی۔

"میں تمہاری بہن نہیں ہوں۔"

دوسرے پولیس والے نے دانت نکال دیئے۔

"اتنا غصہ کیوں کر رہی ہو......؟ یہ کوئی پہلا موقع تو نہیں ہوگا تمہارے لئے۔ میں نے تو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھ لیا۔ مجھے کہیں کوئی موتی پڑا نظر نہیں آیا۔"

لڑکی آپے سے باہر ہوگئی۔

اس نے جھپٹ کر پولیس والے کا منہ نوچ لیا۔ حملہ اتنا اچانک اور غیر متوقع تھا کہ وہ جھٹکے کے نتیجے میں لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹا۔ لڑکی پھر اس پر جھپٹی۔ پولیس والے کا ایک ساتھی بیچ بچاؤ کے لئے ان دونوں کے درمیان حائل ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن لڑکی تو بھوکی شیرنی بن گئی تھی۔ تیسرا پولیس والا اس ہنگامے کی طرف متوجہ ہوا۔ اسے لگتا تھا کہ اسے بھی مداخلت کرنی پڑے گی۔

رچرڈ کینر موقع پاتے ہی نرسلوں کی طرف لپکا۔

کھلا میدان کوئی بیس فٹ تک تھا۔ وہ جھک کر لہراتا ہوا بھاگ رہا تھا۔ ایک گولی چلی اور اس کے بازو میں جیسے آگ سی بھر گئی۔ اس کا توازن



بگڑا، لیکن وہ بھاگتا رہا۔ دوسری گولی چلی۔ لیکن وہ اس کے قریب سے بھی نہیں گزری تھی۔ یہ بات حوصلہ افزاء تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ انہیں نظر نہیں آ رہا ہے، اور وہ محض اندازے سے فائر کر رہے ہیں۔

اسی لمحے عقب سے کوئی چلایا۔

"فائر مت کرو الو کے پٹھو......! کیپٹن نے اسے زندہ گرفتار کرنے کو کہا ہے۔"

"اب گرفتار نہیں ہو رہا ہے تو کیا ماریں بھی نہیں......؟"

دوسرے نے جھنجلا کر جواب دیا۔ بہرحال فائرنگ رُک گئی۔

کھلا فاصلہ طے ہوا اور رچرڈ نے نرسلوں میں چھلانگ لگا دی۔ اس کے ذہن میں وہ سمت موجود تھی، جہاں اس نے اپنی چوری کی ہوئی کار کھڑی کی تھی۔ تکلیف کے باوجود اب وہ سوچنے سمجھنے کے قابل تھا۔ اس کی سمجھ میں آیا کہ لڑکی نے وہ حملہ صرف اسے فرار کا موقع فراہم کرنے کے لئے کیا تھا۔ یہ اس کا احسان ہے۔ اس نے سوچا کہ اظہارِ تشکر کے لئے اسے پھول ضرور بھجوائے گا۔

پولیس والوں کی آوازوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ نرسلوں میں نہ صرف وہ سمتوں کا احساس بھی کھو بیٹھے ہیں، بلکہ ایک دوسرے سے بچھڑ بھی گئے ہیں۔ اور پونٹیاک اس کی نظروں کے سامنے تھی۔

اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ بیس گز آگے پولیس والوں کی گاڑی تھی۔ اس نے فائر کر کے پچھلے دونوں وہیل ناکارہ بنا دیئے۔ اب وہ سکون سے نکل سکتا تھا۔ عقب نما میں اسے پولیس والے نظر آئے، جو سڑک پر پہنچ گئے تھے۔ لیکن وہ کچھ کر نہیں سکتے تھے۔

اس نے مین ہٹن کا رُخ کیا۔ اس کا زخمی بازو سُن ہو رہا تھا، لیکن وہ

اسے حرکت دے سکتا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ کوئی ہڈی نہیں ٹوٹی ہے۔ خون بھی زیادہ نہیں نکلا تھا۔ یہ اس کے خون کی مہربانی تھی، جو جمنے میں دیر نہیں لگاتا تھا۔ ڈرائیو کرتے ہوئے وہ پوری طرح اپنے کنٹرول میں تھا۔ یہ احساس بہت خوش گوار تھا۔ لیکن یہ خیال بھی تھا کہ آج وہ گرفتار اور بے نقاب ہونے کے بہت قریب پہنچ گیا تھا۔ بلکہ وہ مر بھی سکتا تھا۔

مین ہٹن میں ایک فون بوتھ سے اس نے اسپتال میں کیٹ کو فون کیا۔

''تمہاری ڈیوٹی کب آف ہوگی......؟''

اس نے کیٹ سے پوچھا۔

''کیوں......؟''

کیٹ کے لہجے میں سرد مہری تھی۔ وہ اب بھی اس سے خفا تھی۔

''مجھے تمہاری ضرورت ہے۔''

''تو مجھے کیا......؟ مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے۔''

''میں تمہاری پیشہ ورانہ مدد کی بات کر رہا ہوں۔''

دوسری طرف ایک لمحہ خاموشی کا تھا۔ پھر کیٹ غرائی۔

''مردود انسان......! میں جانتی تھی، میں شرط لگا سکتی ہوں کہ تمہیں گولی لگی ہے۔''

''لیکن معاملہ بہت سنگین نہیں۔''

''کہاں......؟''

''ساؤتھ بروکسلین میں۔''

''مذاق کیا تو فون رکھ دوں گی میں۔''

''بازو کے اوپری حصے میں۔ بلیڈنگ رُک گئی ہے۔ میرا خیال ہے



کہ ہڈی محفوظ ہے۔''

''تمہیں سردی لگ رہی ہے......؟''

''نہیں......!''

''گھر سے کتنا دُور ہو تم......؟''

''پندرہ منٹ کا فاصلہ ہوگا۔''

''تم گھر پہنچ کر بیڈ پکڑو...... میں چالیس منٹ میں پہنچ رہی ہوں۔''

رچرڈ نے ایک بلاک آگے مسروقہ گاڑی سے جان چھڑائی۔ پھر پانچ بلاک کا فیصلہ پیدل طے کیا۔ وہاں سے ٹیکسی میں بیٹھ کر وہ اپنے گھر سے دو بلاک پیچھے اُترا اور باقی فاصلہ پیدل طے کیا۔ وہ بہت کچھ سیکھ رہا تھا۔ آج کے سبق نے اسے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔

''الیکٹرونک بیپر......!''

گھر پہنچنے کے بعد اسے سردی کا احساس ہونے لگا۔ جھٹکے یا تیزی سے گھومنے پر چکر بھی آ رہے تھے۔ اسے کیٹ کی بات یاد آئی تو اسے بستر پر دراز ہونے ہی میں عافیت نظر آئی۔

کیٹ اپنے میڈیکل بیگ کے ساتھ آئی۔ لیکن اس کے انداز میں سرد مہری تھی۔ پھر بھی رچرڈ خوش تھا۔ اس بچے کی طرح جو شرارت سے نقصان اُٹھا بیٹھا ہو۔ اور اس کی ماں ناراض ہونے کے باوجود اس کی دیکھ بھال کے لئے آ گئی ہو اور اب وہ بے فکر ہو گیا ہو۔

اس نے کیٹ کے رُخسار پر پیار کیا اور دھیرے سے، لاڈ سے بولا۔

''ممی......!''

کیٹ نے معائنہ کیا۔ زخم ایک نہیں، دو تھے۔ ایک گولی کے اندر داخل ہونے کا اور دوسرا باہر نکلنے کا۔

"خوش قسمت ہو تم......!"

اس نے کہا۔

"گولی ہڈی پر لگی ہوتی تو اسی وقت تمہیں اسپتال جانا پڑتا۔"

"اور یہ میں کرتا نہیں۔ اسپتال والے گولی کے زخم کے بارے میں پولیس کو اطلاع دینے کے پابند ہیں۔"

"اس صورت میں تم ہاتھ سے محروم ہو جاتے۔ بلکہ عین ممکن تھا کہ زندگی سے ہی ہاتھ دھو بیٹھتے۔"

وہ سرد لہجے میں بولی۔

کیٹ نے بڑی مستعدی سے زخم کی صفائی کی۔ بینڈیج کے بعد اس نے اس پین کلر اور مسکن دوا دی۔ پھر پوچھا۔

"کیسے ہوا یہ سب......؟"

رچرڈ نے اسے تفصیل بتائی۔

"تو تم اتنے اسمارٹ نہیں ہو، جتنا خود کو سمجھتے ہو۔"

"میں نے خود کو کبھی اسمارٹ سمجھا ہی نہیں۔"

"اچھا کیا۔ تم اسمارٹ ہو بھی نہیں۔ میری تو سمجھ میں ہی نہیں آتا کہ یہ حواری والا آئیڈیا تمہیں سوجھا کہاں سے......؟"

"اسمارٹ تو نہیں ہوں میں۔ لیکن تخلیقی صلاحیت بہت ہے مجھ میں۔"

"تم گدھے ہو......!"

رچرڈ نے دانت نکال دیئے۔

"منہ بند کرو اپنا۔ دانت نکالتے ہو تو اور احمق لگنے لگتے ہو۔"

کیٹ نے اسے ڈپٹا۔



"میں ابھی تک اس دن کے شاک سے نہیں نکلی ہوں۔ ایک لمحے میں، صرف ایک لمحے میں تم نے میرے لئے سب کچھ بدل کر رکھ دیا۔"

"مجھے افسوس ہے......!"

"ہرگز نہیں......! بلکہ تم مجھے ملوث کر کے لطف لے رہے ہو، خوش ہو۔ جیسے تم نے واری بننے کے لئے منصوبہ بندی کی، ویسے ہی مجھے بھی اپنے چکر میں پھنسانے کے لئے سوچ سمجھ کر سب کچھ کیا۔"

اس نے گہری سانس لے کر خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کی۔

"بہرحال...... میں تمہاری کیفیت سمجھ سکتی ہوں۔ تم جس عذاب سے گزرے، جسمانی، روحانی اور جذباتی اعتبار سے بدترین اذیت سے دوچار ہوئے۔ اس میں زندگی تمہارے لئے بے معنی ہوگئی تھی۔ تم واپس دی گئی زندگی کو معقول اور شریفانہ جواز فراہم کرنا چاہتے تھے۔ تم اپنی زندگی کو ایک بڑے مقصد کے لئے قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ لیکن تم نے جس احمقانہ انداز میں یہ کام شروع کیا، میں اس کی وجہ سمجھنے سے قاصر ہوں۔ تم کاکروچوں کو پیروں سے مسل رہے ہو۔ مگر ان چند کیڑے مکوڑوں کو مارنے سے کوئی بڑی تبدیلی نہیں لا سکتے تم......؟"

"کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہرحال بہتر ہے۔"

وہ اس کی طرف جھکی۔

"جس لمحے میں نے وہ ماسک اور گن دیکھی، تم میرے نزدیک مر گئے تھے۔ مجھے بس یہ فیصلہ کرنا تھا کہ میں تم سے پیچھا چھڑا لوں یا پھر آخر تک تمہارے ساتھ رہوں......؟"

"پھر کیا فیصلہ کیا تم نے......؟"

"یہ کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔"

کیٹ نے سادگی سے کہا۔

''اور یہ کہ جو تمہارے دماغ میں سما گئی ہے، تم کر کے رہو گے۔ اور میرے لئے یہ ممکن نہیں کہ میں تمہیں اس صورتِ حال میں یہ سب کچھ کرنے دوں۔''

اس کے لہجے کی سچائی نے رچرڈ کے دل کو چھولا۔ اسے شرمندگی ہونے لگی۔ کہنے کو اس کے پاس کچھ تھا ہی نہیں۔

''لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مَیں خاموشی سے تمہیں چھوٹے موٹے کیڑے مکوڑوں پر وقت اور توانائی ضائع کرنے دوں گی۔ اس معاملے میں تمہاری اصلاح کرنا ضروری ہے۔ اب جبکہ میں اس میں ملوث ہو چکی ہوں تو اصلاح بھی کروں گی۔''

''کس نے کہا کہ مجھے اصلاح کی ضرورت ہے...... میں اصلاح چاہتا ہوں......؟''

''تم جانتے ہی نہیں کہ تم کیا چاہتے ہو......؟''

اس نے اپنے بیگ میں سے ایک مڑا تڑا اخبار نکالا۔

''تم جس ہیجان میں مبتلا ہو، اس میں کچھ سوچنا سمجھنا تمہارے لئے ممکن نہیں۔ خود دیکھو احمق آدمی......! کہ تم درحقیقت کیا چاہتے ہو......؟''

اس نے اخبار اس کے منہ پر مار دیا۔

وہ کلنٹن ٹیلر کو لکھے گئے اس کے خط کے بارے میں ٹائمز کی رپورٹ تھی۔ وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

''تم اب بھی نہیں سمجھتے......؟''

وہ غرائی۔

''کہ تمہارے اندر کیا ہے......؟''



''میں نہیں سمجھا...... تم بتاؤ کہ کیا ہے میرے اندر......؟''

''تمہارا مقصد، تمہارا بلند نصب العین، تمہاری جنگ...... جو چاہو کہہ لو......!''

وہ اسے دُھندلائی ہوئی نظروں سے دیکھتا رہا۔

''تم نے اپنے خط میں سب کچھ تو کہہ دیا۔ میں نے جب اسے پڑھا تو اس میں کچھ حصے ایسے تھے کہ مجھے تم پر فخر ہونے لگا۔ میرے وجود میں خوش گوار سنسنی دوڑ گئی۔ میرا جی چاہا، ساری دُنیا کو بتاؤں کہ یہ تم نے لکھا ہے۔ تم نے پادری کلنٹن ٹیلر کے بارے میں وہ سب کچھ کہہ دیا، جو کہا جا سکتا ہے۔ تب پہلی بار مجھے تمہارا حواری والا آئیڈیا حقیر نہیں، عظیم لگا۔''

''مجھے کچھ سمجھاؤ تو......!''

''حواری بمقابلہ شیطان......! کھلی جنگ...... رچرڈ......! یہ پادری شیطان ہے۔ وہ تاریکیوں کا، بدی کا میزبان ہے۔ اسے کچل دو۔ یہ ایک کام لاکھوں کیڑے مکوڑوں کو مسلنے سے کہیں بڑا ہے۔''

رچرڈ مسکرایا۔

''یہ کام تو بلی گراہم کا ہے۔ حواری تو انجیلی فرقے کا ایک فرد ہے بس......!''

''حواری وہ ہے، جو تم اسے بنا دو۔ وہ تمہارے اختیار میں ہے۔ اسے میڈیا کی بھرپور توجہ حاصل ہے۔ وہ کسی فرقے کا نہیں، وہ پوری انسانیت کے لئے ہے۔''

مسکن دوا کے بوجھ سے رچرڈ کی پلکیں جھکی جا رہی تھیں۔

''اس وقت سونے کی جرأت نہ کرنا۔ میں تم سے بات کر رہی ہوں۔''

رچرڈ نے کوشش کر کے آنکھیں کھولیں۔ لیکن کیٹ کا چہرہ اسے پانی
پر موجود عکس کی طرح نظر آ رہا تھا۔

''حواری کو الفاظ اپیل نہیں کرتے۔ وہ محض خط لکھنے والا نہیں۔ وہ
عمل کرنے والا ہے۔ وہ مٹانے والا ہے۔''

اس نے لڑکھڑاتی آواز میں کہا۔

''تو ٹھیک ہے۔ عمل کرو......! ٹیلر کو مٹا ڈالو......!''

''کیسے......؟''

''حواری پادری ٹیلر سے کہے کہ اسے فوراً اپنے جھوٹ اور نفرت کے
پرچار کو ترک کرنا ہوگا۔ ورنہ......''

''ورنہ کیا......؟''

کیٹ اسے یوں دیکھ رہی تھی، جیسے اپنے جواب کو اس کے دماغ پر
ثبت کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر وہ اس کے بیڈ کی پٹی پر بیٹھ گئی۔

''بولو نا......!''

''تم نہیں سمجھے......؟''

''شاید تمہارا مطلب یہ ہے کہ حواری ٹیلر کو دھمکی دے کہ اگر وہ اپنے
کمینے پن سے باز نہ آیا تو وہ اسے شوٹ کر دے گا......؟''

''ہاں......! اور کیا......؟ دھمکی اور وہ بھی اخبار میں چھپنے والے کھلے
خط میں۔''

کیٹ کے لہجے میں سنگینی تھی۔

''تم سمجھتی ہو کہ یہ دھمکی اسے ڈرا دے گی......؟''

''ایسا ممکن تو نہیں لگتا۔''

''تو پھر......؟ اس کے بعد......؟''



''سیدھی سی بات ہے۔ حواری کو یا تو پیش قدمی کرنی ہوگی یا پھر وہ
پسپا ہو کر بیٹھ جائے۔ حواری کا کھیل ختم......!''

رچرڈ اسے بہت غور سے دیکھتا رہا۔ خوب صورت چہرے کو سنگینی اور
استقامت نے کچھ اور ہی روپ دے دیا تھا۔ اسے دیکھتے ہوئے اچانک
اسے احساس ہوا کہ اس کے وجود میں توانائی کا ایک نیا سوتا پھوٹا ہے۔ اب
وہ اکیلا نہیں تھا۔ کوئی اس کا شریک بھی تھا۔

☆☆☆

وہ بہت بڑے اور اہم لوگوں کا اجتماع تھا۔ اور وہاں واحد مقرر کیپٹن
جمیل نعمان تھا۔ یہی نہیں، وہ وہاں واحد مسلمان بھی تھا۔

اس کی تقریر بے حد توجہ سے سنی گی اور تالیاں بتاتی تھیں کہ اسے
سراہا بھی گیا ہے۔ بعد میں کمشنر مائیکل ویسٹلے نے اسے اہم ترین لوگوں سے
متعارف بھی کرایا۔ ان میں تین سینٹر تھے۔ ایک سپریم کورٹ کا جسٹس تھا۔
ایک سابق گورنر، ایک ملٹی نیشنل بینکنگ کارپوریشن کا چیئر مین، جس کے
اثاثے کئی آزاد ملکوں کی کل معیشت پر بھی بھاری تھے۔

''تم میری ٹرافی ہو۔''

بعد میں کمشنر ویسٹلے نے کہا۔

''تم سے لوگوں کو ملوا کر مجھے فخر ہوتا ہے۔''

تقریب ختم ہوئی تو وہ کلب کے لاؤنج میں چلے گئے۔ وہاں اکیلے
میں جب جمیل نے شراب سے انکار کیا تو کمشنر کو شاک لگا۔

''جے......! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے......؟''

اس نے پرتشویش لہجے میں پوچھا۔

"میں نے شراب چھوڑ دی ہے۔"

جمیل نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

کمشنر مسکرایا۔

"میں تم سے اس کی وجہ نہیں پوچھوں گا۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ تم جیسے بلاخوش آدمی کی توبہ بعض اوقات توبہ کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی ٹوٹ جاتی ہے۔ دوسری یہ کہ اگر یہ سچ ہے تو میرے لئے یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔ میرے لئے تو یہ ایسا ہے، جیسے میری بھاری ترازو خالص سونے کی ہوگئی ہو۔ تمہاری قیمت اور بڑھ جائے گی اس سے۔"

"میں اس پر بھی کوئی تبصرہ نہیں کروں گا۔"

"اچھا سنو......! آج صبح مجھے کلنٹن ٹیلر کا ایک خط موصول ہوا۔"

کمشنر نے کہا۔

"یہ بات ویسے ہی عجیب ہے۔ لیکن عجیب تر یہ کہ وہ خط تمہارے بارے میں ہے۔"

جمیل کے لئے وہ دھماکہ تھا۔

"اس نے خط میں بڑی مدح سرائی کی ہے تمہاری۔"

"اس کا کہنا ہے کہ تم اس محکمے کا سب سے بیش قیمت اثاثہ ہو۔"

"کیوں نہیں......؟ میں اس کا پسندیدہ ترین مسلمان ہوں۔"

"اس کا مطلب......؟"

جمیل نے اسے ٹی وی چینل کے اسٹوڈیو میں کلنٹن ٹیلر سے ہونے والی ملاقات کی تفصیل سنا دی۔

ویسٹلے کچھ دیر بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر بولا۔

"بہت دلچسپ......! اس کے بعد کبھی اس سے بات ہوئی......؟"



"نہیں......!"

"اب اس سے رابطہ ہو تو مجھ پر ایک مہربانی کرنا۔"

"یعنی ایک لات رسید کروں اس کی کمر پر......؟"

"نہیں......! میں چاہتا ہوں کہ تم اس کی پیش کش میں دلچسپی ظاہر کرو۔ یہ کہو کہ کسی حد تک تم اس کے ساتھ جا سکتے ہو۔"

جمیل کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"زیادہ دلچسپی ظاہر نہ کرنا۔ وہ بہت چالاک آدمی ہے۔"

ویسٹلے نے مزید کہا۔ پھر چند لمحے سوچنے کے بعد بولا۔

"ابتداء میں اس سے کہو کہ وہ تفصیل سے بات کرے۔ تاکہ تم سمجھ سکو کہ ساتھ چلنے کی کتنی گنجائش ہے۔"

"لیکن کیوں......؟"

"دیکھو نا...... میں میدانِ سیاست میں اُتر رہا ہوں۔ وہاں تم اور وہ دونوں ہی میرے لئے فائدہ مند ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس کا اپنا ایک بہت بڑا حلقہ ہے۔ میں یہ چاہوں گا کہ میرا کوئی آدمی اس کی قربت حاصل کرے اور اس کا معتمد قرار پائے۔ تم اتنے متعجب کیوں ہو......؟ تمہیں نہیں معلوم کہ ٹیڈی روز ویلٹ بھی پہلے پولیس کمشنر ہی تھا۔ لیکن بعد میں وہ صدارت تک پہنچا۔"

کیپٹن جمیل کا جی چاہا کہ وہ اسے مسلمانوں کی پیش کش کے بارے میں بتائے...... عابد کے بارے میں...... لیکن آخری فیصلہ اس کا یہ تھا کہ یہ کسی بھی زاویے سے مناسب نہیں ہوگا۔

ویسٹلے نے نیا سگار سلگایا۔

"یہ بڑا مشکل وقت ہے جے......! آزاد خیال لوگ بھی رات کی

تاریکی میں سڑکوں پر چہل قدمی سے گھبراتے ہیں۔ لاء اینڈ آرڈر کی صورت
حال بہت ابتر ہو چکی ہے۔ اپنی تقریروں پر لوگوں کا ردِعمل تم نے دیکھا ہے۔
سچی بات یہ ہے کہ تمہاری تقریروں کو میں تھرمامیٹر کے طور پر دیکھتا ہوں اور
نتائج بہت حوصلہ افزاء ہیں۔ نہ صرف یہ کہ عام لوگ تمہارے ساتھ ہیں، بلکہ
مختلف گروپس بھی تمہارے نظریات کی قدر کرتے ہیں۔ آج کی تقریب اس
کا ثبوت ہے۔ یہ بڑے منتخب اور اہم لوگ تھے۔ اور تمہاری کہی ہوئی ہر بات
نے انہیں متاثر کیا۔''

''تو یہ ہے...... تمہاری اسکیم......؟''

جمیل نے جل کر کہا۔

''اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ میں بہت بڑا بے وقوف ہوں۔
تمہیں سمجھ ہی نہیں سکا۔''

''تمہیں کیسے معلوم ہو سکتا تھا......؟ میں نے تو تمہیں کوئی اشارہ بھی
نہیں دیا۔ دیکھو...... مجھے ٹائمنگ کا خیال رکھنا ہے۔ اور ضروری سپورٹ
حاصل کئے بغیر تو میں آگے نہیں بڑھ سکتا۔''

''تو تمہارے خیال میں اب وہ سپورٹ تمہیں حاصل ہو چکی
ہے......؟ تمہیں یقین ہے اس کا......؟''

''آج یہاں جو لوگ موجود تھے، وہ سب مجھے نیویارک کا گورنر بنانا
چاہتے ہیں۔''

کمشنر نے گہری سانس لے کر کہا۔

''اور یہ وہ لوگ ہیں، جو اپنے خوابوں کو حقیقت بنانے کی اہلیت بھی
رکھتے ہیں اور وسائل بھی۔ ان کی مدد حاصل ہو تو ووٹوں کی گنتی محض ایک رسمی
کارروائی ہوگی۔''



''تو صرف گورنر ہی کیوں......؟''

جمیل نے کہا۔

''خواب دیکھو تو بڑے دیکھو......!''

کمشنر نے نہ جانے کیسے اپنے غصے پر قابو پایا اور مسکراتا رہا۔

''میں جانتا ہوں کہ تم یہ بات مذاق میں کہہ رہے ہو۔ لیکن حالات
موافق ہوں تو ناممکن تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اسی لئے تو میں پادری ٹیلر میں
دلچسپی لے رہا ہوں۔ اس وقت قومی سطح پر وہ کافی مقبول ہے اور وہ بادشاہ گر
کے کردار کو بادشاہ پر ترجیح دینے والا ہے۔ تو وہ مجھے بادشاہ بنا سکتا ہے۔''

جمیل کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس پر کیا تبصرہ کرے......؟ سیاست کی
نیرنگیاں تو وہ پہلی بار دیکھ رہا تھا۔

''تمہیں بہت شاک لگا ہے یہ سن کر......؟''

''نہیں......! اتنا زیادہ بھی نہیں۔ حالانکہ لگنا تو ذرا بھی نہیں چاہئے
تھا۔ تمام اہلیتیں تو موجود تم میں۔ شخصیت، فیملی بیک گراؤنڈ، حوصلہ، مذہب،
ہر لحاظ سے تم مثالی اُمیدوار ہو۔ بلکہ میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ یہ ارادہ تھا تو
تم نے پولیس میں اتنے برس کیوں ضائع کئے......؟''

''ایک تو مجھے یہ پیشہ پسند تھا۔ دوسرے یہ میری سیڑھی تھی۔ اِدھر
اُدھر کے سانپوں سے بچ کر میں اس سیڑھی پر چڑھ گیا۔ اب بس ایک سیڑھی
اور درکار ہے اور گرد و پیش میں کوئی سانپ نہیں، جو مجھے نگل سکے۔''

وہ کہتے کہتے رُکا۔

''مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے جے......! تم میری مدد کرو
گے......؟''

''تم جانتے ہو کہ میں انکار نہیں کرسکتا۔''

کمشنر نے بڑی محبت سے جمیل کے بازو کو چھوا۔ وہ بہت غیر معمولی اظہارِ تشکر تھا۔ کمشنر ویسٹلے نے زندگی میں محض چند بار ہی ایسا کیا ہوگا۔

باہر نکلتے ہوئے کمشنر نے جمیل سے پوچھا۔

''وہ تمہاری حواری والی مہم کیسی جا رہی ہے......؟''

''گزشتہ رات میں نے تقریباً اسے دھر ہی لیا تھا۔''

''تقریباً......؟''

''میں نے چارہ ڈالا اور اس نے بھوکی مچھلی کی طرح کانٹا نگل لیا۔ اپنے تین آدمی اس پر ریوالور تانے کھڑے تھے۔ لیکن اس عورت نے ڈرامہ کر کے پولیس والوں کا دھیان بٹایا اور وہ نکل گیا۔''

''انہوں نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا......؟''

''نہیں......!''

''یہ خبر سن کر میری بیوی بہت خوش ہوگی۔''

کمشنر نے خوش ہو کر کہا۔

☆☆☆

آدھے گھنٹے بعد جمیل اپنی گاڑی میں گھر جا رہا تھا۔ اچانک اس کی نظر برابر والی گاڑی پر پڑی۔ اسے وہ سخت، مسکراہٹ سے عاری چہرہ نظر آیا۔ وہ عابد تھا۔

اس نے گاڑی پارکنگ ایریے کی طرف موڑ دی۔ چند لمحے بعد عابد بھی اپنی گاڑی میں وہاں آ گیا۔

''اتنا وقت کیوں لگایا تم نے......؟''

جمیل نے اس سے پوچھا۔



عابد نے غور سے اسے دیکھا۔

''ڈِنر سوٹ میں زبردست لگ رہے ہو تم......! ہائی کلاس......!''

''ہاں......! میں ہائی کلاس پولیس مین ہوں۔''

جمیل نے پیکٹ نکالا اور اسے سگریٹ پیش کی۔ پھر اس نے سگریٹ کو لائٹر کا شعلہ دکھایا۔

''آج تو تمہارا انداز بڑا دوستانہ ہے۔''

عابد نے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ تم نے ہماری بات پر غور کیا ہے......؟''

''ہاں......!''

''تمہارے مؤقف میں یہ تبدیلی کیوں آئی......؟''

''تمہیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے......؟''

عابد نے کندھے جھٹک دیئے۔

''ہم تو بہرصورت شکرگزار ہوں گے تمہارے۔ وجہ تم ہی جانو۔ ہمیں واقعی کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

''اب بتاؤ......! مجھے کرنا کیا ہے......؟''

''وہی جو میں نے پچھلی بار کہا تھا۔ پادری ٹیلر رابطہ کرے تو اس کی بات توجہ سے سنو......! پھر اس کا ساتھ دینے پر رضامند ہو جاؤ۔ میں تم سے رابطہ میں رہوں گا۔''

عابد نے کاغذ کا ایک ٹکڑا اس کی طرف بڑھایا۔

''میری ضرورت محسوس کرو تو کسی پبلک فون سے اس نمبر پر کرنل اطہر سے بات کرو۔ وہ مجھے مطلع کر دیں گے۔''

''کرنل......؟''

"عہدوں کے بغیر ڈسپلن مؤثر نہیں ہوتا۔"

"تو تم یقیناً جنرل ہوگے۔"

"نہیں......! میں محض میجر ہوں۔"

"بس......! اتنا ہی کام ہے......؟"

جمیل نے پوچھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ یہی فرمائش کمشنر پولیس کی بھی ہے۔ ایک پتھ
کا ج......

"فی الوقت اتنا ہی......!"

"ہمیں کسی چیز کی تلاش ہوگی......؟"

"کہا نہیں جا سکتا۔ کچھ بھی ہوسکتی ہے۔"

"اور مجھے پتا کیسے چلے گا......؟"

"اپنے اندر جھانکتے رہنا۔ پتا چل جائے گا۔"

جمیل اسے غور سے دیکھتا رہا۔

"میرے پاس اگر تمہارے لئے اور معلومات ہوتیں تو مجھے ضر
دیتا۔"

عابد نے کہا۔

جمیل کو اس کی بات پر یقین نہیں تھا۔

"گڈ لک......! اور تعاون کا شکریہ......!"

عابد نے اپنی کار آگے بڑھا دی۔

☆☆☆

جمیل کے دفتر کی ایک دیوار نیو یارک کے تفصیلی نقشے کے



چھپ گئی تھی۔ اس پر اس نے جگہ جگہ سرخ جھنڈے پن کر دیئے تھے۔ وہ جھنڈے ان مقامات کو ظاہر کرتے تھے، جہاں اب تک حواری کو دیکھا گیا تھا۔ وہ گھنٹوں ان جھنڈوں کو دیکھ کر غور کرتا رہا تھا کہ شاید ان سے حواری کے تحرک کا کوئی خاکہ سامنے آئے۔ لیکن وہ کوئی نتیجہ نہیں نکال سکا تھا۔

نقشے پر آخری جھنڈا آج صبح پن کیا گیا تھا۔ وہ ریور سائیڈ ڈرائیو کے علاقے میں مغربی سڑک نمبر 103 کا مقام تھا۔ یہ وہ جگہ تھی، جہاں وہ مسروقہ کار ملی تھی، جو حواری نے استعمال کی تھی۔ وہ ڈارک بلیو پونٹیاک تھی۔ جمیل نے لیب والوں کو کار کی تفصیلی چیکنگ پر مامور کیا تھا۔ انہیں فرنٹ سیٹ پر خون کے دھبے نظر آئے تھے۔

اس نے سراغ رساں ملر سے بات کی، جس نے حواری پر فائر کئے تھے۔

"کتنے فائر کئے تھے تم نے......؟"

"دو......!"

"اور ہدف کیا تھا تمہارا......؟"

وہ ہچکچایا۔ وہ بہت کم عمر تھا اور فکر مند نظر آ رہا تھا۔

"بتاؤ نا......! ٹانگوں کا نشانہ لیا تھا تم نے......؟ یا اوپر کا......؟"

"وہ سب کچھ تو بے ساختہ ہوا تھا کیپٹن......!"

"لیکن بہرحال دو فائر تو کئے تھے نا تم نے......؟"

ملر فکرمندی سے اپنا نچلا ہونٹ چباتا رہا۔

"کیا یہ کسی پر گولی چلانے کا پہلا موقع تھا تمہارا......؟"

"جی ہاں......!"

"سنو......! بیشتر پولیس والے کسی پر گولی چلائے بغیر ہی ریٹائر ہو

جاتے ہیں۔ اور جب کوئی کسی پر پہلی بار فائر کرتا ہے تو پیٹ میں مروڑ دیر تک اُٹھتے ہیں۔ کوئی نفسیاتی مریض ہو تو اور بات ہے۔ تم زیادہ پریشان نہ ہو۔ تمہارا ردِعمل نارمل ہے۔ اور میں تو صرف یہ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ اسے گولی کہاں لگی ہوگی......؟"

"میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں ہیجانی کیفیت میں تھا۔"

ملر نے کہا۔

"میرا خیال ہے، ٹریگر دباتے ہوئے ریوالور کو جھٹکا لگا تھا۔ اس لئے درست پوزیشن میں نہیں بتا سکتا۔ لیکن عام طور پر فائر کرتے ہوئے میں اوپر کی طرف داہنی جانب نشانہ باندھتا ہوں۔"

"چلو......! دوسرے زاویے سے دیکھتے ہیں اسے۔"

جمیل نے دوستانہ لہجے میں کہا۔

"اگر گولی اس کی ٹانگ میں لگی ہوتی تو وہ اتنی تیز رفتاری سے ہرگز نہیں بھاگ سکتا تھا۔ اور سر میں لگی ہوتی تو اس وقت ہم یہ گفتگو کرنے کے بجائے اس کی پوسٹ مارٹم رپورٹ پڑھ رہے ہوتے۔ پیٹھ میں گولی لگی ہوتی تو وہ چند گز آگے جا کر گر گیا ہوتا۔ اچھا...... کار میں زیادہ خون نہیں بہا ہے۔ دھبے ڈرائیونگ سیٹ کے داہنی جانب پائے گئے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ گولی اس کے داہنے کندھے یا داہنے بازو میں لگی ہے......؟"

جمیل نے معاملے کو ہلکا کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ لیکن سراغ رساں ملر اب بھی ناخوش تھا۔ چنانچہ جمیل کو دوسرے سراغ رسانوں سے تیسری بار پوچھ گچھ کرنی پڑی۔

"میرا اندازہ ہے کہ اس کا سیدھا ہاتھ یا کندھا زخمی ہوا ہے۔ کیا تم اس کی تائید کر سکتے ہو......؟"



انہوں نے مستفسرانہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"میرا خیال ہے، آپ کا اندازہ درست ہے۔"

روبنس نے کہا۔

"یہ خیال ہے کا کیا مطلب ہے......؟"

جمیل نے آنکھیں نکالیں۔

"دیکھیں نا...... اندھیرا تھا...... اور ایکشن بہت فاسٹ تھا۔"

لوریٹی نے کہا۔

"ہم خیال ہی ظاہر کر سکتے ہیں۔ حلفیہ بیان تو نہیں دے سکتے۔"

"تو حلف اُٹھا کر تم کیا کہہ سکتے ہو......؟"

جمیل نے چڑ کر پوچھا۔

"یہ کہ وہ تم تینوں کو بچوں کی طرح جل دے گیا۔"

وہ خاموش رہے۔

بہرحال بات آگے تو بڑھی تھی۔ چند روز پہلے تو وہ بالکل اندھیرے میں تھا، اور کرنے کو اس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ اس نے اسپتالوں میں گولی کے زخموں کے علاج کے لئے آنے والوں کو چیک کرایا۔ لیب والے اب بھی مسروقہ کار کو چیک کر رہے تھے۔

جہاں سے ڈارک بلیو پونٹیاک ملی تھی، وہاں چھ بلاک کے نصف قطر پر محیط علاقے میں اس نے اپنے آدمی دوڑا دیئے۔ انہیں خون کے دھبے تلاش کرنے تھے۔

"اس علاقے میں تمام فٹ پاتھ، گٹر، عمارتوں کے داخلی دروازے، سیڑھیاں اور لابیاں...... سب پوری طرح چیک کرو۔"

اس نے حکم دیا۔

"مجھے لگتا ہے کہ گاڑی اس نے اپنے گھر سے زیادہ دُور نہیں چھوڑی
ہے۔ اتنی رات کو اس نے کیب نہیں لی ہوگی۔ یہ خیال بھی ہوگا کہ کیب
والے کو وہ یاد رہ جائے گا۔ اور زخمی حالت میں وہ پیدل طویل سفر بھی نہیں کر
سکتا تھا۔ نہیں...... وہ کہیں قریب ہی رہتا ہوگا۔ چاروں طرف سے چھ بلاک
کے علاقے کو کور کرو۔"

جمیل کو لگتا تھا کہ اب وہ حواری کو بو سونگھنے کے قابل ہوگیا ہے۔
اسے محسوس کرنے لگا تھا۔ یہ عجیب تعلق تھا۔ کیونکہ اسے اپنے داہنے بازو میں
درد کا احساس ہوتا تھا۔

وہ ہنس دیا۔

"یہ کوئی کالا جادو ہے۔"

وہ اپنے کمرے میں اکیلا تھا اور اونگھ رہا تھا۔ سامنے رکھے ٹی وی
اسکرین پر پادری کلنٹن ٹیلر کا تیس سیکنڈ کا وعظ چل رہا تھا۔ وہ اشتہار تھا، جسے
امریکی بنیاد پرست چرچ نے اسپانسر کیا تھا۔ انہوں نے اپنی دانست میں خدا
کو امریکہ کے عام گھروں میں پہنچانے کی عظیم سعادت حاصل کی تھی۔

"افسوس ناک حقیقت یہ ہے کہ......"

پادری کہہ رہا تھا۔

"...... ہم بے بس انسان، جنہیں اپنے ہی وسائل کے زور پر مسائل
سے نمٹنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے، لیکن ہمارے پاس جو اعلیٰ ترین نظریہ
ہے، وہ خود سے محبت کا ہے۔ ہم خود سے محبت میں مبتلا ہیں۔ ذاتی مفادات
سے آگے ہمیں کچھ نظر نہیں آتا۔ کسی دوسرے کے بارے میں سوچنا ہمیں غیر
فطری لگتا ہے۔ غور کیا جائے تو ہم جانوروں سے بدتر ہوگئے ہیں۔ ایک دن
کی زندگی سے آگے ہم کچھ نہیں سوچتے۔ درحقیقت جنگل میں موجود شیر



مقابلے میں ہم زیادہ وحشی ہیں۔ اس کا نتیجہ ہے کہ ہمیں ایک دوسرے کو پھاڑ
کھانے سے روکنے کے لئے پولیس کی بھاری نفری کی ضرورت پڑتی ہے۔
ہمیں خود سے جو خطرہ لاحق ہے، اس سے ہمیں صرف اور صرف مسیح ہی بچا
سکتے ہیں۔ ان کی بانہیں پھیلی ہوئی ہیں اور ہمیں بلا رہی ہیں۔"



اسے میری کی یاد آئی۔ کتنے دن ہوگئے اس سے ملے......؟ ساتھ
ہی اسے اس خیال سے اذیت ہوئی کہ اس دوران میری نے بھی اسے کال
نہیں کی۔

بیل بجانے کی ضرورت نہیں تھی۔ چابی اس کے پاس تھی۔ وہ اندر
گیا تو اسے حیرت ہوئی۔ میری سر پر اسکارف رکھے کوئی کتاب پڑھ رہی
تھی۔ دوسری غیر معمولی بات یہ تھی کہ وہ گھر میں جینز پہنے ہوئے تھی۔

میری اتنی منہمک تھی کہ اسے اس کی آمد کا پتا بھی نہیں چلا۔ اسے
کھنکھار کر اپنی موجودگی کا احساس دلانا پڑا۔

میری نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ارے......! تم کب آئے......؟"

"بہت دیر ہوگئی۔ ایسا کیا پڑھ رہی ہو کہ گردوپیش کا ہوش بھی
نہیں۔"

"تم بیٹھو......! میں ابھی آئی۔"

جمیل نشست گاہ میں صوفے پر جا بیٹھا۔ ذرا دیر بعد میری بھی
آگئی۔ اب اس کے سر پر اسکارف نہیں تھا۔ جمیل کو تجسس ہونے لگا۔

"کیا پڑھ رہی تھیں تم......؟"

"مقدس کتاب......!"

"اتنے اہتمام کے ساتھ......!"

"اہتمام اور احترام کے بغیر روشنی نہیں ملتی۔"

جمیل کو شاک لگا۔

"یہ بات ممی کہا کرتی تھیں...... قرآن کے بارے میں۔ میری نے
کیسے کہہ دی یہ بات......؟"

"کیا مطلب......؟"

"خدا کے الفاظ ایسے تو سمجھ میں نہیں آتے۔ پاک صاف ہو کر
ادب سے بیٹھو اور پڑھو تو روشنی ملتی ہے۔"

"یہ تمہیں کس نے بتایا......؟"

جمیل اب اچنبھے سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"خدا نے......!"

"کیسے......؟"

"اپنے الفاظ سے...... ان کے مفہوم کی روشنی سے۔"

کوئی غیر معمولی بات تھی۔ یہ گفتگو میری کی نہیں لگ رہی تھی اور
بائبل کبھی ایسے نہیں پڑھتی تھی۔

"کچھ پیئو گے......؟"

میری نے اس سے پوچھا۔

"ہاں......! لیکن پہلے کچھ پوچھنا ہے تم سے۔ اتنے دن ہوگئے
تم نے مجھے فون بھی نہیں کیا۔"

"تم بھی نہ آئے اور نہ فون کیا۔"

"میں تو مصروف تھا۔"



"اور میں خدا کے حکم پر عمل کر کے دیکھ رہی تھی۔"

"کون سا حکم......؟"

"طرزِ زندگی بدلنے کا۔"

جمیل حیران تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

"پھر کیا نتیجہ نکلا......؟"

"اسی میں عافیت ہے۔"

"کچھ مجھے سمجھاؤ بھی...... آخری بار جب تم سے ملا تو ایسا کچھ نہیں
تھا۔"

"تھا...... مگر نظر نہیں آتا تھا۔ میں جانتی تھی۔ میں بے چین تھی،
ناخوش تھی، سب کچھ اپنی مرضی کا کرتی تھی، لیکن خوشی نہیں ملتی تھی۔ ایک ہفتہ
پہلے میں نے سوچا، اس تبدیلی کو آزما کر تو دیکھوں۔"

"کچھ اس تبدیلی کے بارے میں بتاؤ تو......!"

"سیدھی سی بات ہے۔ نہ تم سے ملی، نہ شراب پی، دل گھبرایا تو
مقدس کتاب پڑھ لی۔ پہلی بار مجھے پتا چلا کہ خوشی کیا ہوتی ہے......؟ اور
سکون کسے کہتے ہیں......؟ اتنا اچھا وقت پہلے کبھی نہیں گزرا۔"

"تو تم مجھے ترک کر کے خوش ہوگئیں......؟"

جمیل نے دُکھے دل سے کہا۔

میری نے محبت سے اسے دیکھا۔

"ترک میں نے کہاں کیا تمہیں......؟ بس ضبط کر کے دیکھا۔ پہلی
بار مجھے صحیح معنوں میں اندازہ ہوا کہ میں تم سے کتنی محبت کرتی ہوں۔ میں تو
تمہارے بغیر رہ ہی نہیں سکتی۔"

"میرے بغیر ایک ہفتہ گزار کر یہ بات کہہ رہی ہو۔"

''ہاں......! ملنے میں جو وقتی لذت ہے، اور اس کے بعد طویل بے کیفی اور شرمندگی۔ اور نہ ملنے اور ضبط کرنے میں جو لذت ہے، اسے سمجھ کر بات کر رہی ہوں۔ خیر...... چھوڑو...... کبھی نہ کبھی تم بھی سمجھ ہی لو گے۔ یہ بتاؤ...... کیا پیو گے......؟''

''تم نے تو خود چھوٹ دی...... مجھے کیا پلاؤ گی......؟''

وہ پہلی بار مسکرائی۔

''خود نہیں پیوں گی، مگر تمہیں تو پلا سکتی ہوں۔''

''رہنے دو......! میں کافی پیوں گا۔''

مِیری خوش ہوگئی۔ وہ کچن کی طرف چلی گئی۔ جمیل تجسس سے بے حال ہو رہا تھا۔ وہ موقع پا کر بیڈ روم میں گیا اور وہ کتاب کھول کر دیکھی، جو مِیری بڑے اہتمام سے پڑھ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

وہ قرآن تھا......!

وہ دبے پاؤں نشست گاہ میں واپس چلا آیا۔ تھوڑی دیر بعد مِیری کافی لے آئی۔

وہ کافی کے گھونٹ لیتے رہے۔

''وہ تمہارے حواری کا کیا حال ہے......؟''

مِیری نے اچانک پوچھا۔

''پچھلی بار تو تم کہہ رہی تھیں کہ میں اور وہ دونوں ایک ہی ہیں۔''

''ایک بات بتاؤں......!''

جمیل نے کہا۔

''یہ خبر پریس تک نہیں پہنچی ہے۔ لیکن یہ سچ ہے کہ گزشتہ رات حواری پر گولی چلائی گئی اور وہ اسے لگی بھی۔''



مِیری کے کپ سے کافی چھلک گئی۔

''کیا کہہ رہے ہو......؟''

اس نے گھبرا کر کہا۔

''وہ مر گیا......؟ تم نے اسے مار ڈالا......؟''

''نہیں......! میں تو وہاں موجود بھی نہیں تھا اور یہ بھی سن لو کہ مرا نہیں...... وہ فرار ہوگیا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ شدید زخمی نہیں ہوا تھا۔''

مِیری نے اضطراری طور پر پنہاں کی پوری کافی حلق میں اُنڈیل لی۔

''مجھے نہیں پتا تھا کہ تم اسے اتنی اہمیت دیتی ہو۔''

جمیل کے لہجے میں حیرت تھی۔

''یہ تو مجھے بھی ابھی پتا چلا ہے۔''

مِیری نے کہا۔ پھر بولی۔

''اس کا مطلب ہے کہ تم اس کے کافی غریب پہنچ چکے ہو، اور عنقریب اسے پکڑ لو گے۔''

''کیا پتا......؟ اپنا فون دیکھ کر وہ ڈر جائے اور کھیل ختم کر دے۔''

''میرے خیال میں یہ ممکن نہیں ہے۔'' مِیری نے کہا۔ پھر بولی۔

''میں تمہیں اس تبدیلی کے بارے میں بتانا چاہتی ہوں۔''

''اور میں جاننا بھی چاہتا ہوں۔''

''مدت سے میرے اندر ایک عجیب سی بے سکونی تھی۔ میں ناخوش تھی۔ کوئی خوشی ملتی تو پل بھر کی لذت ہوتی اور طویل بے سکونی۔ تم میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہو جے......! لیکن اس خوشی کا بھی یہی انجام ہوتا تھا۔ زندگی مجھے بے مقصد اور شرمندگی سے بھری ہوئی لگتی تھی۔ جی چاہتا تھا کہ خودکشی کرلوں۔ ساتھ کام کرنے والی ایک لڑکی سے بات ہوئی۔ اس کا

بھی کبھی یہی حال تھا۔ اس نے مجھے راستہ دکھایا، اور آج میں پہلے کے مقابلے میں بہت بہتر اور پُرسکون ہوں۔ اور جے......! جانتے ہو، میں کون سی مقدس کتاب پڑھ رہی تھی......؟ تمہارا قرآن......!''

جمیل نے کچھ نہیں کہا۔ حیرت سے تو وہ خاصا پہلے سنبھل چکا تھا۔

''اور جے......! میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے گناہ میں لپٹی ہوئی خوشی نہیں چاہئے۔ میں نے جان لیا ہے کہ خدا کو ناراض کر کے کوئی خوش اور پُرسکون رہ ہی نہیں سکتا۔ چاہے مانے یا نہ مانے۔ میں سچی خوشی چاہتی ہوں۔ جے......! روح تک میں اُتر جانے والی خوشی......!''

''میں بھی یہی چاہتا ہوں میری......!''

جمیل نے کافی کی پیالی خالی کر کے رکھی اور اُٹھ کھڑا ہوا۔

''تمہیں نہیں معلوم...... تبدیلی مجھ میں بھی آ رہی ہے۔ لیکن اس پر ہم بعد میں بات کریں گے۔''

میری نے اسے روکا بھی نہیں۔ ہاں......! وہ اسے رُخصت کرنے دروازے تک آئی۔



وہ اپنے دفتر میں نیویارک کے بڑے نقشے کے نیچے بیٹھا اپنے ماتحتوں کی رپورٹس سن رہا تھا۔ ڈارک بلیو پونٹیاک جہاں اسٹریٹ نمبر 103 پر چھوڑی گئی تھی۔ وہاں سے سڑک نمبر 104 اور ریور سائیڈ کے سنگم کے درمیانی خون کے کئی دھبے ملے تھے۔ وہ پونٹیاک میں ملنے والے خون کے نمونے سے میچ بھی کرتے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ حواری کا رُخ مغرب کی جانب اَپ ٹاؤن کی طرف تھا۔ اس بات نے ان کا کام کچھ آسان



دیا۔ وہ علاقہ کچھ محدود ہوگیا، جہاں انہیں اس کو تلاش کرنا تھا۔ پھر بھی وہ کئی بلاکس تھے، جن میں بڑے بڑے اپارٹمنٹ ہاؤس تھے۔

اس نے ملر، رابنس اور لوریٹی کو طلب کر لیا۔ اس نے کرے اون سے نقشے پر ایک سرخ دائرہ بنایا۔

''اس بات کا قوی امکان ہے کہ حواری اس علاقے میں رہتا ہے۔''

اس نے ان سے کہا۔

''اب ہمیں بس اتنا کرنا ہے کہ اسے تلاش کریں۔''

''کیسے......؟''

لوریٹی نے بہت سادگی سے سوال اُٹھایا۔

''اس کے لئے ہمیں بس خود کو معقول حد تک اہل پولیس آفیسر ثابت کرنا ہوگا۔''

جمیل نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''درحقیقت وہ شراب کی طلب بہت شدت سے محسوس کر رہا تھا۔ آخر وہ بلانوشی تھا۔ اس کے لئے ترکِ مے آسان نہیں تھی۔ لیکن اس کا ارادہ بہت مستحکم تھا۔ اب میری عادتیں جسم کو تو بہرحال تڑپاتی اور اُکساتی ہیں۔ وہ چڑچڑا ہو رہا تھا۔

رابنس اس براہِ راست حملے پر کھنکھارا۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ وہ نروس ہو رہا ہے۔

''سر......! آپ کو اندازہ ہے کہ اس سرخ دائرے کے اندر کتنے اپارٹمنٹ ہاؤس آتے ہیں......؟''

اس نے کہا۔

''ہاں......! وہاں 72 اپارٹمنٹ ہاؤس ہیں، اور ان میں مجموعی طور

پر 5493 اپارٹمنٹ ہیں۔"

"تو ہمیں ان سب کو چیک کرنا ہوگا......؟"

ملر نے پوچھا۔ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ضروری تو نہیں۔ تم جب چاہو، اپنا پروفیشن تبدیل کر سکتے ہو، پولیس کی نوکری ضروری تو نہیں۔"

وہ تینوں خاموش بیٹھے اسے دیکھتے رہے۔ وہ بہت ناخوش اور آزردہ لگ رہے تھے۔ پھر لوریٹی نے شکایتی انداز میں کہا۔

"لیکن سر......! ہمارے پاس آگے بڑھنے کے لئے کچھ ایسا خاص موجود نہیں ہے۔"

وہ پہلے ہی سے تھکا تھکا لگ رہا تھا۔

جمیل نے سگریٹ سلگا لی۔ طلب اب اسے بہت مجبور کر رہی تھی۔ اور میز کی دراز میں بوتل بھی موجود تھی۔

"ایسا نہیں ہے۔"

اس نے کہا۔

"اب ہم ایسے خالی ہاتھ بھی نہیں ہیں۔ ذرا سوچو......! اپارٹمنٹ ہاؤس کے منتظم اور چوکیدار سے وہاں رہنے والوں کے بارے میں بہت کچھ معلوم کیا جا سکتا ہے۔ ان سے پوچھو کہ حال ہی میں کوئی زخمی ہوا ہے۔ پہلے تو ان سے اس عمارت میں رہنے والوں کی تعداد معلوم کرو۔ اس میں سے عورتوں اور بچوں کی تعداد کم کر دو۔ ان لوگوں کو بھی کم کر دو، جن کی عمریں پچاس سے اوپر ہیں۔ میرا خیال ہے، تم لوگ میری اس بات سے اتفاق کرو گے کہ حواری بوڑھا تو ہرگز نہیں ہے......؟"

ان تینوں نے اثبات میں سر ہلائے۔



"وہ دراز قد ہے، اور کندھے بھرے بھرے ہیں......؟"

"جی ہاں......!"

"یوں افراد کی تعداد میں اور چھانٹی ہو جائے گی۔"

جمیل نے ایک اور سگریٹ سلگائی۔ شراب کی طلب اب کم ہوگئی تھی۔

"اور اب تو حواری کے ساتھ گولی کا ایک زخم بھی ہے۔ چوکیداروں سے، عمارتوں میں صفائی کرنے والوں سے اس سلسلے میں پوچھ گچھ کرو کہ حال ہی میں وہاں کوئی مکین زخمی ہوا ہے۔ کوئی شخص اپنے معمول سے ہٹ کر باہر آ اور جا رہا ہے۔ اردگرد کے میڈیکل اسٹورز سے پوچھ گچھ کرو کہ کسی شخص نے ڈریسنگ کی چیزیں اور اینٹی سیپٹک ادویات خریدی ہیں۔ یوں جو مشتبہ افراد سامنے آئیں، ان کی پڑتال کے لئے ہمارے پاس حواری کے جوتے کا ایک نشان موجود ہے، جو وہ ویرازانو برج کے نیچے چھوڑ گیا تھا۔"

رابنس پھر کھنکھارا۔

"پونٹیاک میں انگلیوں کے نشانات تو ملے ہوں گے......؟"

اس نے پوچھا۔

"نہیں......! یا تو اس نے دستانے پہنے ہوئے تھا یا کار سے نکلنے وقت کار کی تفصیلی صفائی کر دی تھی۔"

"مجھے ایک خیال آیا ہے۔"

ملر نے کہا۔

"یہ حواری مجھے ایسا آدمی لگتا ہے، جو فیملی سے محروم ہے۔ اکیلا رہتا ہے۔ اس کی فیملی ہوتی تو اس کے لئے بے وقت گھر سے نکلنا اتنا آسان نہ ہوتا۔ اور وہ بھی ماسک جیسی چیزوں کے ساتھ۔"

"گڈ......! یہ بات معقول ہے۔ عمر 50 سے کم...... اور اکیلا رہتا ہے۔"

لوریٹی نے کہا۔

"یہ محض ایک مفروضہ ہی تو ہے کہ وہ اس سرخ دائرے والے علاقے میں کہیں رہتا ہے۔ یہ ضروری تو نہیں۔"

"یہ ہماری مجبوری ہے۔ ہم معقول اندازوں پر انحصار کرنے پر مجبور ہیں۔"

وہ لوگ چلے گئے تو شراب کی طلب پھر اسے ستانے لگی۔ وہ حواری کے بارے میں سوچنے لگا۔

"نہ جانے کس حد تک وہ زخمی ہوا ہوگا......؟ کاش اس کا فون آجائے......!"

آخر پہلے بھی تو وہ اسے کال کرتا رہا ہے۔

کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے یہ سوچ کر ریسیور اُٹھایا کہ حواری ہوگا۔ لیکن وہ پادری کلنٹن ٹیلر تھا۔

"مجھ میں رجائیت بہت ہے کیپٹن......!"

ٹیلر نے کہا۔

"میں اُمید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔ آج رات میرا قیام والڈورف میں ہوگا۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ تم وہاں کر آکر مجھ سے ملو۔"

"وقت بتاؤ......!"

جمیل نے کہا۔

"گیارہ بجے آسکو گے......؟"

"میں پہنچ جاؤں گا۔"



جمیل نے فون رکھ دیا۔

☆☆☆

وہ 31 ویں منزل پر ویسٹ اوپن سوفٹ تھا۔ سامنے پارک ایونیو تھی۔ کھڑکی سے مین ہٹن کے ٹاورز جگمگاتے نظر آرہے تھے۔ لیکن نہ جانے کیوں جمیل نعمان کو ایسا لگ رہا تھا کہ وہ زمانۂ قدیم کے کسی غار میں ہے۔

بہرحال اس نے مسکراتے ہوئے پادری سے ہاتھ ملایا تھا۔ پادری نے خود اس کے لئے دروازہ کھولا تھا۔ وہ وہاں اکیلا تھا۔

"مجھے اُمید ہے کہ تمہارا یہاں آنا میری پیش کش کے مثبت جواب کا اشارہ ہے۔"

پادری نے کہا۔

جمیل نے صوفے پر بیٹھ کر گرد و پیش کا جائزہ لیا اور بولا۔

"یہ بس اس بات کا اظہار ہے کہ میں تمہاری بات سننے کے لئے آمادہ ہوں۔"

"گڈ......! یہی تو میں چاہتا تھا۔ ویسے یہ بتا دوں کہ میں نے تمہارے بارے میں ایک توصیفی خط تمہارے باس کو بھجوا دیا ہے۔ میں نے لکھا ہے کہ تم پولیس کے محکمے کی عزت موثر انداز میں بڑھا رہے ہو۔ میرے خیال میں تمہیں اس سے فائدہ ہوگا۔ اور یہ بھی بتا دوں کہ میں کمشنر ویسٹلے کے بہت بڑے حامیوں میں سے ہوں۔"

جمیل نے اپنا چہرہ بے تاثر رکھا۔

"میرا تو خیال تھا کہ تمہیں معلوم ہوگا۔"

پادری کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ویسٹلے آئندہ سال گورنر کے انتخاب میں شرکت کا اعلان کرنے
والا ہے۔"

جمیل نے بھی حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں......! مجھے علم نہیں تھا۔ ویسے کیا تمہارے خیال میں
کامیابی کا امکان ہے......؟"

"امکان......! وہ یقیناً جیتے گا۔ اس وقت اس جیسے ہی کسی
ضرورت ہے...... قانون نافذ کرنے والا کوئی شخص۔"

"تم کہتے ہو تو پھر ایسا ہی ہوگا۔"

کچھ دیر خاموشی رہی، پھر جمیل نے کہا۔

"میں منتظر ہوں۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے کیا
ہو......؟ اور پلیز......! پر پیچ بات نہ کرنا۔ سیدھی سیدھی سی بات...... بغیر
ہیر پھیر کے...... صرف حقائق۔"

ٹیلر مسکرایا۔

"تم وقت ضائع کرنا پسند نہیں کرتے۔ یہ اچھی بات ہے۔"

اس نے ایک لمحہ توقف کیا، پھر اپنی بات جاری رکھی۔

"تو سنو......! میں چاہتا ہوں کہ تم بڑے شہروں میں، شہری
میں میری مدد کرو۔ تم وہاں غیر اعلانیہ طور پر میری آواز بن جاؤ۔ میں
ہوں کہ تم وہ سب کچھ کہو، جو میں نہیں کہہ سکتا اور میں چاہتا ہوں کہ تم مسلم
برادری میں میری پوزیشن صاف کرو کہ میں ان کا دشمن نہیں ہوں۔ میں
ہوں کہ تم اس سلسلے میں مسلم عمائدین سے، ان لوگوں سے جن کی
مسلمانوں میں سنی اور مانی جاتی ہے، میرے حق میں بات کرو۔ میں
ہوں کہ وہ کھل کر میری حمایت نہیں کر سکتے۔ لیکن کم از کم وہ میری



ترک کر سکتے ہیں۔"

"سوال یہ ہے کہ مجھے ان کو کیا بتانا ہوگا......؟"

"وہی جو میں نے تمہیں پچھلی ملاقات میں بتایا تھا۔ یہ کہ میں
اقلیتوں کے خلاف جو بات کرتا ہوں، وہ محض ایک سیاسی حکمت عملی ہے۔
ورنہ میں ان لوگوں کو اقتدار میں لانا چاہتا ہوں، جو لبرل ہیں۔ ویسٹلے کی
مثال سامنے ہے۔ میرے لوگ اقتدار میں آئیں گے تو ان کے جان و مال
اور ان کے مفادات کے تحفظ کی فکر کریں گے۔ ان سے کہو کہ میں اس سلسلے
میں انہیں تحریری ضمانت بھی دے سکتا ہوں۔ انہیں بتاؤ کہ درحقیقت یہودی
ان کے دشمن ہیں، اور میں یہودیوں کا مخالف ہوں، تو پھر میں ان کا دوست
ہی ہوا نا...... اس کے ثبوت کے طور پر میں یو ایم اے کو ہر ماہ ایک ملین ڈالر
کی امداد پیش کرتا ہوں۔ اس کے بدلے انہیں صرف میری مخالفت ترک کرنی
ہوگی۔"

جمیل کھڑکی کے باہر نظر آنے والی مین ہٹن کی روشنیوں کو تک رہا
تھا۔

"تمہیں کیسی لگی میری یہ پیش کش......؟"

"میں سوچ رہا ہوں کہ مسلمان تمہارے نزدیک اتنے اہم کیسے
ہوگئے اچانک......؟"

"اچانک نہیں......! دیکھو میں ایک پادری ہوں اور مسیح کے نظریۂ
محبت پر ایمان رکھتا ہوں۔"

"چلو ٹھیک ہے......! مگر یہ تو بتاؤ کہ مجھے کیا ملے گا یہ سب کچھ کر
کے......؟"

ٹیلر نے قہقہہ لگایا۔

"تم واقعی سیدھی بات کرنے والے ہو۔ اچھا سنو......! پولیس کمشنر کا عہدہ کیسا رہے گا تمہارے لئے......؟"

"کہاں کا پولیس کمشنر......؟ الاسکا کا......؟"

"نہیں......! نیویارک کا۔"

یہ پیش کش سچ مچ چند لمحوں کے جمیل نعمان کے دماغ پر چڑھ گئی۔

"یہ تم کر سکتے ہو......؟"

اس نے شک آمیز لہجے میں پوچھا۔

"یہ تو بہت معمولی بات ہے۔ اگر میں اتنا بھی نہ کرسکوں تو مجھے اتنی بڑی باتیں کرنے کا کیا حق ہے......؟ اتنے بڑے خواب کیسے دیکھ سکتا ہوں میں......؟"

جمیل بیٹھا اس بات کو ہضم کرنے کی کوشش کرتا رہا۔

"اور میری بات سنو چھوٹے بھائی......! اس میں صرف میرا مفاد نہیں ہے۔"

ٹیلر نے مزید کہا۔

"مسلمانوں کے لئے یہ کوئی معمولی بات نہیں ہوگی کہ نیویارک کا پولیس کمشنر ایک مسلمان ہو۔ اور میرے لئے بھی یہ ایک اعزاز ہوگا کہ ایک مسلمان میری ترجمانی کرے۔"

"تم بڑے شاطر آدمی ہو۔"

جمیل نے ستائشی لہجے میں کہا۔

"لیکن خدا سے تمہارے تعلقات تو اچھے نہیں ہوں گے۔"

"میں بڑے خلوص سے کوشش کرتا ہوں کہ سیاست بھی کروں اور خدا سے تعلقات بھی اچھے رہیں۔"



"تمہارا ضمیر تمہیں ملامت نہیں کرتا......؟"

"کس بات پر......؟"

"اس پر کہ خدا کی نمائندگی کرتے ہوئے بھی تم سیاست کو گندا کر کے اس میں ملوث ہوتے ہو۔"

"میں خدا کا کام الگ کرتا ہوں، اور دُنیا کا الگ...... اس میں ضمیر پر کیوں بوجھ پڑے گا......؟"

ٹیلر نے کہا۔ پھر اُٹھ کر کیبنٹ کے پاس گیا اور جام بنانے لگا۔

"میرے لئے نہ بنانا۔"

جمیل نے پکارا۔

"کیوں......؟ پچھلی ملاقات میں میری بات دل پر لگ گئی کیا......؟"

"نہیں......! یہ فیصلہ میں نے ابھی کیا ہے۔ اگر مجھے اپنے لوگوں کی عزت کمانی ہے تو اچھا مسلمان بننا ہوگا۔"

جمیل نے جھوٹ بولا۔

"مان گیا۔ تم اپنا کام پوری سچائی اور دیانت کے ساتھ کرتے ہو۔ کاش میں بھی ایسا بن سکتا۔ تو تم یہ کام کر سکتے ہو نا......؟"

"نہیں کرسکتا ہوتا تو شراب کیوں چھوڑتا......؟"

پادری نے اس کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

"بس......! تو دوستی پکی......!"

☆☆☆

تھامس میکلے پندرہ سال بعد دوبارہ خود کو ویت نام میں محسوس کر رہا

تھا۔ یہ آپریشن گوریلا انداز کا تھا، اور اس کا نام تھا آپریشن ٹوماہاک۔

اس وقت رات کے دو بجے تھے۔ تھامس امریکن کروسیڈ پارٹی کے تین خاص الخاص اراکین کے ساتھ فورڈ اسٹیشن ویگن میں مجوزہ مہم کے لئے جمیکا کے لئے روانہ ہوا، جو ان کا پہلا ہدف تھا۔

سڑکیں سنسان تھیں۔ وہ خاموش بیٹھے تھے۔ ان سب کے اعصاب میں تناؤ تھا۔ ان کے پیش نظر صرف ناکامی کا خوف نہیں تھا، بلکہ وہ صحیح معنوں میں خطرات سے کھیلنے کے لئے نکلے تھے۔ آپریشن ٹوماہاک کروسیڈ پارٹی کی قومی سطح پر پہلی کارروائی تھی۔ اس وقت ملک کے 53 شہروں میں ایسی ٹیمیں کارروائی کے لئے نکلی ہوں گی۔ اپنے اہداف منتخب کرنے کا کام ٹیموں پر ہی چھوڑ دیا گیا تھا۔ یہ بات سب کو معلوم تھی کہ نشانہ کن لوگوں کو بنانا ہے.....؟ ایک ہدایت انہیں یہ بھی دی گئی تھی کہ جانی نقصان کم سے کم ہونا چاہئے۔

یہ ایک طرح کا آزمائشی آپریشن تھا۔ کروسیڈ پارٹی اپنی منصوبہ بندی اور تنظیمی صلاحیتوں کو قومی سطح پر جانچنا چاہتی تھی۔ اگر اس آپریشن میں کامیابی ہوئی تو بعد میں اس سے زیادہ سخت اور نمایاں مہمات ترتیب دی جائیں گی۔

میکلے بڑی احتیاط سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ رفتار کی یا کسی سگنل کی خلاف ورزی پر وہ گشتی پولیس کی کسی گاڑی کی نظر میں آئیں۔ فی الوقت پارٹی میں اس کا مستقبل روشن تھا، لیکن یہ مہم بہت اہم تھی۔ اس میں ذرا سی بھی گڑبڑ اس کے مستقبل کی پوزیشن کو نقصان پہنچا سکتی تھی۔ اس لئے اس نے اپنے تینوں ساتھی بھی اپنے حساب سے منتخب کئے تھے۔

تھامس میکلے بے وقوف نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ پارٹی کا یہ نظریہ کہ ملک کے تمام مسائل صرف سیاہ فاموں، نوآبادکاروں اور مسلمانوں کی وجہ سے ہیں، محض دکھاوا ہے، اور درست نہیں ہے۔ وہ پارٹی کے عام اراکین کی



طرح جذباتی بنیاد پرست اور ہر بات پر آنکھیں بند کر کے یقین کر لینے والا نہیں تھا۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ یہ نظریہ پارٹی کی ضرورت بھی ہے۔ ہٹلر نے بھی اس نظریے کو فروغ دے کر اس سے فائدہ اُٹھایا تھا۔ نفرت کی بنیاد پر ووٹ حاصل کرنا بہت پرانی ترکیب تھی۔ لیکن نفرت کے لئے اہداف کا انتخاب آسان نہیں ہوتا۔ اور پھر اکثریت کو اس نفرت پر اکسانے میں کامیابی کی بنیادی اہمیت ہوتی ہے۔

جمیکا میں ان کا ہدف یونیورسٹی کے پاس ماندہ علاقے میں واقع کچھ پرانی دکانیں اور گودام تھے۔ اس نے گاڑی ایک گلی میں روک دی۔ اس کے ایک ساتھی نے اُتر کر پچاس گز تک کے علاقے کا جائزہ لیا۔ پھر دوسرے دو ساتھی گاڑی سے اُتر کر ایک گودام کی طرف گئے۔ دروازہ کھول کر وہ اندر چلے گئے۔ تھامس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ تین بجنے میں سات منٹ باقی تھے۔ کام شیڈول کے مطابق ہو رہا تھا۔

چند لمحے بعد گوداموں کے دروازے پھر کھلے، اور بند ہوگئے۔ تھامس کو اس درمیانی لمحے میں اندر شعلے رقص کرتے نظر آئے۔ آگ...... بڑے کام کی چیز ہوتی ہے۔ بھسم کرنے کے عملی نتائج کے علاوہ یہ انسانوں کو خوف میں مبتلا کرتی ہے۔ زمانۂ قدیم سے آگ اہم کردار ادا کرتی رہی ہے، اور ادا کرتی رہے گی۔ تھامس مسکرایا۔

اس کے باقی ماندہ دو اہداف میں مین ہٹن کے ایسٹ سائیڈ کے علاقے میں واقع ایک پرانا ریسٹورینٹ تھا، اور دوسرا ہسپانویوں کے علاقے میں شراب کی ایک دُکان۔ وہ دونوں اہداف بھی انہوں نے کامیابی کے ساتھ مکمل کر لئے۔

آگ بجھانے والوں کو بعد میں راکھ کریدنے پر واضح شواہد نظر

آئے، جن سے پتا چلتا تھا کہ آگ دانستہ لگائی گئی ہے۔ اور یہی اس کارر... کا مقصد تھا۔ آگے جا کر وہ یہ نتیجہ نکالیں گے کہ دُکان داروں نے یہ... خود لگائی تھی۔

آپریشن ٹوماہاک کامیاب ثابت ہوا تھا۔ پورے ملک میں 59... منتخب اہداف میں سے 137 سو فیصد کامیاب رہے تھے۔ 14 اہداف... فیصد تباہ ہوئے تھے۔ اور 8 ایسے تھے، جنہیں سیکورٹی کے خیال سے ترک... دیا گیا تھا۔ میڈیا کے مطابق ان کارروائیوں کے دوران جانی نقصان صرف 7 افراد کا تھا۔ اتنے بڑے آپریشن میں یہ نقصان نہ ہونے کے برابر تھا۔

☆☆☆

کیبنر اپنے زخم کی ڈریسنگ سے فارغ ہی ہوا تھا کہ اطلاعی گھنٹی بجی... وہ شام کا وقت تھا۔ اس کی مطلقہ بیوی اکثر اسی وقت آیا کرتی تھی۔ قمیض... بٹن بند کرتے ہوئے اس نے دروازہ کھولا تو سامنے جمیل نعمان کھڑا تھا۔

’’اوہ......! تو کیا کھیل ختم ہوگیا......؟‘‘

اس نے سوچا۔

’’میں یہاں پڑوس میں ہی آیا تھا۔‘‘

جمیل نعمان نے کہا۔

’’پھر مجھے یاد آگیا کہ تم بھی تو میری ذمہ داری ہو۔‘‘

کیبنر نے اس سے ہاتھ ملایا۔

’’مجھے خوشی ہے کہ تم آئے......!‘‘

نشست گاہ میں جمیل اسی کرسی پر بیٹھا، جس پر پچھلی بار بیٹھا... رچرڈ نے سوچا، لوگ عام طور پر ایسا ہی کرتے ہیں۔ اس نے کیبنٹ...





نکالی اور جام تیار کرنے لگا۔

’’میرے لئے نہ بنانا......!‘‘

جمیل نے اسے ٹوکا۔

رچرڈ نے پلٹ کر حیرت سے دیکھا۔

’’کیا ہوگیا......؟ طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری......؟‘‘

’’شراب چھوڑ دی ہے میں نے......!‘‘

’’اور زندہ ہو پھر بھی......؟ بڑی بات ہے......!‘‘

’’نہیں دوست......! زندگی تو اب ملی ہے۔ پہلے میں جی رہا تھا، لیکن مردوں کی طرح۔‘‘

رچرڈ اس کے سامنے آ بیٹھا۔ جام سے ایک چسکی لینے کے بعد اس نے کہا۔

’’یہاں کیسے......؟‘‘

’’حواری کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک آ پہنچا۔‘‘

رچرڈ کو جھٹکا لگا۔

’’کیا اس کا پردہ چاک ہوگیا......؟ کیا جے کو معلوم ہوگیا کہ......‘‘

اس سے آگے وہ سوچنا نہیں چاہتا تھا۔

’’تمہارا مطلب ہے کہ حواری میرے گھر میں چھپا ہے......؟‘‘

اس نے ڈھٹائی سے کہا۔

’’شاید ایسا ہی ہو۔ اسی لئے تو میں یہاں موجود ہوں۔‘‘

رچرڈ کیبنر نے گھبرا کر نظریں جام پر مرکوز کر دیں۔ صورتِ حال یقیناً سنگین تھی۔ جے کا شراب سے انکار ہی کم نہیں تھا کہ اس پر یہ گفتگو۔

’’تو پھر اسے گرفتار کیوں نہیں کر لیتے......؟‘‘

اس نے مزید ڈھٹائی کا مظاہرہ کیا، جو اس کی مجبوری تھی۔

''وہ ملے تو سہی......! اتنا تو ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ وہ اسی علاقے میں رہتا ہے۔ کون جانے...... اسی بلڈنگ میں رہتا ہو۔''

''اوہ......!''

رچرڈ نے سکون کی سانس لی۔

''اب یہاں آیا تھا تو سوچا، تم سے بھی مل لوں۔''

جمیل اس کی حالت سے بے خبر اپنی کہے جا رہا تھا۔

''تم نے سوچا، ممکن ہے، میں ہی حواری ہوں......؟''

جمیل نعمان ہنس دیا۔

''ویسے لگتا ہے کہ اپنی دانست میں تم حواری کے بہت قریب پہنچ چکے ہو......؟''

''اتنا قریب کہ ایک گولی تو اسے لگ چکی ہے۔''

جمیل نے کہا۔ پھر جلدی سے وضاحت کی۔

''وہ میں نے نہیں...... میرے ایک ماتحت نے چلائی تھی اور حواری ایک مسروقہ کار ہی تھا......''

وہ اسے تفصیل بتانے لگا۔

''بے چارہ...... کیا پتا مر گیا ہو...... اور ممکن ہے کہیں پڑا سسک سسک کر دم توڑ رہا ہو۔''

''نہیں......! ہمارا اندازہ ہے کہ گولی اس کے بازو میں لگی ہے۔''

رچرڈ گینر کو اپنے زخم میں کھجلی محسوس ہونے لگی۔ وہ دیوانی خواہش تھی کھجانے کی۔

''اسے جہنم میں جھونکو......! تم اپنی سناؤ......! تمہارا کیا حال



ہے......؟''

جمیل نے کہا۔

''فرسٹ کلاس......!''

''مذاق تو نہیں کر رہے ہو نا......؟''

رچرڈ گینر پھر اپنے جام میں دیکھنے لگا۔ اسے اچانک خیال آیا تھا کہ مرہم پٹی کے بعد تمام چیزیں...... پٹیاں، سرجیکل ٹیپ اور اینٹی سیپٹک دوا، سب وہ باتھ روم کے سنک میں چھوڑ آیا تھا۔ اب اگر جمی باتھ روم جانا چاہے تو......؟

''میں نے کام شروع کر دیا ہے۔''

اس نے اچانک کہا۔

''بہت خوب......! مناسب سمجھو تو مجھے دکھاؤ......!''

''نہیں......! ابھی نہیں......!''

''میں سمجھ سکتا ہوں، ابھی یہ تمہارے لئے آسان نہیں ہے۔''

رچرڈ گینر کے اندر تلخی اُمنڈی، یہاں تک کہ اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔ جمیل نعمان نہ جانے کیسے، اس کے اندر تک جھانک لیتا تھا۔

''خدا کے لئے......! اس کڑواہٹ کو نکال پھینکو...... تھوک ڈالو......!''

جمیل نے کہا۔

''ورنہ یہ تلخی تمہیں اندر اندر سے سڑا دے گی۔ میں نے ایک بار تم سے کہا تھا نا کہ میں تمہارا دُکھ، تمہاری اذیت سمجھ سکتا ہوں۔''

''مجھے یاد ہے، تم نے یہ بھی کہا تھا کہ اس سے بچنا بہت مشکل ہے۔''

"تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اپنے اندر بند ہو کر بیٹھ جاؤ، اور جینا چھوڑ دو......!"

"جینا کون چھوڑ رہا ہے......؟"

جمیل نعمان اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

"خودترسی بہت بدبودار شئے ہے۔"

رچرڈ نے کہا۔

"مجھے نفرت ہے خودترسی سے۔"

"مجھے بھی ہے۔ لیکن سچ کہوں تو میں اس کا معترف ہوں کہ اس میں بڑا آرام ہے...... بڑی لذت ہے...... جیسے سردی میں تھکا ہوا آدمی رینگ کر نرم گرم بستر میں گھس جائے۔ میں تمہیں بتاؤں...... اس کا کوئی نعم البدل بھی نہیں ہے۔"

"یہ تمہارے پرانے محسوسات ہوں گے...... یہ اب کی بات تو نہیں......!"

رچرڈ نے کہا۔

"تم کیا جانو کہ اب میں کیسا محسوس کرتا ہوں......؟"

رچرڈ گینر نے بے دھیانی میں کندھے جھٹکے۔ زخمی بازو میں درد کی لہر سی دوڑ گئی۔

"بعد میں...... فضائی حادثے کے بعد تمہارے ساتھ بہت کچھ اچھا بھی تو ہوا ہے۔"

اس نے کہا۔

"تم اب وہ نہیں ہو، جو اس حادثے سے پہلے تھے۔"

"تم سمجھتے ہو کہ لوگوں کے درمیان جا کر تقریریں کرنے سے زخم



مندمل ہو جاتے ہیں......؟ حقائق بدل جاتے ہیں......؟ تم مجھے بے وقوف سمجھتے ہو......؟"

جمیل کے چہرے پر بھی غصہ تھا اور آواز میں بھی۔

"میں نے ایسا کیا کہہ دیا......؟"

رچرڈ نے سوچا۔

"میں نے تمہاری باتیں سنی ہیں۔ وہ بہت اہم اور کام کی باتیں ہوتی ہیں۔"

"بکواس......لغو...... میں جھوٹا اور کھوٹا آدمی ہوں۔"

رچرڈ کو لگا کہ وہ ترکِ مے نوشی کے نتیجے میں چڑچڑا ہو گیا ہے۔ شاید وہ اسے پیتے دیکھ کر حسرت میں مبتلا ہو رہا تھا۔ اس نے جلدی سے ایک گھونٹ میں جام خالی کیا اور اسے میز پر رکھ آیا۔

"یہ غلط ہے کیپٹن......!"

اس نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"نہ تو تم جھوٹے ہو اور نہ ہی کھوٹے ہو۔"

"سمجھوتے کرنے والے جھوٹے اور منافق ہوتے ہیں، اور میں نے سمجھوتے کئے ہیں۔"

جمیل نے تند لہجے میں کہا۔

"سمجھوتے کون نہیں کرتا......؟ سب کو کرنے پڑتے ہیں سمجھوتے۔"

"نہیں......! حواری کو دیکھو، وہ سمجھوتے نہیں کرتا۔ وہ منافق نہیں ہے، اور وہ جھوٹا بھی نہیں ہے۔"

رچرڈ گینر نے حیرت سے اسے دیکھا۔ اسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

وہ تو شاید سمجھوتے کا مفہوم بھی نہیں جانتا۔ وہ اپنے نظریات پر یقین رکھتا ہے اور ان پر عمل کرتا ہے۔ وہ کھوکھلی تقریر نہیں کرتا ہے، جو کچھ کہتا ہے، وہ کر کے بھی دکھاتا ہے۔ اسے اس بات کی پرواہ بھی نہیں کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے، وہ اس کی موت پر منتج ہوگا۔"

"یہ کوئی اچھی بات ہے......؟"

"ہاں......! اس کی روح کے لئے یہ اچھی بات ہے۔ اور یہی تو ہم بات کر رہے ہیں۔ اس کی روح کے لئے اس میں خیر ہے۔ ورنہ تو وہ چلتا پھرتا ٹائم بم ہے۔ وہ اس شہر میں سب سے خطرناک آدمی ہے۔"

"یہ تو متضاد بات ہوئی۔ وہ سب سے خطرناک آدمی کیسے ہے؟"

"وہ دیوانہ ہے...... جنونی ہے۔ کیونکہ وہ خوف کی بندش سے آزاد ہو چکا ہے۔ وہ بے لگام ہے۔ میں تمہیں ایک بات بتاؤں رچرڈ......! جانتے ہو، کل اسے گولی کیوں لگی......؟ صرف اس لئے کہ وہ جان بوجھ کر میرے بچھائے ہوئے جال میں گھس گیا۔ اس نے خود مجھے بتایا تھا کہ وہ جانتا ہے...... جانتا ہے کہ یہ میں اس کے لئے جال بچھا رہا ہوں۔ اب بتاؤ......! ایسے آدمی کو خطرناک نہ کہوں تو کیا کہوں......؟"

رچرڈ گینر نے فیصلہ کیا کہ خاموشی میں ہی عافیت ہے۔

"ایک اور بات بتاؤں......؟"

جمیل نعمان نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"مجھے اس پر رشک آتا ہے۔ کاش......! میں بھی اس جیسا ہوتا۔"

رچرڈ نے سوچا۔

"مجھے تو یہ بھول ہی گیا۔ اسے حواری کے سوا کچھ یاد نہیں۔"

☆☆☆



زخم کے مندمل ہونے کے انتظار میں یہ خیال رچرڈ گینر کے لئے بہت خوش کن تھا کہ اس کا اگلا شکار کلنٹن ٹیلر ہے...... پادری ٹیلر......!

ان دنوں وہ پادری پر ریسرچ کر رہا تھا۔ دن بھر وہ لائبریری میں پرانے اخبارات چاٹتا رہتا۔ وہ اس کے بارے میں ہر بات جاننا چاہتا تھا، خواہ وہ اس کے لئے اہم ہو یا غیر اہم......!

"وہ کون تھا......؟ کیا چاہتا تھا......؟ اور جو چاہتا تھا......؟ اسے کس طرح حاصل کرنا چاہتا تھا......؟"

کبھی اسے حیرت ہوتی۔

"یہ کون سا عالم ہے کہ ایک انسان کو زندگی سے محروم کرنے کے بارے میں سوچ رہا ہے......؟ اور اس کے نزدیک یہ دیوانگی نہیں، عین ہوش مندی ہے۔"

لیکن وہ حیرت بس ایک پل کی تھی۔ اس کے نزدیک وہ ایک معقول بات تھی۔ وہ اس مقام تک ایک جست میں نہیں، بتدریج پہنچا تھا...... ایک مسلسل عمل کے نتیجے میں۔ ہاں...... یہ حیرت کی بات تھی کہ اسے اس طرف متوجہ کرنے والی کیٹ تھی، کیٹ...... اسے دیکھ کر کون سوچ سکتا تھا کہ وہ اس انداز میں بھی سوچ سکتی ہے......؟ وہ جو لوگوں کے دکھوں کا مداوا کرتی تھی...... وہ جو مسیحا تھی...... وہ ایک شخص کو ایک دوسرے شخص کو قتل کرنے کی تحریک دے رہی تھی۔ انسانی روح کے کتنے رنگ ہیں......؟ کوئی نہیں جان سکتا۔

آدمی کے حال اور مستقبل کو جاننے اور سمجھنے کے لئے اس کے ماضی میں جھانکنا پڑتا ہے۔ کلنٹن ٹیلر نفرت کی تبلیغ کیوں کر رہا تھا......؟ وہ نہ تو کوئی

محروم آدمی تھا، نہ کوئی نفسیاتی مریض، نہ ہی اس کے ساتھ کوئی روایتی پَس
منظر تھا، جو اس طرح کے لوگوں کا ہوتا ہے اور فلموں میں دکھایا جاتا ہے۔
اس کی ددھیال میں کئی پشتوں سے عالم پیدا ہوتے آئے تھے۔ اس
نے بڑی درس گاہوں میں تعلیم حاصل کی تھی۔

اور اس کی ننھیال تمباکو اور تیل کی تجارت میں کروڑوں ڈالر کمانے
والوں سے اَٹی پڑی تھی۔ اس کے پاس معاشرے سے ناراضی کا کوئی جواز
نہیں تھا۔ اس کے پاس نفرت کرنے اور نفرت کا پرچار کرنے کی کوئی معقول
وجہ نہیں تھی۔

اس کے باوجود پادری ٹیلر نفرت کا آدمی تھا...... نفرت کا سوداگر......
وہ نفرت بولتا تھا، نفرت لکھتا تھا۔ نفرت اس کے چہرے پر لکھی تھی۔ اب ا
نہیں کہ اب اس نے نفرت کے چہرے پر نقاب ڈالنا سیکھ لیا تھا۔ لیکن اخبار
میں چھپی ہوئی اس کی 14 سال کی عمر کی تصویر میں نفرت کی تحریر اس کے
چہرے پر روزِ روشن کی طرح واضح تھی اور وہ چہرہ بتاتا تھا کہ 14 سال کی عم
میں بھی وہ اتنا بہت کچھ جانتا اور سمجھتا تھا، جو عام آدمی طویل عمر گزار کر مرتے
وقت بھی نہیں سمجھ پاتا تھا۔

رچرڈ گینر پادری کلنٹن ٹیلر کو اخبارات اور رسائل میں چھپنے والی
خبروں اور مضامین سے لخت لخت جمع کر رہا تھا۔ اب وہ کہہ سکتا تھا کہ وہ اس
پر اتھارٹی ہے۔ اس کے باوجود وہ اسے سمجھنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے
پاس حقائق کے انبار جمع تھے، لیکن ان سے نتائج اخذ کرنا آسان نہیں تھا۔ وہ
اس پر قادر نہیں ہو سکا تھا۔

دوسری طرف اس کا فن...... اس کی مصوری بھی اسے ستا رہی تھی۔
وہ بیک وقت چھ سات تصویروں پر کام کر رہا تھا۔ چھوٹی تصویریں تو ٹھیک جا




رہی تھیں۔ لیکن بڑا کینوس پریشان کن ثابت ہو رہا تھا۔ وہ کسی پہلو، کسی
زاویے سے آسان نہیں تھا۔ عام حالات میں اسے اپنے لگائے ہوئے ہر
اسٹروک سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کس سمت میں بڑھ رہا ہے......؟ لیکن اس
بار اس کا انداز ایسا تھا جیسے آنکھوں سے محروم کوئی شخص کسی تنگ اور پُرپیچ گلی
میں گھس گیا ہو۔

لیکن بہرحال اب کسی تصویری معمے کی طرح اس کی ایک شکل اُبھر
رہی تھی۔ ابتداء میں تو وہ رنگوں کا جمگھٹا لگتا تھا...... نیلے اور سرمئی رنگ کا۔
روشن اور چمکدار رنگ نہ جانے کہاں غائب ہوگئے تھے......؟ اب تو گہرے
اندھیرے کے رنگ تھے، جو کسی ڈراؤنے خواب کے بطن سے برآمد ہو رہے
تھے۔ پھر پہلی بار اسے وہاں تیرتی ہوئی ایک آنکھ دکھائی دی...... سرد، شیطنت
بھری آنکھ...... اور اس کی نگاہِ شر...... اس نگاہ کے سامنے وہ لڑکھڑا گیا...... ٹھرا
گیا۔ اسے خود کو یاد دلانا پڑا کہ وہ بس ایک نگاہ ہی تو ہے۔

اس نے سوچا۔

''آنکھیں تو دو ہوتی ہیں۔''

چنانچہ اس نے اس کی تنہائی دُور کر دی...... ایک اور آنکھ بنا دی۔
اسٹروک لگتے رہے۔ اب ایک چہرہ ظہور میں آ رہا تھا...... طوطے کی چونچ
جیسی مڑی ہوئی ناک...... اور ایک گہرا تاریک گڑھا، جو شاید اس کا دہن
تھا۔

پھر اور جزئیات اُبھریں اور نقوش اُبھرے۔ سینے پر سیاہ کیچڑ کی
تہیں، اور نیلا خون...... اور چہرہ یوں اندر کی طرف پچکا ہوا، جیسے گن سے
نکلی ہوئی کسی گولی نے اسے پیچھے دھکیل دیا ہو۔ چہرے پر تاثر ایک بڈھے
[illegible] کا سا تھا...... دانتوں سے محروم پوپلا منہ...... چہرے پر عیاری، ہونٹوں پر

اذیت کے دھبے۔ پھر ایک ہاتھ وجود میں آنے لگا۔ وہ بڑھا...... لیکن اُس ہاتھ...... اس کا ساتھی کہیں کھو گیا تھا، یا کسی نے اسے اُڑا دیا تھا۔

پھر برش تیزی سے حرکت میں آیا اور سینے کے اندر جہاں دل ہونا چاہئے تھا، ایک خلاء نمودار ہوا۔ لیکن ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی، جیسے اس محرومی میں بھی اس کے لئے خوشی ہو۔ جیسے وہ کہہ رہا ہو۔

''بس دل کو مٹا دو...... ختم کر دو...... سارے دُکھ خود بخود دُور ہو جائیں گے۔''

''کیا واقعی ایسا ہے......؟ اور اگر ایسا ہے تو کیا یہ محض اتفاق ہے...... کوئی حادثہ......؟ ہاتھ کے بھٹکنے کا شاخسانہ......؟ یا بدی کے رنگ واقعی اس سے باتیں کرتے ہیں......؟''

کبھی کبھی تو اسے ایسا لگتا بھی تھا۔ لیکن ان کی باتیں اس کی سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ کبھی کبھی ان گہرے تاریک رنگوں کے درمیان اسے چمک سی نظر آتی، وہ آنکھیں اس سے التجا کرتیں کہ وہ ان پر حملہ کرے، انہیں اور بگاڑے...... مسخ کر دے۔

یہاں تک کہ وہ ان آنکھوں سے گھبرانے لگا...... نظریں چرانے لگا۔ کیونکہ اب وہ طاقتور ہو گئی تھیں، اسے جکڑنے لگی تھیں، وہ چیختی تھیں، لیکن ان کی چیخیں سنائی نہیں دیتی تھیں۔ وہ لڑکھڑا جاتا، اس کا ہاتھ بہک جاتا اور تصویر کی ہولناکی اور بڑھ جاتی۔

وہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ آزاد نہیں ہے۔ کسی آسیب نے اسے جکڑ لیا ہے۔

☆☆☆



پادری ٹیلر کو وہ مکمل طور پر سمجھ لینا چاہتا تھا۔ لیکن نہیں سمجھ پایا تھا۔ اس کے باوجود اس نے اگلا قدم اُٹھا لیا۔ اس نے اس کے نام ایک اور خط لکھا۔

''پادری کلنٹن ٹیلر کے نام......!

اگرچہ میں اس کی وجوہ سمجھنے سے قاصر ہوں، لیکن مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تم بنیادی طور پر اس مہذب ملک میں تعصب اور شیطنت کے فروغ کے لئے کام کر رہے ہو۔ جو شخص بھی مذہب، رنگ اور نسل کی بنیاد پر دوسرے انسانوں سے نفرت کرے، وہ روئے زمین پر بدترین انسانوں میں سے ہے۔ اور تم تو پادری ہو...... ایک مبلغ، جس کا کام لوگوں کو راستہ دکھانا ہے، جس کی ذمہ داری اصلاح ہے۔ تم خدا کے نمائندے ہو، اور خدا کا پیغام محبت ہے۔ اس لئے میں تم سے التجا کرتا ہوں...... پلیز......! اپنی ذمہ داری نبھاؤ...... یہ بہت اعلیٰ و ارفع ذمہ داری ہے، جو انسان کو بلندی عطا کرتی ہے۔ تم اپنی ذمہ داری پوری کرو۔ اگر تم اس سے انکار کرو گے تو پھر میں اپنی ذمہ داری نبھانے پر مجبور ہو جاؤں گا۔''

یہ پیغام ٹائپ کرنے کے بعد رچرڈ گینز اس پر نظریں جمائے بیٹھا غور کرتا رہا۔

''کیا یہ درست ہے......؟ اور مؤثر بھی......؟ کیا اس کے ذریعے اس نے اپنے مافی الضمیر کو پوری طرح واضح کر دیا ہے......؟ کیا جو دھمکی وہ دینا چاہتا ہے وہ پہنچ سکے گی......؟''

پھر سب کچھ بھول کر وہ یہ سوچنے لگا کہ اس نے یہ لکھا ہی کیوں......؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ اپنے آئیڈیے کو درست نہیں سمجھتا اور خود کو اس پر قائل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

اس نے ایک بار اپنے پیغام کو پڑھا۔ اسے اس میں سے نخوت کی بو آرہی تھی۔ اس نے یہ کیسے فرض کر لیا کہ یہ پادری...... قومی سطح پر فساد مچانے والا یہ شخص کسی گمنام دھمکی کو خاطر میں لائے گا......؟ تنہائی میں بھی، اور لوگوں کے درمیان بھی، وہ تو اس کا مذاق اُڑائے گا، ٹھٹھول کرے گا۔

اور اس کے بعد کیا ہوگا......؟ مزید دھمکیاں...... کھلی ہوئی شور مچاتی ہوئی دھمکیاں......؟ یا پھر یہ کہ حواری واقعی اسے قتل کر دے گا......؟ کیونکہ آپ ایک بار بے تکے پن کی حدود میں داخل ہو جائیں تو پھر مسائل کے منطقی حل کا کوئی امکان نہیں رہ جاتا۔

لیکن بالآخر اس نے اس پر حواری کے دستخط کیے، اس کی کاپیاں کرائیں اور انہیں میڈیا کو پوسٹ کر دیا۔

دو گھنٹے بعد وہ ایک سوٹ کی گنجائش رکھنے والا بیگ لئے لاگارڈیا ائیر پورٹ پہنچا۔ تاکہ اٹلانٹا لے جانے والی ڈیلٹا کی ایک بجے کی فلائٹ پکڑ سکے۔

یہ فیصلہ اس نے ایک وقتی ہیجانی خواہش کے زیر اثر کیا تھا۔ اس کے ذہن میں واضح تو ہرگز نہیں، البتہ دُھندلا سا ایک خیال تھا کہ وہ وہاں کیوں جا رہا ہے......؟ اور اس سے کیا نتائج حاصل کرنا چاہتا ہے......؟ تاہم اسے اُمید تھی کہ جہاز پر سوار ہونے کے بعد شاید وہ واضح طور پر کچھ سمجھ سکے گا۔

لیکن وہ بیکار کی اُمید تھی۔ سفر کے دوران وہ بیٹھا اپنے ہونٹ کاٹتا



رہا، اس کا جسم سرد پسینے میں تر ہوتا رہا۔ ماضی کو یاد کرنے کے سوا وہ کچھ نہیں کر سکا۔ فضائی حادثے کے بعد یہ اس کا پہلا فضائی سفر تھا۔ اس کی ذہنی حالت ایسی تھی کہ یہ بات اسے اس وقت یاد آئی، جب وہ جہاز میں اپنی سیٹ بیلٹ کس رہا تھا۔ ورنہ شاید وہ یہ سفر کر ہی نہ پاتا۔

بہرحال سفر کے دوران وہ مسلسل پیتا رہا۔ اس کی میزبان مسلسل اسے تبسم سے نوازتی رہی۔ لیکن اس کو ایک بار بھی اس کی طرف دیکھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ ڈیڑھ گھنٹے بعد جہاز نے اٹلانٹا میں لینڈ کیا تو وہ اس روبوٹ کی طرح لڑکھڑاتا ہوا باہر آیا، جس کے سسٹم میں کوئی خرابی واقع ہوگئی ہو۔

باہر آکر اس نے رامن ایسکو بار سے چھینے ہوئے ایک جعلی کریڈٹ کارڈ کی مدد سے ایک گرے فورڈ کرائے پر حاصل کی۔ پھر ایک گائیڈ بک اور شہر کا ایک تفصیلی نقشہ خریدا۔ پھر اس نے ٹیلی فون ڈائریکٹری سے چند پتے نوٹ کئے اور انہیں نقشے میں تلاش کر کے مقامات کو نشان زد کیا اور سفر شروع کر دیا۔

وہ جنوب کی طرف روٹ نمبر 85 پر گیا اور ریڈاوک سے کچھ آگے اترا۔ موسمِ بہار وقت سے کچھ پہلے ہی آگیا تھا۔ پھل دار درختوں پر پھول لدے ہوئے تھے۔ دُور پہاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ دُھند میں لپٹے اُودے رنگ کی چادر اوڑھے ان کے اوپر زرد بادل لٹکے ہوئے تھے۔

اس بار ڈرائیو کرتے ہوئے وہ خیالات میں مصوری کرتا رہا۔

وائٹ کرائسٹ اسے ایک میل پیچھے ہی سے دکھائی دینے لگا۔ وہ ایک پہاڑی کی چوٹی پر آشیرباد دینے والے انداز میں ہاتھ پھیلائے کھڑا تھا۔ گائیڈ بک کے مطابق یہ مجسمہ گیارہ منزل اونچا اور ساٹھ فٹ چوڑا تھا۔

اسے اسٹیل ملے کنکریٹ سے بنایا گیا تھا۔ رات کو یہ جگمگاتا تھا اور اسے میلوں دُور سے دیکھا جا سکتا تھا۔ رات کو یہ جہازوں کی رہنمائی کرتا تھا اور دن میں اس کے ماحول میں ایسی روحانیت ہوتی تھی کہ کوئی بھی متاثر ہو جائے۔ اس کا منبع سرگوشیوں میں پڑھی جانے والی وہ مناجاتیں تھیں جو مجسمے پر بڑے سلیقے سے نصب کئے گئے غیر مرئی لاؤڈ اسپیکرز سے نشر ہوتی رہتی تھیں۔

یہ مجسمہ امریکن فنڈامینٹل چرچ نے اپنے قومی ہیڈ کوارٹر میں نصب کرایا تھا۔ سالانہ 5 لاکھ زائرین اور سیاح اس کی زیارت کے لئے آتے تھے۔ گائیڈ بک کے مطابق پادری کلنٹن ٹیلر نے ہی اسے ڈیزائن کیا تھا۔

وائٹ کرائسٹ سے چوتھائی میل آگے ایک سرسبز پہاڑی پر اے ایف سی کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ یہ بھی سفید رنگ کی بہت بڑی عمارت تھی۔ اس کے تین بلند و بالا ٹاور تھے، جو عقیدۂ تثلیث کو اُجاگر کرتے تھے۔ دو ڈالر فی کے عوض خواہش مندوں کو ان کی سیر کرائی جاتی تھی۔

رچرڈ گینر بھی دو ڈالر دے کر سیاحوں کے ایک گروپ میں شامل ہو گیا۔ ایک گائیڈ ان کی رہنمائی کر رہا تھا۔

وہ جدید طرز کا ہیڈ کوارٹر تھا، جہاں ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے چینل کے اپنے اسٹوڈیوز تھے۔ ایک اشاعتی ادارہ بھی تھا، جس کے اپنے پرنٹنگ پریس تھے۔ دو لاکھ مذہبی کتابوں پر مشتمل ایک بہت بڑی لائبریری تھی۔ پھر کلنٹن ٹیلر یونیورسٹی کا کمپلیکس تھا، جس میں کلاس رومز کے علاوہ لیکچر ہالز اور لیبارٹریز بھی تھیں۔ وہیں میڈیکل اسکول اور ٹیچنگ ہاسپٹل بھی تھا۔

"کتنا کچھ کر چکا ہے یہ شخص......؟"

رچرڈ نے حیرت سے سوچا۔

ٹوور کا اختتام ایک آڈیٹوریم میں ہوا جہاں دوسرے گروپ بھی



پہنچے تھے۔ وہاں روشنیاں گل کر کے امریکی بنیاد پرستوں کے کارناموں سے بارے میں ایک دستاویزی فلم دکھائی گئی۔ پھر اعلان کیا گیا کہ رواج کے مطابق اگر پادری ٹیلر وہاں موجود ہوتا ہے تو وہ منتخب وزٹرز کو شرفِ ملاقات بھی بخشتا ہے۔ جن لوگوں کو اس کی خواہش ہو، وہ سوال نامہ حاصل کر کے پُر کریں، جس کی بنیاد پر انہیں اس شرفِ ملاقات کے لئے منتخب کیا جائے گا۔

رچرڈ نے سوال نامہ حاصل کر لیا۔ اس میں پُر کرنے والے کا نام، عمر، پتے، عقیدے اور ملاقات کی وجہ کے بارے میں لکھنا تھا۔ یہ واضح کر دیا گیا تھا کہ محدود لوگوں کو یہ شرف حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لئے ملاقات کے سبب کی اہمیت کی بنیاد پر انہیں موقع دیا جائے گا۔

رچرڈ چند لمحے اس پر سوچتا رہا۔ پھر اس نے لکھا۔

"میرے دو بچے ایک حادثے میں ختم ہو گئے۔ میں نہ جانے کیسے بچ گیا......؟ اب مجھے زندگی کی کوئی پرواہ نہیں، کوئی رغبت نہیں۔"

پھر اس نے فرضی نام، عمر اور پتا لکھنے کے بعد فارم واپس کر دیا۔

آدھے گھنٹے کے بعد پانچ افراد اس اعزاز کے لئے منتخب کر لئے گئے۔ ان میں اس کا فرضی نام رالف کمبال بھی تھا۔ دو آدمیوں نے اس کی جامہ تلاشی لی کہ اس کے پاس کوئی ہتھیار تو نہیں۔ اس کے بعد اسے ایک کمرے میں لے جایا گیا، جہاں پادری ٹیلر ایک بڑی میز کے پیچھے بیٹھا تھا۔

ٹیلر نے اُٹھ کر گرم جوشی سے اس سے ہاتھ ملایا۔ عقب میں اس کی تصویر تھی، جس میں وہ اوول آفس میں صدرِ امریکہ کے ساتھ کھڑا تھا۔ ایک اور تصویر میں وہ وائٹ کرائسٹ کی تعمیر کا افتتاح کر رہا تھا۔

اس کمرے میں کوئی کھڑکی نہیں تھی۔

"پلیز مسٹر کمبال......! تشریف رکھئے......!"

پادری نے خوش اخلاقی سے کہا۔

دیوار کے ساتھ ایک سیاہ چرمی کاؤچ تھی۔ رچرڈ اس کے ایک کونے میں بیٹھا گیا۔

پادری چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

"آپ کا چہرہ جانا پہچانا لگتا ہے۔ کیا ہم پہلے کبھی ملے ہیں......؟"

رچرڈ نے نفی میں سر ہلایا۔ یہ تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ حادثے کے بعد امریکہ کے ہر اخبار میں صفحۂ اوّل پر اس کی تصویر چھپی تھی۔ لیکن بہر حال یہ مہینوں پہلے کی بات تھی۔ وہ نہیں سمجھتا تھا کہ پادری کو یاد آئے گا۔

پادری کی آنکھوں سے نرمی جھلکنے لگی...... یا وہ زاویے کی، یا روشنی کی تبدیلی کا کرشمہ تھا۔

"میرا دل آپ کے لئے دُکھی ہے مسٹر کمبال......!"

اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"اپنی زندگی کے موسمِ بہار میں اپنے بچوں کو دفن کرنا بہت المناک ہوتا ہے۔ شاید اس سے بڑا کوئی غم ہو ہی نہیں سکتا۔"

رچرڈ نظریں جمائے دیوار کو تکتا رہا۔

"آپ خدا پر یقین رکھتے ہیں مسٹر کمبال......؟"

"کبھی کبھی...... لیکن میں کوشش کرتا رہتا ہوں۔"

رچرڈ نے جواب دیا۔

"اگر خدا نے آپ کو بچایا تو اس کی کوئی وجہ ہی ہوگی...... یہ سوچا آپ نے......؟"

"اب تک اس نے مجھے وہ وجہ بتائی نہیں۔"

"ہم معمولی انسان...... عام سے انسان...... ہمارے لئے ان



معاملات کو سمجھنا آسان نہیں ہے۔ اکثر ہمیں بس ایمان کا سہارا لینا پڑتا ہے۔"

"میرا ایمان اتنا مستحکم نہیں ہے فادر......!"

ٹیلر نے ٹٹولنے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

"آپ یہاں کیوں آئے......؟ مجھ سے ملنے کی خواہش کیوں کی آپ نے......؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھاؤں گا اور کسی تارے کی طرح وہ وجہ وہاں سے نوچ کر آپ کو تھما دوں گا......؟"

رچرڈ نے جواب نہیں دیا۔ وہ حیران تھا کہ وہ اس کی بات اتنی توجہ سے سن رہا ہے۔

"کیا توقع کر رہے تھے آپ......؟ روشنی کی کسی جھماکے کی...... کسی معجزے کی......؟"

"مجھے نہیں معلوم......! ان دنوں میں ہمیشہ ہوش مند نہیں رہا۔ آپ خدا کے نمائندے ہیں، جس نے آسمان کو چھونے والا گیارہ منزلہ کرائسٹ یمنٹ سے تعمیر کیا ہے۔ شاید میں نے سوچا ہو کہ آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔"

"ایک ہی بات ہے، جس سے ہم سب واقف ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ میرے خیال میں خدا کے ہاں اتفاق نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ جو کچھ ہوتا ہے، خدا کی مرضی اور ارادے سے ہوتا ہے، اور بے سبب نہیں ہوتا۔"

"میرے بچے جڑواں تھے۔ دس سال عمر تھی ان کی۔ انہوں نے زندگی میں کبھی جو سب سے بھاری غلطی کی، وہ یہ تھی کہ کبھی وہ دانت صاف کرنا بھول جاتے تھے۔ یہ اتنی بڑی غلطی تو نہیں کہ اس کی پاداش میں انہیں زندگی سے محروم کر دیا گیا......؟"

اس نے غور سے پادری کو دیکھا۔

''دوسری طرف، اگر میں مر جاتا تو دُنیا میں کوئی کمی واقع نہ ہوتی۔ میں نہیں سمجھتا کہ میں خدا کے کسی ماسٹر پلان کا حصہ ہوں۔''

''تمہاری کوئی فیملی نہیں ہے......؟''

''نہیں......!''

''بیوی بھی نہیں......؟''

''وہ پہلے ہی طلاق لے چکی تھی۔''

''تمہارا کام......؟ کوئی مصروفیت......؟ جس سے تمہیں خوشی ملے، جو تمہیں کارآمد ہونے کا احساس دلائے......؟''

رچرڈ نے نفی میں سر ہلایا۔

''میں اس سے آگے کچھ نہیں سوچ سکتا کہ میں زندہ ہوں، جبکہ میرے بچے مر گئے۔''

دونوں کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے۔ رچرڈ کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا کہ ٹیلر اس وقت صرف اس کے مسئلے پر توجہ مرکوز کئے ہوئے ہے۔

''تو کیا یہاں، اس مقام پر وہ صرف اور محض ایک پادری ہوتا ہے......؟ دُنیاداری، سیاست، تعصب اور نفرت سے دُور......؟''

''میں تمہارے دُکھ کو کم کرنے، بانٹنے کی کوشش کر کے تمہاری توہین ہرگز نہیں کروں گا۔''

بالآخر پادری نے کہا۔

''لیکن بدقسمتی سے دُکھ احساسِ زیاں کو بڑھاتا ہے۔ یہ چند لمحے ہیں جو ہمیں ملے، ان میں کاش میرے پاس کوئی ایسا طریقہ ہوتا کہ میں سرنج کے ذریعے ایمان تمہاری رگوں میں داخل کر پاتا۔ تاکہ تمہارا دُکھ تمہارے



لئے قابلِ برداشت ہو جائے۔ خدا پر ایمان، اور مشیت کو قبول کر لینا، ہماری اذیتوں کا یہی ایک حل ہے۔ ایمان کے بغیر تو ہمارے دُکھ ہمیں بس چاٹتے ہی رہیں گے...... زندگی بھر۔ کیونکہ موت بھی خدا کی مرضی سے ہی آئے گی، جو نجات ہے اور کوئی صورت نہیں۔ ورنہ تو تم جینے کے ہر سبب سے محروم ہو چکے ہو۔''

''میں جب چھوٹا تھا تو میرے دل میں ایمان تھا۔''

رچرڈ نے کہا۔

''لیکن جب بڑا ہوا تو وہ مجھے اپنا بچپنا لگنے لگا۔''

''یہ تو ہے۔ ایمان تو ہے ہی بچپنا۔ اسی لئے تو خدا کو ماننے والے اپنی عمر سے چھوٹے لگتے ہیں۔''

''آپ اپنی بتائیں......! کیا آپ میں بچپنا ہے......؟''

''خدا کے لئے تو ہم سب بچے ہی ہیں۔''

پادری مسکرایا۔

''لیکن نہیں......! تمہیں سیدھا سچا جواب ملنا چاہئے۔ ہاں......! مجھ میں بچپنا ہے۔ میرا ایمان ہے کہ مجھے وہی سب کچھ دیتا ہے، جو بھی میں مانگتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ اگر میں اس پر سے یقین کھو بیٹھوں، اگر وہ کبھی مجھ سے چھن جائے، اگر کبھی مجھے صرف میری اپنی طاقت اور استطاعت کی بنیاد پر جینے کے لئے چھوڑ دیا جائے تو میں خود کو بہت اکیلا اور بے یار و مددگار محسوس کروں گا۔ میں خوف سے نڈھال ہو جاؤں گا۔''

اسی وقت ایک بزر کی آواز سنائی دی۔

''آہ......!''

ٹیلر نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے، اظہارِ بے بسی کے طور پر دونوں

ہاتھ پھیلائے۔

”ہمارا وقت ختم ہو رہا ہے۔ اُدھوری گفتگو آدمی کو اور دُکھی کر دیتی ہے۔ مگر کیا کریں......؟ چند لمحوں میں کچھ بھی تو نہیں ہوتا...... بے سود۔ کبھی میرا جی چاہتا ہے کہ یہ سلسلہ ختم ہی کر دوں۔ لیکن دل نہیں مانتا۔ شاید میں بھی روشنی کے جھماکے پر...... معجزوں پر یقین رکھتا ہوں۔ تمہارا کیا خیال ہے مسٹر کمبال......؟ تمہیں مجھ سے کچھ فائدہ پہنچا یا نہیں......؟“

”کیوں نہیں فادر......؟ میرے لئے تو یہی بہت ہے کہ آپ نے میری بات سنجیدگی سے سنی۔ اور آپ نے سچائی اور دیانت سے کام لیا۔ میں دل کی گہرائی سے اس پر آپ کو سراہتا ہوں۔“

یہ کہتے ہوئے اس کی دھڑکن پھر تیز ہوگئی۔ لگتا تھا، جیسے وہ کوئی پریشان کن اشارہ ہو۔

”اور ایک اہم بات یہ کہ آپ نے مجھ میں تجسس جگا دیا ہے۔“

”کس بارے میں......؟“

”آپ کے بارے میں...... آپ نے اس وقت کیسے میری دل جوئی کی ہے......؟ لیکن ٹی وی پر وعظ دیتے ہوئے آپ کی باتیں زہریلی ہوتی ہیں۔“

ٹیلر سناٹے کی سی کیفیت میں اسے گھور رہا تھا۔ پھر اچانک وہ ایک دم سے مسکرا دیا۔

”اگرچہ بدقسمتی سے آپ نے مناسب الفاظ نہیں چنے، پھر بھی میں سمجھ گیا ہوں کہ آپ کیا کہنا چاہتے تھے......؟ اس کے جواب میں میں اتنا ہی کہوں گا کہ دونوں مقام الگ الگ ہیں۔ یہ زندگی کے دو مختلف علاقے ہیں...... خدا اور سیاست۔“



”کیا ان دونوں کو الگ کیا جا سکتا ہے......؟“

”ایسا کرنا ضروری ہے۔ اس وقت اس ملک میں سوا کروڑ سے زیادہ افراد بے روزگار ہیں۔ بھوکے آدمی کا خدا سے کام نہیں چلتا۔ اسے روٹی چاہئے۔ بھوکے کے سامنے خدا آجائے تو وہ اسے بھی کھا جائے گا۔ غربت کی تنگی اور سختی میں کسی کو مذہب کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کیفیت میں آدمی کرائسٹ سے محبت کر سکتا ہے۔ جب میں ان سوا کروڑ انسانوں کو روزگار فراہم کر دوں گا تو میرا زہریلا پن خود ہی ختم ہو جائے گا۔“

بزر پھر بجا...... اور اس بار زیادہ دیر تک بجا۔ ٹیلر اُٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ ہی رچرڈ بھی۔

”مجھے ایک خیال آیا ہے مسٹر کمبال......!“

ٹیلر نے کہا۔

”خدا ہم سب کے لئے بہت کچھ کرتا ہے لیکن اگر وہ کبھی ہمیں قابلِ قبول جواب نہ دے پائے تو ہمیں شکایت کرنے کی بجائے خود کوشش کرنی چاہئے۔“

”میں یہی کوشش کر رہا ہوں فادر......!“

”میں تمہارے لئے دُعا کروں گا۔“

ٹیلر نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

☆☆☆

دو گھنٹے بعد رچرڈ کیمبر اٹلانٹا کے مضافاتی علاقے فوریسٹ پارک میں تھا۔ سورج درختوں کے پیچھے چھپ رہا تھا اور شام کا جھٹ پٹا تیزی سے اترا چلا آ رہا تھا۔ جہاں وہ بیٹھا تھا، وہاں اسے وہ چھوٹا، ایک منزلہ کاٹیج

دکھائی دے رہا تھا، جس کے پورچ کو بیلوں نے ڈھانپ رکھا تھا۔ جہاں کبھی
لان ہوتا ہوگا، وہاں اب گھنی جھاڑیاں تھیں۔ داخلی دروازے کے پاس لوہے
کی ایک زنگ آلود میز اور چند کرسیاں پڑی تھیں۔ مجموعی طور پر وہ جگہ اپنے
نظر انداز کئے جانے پر نوحہ خواں نظر آتی تھی۔

وہاں دُور دُور تک کوئی دوسرا مکان نہیں تھا۔ اسے دیکھ کر لگتا تھا کہ
وہ آباد رہا ہے لیکن اس وقت خالی ہے۔ یہاں آنے سے چند منٹ پہلے رچرڈ
نے فون کر کے دیکھا تھا۔ یہ فون نمبر اور پتا ان میں سے تھا، جو اس نے
ڈائریکٹری سے نوٹ کئے تھے۔

اندھیرا ابھی زیادہ گہرا نہیں ہوا تھا کہ ایک قدیم پلائی موتھ
کھڑکھڑاتی ہوئی ڈرائیو وے میں داخل ہوئی اور گھر کے سامنے رُک گئی۔
چھوٹے قد کی ایک بوڑھی عورت کار سے اُتری۔ ہوا میں اگرچہ خنکی نہیں تھی،
اس کے باوجود وہ ہیٹ، کوٹ اور دستانے پہنے ہوئے تھی۔ ہاتھ میں موٹی
چھڑی کا سہارا لے کر، دوسرے ہاتھ میں کاغذ کا شاپنگ بیگ لئے وہ
دروازے کی طرف بڑھی۔ اس کی ٹانگیں صحت مند نہیں تھیں، اس لئے
دروازے تک پہنچنے میں اسے خاصی دیر لگی۔

وہ دروازے پر پہنچی تو رچرڈ گیئرز اس کے پیچھے جا پہنچا۔

"مسز فورسائتھ......!"

اس نے اسے پکارا۔

عورت نے پلٹ کر دیکھا، اور اس کے حواری والے ماسک کو گھورتی
رہی۔

"پلیز......! آپ ڈریئے گا نہیں...... میں آپ سے بات کرنا چاہتا
ہوں۔ اس ماسک کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ لیکن میں نہیں چاہتا کہ آپ



میرا چہرہ دیکھیں۔"

"کیوں......؟ کیا تم کوئی بہت مشہور آدمی ہو......؟"

رچرڈ نے اسے غور سے دیکھا۔ وہ خوفزدہ ہرگز نہیں تھی۔

"کیا آپ مجھے نہیں جانتیں......؟"

"کیا مجھے جاننا چاہئے......؟"

عورت نے اب اسے بہت غور سے دیکھا۔

"ارے ہاں......! ربڑ کا یہ نقلی چہرہ میں نے اخبارات میں دیکھا
ہے۔ کیا تم سچ مچ وہی آدمی ہو......؟ کیا کہتے ہو بھلا تم خود کو......؟"

"حواری......!"

"ہاں......! مسیح کا چیلا...... حواری......! لیکن مجھ سے تمہیں کیا کام
آپڑا......؟ کیا میرا وقت آ گیا......؟ کیا تم مجھے میرے خالق کے پاس
پہنچانے کے لئے آئے ہو......؟"

"پلیز......! کیا میں اندر آ سکتا ہوں......؟"

"کیوں نہیں......؟ کرائسٹ کے چیلے کو کون منع کر سکتا ہے......؟ اور
وہ بھی جبکہ وہ اتنی خوش خلقی سے اجازت مانگ رہا ہو۔"

مسز فورسائتھ نے سوئچ دبا کر روشنی کر دی۔ پھر وہ اسے ایک
کمرے میں لے گئی، جہاں بوسیدہ فرنیچر تھا اور کتابیں ہی کتابیں تھیں۔ دو
بلیاں ایک کاؤچ پر بیٹھی تھیں۔ آتش دان کے پاس سے ایک بڈھا، موٹا، لمبے
جسم اور چھوٹی ٹانگوں والا کتا اس کی طرف بڑھا۔ مسز فورسائتھ لڑکھڑاتی ہوئی
کچن کی طرف گئی اور شاپنگ بیگ وہاں رکھ دیا۔ پھر وہ وائن کی ایک بوتل
لئے باہر چلی آئی۔

"پہلی بار کوئی حواری میرے گھر آیا ہے۔"

اس نے خوش دلی سے کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ تم شہری سے لطف اندوز ہو گے۔"

اس نے وائن دو جاموں میں اُنڈیلی اور ایک جام رچرڈ کی طرف بڑھا دیا۔ پھر وہ سامنے بیٹھ کر اسے غور سے دیکھنے لگی، جیسے نقاب کے پیچھے جھانکنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"میں نے تمہارے بارے میں جو کچھ اخباروں میں پڑھا ہے، یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ اگر مجھے غلط یاد نہیں ہے تو تم خود کو اس دور کا مصلح سمجھتے ہو۔ یہ اگرچہ عزت اور فخر کی بات ہے، لیکن اس سے تمہاری خودنمائی اور خود پسندی بھی سامنے آتی ہے۔ اچھا تم ہی بتاؤ......! خدا کا کردار ادا کرنا تمہیں زیب دیتا ہے......؟"

رچرڈ کینز کو ماسک کی وجہ سے وائن پینے میں دُشواری ہو رہی تھی۔ یہی نہیں، ماسک کی وجہ سے وائن میں ربڑ کا ذائقہ شامل ہو گیا تھا۔

"جی نہیں مادام......!"

اس نے بے حد عاجزی سے کہا۔

"میں خدا کیسے بن سکتا ہوں......؟ میں تو بس تھوڑا بہت اس کا ہاتھ بٹا دیتا ہوں۔ اٹلانٹا بھی میں اسی سلسلے میں آیا ہوں، اس اُمید پر کہ آپ میری مدد کر سکیں گی۔"

"مجھے اس میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے......؟ 75 سال کی غلطیوں کی اصلاح کا موقع مل رہا ہے۔ ویسے تم میرے لئے بھی ماسک لائے ہو یا نہیں......؟"

"جی نہیں مادام......! میں تو بس کچھ سوالات لے کر آیا ہوں۔ آپ کے شوہر اور پادری کلنٹن ٹیلر کے بارے میں۔"



بوڑھی عورت کی خوش مزاجی رُخصت ہو گئی۔

"میرا شوہر مر چکا ہے...... اور میرے نزدیک کلنٹن ٹیلر بھی زندہ نہیں ہے۔"

"دراصل میں پرانے اخبارات کا جائزہ لے رہا تھا تو آپ کے شوہر کے بارے میں کچھ مضامین نظر آئے، جن کے مطابق امریکن فنڈامینٹل چرچ کے سلسلے میں آپ کے شوہر نے کلنٹن ٹیلر کے ساتھ......"

"امریکن فنڈامینٹل چرچ تنہا میرے شوہر پادری بین سن فورسائتھ نے قائم کیا تھا۔"

مسز فورسائتھ نے اس کی بات کاٹ دی۔

"جی ہاں......! میں نے پڑھا تھا۔ پھر میں نے آپ کے شوہر کی بے وقت اور الم ناک موت کی خبر پڑھی۔ آپ کے لئے تو وہ نقصانِ عظیم تھا۔"

"مجھ سے بڑھ کر اور لوگوں کے لئے یہ زیادہ بڑا نقصان تھا۔ یہ چرچ کے لئے بہت بڑا نقصان تھا۔ میرا شوہر خدا ترس اور خدا سے محبت کرنے والا دیندار شخص تھا۔ وہ کلنٹن ٹیلر کی طرح فاشسٹ نہیں تھا۔ لیکن اب جبکہ میرے شوہر کی موت کو 12 برس ہو چکے ہیں تو تم یہاں محض مجھ سے تعزیت کے لئے تو نہیں آئے ہو گے......؟ یہ بتاؤ......! تم مجھ سے کیا چاہتے ہو......؟"

"آپ کے شوہر اور کلنٹن ٹیلر کے بارے میں سچائی جاننا چاہتا ہوں مادام۔"

مسز فورسائتھ کے چہرے کے عضلات پھڑکنے لگے۔

"سچائی تو میں برسوں سے بتا رہی ہوں، مگر مجھے خبطی سمجھا جاتا

ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ میں اوہام میں گرفتار ہوں۔ کوئی میری بات نہ
ہی نہیں۔"

"میں سنوں گا......!"

"فائدہ کیا ہے......؟ اب کچھ بدلنے سے تو رہا۔"

"پلیز......! آپ مجھے بتائیں......!"

بوڑھی عورت نے پہلو بدلا۔ آتش دان کے پاس بیٹھا ہوا کتا ہو
میں کراہا۔

"جمی......! سنا تم نے......؟"

بوڑھی عورت نے کتے کو پکارا۔

"خدا کا معاون خود چل کر اٹلانٹا آیا ہے...... سچائی کی تلاش
میں......کیا کہتے ہو......؟ سنا دوں اسے سچ......؟"

کتے نے اپنا نام سنا تو دوبارہ اپنی دُم ہلائی، اور پھر دوبارہ سو گیا۔

بوڑھی عورت چند لمحے سوچتی رہی، جیسے کچھ یاد کر رہی ہو، ذہن میں
ترتیب دے رہی ہو۔

"نہ تو یہ کوئی طویل کہانی ہے، نہ ہی پیچیدہ۔"

بالآخر اس نے کہا۔

"میرا شوہر کیونکہ دوسرے پادریوں کے برعکس کتابِ مقدس کی لفظی
تشریح نہیں کرتا تھا، بلکہ اللہ کے احکام کی روح کو کھوجتا تھا، اس لئے اس
نے 30 سال پہلے امریکن فنڈامینٹل چرچ قائم کیا۔ وہ بہت محبت کرنے والا
اور گہری روحانیت کا حامل شخص تھا۔ جو کہتا تھا کہ خدا کی نظر میں تمام انسان
برابر ہیں۔ یہی اس کی تبلیغ کا بنیادی نکتہ تھا۔ چند سال بعد کلنٹن ٹیلر نے جب
اس کی معاونت شروع کی تو بظاہر اس کا بھی یہی نظریہ تھا۔ ان دنوں کلنٹن



بت پر کشش اور گرم جوش ہوا کرتا تھا۔ اپنے گھرانے کی بے پناہ دولت کے
باوجود اسے دیکھ کر لگتا تھا کہ وہ اس دُنیا میں زیادہ خوش ہے۔ میں اور میرا
شوہر سمجھ ہی نہیں سکے کہ آگے کیا ہونے والا ہے......؟"

اچانک سامنے والی سڑک پر سے کوئی گاڑی گزری۔ بوڑھی عورت
نے اس طرف کان لگا دیئے۔ گرد آلود کھڑکی کے پاس کوئی مکھی بھنبھنا رہی
تھی۔ ایک بلی نے کاؤچ پر اپنی پوزیشن بدلی۔ چند لمحوں میں ماحول پھر بحال
ہو گیا۔

"تبدیلی کا وہ عمل بتدریج اور بے حد عیاری کے ساتھ ترتیب دیا گیا
تھا۔"

بوڑھی عورت نے سلسلہ کلام پھر جوڑا۔ ہین سن اسے سمجھ ہی نہیں سکتا
تھا۔ وہ سیدھا سادا، راست گو انسان تھا۔ اور جب اسے پتا چلا تو بہت دیر ہو
چکی تھی۔"

وہ عجیب سے انداز میں ہونٹ سکیڑ کر مسکرائی۔

"یا ممکن ہے، ہین سن کو اندازہ ہو گیا ہو، لیکن دیگر وجوہ کی بنا پر وہ
صرفِ نظر کرتا رہا ہو۔"

"دوسری وجوہ......؟"

رچرڈ نے اسے کریدا۔

"چرچ کے مذہبی اور سوشل پروگرام پھیل گئے تھے۔ چرچ کو لوگوں
کی پذیرائی مل رہی تھی۔ ٹیلر فاؤنڈیشن کی طرف سے بھاری مالی معاونت کی
جو رہی تھی۔ ایک غریب پادری کے لئے، جسے زندگی بھر اپنی ٹپکتی ہوئی چھت
کی مرمت جی، اور دور ہوتے ہوئے عقیدت مندوں کو روکے رکھنے کی فکر
کھائے جا رہی تھی، یہ بہت بڑی نعمت تھی۔ لیکن جب کلنٹن کی منافقت، اس کے

سیاسی عزائم اور اس کی جارحانہ پیش قدمی بہت بڑھ گئی تو میرے شوہر نے اس سے کہا کہ یا تو وہ خود کو درست کر لے یا پھر چرچ چھوڑ دے۔ اور یہ کوئی خالی خولی دھمکی نہیں تھی۔ چرچ کے ٹرسٹیوں میں اس کے حامیوں کی اکثریت تھی اور عقیدت مندوں میں بھی اس کا اثر و نفوذ بہت زیادہ تھا۔ وہ اسے بآسانی باہر کر سکتا تھا۔ اور وہ ایسا کر دیتا، اگر کلنٹن ٹیلر نے اسے قتل نہ کر دیا ہوتا۔“

وہ کرسی میں جیسے ڈھے سی گئی، سمٹ سی گئی۔ اب اس کے چہرے پر گہرا دُکھ تھا۔ پھر آنسو اس کے رُخساروں پر ڈھلکنے لگے۔ اس نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

پھر اچانک اس نے سر اُٹھایا اور تند لہجے میں بولی۔

”بارہ سال ہوگئے...... بارہ سال......! مگر میں اب بھی اس کے متعلق بات کروں تو بچوں کی طرح رونے لگتی ہوں۔“

ماسک کے نیچے رچرڈ کا چہرہ پسینے میں تر ہوگیا تھا۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

”لوگ سوچتے ہیں کہ اتنے عرصہ میں تو آدمی کو سنبھل جانا چاہئے۔“

اس نے کہا اور اپنی آنکھیں پونچھیں۔

”لیکن تم یہاں ایک بوڑھی عورت کی احمقانہ جذباتیت کے مظاہرے دیکھنے تو نہیں آئے ہو...... ہے نا......؟ میں تم سے معذرت چاہتی ہوں۔“

اس نے ایک گہری سانس لے کر خود کو سنبھالا۔

”جہاں یہ سب کچھ ہوا، وہ جگہ یہاں سے ایک میل دُور بھی نہیں ہے۔ ایک رات ہم گھر آ رہے تھے کہ ایک دوسری کار ہمارے قریب آئی۔



...ٹ گن سے فائر ہوا۔ ہین بن کا تقریباً پورا سینہ اُڑ گیا۔ گاڑی کھائی میں جا گری۔ میرا شوہر تو اسی وقت ختم ہوگیا۔ میں بری طرح زخمی ہوئی۔ تم دیکھ ہی رہے ہو کہ میں تقریباً معذور ہوں۔ لیکن میں نے گولی چلانے والے کا چہرہ دیکھ لیا تھا۔ اسے خود پر اتنا یقین تھا، وہ اتنا مغرور تھا کہ اس نے خود کو چھپانے کی برائے نام کوشش بھی نہیں کی تھی۔ وہ کلنٹن کا بہت قریبی دوست تھا، جو اسے تقریریں لکھ کر دیتا تھا۔ وہ اس کا پی آر ایڈوائزر بھی تھا اور باڈی گارڈ بھی۔ میرے شناخت کرنے پر پولیس نے اسے گرفتار بھی کیا۔ لیکن اس کے پاس جائے واردات پر اپنے موجود نہ ہونے کی بہت پکی گواہی تھی۔ کلنٹن نے خود یہ حلفیہ بیان دیا کہ جس وقت وقوعہ رونما ہوا، ملزم اس کے ساتھ چرچ میں موجود تھا۔ اس کے نتیجے میں پولیس کو اسے رہا کرنا پڑا۔“

اس نے غور سے رچرڈ کے باریش اور بے تاثر ماسک کو دیکھا اور بولی۔

”تو یہ ہے...... حقیقت مسیح کے مددگار...... کیا یہ سب جان کر تمہیں شاک لگا......؟“

”نہیں مادام......! یہ سب کچھ تو ان اخباری تراشوں میں پڑھ چکا تھا میں۔ بس یہ سب کچھ آپ کی زبانی سننا چاہتا تھا۔“

”اور سن لیا......؟“

”جی ہاں......! اور مجھے اس پر یقین بھی ہے۔“

”بڑی بات ہے......! کیونکہ کوئی میری بات پر یقین نہیں کرتا۔ اس ...ے میرے بہت سے قریبی دوست مجھ سے دُور ہوگئے۔ ہمدردی تو ...ے بھی کو ہے، کیونکہ میں نے اپنا شوہر کھو دیا، معذور ہوئی، زخمی حالت ...ر گھنٹوں وہاں بے یار و مددگار پڑی رہی۔ یہ دُکھ بھری کہانی ہے۔

دوسرے، ہین سن سے سبھی لوگ محبت کرتے تھے۔ لیکن یہ کون مانے گا کہ
کلنٹن ٹیلر حلف اُٹھا کر جھوٹ بول سکتا ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے پوپ پر
جھوٹ بولنے کا الزام لگایا جائے اور اگر وہ یہ مان بھی لیں تو پھر انہیں یہ بھی
ماننا پڑے گا کہ کلنٹن اس قتل میں شریک تھا۔ یہ کیسے ممکن ہے......؟ پادری اور
قتل......!''

''اچھا...... جس شخص کو آپ نے گولی چلاتے دیکھا، میرا خیال ہے
اس کا نام ولیم ریس ہے، کیا وہ اَب بھی اٹلانٹا میں رہتا ہے......؟''

''ہاں......! وہ کلنٹن کے بہت قریبی اور اہم حلقے میں شامل ہے۔''

اس کی آنکھیں دُھندلا گئیں۔ اب ان سے تھکن جھانک رہی تھی۔

''اور کیوں نہ ہوتا......؟''

''وہ شادی شدہ ہے......؟''

''فی الوقت تو نہیں...... دو بیویاں اس سے طلاق لے چکی ہیں۔
اب وہ اکیلا رہتا ہے۔ اپنی عظیم الشان یادوں کے ساتھ۔''

رچرڈ نے شہری کا جام خالی کر کے رکھا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ اب وہ خود
بھی تھکن محسوس کر رہا تھا۔ بوڑھی عورت کی چھڑی فرش پر پھسل گئی تھی۔ اس
نے جھک کر بڑے خلوص اور احترام سے اسے اُٹھا کر اس کی طرف بڑھایا۔

''یہاں سے میں اس کے گھر کس طرح پہنچ سکتا ہوں......؟''
اس نے پوچھا۔

''کیوں زحمت کرتے ہو حواری......؟ کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔''

''فائدہ ہوتے دیر نہیں لگتی مادام......! کون جانے......؟''

مسز فور سائتھ نے مسکرانے کی کوشش کی۔ اس کے ہونٹ تھرتھرا کر
رہ گئے۔



''تم یقیناً کوئی جوان آدمی ہو۔''
اس نے سرگوشی میں کہا۔

''کیا عمر ہے تمہاری......؟''

''35 سال مادام......!''

''35 سال......!''

بوڑھی عورت نے دہرایا اور اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

''کبھی میں خود کو اتنا بوڑھا محسوس کرتی ہوں کہ یہ بھی بھول جاتی
ہوں کہ میں کس دُنیا میں رہ رہی ہوں......؟ میں اپنے پالتو جانوروں سے،
اور دیواروں سے باتیں کرتی ہوں۔ مجھے ان لوگوں کے چہرے نظر آتے ہیں
جو برسوں پہلے مر چکے ہیں، اور مجھے لگتا ہے کہ وہ مجھ سے بات کر رہے
تھے۔''

وہ چھڑی کا سہارا لے کر کرسی سے اُٹھی۔

''او گاڈ......! مجھے روتی، شکایت کرتی عورتیں ہمیشہ بری لگتی تھیں۔
خیر......! تم مجھے کاغذ پنسل دو۔ میں ولیم ریس کے گھر تک پہنچنے کا نقشہ
بنادوں تمہارے لئے۔ تم تو یہاں اجنبی ہو گے۔''

☆☆☆

وہ مکان کالج پارک سے ایک میل دُور، گھنے درختوں سے گھری
ہوئی گھاٹی میں تھا۔ رچرڈ کینز نے اس بار بھی پبلک فون سے نمبر ملایا۔ مسز
فور سائتھ کی طرح یہاں بھی فون ریسیو نہیں کیا گیا۔ بہر حال اس بار اس نے
گاڑی میں بیٹھ کر انتظار کرنے پر اکتفا نہیں کیا۔ اس نے چہرے پر ماسک
چڑھایا، ہاتھوں میں دستانے پہنے اور گاڑی کو درختوں کے عقب میں پارک کر

کے مکان کی طرف چل دیا۔

اس نے پہلے تو مکان کے گرد پورا چکر لگا کر جائزہ لیا۔ داخلی دروازے کے باہر بھی روشنی ہو رہی تھی اور اندر مکان میں بھی کئی کمرے روشن تھے۔ اس نے کچن کی ایک کھڑکی کو غیر مقفل کیا۔ اس کے لئے اسے ایک شیشے کو کاٹنا پڑا۔ پھر اس کھڑکی کے ذریعے وہ اندر چلا گیا۔ اندر داخلی ہال سے ملحق اسٹڈی میں وہ اندھیرے میں ایک آرام کرسی پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔

لیکن بیٹھتے ہی اس پر اونگھ طاری ہونے لگی۔ وہ کچھ دیر اس سے لڑنے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن بالآخر اس نے ہار مان لی۔ وہ کوئی اچھی نیند نہیں تھی۔ وہ بے چین تھا اور خواب میں خود کو ساحل پر اپنے جڑواں بیٹوں کے پیچھے بھاگتا دیکھ رہا تھا۔

پھر ایک کار کا دروازہ بند ہونے کی آواز نے اسے چونکا دیا اور وہ جاگ گیا۔ وہ کھڑکی کی طرف گیا۔ ایک دراز قد اور تنومند شخص اسے مکان کے داخلی دروازے کی طرف بڑھتا نظر آیا۔

چند لمحے بعد ولیم ریس اسٹڈی میں داخل ہوا اور اس نے لائٹ آن کر دی۔ رچرڈ نے ریوالور کا رُخ اس کی طرف کر دیا۔

ولیم ریس ذرا سا پیچھے ہو کر جھکا اور دیوار سے ٹک گیا۔ اس نے محتاط نظروں سے حواری کے ماسک اور سائیلنسر چڑھے ریوالور کا جائزہ لیا۔ ماسک سے جھانکتی ہوئی آنکھیں اس کی توجہ کا مرکز تھیں۔

رچرڈ بھی اسے تولنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ولیم ریس ایک ایسے کسرتی جسم کا مالک تھا، جو مٹاپے کی طرف مائل ہو چکا تھا۔ اس کے چہرے کی سرخی غماز تھی کہ وہ کثرت سے شراب پیتا ہے۔ لیکن مٹاپے کی تہوں



کے نیچے بھی اس کا جسم مضبوط تھا۔ لیکن اس کی شخصیت کا آئینہ اس کی آنکھیں تھیں۔ وہ گواہی دے رہی تھیں کہ وہ اب بھی کم خطرناک نہیں ہے۔ ان آنکھوں سے اس کی بے رحم فطرت کا اندازہ ہو رہا تھا۔

"اپنی جیکٹ اُتار دو......!"

رچرڈ نے بھنچی ہوئی آواز میں اسے حکم دیا۔

"لیکن آہستگی کے ساتھ......!"

ولیم ریس نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ جیکٹ اُترنے پر اس کے کندھے کا ہولسٹر نظر آیا۔

"گن بھی نکال کر نیچے گرا دو۔ مگر صرف دو اُنگلیوں سے تھام کر...... اور اسے کرسی پر رکھ دو۔"

رچرڈ نے کہا۔

ولیم ریس نے خاموشی سے اس حکم کی بھی تعمیل کی۔ رچرڈ نے بڑھ کر اس کا ریوالور اُٹھا لیا۔ پھر اس نے ولیم ریس کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ خاموشی سے بیٹھ گیا۔ رچرڈ اس سے 8 فٹ کے فاصلے پر بیٹھ گیا۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ ولیم ریس اب بتدریج مشتعل ہو رہا ہے۔

"اب مجھے کچھ بتاؤ بھی کہ معاملہ کیا ہے......؟"

ولیم ریس نے کہا۔

"یا مجھے خود ہی اندازہ لگانا ہوگا۔"

"یہ بارہ سال پرانے ایک قتل کا معاملہ ہے۔"

رچرڈ نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیا یہ کوئی پہیلی ہے......؟"

"میں تمہیں صاف صاف بتاتا ہوں۔ بارہ سال پہلے تم نے پادری

ہین سن فور سائتھ کو قتل کیا تھا۔ میرا خیال ہے، جتنا عرصہ تم اس سے
رہے، وہ تمہارے لئے کافی ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ تم اس سلسلے میں
اعتراف نامہ تحریر کر دو۔“

ولیم ریس نے کندھے جھٹکے۔ اس لمحے وہ ایک انسانی قلعہ لگ
ناقابل تسخیر......!

”میں تو سمجھا تھا کہ تمہارا یہ کھیل نیویارک تک محدود ہے۔“

اس نے کہا۔

”تم یہاں اٹلانٹا میں کیا کر رہے ہو......؟“

”یہ میں نئی شاخ کا افتتاح کر رہا ہوں۔“

رچرڈ نے جیب سے کاغذ اور قلم نکالا اور اس کے سامنے میز پر ر
دیا۔

”اب لکھنا شروع کر دو......!“

”یہ بھی بتا دو کہ کیا لکھوں......؟“

”صرف بنیادی باتیں......لکھ دو کہ تم ہی نے ہین سن فور سائتھ کو قتل
کیا تھا......کلنٹن ٹیلر کے حکم پر...... پھر اپنا نام لکھو، دستخط کرو اور آج کی تاریخ
ڈال دو۔“

”بس......! اتنا ہی......؟“

”ہاں......!“

ولیم ریس کرسی پر سکون سے پھیل کر بیٹھ گیا۔ اس کے انداز سے
طاقت پر اس کے زعم کا اظہار ہو رہا تھا۔

”تمہارا انداز اتنا غیر دوستانہ کیوں ہے......؟ جبکہ تم جانتے ہو
پادری ٹیلر تم سے محبت کرتا ہے۔“



”مسئلہ یہ ہے کہ میں اس سے محبت نہیں کرتا۔“

”یہ تو کوئی اچھی بات نہیں......! خیر......! اب میں تمہیں یہ بتا دوں
کہ ہین سن فور سائتھ کے قتل سے میرا اور ٹیلر کا کوئی تعلق نہیں۔ تم اس کی
پاگل بیوی کی باتوں میں آ گئے۔ یہ کہانیاں تو وہ برسوں سے سنا رہی ہے اور
کوئی بھی ان پر یقین نہیں کرتا۔“

”میرا تعلق یہاں سے نہیں...... اور مجھے اس کی باتوں پر یقین ہے۔
بس تم یہ تحریری اعتراف میرے حوالے کر دو......!“

ولیم ریس نے گہری سانس لی۔

”میں وہ بات کیسے لکھ دوں جو سچ نہیں ہے......؟ یہ تو حماقت ہوگی۔
اب اگر تم مجھے شوٹ کرنا چاہو تو شوق سے کر دو......!“

”کیا یہ تمہارا حتمی جواب ہے......؟“

”ہاں......!“

رچرڈ نے ریوالور سے اس کی آنکھوں کے درمیان، پیشانی کا نشانہ
لیا۔ چند لمحے ہاتھ ساکت رکھنے کے بعد اس نے ٹریگر پر اُنگلی کا دباؤ بڑھانا
شروع کیا۔

ولیم ریس کی نظر اس کی اُنگلی پر تھی، اور وہ پلکیں بھی نہیں جھپکا رہا
تھا۔

رچرڈ نے ریوالور نیچے کیا، اور اس کے سینے کی طرف لے آیا۔

”کیا تمہیں زندگی کی کوئی پرواہ نہیں......؟“

”کیوں نہیں......؟ بالکل ہے......! لیکن جو کچھ تم مجھ سے لکھوانا
چاہتے ہو، وہ لکھنے کے بعد تو میں زندہ رہ ہی نہیں سکتا۔“

”تمہارا مطلب ہے کہ پادری ٹیلر تمہیں زندہ نہیں چھوڑے

گا......؟"

"نہیں......! اس اعتراف کے بعد مجھے سزائے موت ہو جائے گی۔"

رچرڈ نے سگریٹ سلگائی۔ اس کے ذہن میں ایک سنسنی خیز خیال سر اُٹھا رہا تھا۔

"چلو...... میں تمہیں ایک اور آفر کرتا ہوں۔ کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ وہ تمہارے خلاف ثبوت بن جائے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم زبانی طور پر سچ اُگل دو۔ مجھے بتا دو کہ تم نے فورسائتھ کو قتل کیا تھا۔ پھر میرے چند سوالوں کے جواب دے دو۔ یوں تمہیں صاف بچ نکلنے اور زندہ رہنے کا موقع مل جائے گا۔"

"کیسا موقع......؟"

"ایسا موقع جس کے تم بالکل حقدار نہیں ہو۔ میں دونوں ریوالور فرش پر ڈال دوں گا۔ ہم دونوں کے لئے برابر کا موقع ہوگا۔"

"تم ایسا کیوں کر رہے ہو......؟"

وہ اسے مشتبہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"اس لئے کہ شاید میں تھوڑا سا پاگل ہوں۔ لیکن اتنا بھی نہیں کہ کسی کو قتل کر کے مجھے خوشی ہو، خواہ وہ تم جیسا کوئی سفاک درندہ ہو۔"

"اور تم نے کہیں نہ کہیں کوئی ٹیپ ریکارڈر بھی تیار رکھا ہوگا......؟"

"نہیں......! لیکن اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو تم آواز بدل کر بول لو۔ یوں تمہارے خلاف یہ ثبوت نہیں ہوگا۔ کہو......! ہے نا انصاف کی بات......!"

ولیم ریس سوچ میں پڑ گیا۔



رچرڈ اسے دیکھتا رہا۔ اسے عجیب سی خوشی کا احساس ہو رہا تھا۔ اس کے سامنے مرنے کا ایک امکان موجود تھا۔ یہ اس کے لئے ایک ہیجان انگیز تجربہ تھا۔ اس کی نظر ایک بڑی گن کیبنٹ پر پڑی۔ اس میں ہر طرح کی گنیں موجود تھیں۔

"ان جنوبی لوگوں کو ہتھیاروں کا بڑی شوق ہوتا ہے۔"

اس نے سوچا۔

"ٹھیک ہے......! مجھے منظور ہے۔ میں اپنی آواز میں نہیں بولوں گا۔"

بالآخر ولیم ریس نے فیصلہ کر لیا۔

رچرڈ نے اس کی طرف ایک رومال اُچھال دیا۔

"لو...... یہ منہ پر رکھ کر بات کرو۔"

ولیم ریس نے رومال منہ پر رکھا اور شروع ہو گیا۔

"بے شک......! گولیاں میں نے یہ چلائی تھیں۔"

اس نے کہا۔ رومال کے باوجود اس کی آواز صاف اور واضح تھی۔

"میں نے ہی ہین سن فورسائتھ کو شوٹ کیا تھا۔"

"اس کا حکم تمہیں کلنٹن ٹیلر نے دیا تھا......؟"

"ہاں......!"

"کیوں......؟"

"وہ ٹیلر کی راہ کی رکاوٹ تھا۔ وہ ٹرسٹیوں کے ذریعے ٹیلر پر دباؤ ڈلوا رہا تھا۔"

"واردات کس انداز میں کی گئی......؟"

"چلتی ہوئی کار سے۔"

"ہتھیار کون سا تھا......؟"

"بارہ بور کی شاٹ گن......!"

"تم نے فورسائتھ کی بیوی کو بھی کیوں ختم نہیں کر دیا......؟"

"وہ میری بہت بڑی غلطی تھی۔ میں سمجھا کہ وہ مر چکی ہے۔"

رچرڈ گینر نے طمانیت سے سر ہلایا۔ ولیم ریس پر نظر رکھے ہوئے وہ گن کیبنٹ کی طرف بڑھا۔

"اب تم کھڑے ہو جاؤ اور دیوار کی طرف منہ کر لو اور دونوں ہاتھ دیوار پر لگا دو۔ تمہیں دونوں ٹانگوں کو پھیلا کر کھڑے ہونا ہے۔"

ولیم ریس نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔

رچرڈ نے 38 کیلیبر کے دو ایک جیسے ریوار منتخب کئے اور انہیں لوڈ کر لیا۔

"آؤ......! اب بیسمنٹ میں چلیں۔"

وہ دونوں نیچے پہنچ گئے۔

"میں یہ دونوں ریوالور فرش پر بیس فٹ کے فاصلے پر رکھوں گا۔"

رچرڈ نے کہا۔

"ایک کے پیچھے میں ہوں گا اور دوسرے کے پیچھے تم......! پانچ کی گنتی پوری ہوتے ہی ہم دونوں کو لپکنا ہوگا۔ کچھ پوچھنا چاہتے ہو......؟"

"ہاں......!"

ولیم ریس نے کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم یہ کیوں کر رہے ہو......؟ اگر مجھے قتل کرنا تمہارے ضمیر کے لئے قابل قبول نہیں تو سکون سے گھر جاؤ...... اور سب کچھ بھول جاؤ...... اپنے مرنے کا خطرہ کیوں مول لیتے ہو......؟"



"بات یہ ہے کہ اب جبکہ میں حقیقت جان چکا ہوں تو تمہیں چھوڑ دینا میرے لئے ممکن نہیں۔"

"لیکن تم مارے گئے، تو بھی تو میں قاتل ہونے کے باوجود سزا سے بچ رہوں گا۔"

"درست......! لیکن مرنے کے بعد آدمی ہر چیز سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ تب مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

ولیم ریس اب بھی مطمئن نہیں تھا۔ اس کی آنکھوں سے شبہ جھانک رہا تھا۔

"تو اب جبکہ ہم دونوں میں سے ایک کو مر جانا ہے تو تم مجھے اپنا چہرہ کیوں نہیں دکھا دیتے......؟ مجھے یہ تو معلوم ہونا چاہئے نا کہ مجھے کون قتل کرنے والا ہے......؟"

اس نے کہا۔

رچرڈ سوچ میں پڑ گیا۔

"اس سے تمہیں کوئی نقصان بھی نہیں پہنچ سکتا۔"

ولیم ریس نے دلیل دی۔

رچرڈ گینر نے ماسک اُتارا اور جیب میں رکھ لیا۔

ولیم ریس اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔

"کون ہو تم......؟"

"میرا نام رچرڈ گینر ہے۔"

"کیا میرے لئے اس نام کی کوئی اہمیت ہونی چاہئے......؟"

"چند ماہ پہلے دو جہاز ٹکرائے تھے۔ اس حادثے میں تقریباً 300 افراد ہلاک ہو گئے تھے۔ میں اس حادثے میں بچنے والا واحد آدمی تھا۔ شاید تم

نے اخبار میں پڑھا ہو۔"

"ہاں......! مجھے یاد آ گیا۔ لیکن تم یہ حواری کیوں بن بیٹھے......؟"

"اس رات نہ جانے کتنے اچھے انسان ختم ہو گئے۔ میں بچ گیا
نہ جانے کیوں......؟ تو میں اب اس زندگی کا قرض ادا کرنے کی کوشش کر رہا
ہوں۔"

"کیسے......؟ اب عمر بھر تم ایسے کرائسٹ بنے رہنا چاہتے ہو
جس کے ہاتھ میں گن ہو۔"

رچرڈ کو ماسک کے بغیر کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔

"یہ بتاؤ......! تم میری جگہ ہوتے تو کیا کرتے......؟"

"یہ میں کیسے بتا سکتا ہوں......؟ البتہ یہ تمہاری طرح کی بات
ہرگز نہ کرتا میں۔ شاید مہینوں تک پی کر عیاشی کر کے جشن مناتا۔"

"اور اس کے بعد......؟"

"اس کے بعد وہ واقعہ یاد ہی کیسے رہتا......؟"

"اگر تمہارے دو بیٹے بھی مرنے والوں میں شامل ہوتے تو میرے
خیال میں تم اس واقعے کو کبھی نہیں بھول سکتے تھے......؟"

"میرے تو بچے ہی نہیں ہیں۔"

"مگر میرے تھے۔ اور دونوں اسی حادثے میں ختم ہو گئے۔"

"آہ......!"

ولیم ریس نے کہا۔ پھر مسکرایا۔

"تو یہ بات ہے۔ تمہیں زندگی کی کوئی پرواہ نہیں۔ تم چاہتے ہو
میں تمہیں اُڑا دوں۔ یہی بات ہے نا......؟"

رچرڈ گینر کھڑا بے پرواہی سے اسے دیکھتا رہا۔ اس کے



رخ ولیم ریس کی طرف تھا۔

"تو چلو...... یوں ہی سہی......!"

ولیم ریس نے کہا۔

"لیکن اب میں یہ بتا دوں کہ میں نے پہلے جھوٹ بولا تھا۔ بڈھے
ہین سن کو قتل کرنے کا آئیڈیا میرا اپنا تھا۔ ٹیلر کو تو اس وقت پتا چلا جب میں
نے کام دکھا دیا۔ وہ تو پاگل ہو گیا غصے میں۔ بس چلتا تو وہ میرے چیتھڑے
اُڑا دیتا۔ اس نے میرے لئے جھوٹی گواہی دی تو صرف اس لئے کہ وہ جانتا
تھا کہ میں نے جو کچھ کیا، اس کے لئے ہی کیا ہے۔"

"میں نہیں مانتا۔"

"اب میں جھوٹ کیوں بولوں گا......؟"

رچرڈ کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔

"کیا بات ہے......؟ تمہیں یہ اچھا نہیں لگا کہ پادری ٹیلر اتنا برا
نہیں ہے، جتنا تم اسے سمجھتے رہے ہو۔"

رچرڈ نے دل میں سوچا۔

"میں جانتا ہوں کہ وہ اس سے بھی برا ہے۔"

"یہی تو تم جیسوں کا مسئلہ ہے۔"

ولیم ریس نے مضحکہ اُڑانے والے انداز میں کہا۔

"تمہیں تو ایک شیطان درکار ہے۔ نہ ملے تو خود تخلیق کر لیتے ہو۔"

"ہرگز نہیں......!"

"جبکہ وہ میرا ہیرو ہے۔ تم اسے سمجھ ہی نہیں سکتے۔ ذرا سوچو......
نااُمیدی کے اس دور میں ٹیلر کتنے لوگوں کو اُمید کی روشنی عطا کرتا ہے۔ اسی
لئے تو میں نے فورسائتھ سے جان چھڑائی۔ کیونکہ وہ ٹیلر کو گرانا چاہتا تھا۔ اور

یقین کرو، فورسائتھ دوبارہ زندہ ہو جائے تو میں دوبارہ اسے قتل کر دوں گا۔ لیکن چھوڑو...... وقت ضائع نہ کرو۔ تم تو میری بات سمجھ بھی نہیں سکتے۔"

"میں ایک بار پھر تم سے پوچھ رہا ہوں۔ تحریری اعتراف کر رہے ہو یا نہیں......؟"

رچرڈ نے کہا۔

"تم وعدے کے مطابق ریوالور فرش پر رکھو۔ تاکہ میں تمہارا مرنے کا ارمان پورا کر سکوں۔"

"اپنے دونوں ہاتھ جیکٹ کی جیبوں میں ڈالو۔"

ولیم نے اس کی بات پر عمل کیا۔ رچرڈ نے ریوالور اس سے چند فٹ کے فاصلے پر رکھا۔ پھر وہ ریوالور کا رُخ اس کی طرف کر کے اُلٹے قدموں پیچھے کی طرف چلا۔ بیس فٹ کے فاصلے پر اس نے دوسرا ریوالور رکھا اور پیچھے ہٹا۔ اپنا ریوالور اس نے شیلف پر رکھ دیا اور ولیم ریس کی طرح اپنے دونوں ہاتھ جیکٹ کی جیبوں میں ڈال لئے۔

اب وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے، اور دونوں کے سامنے ریوالور فرش پر پڑے تھے۔

رچرڈ گینر نے گنتی شروع کی۔

"ایک......! دو......!"

ولیم ریس کے ہونٹوں پر اس نے مسکراہٹ مچلتی دیکھی۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ چہرہ تمتما رہا تھا۔

"تین......!"

ولیم ریس تیزی سے ریوالور کی طرف جھپٹا۔ فرش پر گرتے ہوئے وہ تیزی سے پھسلا۔



رچرڈ ساکت کھڑا تھا۔ اسے حیرت بالکل نہیں ہوئی تھی۔ بے اُصول لوگوں سے اُصولوں کی پاسداری کی اُمید نہیں کی جا سکتی۔ اس کی آنکھیں برف کی ڈلیوں کی طرح تھیں...... ہر جذبے سے محروم۔

ولیم ریس نے ریوالور اُٹھا لیا اور اس کا ریوالور والا ہاتھ بلند ہونے لگا۔

عین اسی لمحے رچرڈ گینر نے اپنی جیکٹ کی جیب کے اندر سے فائر کیا۔

دو فائر......!

پے در پے......!

کنکریٹ کی دیواروں کے درمیان ان فائروں کی بازگشت یوں گونجتی رہی، جیسے وہ مشین گن کا برسٹ رہا ہو۔

ولیم ریس پہلے گھٹنوں کے بل...... اور پھر منہ کے بل گرا۔ اس کے ہاتھ میں اب بھی ریوالور تھا۔

رچرڈ گینر نے اسے پلٹا۔ دونوں گولیاں سینے کے بالائی حصے میں پیوست ہوئی تھیں۔ وہ مر چکا تھا۔ اس کی بے نور آنکھیں چھت پر جمی تھیں۔ ان میں اب بھی وہی سفاک سختی موجود تھی، جو زندگی میں ان کا خاصہ رہی تھی۔ رچرڈ گینر نے اس کی آنکھوں کو بند کر دیا۔

اب وہ اس پر غور کر رہا تھا کہ اسے کیا کچھ کرنا ہے......؟ کن باتوں کا خیال رکھنا ہے......؟ تمام وقت وہ دستانے پہنے رہا تھا۔ لہٰذا فنگر پرنٹس کی طرف سے تو بے فکری تھی۔ اس نے شیلف پر سے اپنا ریوالور اُٹھایا اور اس کی جگہ وہ ریوالور رکھ دیا، جس سے اس نے فائر کئے تھے۔ یہ وہ ریوالور تھا، جو ولیم ریس کے ہولسٹر سے برآمد ہوا تھا۔ پھر اسے اپنے رومال کا خیال آیا،

جو اس نے ریس کو دیا تھا۔ وہ اس کی قمیص کی جیب سے نکلا۔ پھر اس
اپنی جیب سے حواری کا کارڈ نکالا اور اس پر لکھا۔

"فادر ہین سن فور سائتھ کی یاد میں......!"

اور وہ کارڈ لاش کے قریب رکھ کر مکان سے نکل آیا۔

☆☆☆

ولیم ریس کے قتل کی خبر اور ٹیلر کے نام حواری کا تنبیہی خط صبح
ایڈیشن میں تو شائع نہیں ہو سکے، لیکن ریڈیو اور ٹی وی پر ضرور نشر ہوئے۔
طے تھا کہ اب حواری امریکہ قومی سطح پر سب سے زیادہ جانے پہچانے
لیڈر کی زندگی کے لئے خطرہ ہے۔ اس نے پادری ٹیلر کے قریب ترین سا
کو قتل کر کے اپنے عزائم واضح کر دیئے تھے۔

یہ تو ابتدائی تاثر تھا۔ لیکن بعد میں پولیس اور میڈیا، دونوں کو اس
کے پس منظر کی چھان بین کی مہلت ملی تو اس سوال کا جواب بھی سامنے
کہ ولیم ریس کون تھا......؟ اور حواری نے اسے کیوں قتل کیا......؟ حواری
اپنے کارڈ پر جو مبہم پیغام چھوڑا تھا، اس کا مفہوم بھی اُجاگر ہونے لگا۔

اس کے بعد تو اخبارات میں ہین سن فور سائتھ کی تصاویر اور اس
بیوہ کے اس کے قتل کے بعد کے بیانات سے اقتباسات چھپنے لگے۔ پھر
اخبار نویس اس تک جا پہنچے اور اس کے تازہ بیان بھی شائع ہوئے۔ جن
اس نے ولیم ریس کی موت کو خدائی انصاف قرار دیا۔ اے پی نے تو اس
ایک زبردست ڈرامائی تصویر بھی اخبارات کو دی، جس میں وہ آنکھیں
کیے، چہرے پر عقیدت کا تاثر سجائے، دونوں ہاتھ پھیلائے حواری کو
دے رہی تھی، جس نے بارہ سال بعد اس کے شوہر کے خونِ ناحق کا د



پھر بوڑھی مسز فور سائتھ سے کسی نے پادری ٹیلر کو حواری کی وارننگ
کا ردِعمل دریافت کر لیا۔

"میں زندگی کے مسائل کو پُرتشدد طریقوں سے حل کرنے کی حامی
نہیں رہی۔"

بوڑھی عورت نے کہا۔

"لیکن بدقسمتی سے آج کی اس دُنیا کے ماحول میں اقدار بدل گئی
اب ایک تھپڑ کھانے کے بعد دوسرا رُخسار پیش کیا جائے تو دوسرا تھپڑ بھی
ہو جاتا ہے۔"

دوسری طرف کلنٹن ٹیلر اپنے برسوں کے ساتھی کے غم میں نڈھال
دے رہا تھا۔ اس کے نزدیک حواری نے بغیر کسی معقول وجہ کے ایک
کی جان لے لی تھی، جبکہ کسی انسان کی جان تو معقول وجہ کے تحت بھی
لی جا سکتی۔ اس کا کہنا تھا کہ حواری نے ولیم ریس کو اس جرم کی سزا
جس سے عدالت بارہ سال پہلے اسے بری کر چکی تھی، بے قصور قرار
چکی تھی۔ اور اس کے بعد سے اب تک ایسی کوئی نئی شہادت بھی سامنے
آئی تھی، جو عدالت کے اس فیصلے کے خلاف جاتی ہو۔

پادری ٹیلر سے پوچھا گیا کہ وہ حواری کے قانون کو اپنے ہاتھ میں
کے اقدام کا دفاع کرتا رہا ہے......؟ کیا اس واقعے کے بعد اس کی
تبدیلی ہوئی ہے......؟ تو اس نے کہا کہ ایک ناخوشگوار اور المناک
کی وجہ سے ایک اچھے بنیادی تصور کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

"اور حواری نے جو آپ کو دھمکی دی ہے، اس پر آپ کا کیا ردِعمل
؟"

"میں غور و خوض کے بعد اس کا جواب میڈیا ہی کے ذریعے دوں
گا۔ لیکن میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اپنے اخلاقی معیار اور اقدار
اپنے اعمال کے سلسلے میں میں صرف خدا کو جواب دہ ہوں۔"

☆☆☆

"یہ شخص میرے ساتھ کیا کر رہا ہے.....؟"
جمیل نعمان نے سوچا۔

اسے اس پر حیرت نہیں ہوتی تھی کہ حواری کے ہر اقدام کو وہ پیشہ ورانہ حیثیت سے ہٹ کر ذاتی انداز میں لے رہا ہے۔ اسے محسوس ہوتا تھا کہ وہ اور حواری نادیدہ تاروں کی مدد سے قدرت کے نیٹ ورک میں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ ایک کو جھٹکا دیا جائے تو دوسرا بھی ہلتا ہے۔ اور اب جبکہ وہ پادری ٹیلر سے ایک بامعنی تعلق قائم کر بیٹھا ہے تو یہ غیر متوقع بات نہیں کہ حواری نے بھی پادری سے ناطہ جوڑ لیا۔

لیکن جمیل کو اس بات پر حیرت تھی کہ ولیم ریس کے قتل کو دو دن گزر گئے، اور حواری نے ابھی تک اسے فون کر کے اس سلسلے میں اس سے بات نہیں کی۔ اور یہ بات سوچے اسے بمشکل ایک گھنٹہ ہوا ہوگا کہ حواری کی کال آ گئی۔

"میری کمی محسوس ہو رہی ہے.....؟"
جانی پہچانی، گھٹی گھٹی آواز نے پوچھا۔
جمیل نعمان کے دانت نکل پڑے۔
"ارے.....! تم تو دل کا حال بھی جان لیتے ہو۔"
"دانت کیوں نکال رہے ہو.....؟"



"تو دیکھ بھی لیتے ہو.....؟"
"نہیں.....! تمہاری آواز سے صاف پتا چل رہا ہے۔"
حواری نے کہا۔
"اور سچی بات یہ کہ میرا اپنا بھی یہی حال ہے۔"
جمیل نے جواب دینے کی زحمت نہیں کی۔
"اب کھانسی کے اور خاموشی کے وقفوں کے ذریعے مجھے اُلجھانے اور لٹکانے کی ضرورت نہیں۔ پچھلی بار میں نے سبق سیکھ لیا۔ اب میں کبھی تمہیں اتنی مہلت نہیں دوں گا کہ تم میری کال ٹریس کر سکو۔"
"تمہارے بازو کا کیا حال ہے.....؟"
جمیل نے اپنے اندازے کو چیک کرنے کے لئے پوچھا۔ اس نے سوچا کہ ردِعمل ظاہر نہ کیا تو یہ اس کے اندازے کی تائید ہوگی اور تائید ہو بھی گئی۔

"خیال رکھنا..... گولی کے زخم بڑی آسانی سے بگڑ جاتے ہیں۔"
"تم بڑی پیاری باتیں کرتے ہو۔"
"تم سے زیادہ نہیں۔ اچھا سنو.....! اٹلانٹا میں جو تم نے کیا، وہ تمہارا دوسرا قتل تھا۔ میرا خیال ہے، اب تمہیں اس کام میں لطف آنے لگا ہوگا۔"

"اپنا ریکارڈ درست کر لو۔ یہ قتل نہیں تھا۔ میں نے فرش پر دو ریوالور رکھے تھے، اسے برابر کا موقع دیا تھا۔"
"زبردست.....! تمہیں تو اس سال کا فیئر پلے ایوارڈ ملنا چاہئے۔ میں تمہاری سفارش ضرور کروں گا۔"
جمیل نے کہا۔

"اور ہاں......! اگلی باری شاید پادری ٹیلر کی ہوگی، کیونکہ ولیم ریس کو قتل کا حکم اس نے دیا ہوگا۔"

"نہیں......! اور اس پر مجھے بھی حیرت ہوئی۔ ریس نے اعتراف کیا کہ ہین سن کو اس نے اپنے طور پر قتل کیا تھا۔ بلکہ ٹیلر تو اس بات پر اس سے خفا ہوا تھا۔"

جمیل خالی خالی نظروں سے سامنے کیبنٹ کو تکتا رہا۔ اس بار اس کو کال ٹریس کرانے کا خیال بھی نہیں آیا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ اب وہ اس گفتگو میں حقیقی دلچسپی لے رہا تھا۔

"تو پھر ٹیلر نے اسے بچانے کے لئے گواہی کیوں دی......؟"

بالآخر اس نے پوچھا۔

"وہ چیلے کی وفاداری کا صلہ تھا۔ اب اس پر تو اس سے محبت ہی کی جا سکتی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے......؟"

"میرا تجسس سے برا حال ہے۔"

جمیل نے کہا۔

"یہ کلنٹن ٹیلر پر اچانک اتنی عنایت اور توجہ کا سبب......؟"

"تم نے ٹائمز میں میرا خط نہیں پڑھا......؟ یا پولیس والے صرف ڈیلی نیوز ہی پڑھتے ہیں......؟"

"میں نے تمہارا خط پڑھا تھا...... نری بکواس...... خرافات...... میں حقیقی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔"

حواری نے جواب نہیں دیا۔ خاموشی طویل ہوتی گئی۔

"تم موجود ہونا......؟"

جمیل نے پوچھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔



"کہیں میں نے تمہارے جذبات کو ٹھیس تو نہیں پہنچا دی......؟"

"تمہارے خیال میں اصل وجہ کیا ہے......؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ معمولی اُچکوں سے وہ شہرت نہیں مل سکتی، جو یرے مل سکتی ہے۔ اب تم قومی وِلن...... میرا مطلب ہے، قومی ہیرو بننا چاہتے ہو۔ تم اب اخبارات کے صفحۂ اوّل پر آنا چاہتے ہو۔"

دوسری طرف سے گھٹی گھٹی ہنسی کی آواز سنائی دی۔

"ارے واہ کیپٹن......! تم تو مجھے آرپار دیکھنے لگے ہو۔"

جمیل کو اس ردِعمل کی توقع نہیں تھی۔

"لیکن مجھے یقین ہے کہ تم اس میں خوش ہو۔ کیونکہ میں مقبول ہوں گا تو تمہاری مقبولیت بھی بڑھے گی۔ دیکھو نا...... ہم دونوں ایک ہی چیز کے پیچھے دوڑ رہے ہیں...... شہرت......!"

وہ پھر ہنسا۔

"اور اب میرا خیال ہے کہ محفوظ وقت ختم ہوا۔ تم سے پھر بات ہوگی کیپٹن......!"

اور رابطہ منقطع ہوگیا۔

☆☆☆

ہیری بلیک منیجنگ ایڈیٹر کو اپنے کمرے میں لایا، دروازہ بند کیا اور اسے ایک بڑی شیٹ کے سامنے بٹھا دیا، جس پر کاغذ کا پردہ پڑا تھا۔ کیلی کی آنکھوں میں تجسس تھا۔

"اب بتا بھی دو......!"

اس نے کہا۔

ہیری نے کاغذ کا پردہ ہٹا دیا۔ وہ ایک بڑا...... قد آدم گڈا ت
دُکانوں میں ڈِس پلے پر نظر آتے ہیں۔ گڈا سیاہ جیکٹ اور بوسیدہ جی
تھا۔ پیروں میں جاگرز تھے اور چہرے پر حواری کا ماسک۔ وہ ایسا جیتا ج
لگ رہا تھا کہ کیلی اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

"کیسا لگا......؟"

ہیری بلیک نے پوچھا۔

"بہت ڈراؤنا ہے......!"

"میں اسے اپنے شو کا مستقل حصہ بنا رہا ہوں۔ ٹیپ کی ہوئی آ
میں خیالی انٹرویو...... جو کچھ میں پرنٹ میڈیا پر دے رہا ہوں، اب میں ا
صوری روپ دینا چاہتا ہوں۔ تم ڈاک کا جائزہ لیتے رہے ہونا......؟"

کیلی نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ اب بھی سحر زدہ سا، گڈے کو
جا رہا تھا۔

"حواری جدید شہر کی سڑکوں پر، بیسویں صدی کے لباس میں......!

"کاش......! مجھے پتا چل سکتا کہ یہ حواری کون ہے......؟"

ہیری بلیک نے آہ بھر کر کہا۔

"وہ مجھے مل جائے تو میں اس کے دونوں رُخساروں پر بوسہ دوں
تمہیں اندازہ بھی ہے کہ اس نے کیا کارنامہ انجام دیا ہے......؟ صرف دو
مین اس نے بائبل کے دور کی ایک شخصیت کو اس دور کے لوگوں کی نفسیات
دیا ہے۔ وہ اپنی زندگی میں ہی امر ہوگیا ہے۔ ایک بے انصاف اور ظالم د
میں اچھائی اور انصاف کے لئے لڑنے والی یک نفری فوج۔"

"وہ دو افراد کو قتل بھی کر چکا ہے۔"

کیلی نے بے تاثر لہجے میں کہا۔



"وہ اس انجام کے مستحق تھے۔"

بلیک نے بے پرواہی سے کہا۔

"اور اب جو وہ ایک پادری کو قتل کی دھمکی دے رہا ہے۔"

"کلنٹن ٹیلر......؟ تم اسے پادری کہتے ہو......؟ وہ خدا کا نمائندہ ہے تمہارے خیال میں......! اور خط میں اسے قتل کرنے کی بات بھی نہیں تھی۔"

"لیکن دھمکی موجود تھی۔"

کیلی نے کہا۔

"سنو ہیری......! میرا خیال ہے، اب ہمیں اپنی رفتار کچھ کم کرنی ہوگی۔"

"کم......؟ میں تو سمجھ رہا تھا کہ ہمیں پوری رفتار سے جانا ہے۔"

"وہ تو ہم جا رہے ہیں...... لیکن معقولیت کے ساتھ......!"

ہیری بلیک نے اسے بہت غور سے دیکھا۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو برائن......؟ ایک دم سے تم ایڈیٹر کے بجائے وکیل بن کر بات کرنے لگے...... تم مجھے......"

"اتنا ایکسائٹ ہونے کی ضرورت نہیں......!"

"میں تمہیں جانتا ہوں۔ اب ڈر کے مارے دم نکل رہا ہے تمہارا......!"

"بات سنو ہیری......! معقولیت سے کام لو۔ صبح سے پبلشر میرے سر پر سوار تھا۔ ہمارے ہیرو میں ایک دم سے تبدیلی آئی ہے۔ وہ وہ نہیں رہا، جو وہ دو دن پہلے تھا۔ پہلے وہ لٹیروں، زانیوں اور منشیات فروشوں کو ہدف بناتا تھا، لیکن اب اس نے ریس جیسے آدمی کو قتل کیا ہے، اور وہ پادری ٹیلر جیسے قومی سطح کے مذہبی لیڈر کو دھمکی دے رہا ہے۔ اخبار ایسے معاملات میں نہیں

اُلجھ سکتا۔"

"میں اخبار نہیں ہوں۔ میں ہیری بلیک ہوں۔"

"میں تم سے صرف اتنا کہہ رہا ہوں کہ......"

لیکن ہیری بلیک حواری کے گڈے کو اُٹھا کر کمرے سے باہر نکل رہا تھا۔

☆☆☆

دو دن بعد وہ گڈا ہیری بلیک کے ٹی وی شو بلیک کارنر میں نمودار ہوا۔ وہ ہیری بلیک کے روبرو بیٹھا ٹیپ کی ہوئی آواز میں اس کے سوالوں کے جواب دے رہا تھا۔ ساؤنڈ انجینئر نے اس کی آواز کو الوہی تاثر دینے کی بھرپور اور خاص حد تک کامیاب کوشش کی تھی۔

سوالات میں بڑا تنوع تھا اور جواب حواری کی سوچ کے عین مطابق تھے۔ پھر ہیری بلیک نے ریس کو قتل اور پادری ٹیلر کی دھمکی کا تذکرہ چھیڑا۔

"میں ہر کام اپنے ضمیر کی روشنی میں کرتا ہوں۔"

گڈے نے جواب دیا۔

"میرا ضمیر مطمئن ہے تو وہ محبت سے بھی بڑی چیز ہے۔"

بلیک نے پروگرام اسی لائن پر ختم کیا اور یہی اس کے اگلے کالم کا بھی عنوان بنا۔

حواری گڈا بہت تیزی سے مقبول ہوا۔ بلیک کارنر ایک نیٹ ورک شو تھا۔ پورے ملک سے ان کو زبردست ریسپانس ملا۔ بلکہ دو سینیٹرز کی انتخابی مہم کے منیجرز کی طرف سے استدعا بھی موصول ہوئی کہ ان کے اُمیدواروں کو بھی حواری سے بات چیت کا موقع دیا جائے۔ مذکورہ دونوں سینیٹرز دوبارہ منتخب



ہونے کے لئے مہم چلا رہے تھے۔

☆☆☆

ورجینیا میں امریکن کروسیڈ پارٹی کی قومی کونسل کا اجلاس ہو رہا تھا۔ وہ معمول کا نہیں، بلکہ خصوصی اجلاس تھا، جو تین تازہ واقعات پر غور و خوض کے لئے طلب کیا گیا تھا۔ پہلا واقعہ پارٹی کی قومی سطح پر پہلی کارروائی، دوسرا ولیم ریس کا قتل اور تیسرا پادری ٹیلر کو حواری کی طرف سے دی جانے والی دھمکی۔

ایجنڈے میں ایک چوتھا نکتہ بھی تھا۔ لیکن اس کے بارے میں ابھی کسی کو کچھ علم نہیں تھا۔

سب سے پہلے پارٹی کی قومی سطح پر پہلی کارروائی کا جائزہ لیا گیا۔ ٹرنر، برنس، اسٹفورڈ، بلنگز اور ہارڈنگز نے اس پر اظہارِ خیال کیا۔

سات ہلاکتوں پر ان کا ردِعمل وہی تھا، جو کسی جنرل کا ہو سکتا ہے...... یہ کہ اتنے بڑے آپریشن میں یہ بہت معمولی جانی نقصان ہے۔ اور جبکہ ساتوں لاشوں کو فوری طور پر اُٹھوا بھی لیا گیا تھا۔ اور وہ ساتوں بہرحال پارٹی کے عام اراکین تھے۔

کمرے میں دیوار پر ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا ایک بڑا نقشہ آویزاں کیا گیا تھا۔ ایکشن کے مقامات کا تعین رنگین پنوں سے کیا گیا تھا۔ اور آپریشن کی تفصیل واضح کرنے کے لئے سرخ اور سیاہ کرے اون سے نشانات لگائے گئے تھے۔

پھر دوسرے آپریشن کے منصوبے پر تبادلۂ خیال کیا گیا، جو عنقریب ہونا تھا۔ اس بار یہ بنیادی طور پر سیاسی آپریشن تھا۔ اس کے اہداف میونسپل

اور ریاستی حکومتوں کی سطح کے تھے۔

چیئرمین کی حیثیت سے ٹیلر نے اس موضوع کو سمیٹا۔

"ایک اور نکتہ حضرات، جس سے ہم سب واقف تو ہیں۔ اس کے باوجود اس کا تذکرہ ضروری ہے۔ اب ہم آپریشن کے اس فیز میں داخل ہو رہے ہیں، جس میں خون زیادہ بہے گا۔ یہ بات خوش آئند تو نہیں، لیکن بہرحال ضروری ہے۔ ہم سب محبت کرنے والے، درد مند لوگ ہیں۔ اس دوران ایسے لمحے آئیں گے، جنہیں دیکھ کر ہم خوفزدہ بھی ہوں گے اور دہل بھی جائیں گے۔ ہمیں خود کو ان لمحوں کے لئے تیار کرنا ہوگا، خود کو مضبوط بنانا ہوگا، آنے والے ہفتوں اور مہینوں میں اس بات کی بڑی اہمیت ہوگی۔"

ٹیلر مطمئن تھا۔ ان پانچوں کی طرف سے اسے دردمندی کی ہرگز کوئی اُمید نہیں تھی، اور نہ ہی آپریشن میں ان کی طرف سے کسی رکاوٹ کا اندیشہ تھا۔ بلکہ ان کی طرف سے مداخلت تک ناممکن تھی۔ ہاں...... وہ خوفزدہ ضرور ہو سکتے تھے۔ وہ بھی انسانی جانوں کے زیاں کے لئے نہیں، صرف اپنے لئے۔

اگلے دو نکات...... یعنی ریس کی موت اور ٹیلر کو ملنے والی دھمکی پر تبادلۂ خیال نے انہیں اور خوفزدہ کر دیا۔ ٹیلر کے تجربات اور مشاہدات میں بیش بہا اضافہ ہو رہا تھا۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ آدمی کی دولت اور طاقت میں جیسے جیسے اضافہ ہوتا ہے، اس کا موت کا خوف بھی اسی حساب سے بڑھتا جاتا ہے۔ اور پھر یہاں تو حواری کا ہوا بھی موجود تھا۔ ایک قاتل، جس کی کوئی شناخت نہیں۔ ایک دیوانہ، منتقم مزاج، موت کا فرشتہ، جو دو افراد کی جان لے چکا تھا، اور اب ان کے لیڈر کو قتل کی دھمکی دے رہا تھا۔

اور ان سبھی کے پاس اس سلسلے میں تجاویز موجود تھیں۔



"تم اپنی تقریروں کی تندی کچھ کم کر دو۔"

برنس نے اس سے کہا۔

"کم از کم اس کی شناخت ہونے تک۔"

"اور اپنے محافظوں کی تعداد دُگنی کر دو۔"

اسٹفورڈ نے مشورہ دیا۔

"اور نقل و حرکت میں احتیاط برتو۔"

"ہمیں اس حواری کا پتا لگانے کے کام کو اوّلیت دینی ہوگی۔"

جیمز بلنگو نے کہا۔

"پولیس تو نااہل ثابت ہو رہی ہے۔ ہمیں اپنے طور پر کچھ کرنا
ا۔"

ٹرنر نے جس کا تعلق ہوسٹن سے تھا، تجویز پیش کی کہ حواری کی
ت نشان دہی کرنے والے کے لئے ایک ملین ڈالر کے انعام کا اعلان کیا
ئے۔

اٹلانٹا کے باب ہارڈنگ نے کہا۔

"ایسا کرو کلنٹن......! کہ حواری کی بات مان لو۔ کسی طرح اسے
ت پر رضامند کرو، اور یوں اسے پکڑ لو۔"

ٹیلر خاموشی سے ان کی تجاویز سنتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

"آپ لوگوں کی تشویش پر میں آپ کا شکرگزار ہوں۔ لیکن اس
تشویش نہیں ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ صحیح طرح سے ہینڈل کیا جائے تو
بے بہا تشہیر میسر آ سکتی ہے۔"

"تم ہی مر گئے تو وہ پبلسٹی ہمارے کس کام کی......؟"

برنس نے کہا۔

"وہ مجھے نہیں مارے گا۔ وہ کوئی عادی قاتل نہیں ہے۔ اب تک اس نے جسے بھی قتل کیا ہے، وہ مسلح تھا اور اسے قتل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ خود کو خدا کا نمائندہ کہتا ہے، اور اپنے اس تاثر کو کبھی خراب نہیں کرے گا۔"

ٹیلر مسکرایا۔

"تو پھر تمہارا منصوبہ کیا ہے......؟"

"مذاکرات......!"

ٹیلر نے مختصر ترین جواب دیا۔

اس کے بعد آخری نکتے پر بات شروع ہوئی۔ ٹیلر کو سکریٹری آف اسٹیٹ کے حالیہ دورۂ مشرقِ وسطیٰ کے بارے میں حاصل ہونے والی معلومات......!

☆☆☆

جمیل نعمان تنگ وَن وے سڑک پر ڈرائیو کر رہا تھا۔ وہاں خاصا اندھیرا تھا اور عمارتوں کے نمبر پڑھے نہیں جا رہے تھے۔ ویسے بھی یہ آدھی رات کا وقت تھا۔ اسے جس عمارت کی تلاش تھی، اس کا نمبر 659 تھا۔

اس نے گاڑی کی رفتار کم کی۔ پھر اس نے سراغ رساں ملر کو دو کاروں کے درمیان سے نکل کر آتے دیکھا۔ وہ ایک عمارت کے داخلی دروازے کے قریب کھڑا ہوگیا۔ وہی یقیناً مطلوبہ عمارت رہی ہوگی۔

جمیل نے گاڑی روکی اور دروازہ کھولا۔ ملر اس کے پاس بیٹھ گیا۔ رات کی ٹھنڈک کے باوجود اس کی پیشانی پر اور ہونٹوں کے اوپر پسینے کے قطرے مک رہے تھے۔



"وہ ابھی ایک گھنٹہ پہلے آیا ہے۔ اس کے آتے ہی میں نے آپ کو فون کر دیا تھا۔"

ملر نے کہا۔

"وہ اکیلا تھا......؟"

"جی سر......! اور میں قسم کھا سکتا ہوں کہ یہ وہی ہے۔ یہ سمجھیں سر......! کہ اس بار ہم نے اسے دھر ہی لیا۔"

جمیل نے سگریٹ سلگا لی۔ ملر کے جوش کے باوجود وہ خود کچھ زیادہ پُرامید نہیں تھا۔ اب تک اس کے کئی آدمی غلط ہاتھ ڈال چکے تھے۔ لیکن بہرحال وہ کسی کو نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ کچھ پتا نہیں کہ کب اصل آدمی ہی ہاتھ لگ جائے۔

اچانک وہ نروس ہونے لگا۔ اعصاب تن سے گئے۔ شاید بے یقینی کی وجہ سے...... کہ اس بار مطلوبہ آدمی نکلے گا یا نہیں۔

"ٹھیک ہے......! اب ذرا مجھے تفصیل بتاؤ......!"

"یہ شخص ہر اعتبار سے ہمارا مطلوبہ آدمی لگتا ہے۔"

ملر نے پُرجوش انداز میں کہا۔

"قد و قامت بھی ویسی، عمر بھی وہی۔ اسی علاقے میں رہتا ہے، جو ہم نے نشان زد کیا ہوا ہے۔ اکیلا رہتا ہے۔ میں نے عمارت کے منتظم سے معلوم کیا۔ پتا چلا کہ بیوی اسے طلاق دے چکی ہے۔ اور سنیں......! ایک ہفتہ پہلے اس نے قریبی میڈیکل اسٹور سے اینٹی سیپٹک دوائیں اور مرہم پٹی کا سامان بڑی مقدار میں خریدا۔ اسٹور والے کو وہ اس لئے یاد رہ گیا کہ وہ سوالات بہت کر رہا تھا۔ وہ پوچھ رہا تھا کہ چاقو سے لگنے والے زخموں کا کیسے علاج ہونا چاہئے......؟ اور اس نے اسٹور والے کو بتایا کہ اس کے بیٹے کے

بازو میں چاقو کا زخم لگا ہے۔ جبکہ چھان بین پر پتا چلا کہ وہ تو بے اولاد ہے۔"

"چابی کا بندوبست کیا تم نے......؟"

"نیچے لابی کی چابی مل گئی۔ اپارٹمنٹ کی چابی کا تو کوئی فائدہ بھی نہیں۔ یہاں رہنے والے تمام لوگ اندر سے زنجیر بھی لگاتے ہیں اور بڑی چٹخنیاں بھی۔ یہ شخص عقب میں چھٹی منزل پر رہتا ہے۔ فلیٹ کا رُخ شمال کی طرف ہے۔ یہ پرانے طرز کی عمارت ہے۔ چنانچہ آگ سے بچاؤ والی سیڑھیاں بھی ہیں۔"

جمیل نے سگریٹ بجھائی اور کار کا دروازہ کھولا۔

"ٹھیک ہے......! چل کر دیکھتے ہیں۔"

وہاں چوکیدار تھا ہی نہیں۔ چابی سے دروازہ کھول کر وہ نچلی لابی میں داخل ہوئے۔ لفٹ میں بیٹھ کر وہ نیچے بیسمنٹ میں پہنچے اور وہاں سے عمارت کے عقبی حصے میں، جہاں آگ سے بچاؤ والا زینہ تھا۔

"میں اس زینے سے جاؤں گا۔"

جمیل نے کہا۔

"تم اوپر جاؤ......! اور ٹھیک پانچ منٹ بعد اطلاعی گھنٹی بجاؤ۔ وہ پوچھے کہ تم کون ہو......؟ تو کہنا کہ نیچے ڈکیتی کی واردات ہوئی ہے، اس سلسلے میں پوچھ گچھ کرنی ہے۔ بات نرمی سے، پرُسکون انداز میں کرنا۔ اسے ڈرانا ہرگز نہیں۔ اور یہ خیال بھی رکھنا کہ پڑوسی ڈسٹرب نہ ہوں اور ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہونا۔ خیال رکھنا کہ وہ فائرنگ بھی شروع کر سکتا ہے۔ وہ دو آدمیوں کو پہلے ہی مار چکا ہے۔ اسے کھیل یا مذاق سمجھنے کی غلطی نہ کرنا۔"

ملر کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ وہ اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگا۔



"آپ فون کر کے کچھ نفری منگوا لیں نا......!"

"اس کام کے لئے کسی پلاٹون کی ضرورت نہیں۔ عین ممکن ہے کہ شخص ہی نہ ہو۔ دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو وہ دروازہ کھول کر تمہارا بیچ ئے گا یا پھر وہ فائر اسکیپ کی طرف لپکے گا۔ دونوں صورتوں میں ہم ہینڈل کر سکتے ہیں۔ اگر وہ تمہیں خاموشی سے اندر بلا لے تو اسے ر سے کور کرنا اور میرے لئے کھڑکی کھول دینا۔ خود سے کچھ نہیں کرنا۔ گے......؟"

لر نے اثبات میں سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

"چلو پھر نمٹا لیں اس معاملے کو۔"

کر چلا گیا اور جمیل زینے پر چڑھنے لگا۔ دور جارج واشنگٹن برج روشنیاں پلکیں جھپکا رہی تھیں۔ دریا کی طرف سے شوریدہ ہوا چل رہی اس نے ایک گہری سانس لی۔ منہ میں نمک کا ذائقہ بھر گیا۔

چھٹی منزل پر وہ رُکا اور اس نے اندر دیکھنے کی کوشش کی۔ وہ بیڈ اور وہاں اندھیرا تھا۔ برابر والے کمرے میں روشنی ہو رہی تھی۔ اس والور نکالا اور کھڑکی کے پہلو کی طرف دبک گیا۔ اب اسے پسینہ آ رہا قمیص اس کی پیٹھ سے چپکنے لگی تھی۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ ملر نروس ہے۔ لیکن دونوں کے نروس ہونے کی وجوہات بھی مختلف

پھر اسے گھنٹی بجنے کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔ وہ غور سے دیکھتا رہا۔ تو کچھ بھی نہیں تھا۔ مگر پھر ایک دراز قد شخص بیڈ روم میں داخل نے الماری کھول کر ایک لفافہ نکالا اور اسے اپنی جیب میں رکھ لیا۔ انداز میں عجلت ذرا بھی نہیں تھی۔ وہ بہت پرُسکون دکھائی دے رہا

تھا۔

اطلاعی گھنٹی اب مسلسل بج رہی تھی۔

وہ شخص فائر اسکیپ کی طرف کھلنے والی کھڑکی کی جانب آیا، جس کی سائیڈ میں جمیل دبکا ہوا تھا۔ اس نے چٹخنی گرائی اور کھڑکی کو کھولا۔ کھڑکی کھلتے ہی جمیل نعمان کے ریوالور کی نال اس کی نگاہوں کے سامنے تھی۔

"میرا تعلق پولیس سے ہے۔"

جمیل نے کہا۔

"پیچھے ہٹو......! اور اپنے دونوں ہاتھ سر پر رکھ لو۔"

لیکن اس شخص نے توقع کے برعکس باہر کی طرف چھلانگ لگائی۔ ایک ہاتھ سے اس نے ریوالور والا ہاتھ تھاما اور دوسرے سے جمیل کے چہرے کو نوچ لیا۔ جبکہ اس کی ٹکر جمیل کے سینے پر لگی۔ سر کیا...... وہ بڑا سا گول اور بھاری پتھر تھا۔

توازن بگڑا تو جمیل نعمان زینے کی ریلنگ سے جا ٹکا۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکلا اور ریلنگ سے کئی بار ٹکراتا ہوا نیچے جا گرا۔

جمیل کو خود پر بڑی شدت سے غصہ آیا۔ 22 سال کے تجربے کے باوجود یہ حال ہے......! اس نے سنبھلنے کی کوشش کی۔ لیکن اتنی دیر میں وہ شخص اس پر چھا گیا تھا۔ ناف کے نچلے حصے سے اس کا گھٹنا ٹکرایا۔ ایک گھونسہ اس کی ناک پر اور دوسرا حلق پر لگا۔ ساتھ ہی لات پیٹ پر۔ وہ دہرا ہو گیا۔ سانس تھی کہ سینے میں سما ہی نہیں رہی تھی۔ گردن کے پچھلے حصے پر کھڑا ہاتھ پڑا تو وہ بے جان سا ہو گیا۔

بے خبری کے اس عالم میں اسے احساس ہوا کہ اسے اٹھایا جا رہا ہے۔ اس کے وجود میں جیسے ایک خوشی سی دوڑ گئی۔ لیکن فوراً ہی اسے شک



گی۔ اسے احساس ہوا کہ وہ اسے ختم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ صرف چند سیکنڈ کی بات ہے۔ پھر وہ اسے فضاء میں اچھال دے گا...... بغیر پروں کے پرواز کے لئے۔

اسے دکھ ہوا۔ یہ حواری کو کیا ہو گیا......؟ اسے لگا کہ ان دونوں کے درمیان کوئی معاہدہ تھا، جس کو حواری توڑنے جا رہا ہے۔ وہ چیخ کر کہنا چاہتا تھا۔

"اے......! یہ کیا کر رہے ہو تم......؟ ارے......! یہ میں ہوں میں...... تمہارا دوست...... کیپٹن جمیل...... میں اور تم...... ہم بھلا ایک دوسرے کو مار سکتے ہیں......؟"

لیکن اسے احساس تھا کہ عملاً یہی ہو رہا تھا۔

پھر اچانک بات اس کی سمجھ میں آگئی۔ وہ حواری تھا ہی نہیں۔ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے سمجھ لیا کہ اس کے پاس زیادہ مہلت نہیں۔ اسے فوری طور پر کچھ کر گزرنا ہے۔ اس نے فوری قوت سے اپنے گھٹنے کو اس کی ٹانگوں کے درمیان اچھالا۔ وہ چلایا اور اس کی گرفت ڈھیلی پڑی۔ جمیل نے فوراً ہی اس کی گردن کو بازو سے جکڑ لیا۔ اب وہ اس کے حلق پر دباؤ ڈال رہا تھا۔ وہ شخص توانا تھا۔ اس وقت وہ صرف اس کے حملے کے اچانک پن کی وجہ سے مارا گیا تھا۔ لیکن سنبھلنے کا موقع ملنے پر وہ خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔

دس پندرہ سیکنڈ تک وہ دونوں وہیں جھولتے رہے۔ دونوں اپنا توازن قائم رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ جمیل نے بہرحال اس کے حلق پر دباؤ کم نہیں ہونے دیا تھا۔ اس کا مثبت نتیجہ نکلا۔ اسے اس شخص کی توانائی گھٹتی محسوس ہوئی۔ اس نے اپنا دباؤ اور بڑھا دیا۔ وہ اس کا گلا گھونٹ کر

اسے بے ہوشی کی طرف لے جانے کی کوشش کر رہا تھا۔

بالآخر اس شخص کا جسم ڈھیلا پڑنے لگا۔ اب جمیل چاہتا تو اُ[سے]
بآسانی ختم کر سکتا تھا۔ اس کے اندر غصہ بھر گیا تھا اور وہ نفرت سے کھول رہا
تھا۔ وہ شخص بڑبڑا رہا تھا...... منمنا رہا تھا۔ جمیل نے اسے چھوڑا تو وہ ڈھے
گیا۔

جمیل نے اسے اُٹھا کر کھڑکی سے بیڈ روم میں گرایا۔ پھر وہ خود بھی
اندر کودا اور اس نے جا کر اپارٹمنٹ کا دروازہ کھول دیا، جہاں ملر حیران
پریشان کھڑا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے......؟

چند منٹ بعد اس شخص کو ہوش آ گیا۔ اس کا نام آرتھر کونڈن تھا۔ اس
کی جیب میں جو لفافہ تھا، اس میں ساڑھے سات لاکھ ڈالر مالیت کے
ناتراشیدہ ہیرے تھے۔ وہ چند ہفتے پہلے گن پوائنٹ پر ایک کوریئر سے چھینے
گئے تھے۔ کونڈن کے بازو پر زخم بھی تھا، مگر وہ چاقو کا زخم تھا، جو اس
اپنے ساتھی کا تحفہ تھا۔ اور اسے یقین تھا کہ اپنے حصے سے محروم اس کے
ساتھی نے مخبری کر کے اسے پکڑوایا ہے۔

جمیل نے اپنی رپورٹ میں سراغ رساں ملر کو اس کیس کا ہیرو قرار
دیا۔ اور اس کے لئے ترقی کی سفارش کی۔

☆☆☆

جمیل نعمان امریکانا ہوٹل میں مسلمانوں کی تنظیم کے اجلاس سے
خطاب کر رہا تھا۔ اپنے ہم مذہب لوگوں سے وہ پہلی بار ہم کلام ہو رہا تھا۔
انہیں بتا رہا تھا کہ پادری کلنٹن ٹیلر زبان سے کچھ بھی کہے، لیکن عملاً ان سے
ہمدردی رکھتا ہے۔ یہ بات اس نے بڑے سلیقے اور ہنرمندی سے کہی۔



اس کا بہت منفی نتیجہ بھی نکل سکتا تھا۔ اسے اندازہ ہوا کہ اب وہ فن تقریر میں
کمال حاصل کر چکا ہے۔

لیکن بعد میں تنظیم کے صدر ڈاکٹر محسن کو اس نے کلنٹن ٹیلر کی پیش
کش سے آگاہ کیا۔ ڈاکٹر محسن بوڑھے اور صاحب علم آدمی تھے۔ انہوں نے
بڑی توجہ سے، کوئی مداخلت کئے بغیر اس کی بات سنی۔

"وہ ہم سے یہ چاہتا ہے کہ ہم اس کے اور اس کے حمایت یافتہ
اُمیدواروں کے خلاف مہم نہ چلائیں......؟"

انہوں نے تائید چاہی۔

"جی ہاں جناب......!"

"یہ بتاؤ......! اس سلسلے میں تمہاری کیا رائے ہے......؟"

"میں اسے ناقابل اعتبار سمجھتا ہوں۔"

"تو پھر ہمارے پاس یہ تجویز کیوں لائے ہو......؟"

جمیل ذہنی طور پر تیار تھا، پھر بھی اسے اپنے بے وقوف ہونے کا
احساس ستانے لگا۔

"اب یہ بات میرے اور آپ کے درمیان ہے۔ یہاں مسلمانوں
کی ایک تنظیم کام کر رہی ہے۔ اسی کا نام شاہین ہے۔ اس کے ایک رُکن نے
مجھ سے ملاقات کر کے مجھے اس پر رضامند کیا کہ مصلحتاً میں پادری ٹیلر کی
خواہش کے مطابق اس کا حلیف بن جاؤں۔ اب یہ پیش کش میں اسی حیثیت
میں لایا ہوں۔"

"اوہ......! تب تو ٹھیک ہے......!"

"آپ چیک کرنا چاہیں تو میں آپ کو کیپٹن عابد کا نمبر دے سکتا
ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں......! وہ مجھ سے رابطے میں ہے۔"

ڈاکٹر محسن نے کہا۔

"لیکن تمہیں بہت محتاط رہنا ہوگا۔"

"تو گویا آپ کو منظور ہے......؟"

"تمہاری اہمیت بڑھانے کی خاطر منظور کرنا ہی ہوگا۔ لیکن یہ اتنا آسان بھی نہیں۔ یہ بتاؤ کہ میں اپنے لوگوں کو کس حد تک بتا سکتا ہوں......؟"

"اگر سب جان گئے تو میری پوزیشن ہی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"لیکن ٹاپ کی لیڈر شپ کو تو بے خبر نہیں رکھا جا سکتا۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں......!"

"دیکھو نا...... اگر میں کلنٹن ٹیلر کی پیش کش قبول کرنے کی سفارش کروں، اور کوئی وضاحت نہ کروں تو میری اپنی پوزیشن بھی مشتبہ ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے جناب......!"

"لیکن عوامی سطح پر تم یہ کام کیسے کرو گے......؟"

"مجھے کوئی دُشواری نہیں ہوگی۔ ٹیلر انہی لوگوں کی حمایت کر رہا ہے جنہیں میں سپورٹ کرنے والا تھا۔"

جمیل نے کہا۔

"وہ سب اچھے، قانون کی پاسداری کرنے والے لوگ ہیں، جن کی اس وقت اس ملک کو ضرورت ہے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن پچھلے دو سالوں میں مسلمانوں کے ساتھ



یہاں امتیازی سلوک کیا جانے لگا ہے۔"

"میں جسے سپورٹ کر رہا ہوں، وہ اس روش کے خلاف ہے۔ وہ غیر متعصب اور انسانیت نواز آدمی ہے۔"

"لیکن پادری ٹیلر اس کی حمایت کر رہا ہے۔"

"وہ پادری کی کوئی غلط بات کبھی نہیں مانے گا، یہ میں جانتا ہوں۔"

جمیل نے بے حد یقین سے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے......! ایک ملین ڈالر ماہانہ چھوٹی رقم نہیں۔ اس سے بڑے فلاحی کام ہو سکتے ہیں۔"

"اور عجیب نہیں کہ میں اسے دو ملین ڈالر کروا لوں۔"

"سچی بات بتاؤں کیپٹن......!"

ڈاکٹر محسن نے کہا۔

"اگر تمہاری جگہ کسی اور نے یہ تجویز پیش کی ہوتی تو میرے لئے فیصلہ کرنا بہت مشکل ہوتا۔ لیکن تمہاری ایک عزت ہے، ساکھ ہے۔ مجھے تمہاری قوتِ فیصلہ پر اعتماد ہے۔ نہ صرف یہ کہ تم ہم میں سے ہو۔ بلکہ تم نے ایک عمر قانون کے محافظ کی حیثیت سے گزاری ہے۔ تم عملی آدمی ہو اس دُنیا کے، اور ہم...... ہم تو بس خواب دیکھنے والے ہیں۔"

"لیکن میری عمر میں تو آپ ایسے نہیں ہوں گے۔"

ڈاکٹر محسن کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

"تم اپنا خیال رکھنا۔ یہ کام بڑا نازک ہے۔"

"آپ کا کام زیادہ نازک، زیادہ اہم ہے۔ آپ کو ملک بھر کے مسلمانوں کو یقین دلانا ہے۔"

جمیل نے کہا۔ پھر بولا۔

"ایک میرا ذاتی کام بھی ہے۔"

"کہو......! کیا چاہتے ہو......؟"

"میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

جمیل نے کہا۔ پھر اسے میری کے بارے میں بتانے لگا۔

"نیک کام ہے......کل ہی کر لو......!"

☆☆☆

ایک نئی افتاد آ پڑی تھی۔ کیپٹن جمیل نعمان اعترافات کے انبار میں دبا جا رہا تھا۔

لوگ پولیس ہیڈ کوارٹرز آتے اور صرف اس سے ملنے کی بات کرتے۔ وہ کسی اور سے بات کرنے کو تیار نہیں تھے۔ اور ان کا کہنا تھا کہ وہ حواری کے حکم کی تعمیل کر رہے ہیں۔ اس نے انہیں یہی حکم دیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جمیل کاغذی کارروائی میں دھنسنے لگا۔ اسے اپنے لئے خاص طور پر دو کلرک رکھنے پڑ گئے۔

وہ سب ایک ہی کہانی لے کر آتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کو حواری کا خط ملا تھا اور اس کے بعد اس کی فون کال۔ خط ٹائپ کئے ہوئے ہوتے تھے۔ اور آواز کے متعلق سب یہی کہتے تھے کہ وہ گھٹی گھٹی مردانہ آواز تھی، جیسے کوئی منہ پر رومال یا کوئی کپڑا رکھ کر بول رہا ہو۔

خط بھی تقریباً ایک جیسے ہی تھے۔ اس میں ان کی کسی نہ کسی جرم کا حوالہ ہوتا تھا، جس سے وہ کسی نہ کسی طرح بچ نکلے تھے۔ ان میں بھانت بھانت کے لوگ تھے۔ کچھ اخلاقی برائیوں میں تسلسل کے ساتھ ملوث رہے تھے۔ کچھ چور اُچکے تھے۔ ایک گینگ لیڈر تھا، جو اپنے علاقے کے



دکانداروں سے بھتہ وصول کرتا تھا۔ ایک شخص تھا، جو بوڑھے اور ریٹائرڈ لوگوں کو سبز خواب دکھا کر لوٹتا تھا۔ کچھ شراب پی کر ڈرائیو کرنے والے تھے۔

جمیل کو ایسا لگا کہ وہ کسی چرچ کا پادری ہے۔ جس کا کام لوگوں کے اعترافات سننا ہے۔

حواری کا خط مختصر اور ٹو دی پوائنٹ ہوتا تھا۔

"پولیس ہیڈ کوارٹرز میں کیپٹن جے نعمان سے رابطہ کرو۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو مار دیئے جاؤ گے۔ یہ مذاق نہیں ہے۔ میں اب تک دو افراد کو قتل کر چکا ہوں۔ تمہارے پاس اپنی زندگی کو سنوارنے اور معاملات کو درست کرنے کے لئے صرف 24 گھنٹے کی مہلت ہے۔"

جمیل کو بڑی شدت سے حواری پر غصہ آیا۔ یہ اس نے اسے کس مصیبت میں پھنسا دیا۔ عجیب پاگل پن ہے۔

لیکن درحقیقت اس کے نزدیک حواری کی یہ تازہ ترین کارروائی پاگل پن ہرگز نہیں تھی۔ وہ معنویت سے لبریز تھی۔ اس سے ثابت ہوتا تھا کہ حواری نے اپنی زبردست ساکھ بنا لی ہے۔ اس نے دو قتل کئے تھے، اور اب وہ انہیں استعمال کر رہا تھا۔ لوگ اس سے ڈرتے تھے۔ اور جو لوگ اب پولیس ہیڈ کوارٹرز آ کر اپنے جرائم کا اعتراف کر رہے تھے، اس بات کا قوی امکان تھا کہ وہ آئندہ صاف ستھری زندگی گزاریں گے۔ اس اعتبار سے حواری شہر کی گندگی مٹا رہا تھا......گویا پولیس کمشنر کا ہاتھ بٹا رہا تھا۔

ویسلے نے خود اس بات کا اعتراف کیا۔

"میں سوچتا ہوں، دو چار حواری اور آ جائیں تو یہ مثالی شہر بن جائے گا۔"

اس نے جمیل سے کہا۔

جمیل ایک اذیت ناک ہنکارا بھر کے رہ گیا۔

''میری دُعا ہے کہ تم کبھی اس تک نہ پہنچو۔''

پولیس کمشنر نے خلوصِ دل سے کہا۔

''ویسے یہ بتاؤ......! کچھ پیش رفت بھی کی تم نے...... یا کسی پادری کی طرح اعترافات سننے میں مصروف ہو......؟''

''ہم آہستگی سے سہی...... لیکن اس کی طرف بڑھ رہے ہیں۔''

''مگر کلنٹن ٹیلر کو دھمکی ملنے کے بعد یہ معاملہ سنگین ہو گیا ہے۔''

ویسٹلے نے کہا۔

''تمہارا کیا خیال ہے......؟ حواری اس سلسلے میں سنجیدہ ہے......؟''

''اس نے ٹیلر کے ایک قریبی ساتھی کو اُڑا دیا۔ کیا یہ اس کی سنجیدگی کا ثبوت نہیں۔''

''یہی بات تو مجھے پریشان کر رہی ہے۔''

''مجھے علم نہیں تھا کہ آپ کو پادری کا اتنا خیال ہے۔''

''بچوں جیسی باتیں مت کرو۔ یہ خیال رکھنے کی بات نہیں۔ آدمی جب سیاست کے میدان میں قدم رکھتا ہے تو اسے ماضی کے بہت سے نظریات سے دست کش ہونا پڑتا ہے۔ ٹیلر کی مدد کے بغیر میرا گورنر بنا آسان نہیں۔ اور میں گورنر نہیں بنا تو تم پولیس کمشنر نہیں بن سکو گے۔ اس لحاظ سے پادری ٹیلر کی عافیت کی فکر کرنا ہم دونوں کی ذمہ داری ہے۔ تم نے اس زاویے سے کبھی نہیں سوچا......؟''

''میرا ذہن قانونِ ضرورت کے تحت کام نہیں کرتا۔''

''تم میری تحقیر کر رہے ہو۔''

کمشنر نے شکایتی لہجے میں کہا۔



''تمہیں اس معاملے میں بھی اپنی اصلاح کرنی ہوگی۔ اب تم بھی ضرورت مند ہو۔ تو اسی لحاظ سے تمہیں اپنی اخلاقیات میں لچک پیدا کرنی ہوگی۔ اب منہ پھٹ ہونے سے کام نہیں چلے گا۔ بولنے سے پہلے تمہیں اپنا ہر لفظ تولنا ہوگا۔''

جمیل خاموشی سے سوچتا رہا۔

''کیا پولیس کمشنر کا عہدہ اس کے لئے واقعی اتنا اہم ہے......؟''

''ایک بات بہت اہم ہے۔ حواری نے پادری فورسائتھ کے قتل کی پاداش میں ٹیلر کے قریبی ساتھی ولیم ریس کو قتل کر دیا۔ سوال یہ ہے کہ کیا وہ اس قتل کا اصل ذمہ دار ٹیلر کو قرار دے گا......؟ کیا وہ واقعی ٹیلر کو قتل کر دے گا......؟''

''نہیں......! کیونکہ ریس نے حواری کے سامنے اعتراف کیا تھا کہ اس نے فورسائتھ کو اپنے طور پر قتل کیا تھا۔ بلکہ ٹیلر تو اس حماقت پر اس سے خفا ہو گیا تھا۔ صرف اس کی وفاداری کے صلے میں اس نے اس کے حق میں گواہی دے کر اسے بچایا تھا۔''

''یہ تم کہاں کی ہانک رہے ہو......؟ تمہیں یہ بات کس نے بتائی......؟''

''حواری نے...... ولیم ریس کے قتل کے بعد اس نے مجھے فون کیا تھا۔''

کمشنر ویسٹلے اسے گھورنے لگا۔

''کیا واقعی تمہاری اس سے بات ہوئی ہے......؟''

''کئی بار ہو چکی ہے۔ اس کے لئے یہ ایک کھیل ہے، جس سے وہ محظوظ ہوتا ہے۔ وہ رومال منہ پر رکھ کر بات کرتا ہے۔ مختلف پبلک فون

بوتھس سے بات کرتا ہے۔ ایک بار تو میں نے اسے باتوں میں اُلجھا کر اسے ٹریس بھی کر لیا تھا۔ بس وہ صرف چند لمحوں کے فرق سے بچ کر نکل گیا۔ اب وہ محتاط ہو گیا ہے۔''

''بہت دلچسپ بات ہے......! مگر اس کی کوئی وجہ بھی ہوگی۔ اسے ایسا کرنے کی ضرورت کیا ہے......؟''

''میرا خیال ہے، اس طرح اس کی خوشی اور ہیجان بڑھ جاتا ہے۔''

جمیل نے کہا۔

''تم نے کبھی یہ بھی سوچا کہ ممکن ہے، وہ تمہارا کوئی شناسا ہو......؟''

جمیل نے نفی میں سر ہلایا۔

''کیا یہ ناممکن ہے......؟''

''نہیں......! لیکن میرا دل یہ بات نہیں مانتا۔''

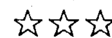
''تو پھر وہ آواز بدل کر کیوں بات کرتا ہے......؟ اسے ڈر ہے کہ تم اس کی آواز پہچان لو گے۔''

''یہ بات نہیں ہے۔ ورنہ وہ اعترافِ جرم کے لئے بھیجنے والوں سے آواز بدل کر کیوں بات کرتا......؟ اب وہ ان سب کا شناسا تو نہیں ہو سکتا۔''

جمیل نے دلیل دی۔

''یہ اس کے کھیل کا حصہ ہے...... اس کے ماسک اور دستانوں کی طرح۔ اور مائیکل......! ابھی کچھ دیر پہلے تم اس کے حق میں بول رہے تھے۔''

''اگر وہ ٹیلر کے لئے خطرہ نہ بنے تو میں اسے رحمت کا فرشتہ بھی قرار دے سکتا ہوں۔''





جمیل گھر جاتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ اب وہ گھر جانے کے لئے تاب رہتا ہے۔ گھر اسے اچھا لگتا ہے۔ یہ کتنی بڑی اور خوش گوار تبدیلی شادی کے بعد مَیری نے جو اب مریم تھی، اپنا اپارٹمنٹ چھوڑ دیا تھا۔ اس کا گھر آباد ہو گیا تھا۔

وہ گھر پہنچا تو مریم سو رہی تھی۔ وہ بھی سونے کے لئے لیٹ گیا۔

ایک گھنٹے بعد مریم نے اسے جگا دیا۔

''کھانا کھایا تم نے......؟''

''ہاں......! کھا لیا......!''

جمیل نے آنکھیں ملتے ہوئے کہا۔

''اب میں سو جاؤں......؟''

مریم نے کوئی جواب نہیں دیا۔

''کیا بات ہے......؟ کچھ پوچھنا چاہتی ہو مجھ سے......؟''

''ہاں......! میرا خیال ہے کہ تم نے ڈاکٹر محسن کو ایک اہم بات نہیں ہوگی۔''

''وہ کیا ہے بھلا......؟''

''تم نے انہیں بتایا کہ انعام میں تمہیں پولیس کمشنر کا عہدہ ملے ؟''

''اوہ......! تو تم مجھے اتنا برا سمجھتی ہو......؟''

جمیل نے پُرتاسف لہجے میں کہا۔

مریم نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''یہ بات نہیں......!''

لیکن وہ دونوں جانتے تھے کہ یہی بات ہے۔

''میں نے انہیں بتا دیا تھا۔''

جمیل نے آہستہ سے کہا۔

''ان کا ردِعمل کیا تھا......؟''

''وہ خوش ہوگئے۔ انہوں نے کہا...... ارے......! نیویارک شہر کا پولیس کمشنر اور ایک مسلمان۔ یہ تو بہت بڑا اعزاز ہے۔ بلکہ اسی پر تو وہ ٹیلر کے لئے نرم ہوئے۔''

''سوری جے......! مجھے اس بدگمانی پر معاف کر دو۔ دراصل آدمی اپنے دور کے تقاضے بھی تو پورے کرتا ہے۔''

''کتاب پڑھنے والا مضبوطی بھی تو پاتا ہے۔ وہ اپنے دور کو بدلنے کی کوشش بھی تو کرتا ہے۔ کم از کم خود کو تو بدلتا ہی ہے۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو......! میں یہ بات بھول گئی تھی۔ مجھے یہ خیال تھا کہ نیویارک کا پولیس کمشنر بننا تمہارے لئے ایک بڑا خواب ہے۔ اس کی تعبیر کو پانے کے لئے تم کوئی بھی بے اُصولی کر سکتے ہو۔ لیکن میں غلطی پر تھی۔''

''اب اجازت ہو تو میں سو جاؤں......؟''

''آؤ...... میں تمہیں سلا دوں......!''

لیکن وہ دونوں دیر تک جاگتے رہے۔

☆☆☆

ولیم ریس کے قتل کے ایک ہفتے بعد پادری ٹیلر کا جواب سامنے آیا، جس کے لوگ منتظر تھے۔



''ڈیئر حواری......!

میری دُعا ہے کہ پچھلے چند روز میں تم نے اس پر غور کیا ہو، جو تم سے سرزد ہوا، اور تم نے اس پر خدا سے توبہ کی ہو۔ اور میری دُعا ہے کہ خدا تمہاری توبہ قبول کرے اور تمہیں سیدھا راستہ دکھائے۔ کیونکہ ہم سب انسان خطا کے پتلے ہیں۔ بڑے فیصلے کرنے میں عام طور پر ہم سب سے ہی بہت بڑی غلطیاں سرزد ہوتی ہیں۔

میرے عزائم کے بارے میں جو اندازے تم نے قائم کیے، انہوں نے مجھے اُداس کر دیا ہے۔ تمہاری طرح میں بھی اس ملک کی اکثریت کی بہتری چاہتا ہوں، اور اس کے لئے اپنی سی کوشش کر رہا ہوں۔ میرا ضمیر مطمئن ہے اور مجھے دل کی سچی خوشی میسر ہے۔ میں دُعا کرتا ہوں کہ خدا کی نظر میں بھی سرخ رو رہوں۔ کیونکہ صرف اور صرف خدا ہی مجھے میرے راستے سے ہٹا سکتا ہے۔''

جمیل نعمان نے ناشتے کی میز پر کافی پیتے ہوئے نیویارک ٹائمز میں پادری ٹیلر کا یہ پیغام پڑھا۔ اس میں اس کے لئے کوئی حیرت نہیں تھی۔ پادری اس کے سوا کچھ کہہ ہی نہیں سکتا تھا۔

دیکھنا یہ تھا کہ آگے کیا ہونا ہے......؟

آگے جو ہوا، وہ یہ تھا کہ حواری کے نام اخبار میں پادری کلنٹن ٹیلر کا ایک اور پیغام شائع ہوا۔

''ڈیئر حواری......!

میں سوچتا رہا ہوں اور میں سوچ رہا ہوں کہ

کاش......! کوئی ایسی قابل قبول صورت نکل آئے کہ تم اور
میں...... ہم مل سکیں اور بیٹھ کر سکون سے بات کر سکیں۔
کیونکہ میں رابطوں کی اہمیت اور مذاکرات کی افادیت
سمجھتا ہوں اور ان پر یقین رکھتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ
دو اچھی نیت اور ارادے والے انسان مل بیٹھ کر بات
کریں تو ہر مسئلے کا حل نکل آتا ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ کیا یہ
ممکن ہے......؟ تم کیونکہ پردے میں ہو، اس لئے اس کا
فیصلہ تمہیں ہی کرنا ہے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ ہم ہمیشہ
ایک دوسرے سے متصادم رہیں۔ جبکہ دونوں کے بنیادی
مقاصد ایک جیسے ہیں۔

اگر ملاقات کی کوئی صورت ممکن ہو تو بلا جھجک
مجھے فون کرو۔ میری کوشش ہوگی کہ تم جب اور جہاں
ملاقات کرنا چاہو، میں اس پر آمادہ ہو جاؤں۔"

"یہ ہوئی نا بات......!"

کیپٹن جمیل نعمان نے سوچا۔

"لگتا ہے کہ اب بڑا کھیل شروع ہونے والا ہے۔"

☆☆☆

رچرڈ گیبز نے بڑے، نیلے کینوس پر کئی دن سے کام نہیں کیا تھا۔
بلکہ اس نے کاغذ کی شیٹ اُلٹ کر اس کی ایک جھلک بھی نہیں دیکھی تھی۔ اس
نے اس پر سوچا تو اسے لگا کہ اس کی تخلیقی صلاحیت ہمیشہ کے لئے چھن گئی
ہے۔ دیوانگی اور انتقام سے چھلکتی ان آنکھوں کے بعد اس کے پاس کرنے



ئے کچھ بھی نہیں رہا ہے۔

لیکن پھر دماغ کا ضدی حصہ حاوی آ گیا۔ اس نے خود سے کہا۔

"اب تم پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ جو کام شروع کیا ہے، اسے مکمل بھی
ہے۔"

اس نے کینوس کا جائزہ لیا تو پتا چلا کہ دماغ کے ایک حصے کو علم ہے
ئے کیا کرنا ہے......؟

اسی سہ پہر اس کا ڈیلر نازل ہو گیا۔ رچرڈ نے اسے اسٹوڈیو میں
نہیں رکھنے دیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ سینڈرز وہ کینوس دیکھے۔ بہتر یہی
اس سے کہہ دے کہ ابھی تک وہ کام شروع نہیں کر سکا ہے۔

لیکن سینڈرز جارحانہ موڈ میں تھا۔

"بس......! بہت ہو گیا مذاق...... مجھے افسوس ہے، لیکن تم خود کو اس
ضائع نہیں کر سکتے۔ میں تم سے بہت مایوس ہوا ہوں۔ تم ایسے تو نہیں

رچرڈ ڈھٹائی سے مسکراتا رہا۔

"مزے لے رہے ہو مجھ سے......؟"

سینڈرز نے چڑ کر کہا۔

"تمہیں اپنی ذمہ داریوں کا ذرا بھی احساس نہیں......؟"

"کیسی ذمہ داریاں......؟"

"میں بھی تمہاری ذمہ داری ہوں، اور پبلک بھی......!"

"اور میں جانتا ہوں کہ دونوں کا کام چل رہا ہے۔"

"اور تمہاری صلاحیتیں......؟ خدا نے تمہیں بہت قیمتی تحفہ دیا ہے۔
بہت بڑا گناہ ہے۔"

"مجھ پر ایک مہربانی کرو۔ خدا کو بیچ میں نہ لاؤ۔ جب لوگ ایسا
کرنے لگیں تو مجھے بڑی گھبراہٹ ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ اس بات کا ثبوت ہوتا
ہے کہ وہ منطقی استدلال سے محروم ہو چکے ہیں۔"

"اور تم یہاں بیٹھے جو سوچتے ہو، خود ترسی میں مبتلا ہوتے ہو، تو یہ
منطقی ہے۔"

سینڈرز نے ہاتھ نچا کر کہا۔

"تم دن بھر کرتے کیا ہو......؟"

"جنتی تصورات میں کھویا رہتا ہوں۔"

سینڈرز نے بے بسی سے کندھے جھٹکے۔

"اور میں ذہنی تصویریں پینٹ کرتا ہوں۔ لیکن وہ کسی کو نظر نہیں آ
سکتیں۔ تو وہ تم کسی کو فروخت بھی نہیں کر سکتے۔ اب اس وقت میں ایک
تصوراتی کینوس پر کام کر رہا ہوں کہ تم اور خدا ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر ٹہل رہے
ہو اور مشورہ کر رہے ہو کہ میرے سلسلے میں کیا کیا جائے......؟ تم دونوں
زندگی سے یکسو محروم ایک لینڈ اسکیپ میں ہو۔ اور پس منظر میں اُٹھتا ہوا
دُھواں اور......"

"جلتا ہوا جہاز......!"

سینڈرز نے جلدی سے اس کا جملہ پورا کیا۔

"قدرتی بات ہے......!"

"یہ بتاؤ......! خدا تمہارے نزدیک کیسا ہے......؟"

"اس کی داڑھی ہے اور سر پر چھوٹے چھوٹے بال...... تمہیں برا تو
نہیں لگا......؟"

"میں تو ہر حال میں خدا سے محبت کرتا ہوں۔"



سینڈرز نے کہا۔

چند لمحے وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

"میں تمہارے لئے سوگوار ہوں رچرڈ......!"

بالآخر سینڈرز نے اُداسی سے کہا۔

"صرف اس لئے کہ تم نے کم عمری میں وہ سب کچھ جان لیا تھا، جو
بہتر فنکار بڑی عمر میں نہیں سمجھ پاتے۔"

"وہ کون سی بات تھی......؟"

"زندگی کے عجائبات کا شعور......!"

☆☆☆

"ہمیں ابدی روحانی روشنی کی ضرورت
ہے......!"

ریڈیو پر پادری ٹیلر کی ریکارڈ آواز گونج رہی تھی۔

"کیونکہ وہی زندگی کی تقدیس کرتی ہے۔ وہ
ہمارے دلوں تک پہنچتی ہے تو ہماری فطرت تک کو بدل
دیتی ہے تاکہ ہم کرائسٹ کی تعلیمات پر ایمان لے
آئیں۔ یہ وہ الوہی روشنی ہے، جو ہماری رہنمائی کرتی
ہے۔ یہ ہمیں احساس دلاتی ہے کہ زندگی کا مقصد صرف
اور صرف خدا کی اطاعت ہے۔ یہ ہمیں اس انعام کا شعور
عطا کرتی ہے، جو اس اطاعت کے صلہ میں ایمان والوں
کو ملے گا۔"

"کیا آدمی ہے......!"

رچرڈ گینز نے سوچا۔

"یہ وہ باتیں بھی یقین سے کر سکتا ہے، جن پر یقین نہیں رکھتا، بلکہ عملاً ان کی نفی کرتا ہے۔"

☆☆☆

اس شام جین مچھلی لے کر آئی تو ساتھ میں ایک پرانی البم بھی تھی جس میں بچوں کی تصویریں تھیں۔ کھانے کے بعد وہ تصویریں دیکھتے رہے البم میں بچوں کی پیدائش سے پہلے کی تصویریں بھی تھیں، جو یاد دلاتی تھیں کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ کتنے خوش رہتے تھے۔

قربت میں جین نے اس کے بازو کے تازہ ترین زخم کو دیکھا تو فکر مند ہوگئی۔

"ارے......! معمولی سا زخم ہے۔"

رچرڈ نے بے پرواہی سے کہا۔

"لیکن وہی گولی تمہیں ختم بھی تو کر سکتی تھی۔"

"تو کیا......؟"

"تو میں اس وقت تمہارے ساتھ نہ ہوتی۔"

جین نے محبت سے کہا۔

"مرنے کے بعد آدمی کو کسی بات سے فرق نہیں پڑتا۔"

"لیکن جو زندہ ہوں، انہیں تو فرق پڑتا ہے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے......!"

"میں سوچتی ہوں کہ یہیں نہ آ جاؤں......!"

جین نے اچانک کہا۔



وہ جواب دینے سے بچنے کے لئے سگریٹ سلگانے میں مصروف ہو گیا۔

"ایک بات بتاؤ......! تمہیں اب مجھ سے بالکل محبت نہیں محسوس ہوتی......؟"

"کیوں نہیں......؟ تمہارے علاوہ اب میرے پاس بچا ہی کیا ہے......؟"

وہ اس وقت کچن کی میز پر تھے۔ جین پیالیوں میں کافی اُنڈیل رہی تھی۔ رچرڈ نے فلیٹ کا جائزہ لیا، جہاں تک نظر آ رہا تھا۔ ڈائننگ روم، داخلی ڈیوڑھی اور آدھا ڈرائنگ روم۔ وہاں فرنیچر جین کا تھا۔ لیکن طلاق کے بعد اس نے فرنیچر یہیں چھوڑ دیا تھا۔

اس کو سینے میں درد محسوس ہوا۔ اور اس کا جی چاہا کہ وہ جین کو تکلیف پہنچائے۔

"مجھے حق تو نہیں، لیکن پھر بھی پوچھ رہا ہوں۔"

اس نے کہا۔

"مجھ سے علیحدگی کے بعد تم نے کتنے لوگوں سے تعلق قائم کیا......؟"

جین کا ردِعمل ایسا تھا جیسے اس نے اسے تھپڑ مار دیا ہو۔ وہ چند لمحے پلکیں جھپکاتی رہی۔

"ساڑھے تین سو تو رہے ہوں گے...... دس بیس اِدھر یا اُدھر۔"

"بہت کچھ سیکھا ہے تم نے اس عرصے میں۔"

"تمہاری طرح......!"

اس کے لہجے میں دُکھ تھا۔

"ویسے تمہیں کون سکھا رہا ہے......؟ وہی تمہاری نرس......؟"

رچرڈ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"تمہیں کیٹ کے بارے میں کیسے پتا چلا......؟"

"ایک رات میں نے اسے یہاں سے رُخصت ہوتے دیکھا تھا۔ اس سے پہلے ایک بار اسپتال میں اس نے مجھے تمہارے کمرے سے نکال دیا تھا۔ اس وقت تو میں وجہ نہیں سمجھ پائی تھی۔ یہ بتاؤ......! قربت میں وہ کیسی لگتی ہے......؟"

رچرڈ خیالوں میں اس رُوایتی مثلث کو پینٹ کرنے لگا۔

"تم اس سے محبت کرتے ہو......؟"

"کیسے کر سکتا ہوں......؟ میں تو خود سے بھی محبت نہیں کرتا۔"

"وہ تمہارے بارے میں جانتی ہے......؟ میرا مطلب ہے، یہ کہ تم حواری ہو......؟"

"ہاں......!"

رچرڈ نے کہا، پھر اس کے چہرے کا رنگ بدلتے دیکھ کر اس نے ایک آہ بھری اور بولا۔

"میں نے اسے نہیں بتایا۔ اس نے الماری میں رکھا ہوا ماسک اور دوسری چیزیں دیکھ لی تھیں۔ اور پھر اس سے فرق بھی کیا پڑتا ہے......؟"

جین نے نظریں اُٹھائیں اور اس کے چہرے کو تکتی رہی۔ وہ وہمی سی لگ رہی تھی۔

"تم کبھی اس بات پر مجھے معاف نہیں کرو گے کہ میں تمہیں چھوڑ کر کیوں گئی......؟"

"اس میں معافی کی کیا بات ہے......؟ آئے دن لوگ ایک



دوسرے سے علیحدہ ہوتے رہتے ہیں۔ یہ صرف ہمارا مسئلہ تو نہیں ہے۔"

"میں واپس آجاؤں تو اس میں ہم دونوں کا ہی بھلا ہے۔ ہمیں کوشش تو کرنی چاہئے۔"

"کوئی فائدہ نہیں......!"

"کیوں......؟"

رچرڈ نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

"کیونکہ میرا کوئی مستقبل نہیں ہے۔"

"وہ تو میرا بھی نہیں ہے۔"

وہ اس کی نگاہوں سے بچنے کے لئے مزید کافی لانے کے بہانے سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے سوچا۔

"جین اب بھی کچھ نہیں سمجھی...... شاید کبھی سمجھ ہی نہیں سکتی۔"

☆☆☆

کیٹ کے ساتھ معاملات آسان تھے۔ کم از کم ظاہری طور پر ایسا لگتا تو تھا کہ وہ اسے سمجھتی ہے۔ ویسے تو اکثر اسے خود پر بھی شبہ ہوتا تھا کہ وہ بھی خود کو پوری طرح نہیں سمجھتا ہے۔ لیکن موجودہ آئیڈیا تو بہرحال کیٹ ہی کا دیا ہوا تھا۔ یعنی اس کے مالکانہ حقوق اس کے پاس تھے۔ اس کے نتیجے میں ان دونوں کو ایک موضوعِ گفتگو بھی میسر آ گیا تھا۔

اس روز بھی جب وہ ایک دوسرے سے سیر ہو گئے تو کیٹ نے کہا۔

"تو کیا ارادہ ہے تمہارا......؟ تم اس سے ملنے کے لئے جا رہے ہو......؟"

اس کا اشارہ پادری ٹیلر کے شائع شدہ پیغام میں موجود دعوت کی

طرف تھا۔

''اس سے حاصل کیا ہوگا......؟''

''کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ تمہیں تجسس نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہے گا......؟''

''میں سب کچھ پہلے ہی سن چکا ہوں۔''

''لیکن رو بہ رو...... آمنے سامنے کی بات ہی اور ہے۔ میڈیا کے سامنے تو آدمی جھوٹ بھی بولتا ہے۔''

''میں اس سے اکیلے میں بھی مل چکا ہوں۔''

''اسے چھوڑو...... اٹلانٹا میں اسے تو نہیں معلوم تھا کہ تم کون ہو......؟''

رچرڈ گینز اس کے چہرے کو غور سے دیکھتا رہا۔ جب اس نے پہلی بار اسپتال میں دیکھا تھا، جب میں اور اب میں بڑی تبدیلی آئی تھی۔ اب اس کا چہرہ پتلا اور نازک ہوگیا تھا، اور اس کے نتیجے میں اس کی آنکھیں بڑی لگنے لگی تھیں۔

''یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ پولیس کی ملی بھگت سے مجھے پھنسانے کی کوشش کر رہا ہو۔''

اس نے کہا۔

''بلکہ عین ممکن ہے کہ جمیل نعمان بھی اس میں شریک ہو۔''

''نہیں......! یہ اس کا اسٹائل نہیں ہے دوسرے وہ پاگل ہے کہ تمہیں گرفتار کرائے۔ تم سے تو اسے وہ پبلسٹی مل رہی ہے، جو لاکھوں ڈالر خرچ کر کے بھی نہیں مل سکتی۔ تمہاری دھمکیوں سے اس کا امیج اور بہتر ہو رہا ہے۔ وہ ہیرو بن رہا ہے۔ وہ خود یہ سب کچھ کیوں ختم کرے گا......؟''



رچرڈ ہنسنے لگا۔

''میں دیکھ رہا ہوں کہ اس صورتِ حال سے تم خوب لطف اُٹھا رہی ہو۔''

اس کی آنکھوں میں گھٹا سی چھا گئی۔

''جس صورتِ حال میں تمہیں موت کا خطرہ لاحق ہو، میں اس سے کیسے لطف اُٹھا سکتی ہوں......؟''

رچرڈ نے ہاتھ بڑھا کر اس کے رُخسار کو چھو لیا۔

''میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ٹیلر کے معاملے میں تم بہت پُرجوش ہو۔''

''میں خود کو تمہاری جگہ رکھ کر سوچتی ہوں۔ میں ہوتی تو ہچکچاہٹ کے باوجود یہی کچھ کرتی۔ اور پُرجوش ہونا کیا معنی......؟ میرے نزدیک تو یہ خودکشی ہے۔''

''تمہاری انہی باتوں پر تو میں مرمٹا ہوں۔ تم کوئی عام لڑکی نہیں ہو۔ ہر طرح کی صورتِ حال سے سمجھوتہ کر سکتی ہو۔''

''ہاں......! میں موت سے نمٹنا بھی جانتی ہوں۔''

''تم نرس ہو نا...... سب کچھ تو دیکھ رکھا ہے تم نے۔''

''صرف اتنا نہیں......! میں موت کے پیچھے دوڑتی بھی ہوں۔''

کیٹ نے عجیب سے انداز میں کہا۔

''تمہیں شاید پتا نہیں کہ میری شادی بھی ہوئی تھی۔''

رچرڈ نے چونک کر اسے دیکھا۔ اب اسے لگ رہا تھا کہ وہ اسے بار بار دیکھ سکتا ہے۔

''وہ میرے بالکل ابتدائی مریضوں میں سے تھا...... اور کیمیا کا بڑھا

ہوا مرض۔ ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ وہ چھ ماہ...... زیادہ سے زیادہ نو ماہ اور جی سکتا ہے۔ تو قدرتی بات ہے کہ مجھے اس سے شادی کرنی ہی تھی۔ میں نے شادی کی اور ڈاکٹروں کو غلط ثابت کیا۔ وہ ڈیڑھ سال زندہ رہا۔ یہ ہے میرے جوش کا کرشمہ......!''

وہ بجھے بجھے انداز میں مسکرائی۔

''تم میری پہلی محبت نہیں ہو۔''

''تمہیں اس سے محبت تھی......؟''

''ہاں......! کیوں نہیں......؟ جس شخص کے بارے میں مجھے معلوم ہو کہ وہ عنقریب مرنے والا ہے، مجھے اس سے محبت ہو جاتی ہے۔ اسی لئے تو تم پر جان چھڑکتی ہوں۔''

وہ چٹخارا لیتے ہوئے مسکرائی۔

رچرڈ نے سوچا۔

''یہ سب کچھ سمجھتی ہے۔''

''تو ٹھیک ہے......! ٹیلر کے ساتھ کوئی سیٹنگ بناتے ہیں۔ لطف رہے گا۔''

اس نے کہا۔

''لطف......؟''

کیٹ نے دہرایا۔

''یہ تو تم مجھ جیسے ہوتے جا رہے ہو۔''

''لیکن سیٹنگ میرے لئے خودکشی کی نہیں ہونی چاہئے۔ ٹیلر تو اپنی جگہ مخلص ہو سکتا ہے۔ لیکن جمیل نعمان کو میں جانتا ہوں۔ میری کھوج کی خاطر اس کے آدمی ٹیلر پر نظر رکھ رہے ہوں گے۔ مجھے مرنے کا اتنا شوق بھی



نہیں ہے۔ ہمیں ہر زاویے سے سوچنا اور خیال رکھنا ہوگا۔''

''تم فکر نہ کرو......! اور ہمارے پاس کرنے کو ہے ہی کیا......؟''

☆☆☆

اگلے ہفتے وہ اسی پر کام کرتے رہے۔ رچرڈ نے لائبریری پکڑ لی اور کتابوں کا کیڑا بن گیا۔ اس بار وہ سی آئی اے اور ایف بی آئی کی نگرانی کی تکنیک پر ریسرچ کر رہا تھا۔ صرف یہی نہیں، انہیں ناکام بنانے کے مروّجہ اور آزمودہ طریقے بھی اس کے زیر غور تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ اسے اس موضوع میں بڑی دلچسپی محسوس ہو رہی تھی۔ یہ وہ دُنیا تھی، جہاں ہر بات، ہر چیز مشتبہ تھی۔ ایجنسیوں کے لوگوں کی بقاء اسی میں تھی۔ بعض اوقات اپنی بقاء کے لئے کسی کی جان بھی لینی پڑتی تھی۔

اس نے اور کیٹ نے بہت غور و خوض کے بعد ایک منصوبہ بنا لیا، جو ان کے خیال میں فول پروف تھا۔ اگلے مرحلے میں رچرڈ گینز براڈ وے کے ایک فون بوتھ میں گیا اور اٹلانٹا کا نمبر ملایا۔

''مجھے ریورینڈ ٹیلر سے بات کرنی ہے پلیز......!''

''کون بات کرے گا......؟''

''ان سے کہو...... حواری کا فون ہے۔''

''میں سمجھا نہیں جناب......!''

''حواری......! بائبل والا حواری......! ان لوگوں میں سے جنہوں نے کرائسٹ کا پیغام پھیلایا۔''

''بہت بہتر جناب......!''

چند لمحوں کے بعد ریسیور پر ٹیلر کی آواز اُبھری۔

"کیا یہ واقعی تم ہو......؟"

"بنفسِ نفیس......! اگرچہ اسے بالمشافہ نہیں کہا جا سکتا۔"

"عجیب سا لگ رہا ہے مجھے...... میں کیسے یقین کرلوں کہ یہ تم ہی ہو......؟"

"نہ کرو......! اب یہ تمہارا کام ہے، اور ایمان کا معاملہ ہے۔"

رچرڈ نے اسے چیلنج کیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ہم ملنے والے ہیں......؟"

"اگر تم میری شرائط مانو تو......!"

"میں پوری کوشش کروں گا۔ تم بتاؤ تو......!"

"پہلی شرط یہ ہے کہ تمہیں نیویارک آنا ہوگا۔"

رچرڈ نے کہا۔

"دوسرے ملاقات رات کو بہت دیر سے ہوگی، ایسے وقت میں جبکہ ٹریفک بہت ہلکا ہو جاتا ہے۔ تیسری یہ کہ جہاں میں تمہیں بلاؤں گا، وہاں تمہیں پبلک ٹرانسپورٹ کے ذریعے آنا ہوگا۔"

"ان میں سے کوئی شرط مسئلہ نہیں ہے۔ اب یہ بتاؤ......! کب ملنا چاہتے ہو......؟"

"اب سے تین رات بعد...... بدھ کی رات......!"

"مجھے منظور ہے......!"

ٹیلر نے کہا۔

"کب اور کہاں......؟"

"یہ بھی تمہیں نیویارک میں بتاؤں گا۔ وہاں تم قیام کہاں کرو گے......؟"



"والڈ ورف میں......!"

"میں رات ایک بجے تمہیں تمہارے کمرے میں فون کروں گا۔ لیکن اگر میں نے کہیں پڑھا، سنا یا مجھے شک بھی ہوا کہ تم نے اس بارے میں کسی کو بتایا ہے تو معاملہ ختم......!"

یہ کہہ کر رچرڈ نے فون رکھ دیا۔

☆☆☆

بدھ کی رات ٹھیک ایک بجے رچرڈ کینر نے والڈ ورف، آسٹوریا فون کیا اور ٹیلر سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ فوراً ہی اس کا رابطہ پادری سے کرا دیا گیا۔ پھر اس نے پادری کی آواز سنی۔

"ویل کم ٹو نیویارک......!"

رچرڈ نے کہا۔

"میں تمہیں ہر مرحلے کے لئے ہدایات دوں گا۔ کہیں ایسا بھی ہوگا کہ طریق کار تمہیں عجیب سا لگے گا۔ لیکن میرے تحفظ کے لئے یہ ضروری ہے کہ تم حرف بہ حرف اس پر عمل کرو۔"

"میں اس بات کی اہمیت سمجھتا ہوں۔"

پادری نے کہا۔

"اب غور سے سنو......! لیکسنگٹن ایونیو اور 54 ویں اسٹریٹ کے شمال مغربی کارنر پر ایک پبلک فون ہے۔ جہاں تم اس وقت ہو، وہاں سے یہ جگہ چھ بلاک دور ہے۔ میں بیس منٹ بعد تمہیں اس بوتھ میں کال کروں گا۔ اور ہاں......! یہ فاصلہ تمہیں پیدل طے کرنا ہے۔"

رچرڈ نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

اس کی کار میں واکی ٹاکی موجود ہے۔ چند لمحے بعد کیٹ نے اس پر
رابطہ کیا۔

''وہ ہوٹل سے باہر آ گیا ہے۔''

کیٹ نے اسے مطلع کیا۔

''اس کے پیچھے کوئی نہیں۔ کم از کم پیدل چلنے والا تو کوئی نہیں ہے۔ اب کاروں کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔''

''ایک بلاک کا فاصلہ رکھ کر چیک کرو......!''

رچرڈ نے کہا۔

''یہ خیال رکھو کہ جانے والی کوئی کار پلٹ کر تو نہیں آ رہی ہے۔ اور ہاں......! واکی ٹاکی ہر حال میں تمہارے پاس رہنا چاہئے۔''

بیس منٹ بعد اس نے لیکسنگٹن کے فون بوتھ کا نمبر ملایا۔ ٹیلر نے فوراً ہی اُٹھا لیا۔ اس کی سانس پھول رہی تھی۔

''ففتھ ایونیو اور 53 ویں اسٹریٹ پر سب وے کا داخلی دروازہ ہے۔''

رچرڈ نے کہا۔

''وہاں سے ڈاؤن ٹاؤن کی ٹرین پکڑو اور 42 ویں اسٹریٹ کے اسٹیشن پر اُترو۔ 42 ویں اسٹریٹ اور تھرڈ ایونیو پر ایک ساتھ تین فون بوتھ ہیں۔ میں پونے دو بجے تمہیں ان میں سے ایک پر کال کروں گا۔''

''تین میں سے کون سا......؟''

''جس پر بھی گھنٹی بجے، فون ریسیو کر لینا۔''

کیٹ کی طرف سے پھر اطلاع آئی کہ پادری اس کی ہدایت پر
کر رہا ہے۔



اس بار مقررہ وقت پر رچرڈ نے فون کیا تو فون ریسیو نہیں ہوا۔
دوبارہ کال کرنے پر ٹیلر نے فون ریسیو کیا۔

''بہت خراب ٹرین تھی۔''

اس نے کہا۔

''جگہ جگہ رُک رہی تھی۔''

''میئر کو یہ بات بتانا نہ بھولنا۔''

رچرڈ نے کہا۔

''اچھا......! اب جہاں تم کھڑے ہو، وہاں ہارلے ہوٹل قریب ہی ہے۔ تم سیدھے سے اس ہوٹل کے کمرہ نمبر 1465 میں چلے جاؤ۔ دروازہ مقفل نہیں ہوگا۔''

''میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ بھاگ دوڑ اور کتنی دیر چلے گی......؟''

''ضرور پوچھ سکتے ہو۔ مگر جواب نہیں ملے گا۔''

اس بار کیٹ نے اطلاع دی کہ پادری اکیلا ہی ہوٹل میں داخل ہوا ہے۔ اس کے پیچھے کوئی نہیں تھا۔ اور یہ کہ وہ اپنی پوزیشن سنبھالے ہوئے ہے۔

رچرڈ گیئر نے کمرہ نمبر 1465 میں فون کیا۔

''تمہیں اپنے کمرے اور ملحقہ کمرے کے درمیان دروازہ نظر آ رہا ہے......؟''

''ہاں......!''

''تو اب ہم بہت نازک مرحلے میں داخل ہو رہے ہیں۔ سب سے پہلے تو تمہیں اپنے تمام کپڑے اُتارنے ہیں...... بنیان اور انڈویئر سمیت...... پھر انہیں گٹھڑی بنا کر دروازہ کے پاس قالین پر رکھنا ہے۔ پھر دونوں ہاتھ

اوپر اُٹھا کر دروازے کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہونا ہے۔ تا کہ یہ اطمینان کیا جا
سکے کہ تم وائرڈ نہیں ہو۔ اس کے بعد تم باتھ روم میں چلے جانا، تا کہ تمہارے
کپڑوں کو چیک کیا جا سکے۔ جب تک فون کی گھنٹی نہ بجے، باتھ روم سے باہر
نہ آنا۔“

رچرڈ کہتے کہتے رُکا، پھر ایک لمحے کے توقف کے بعد بولا۔

”اگر یہ سب کچھ قابل قبول نہ لگے تو تم واپس جا سکتے ہو۔ لیکن
میرے نکتہ نظر سے یہ احتیاطی تدابیر لازمی ہیں۔“

”اگر میں جاسوسی کے آلات کے ساتھ آیا ہوتا تو اس وقت تک
تمہارا کمرہ گھر چکا ہوتا۔“

پادری کے لہجے میں شکایت تھی۔

”لیکن اب میں اتنی دُور آ چکا ہوں تو پیچھے نہیں ہٹوں گا۔“

کیٹ کو رپورٹ دینے میں آٹھ منٹ لگے۔

”وہ کلین ہے۔ کوئی گڑبڑ نہیں......!“

رچرڈ نے پھر ٹیلر کو فون کیا۔

”اب تم کپڑے پہن سکتے ہو۔“

پھر اس نے چہرے پر ماسک لگایا، دستانے پہنے اور کمرے میں
داخل ہوا۔ وہاں ٹیلر کپڑے پہن چکا تھا اور اس کا منتظر تھا۔ رچرڈ نے کرسی
کھینچی اور اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں درمیانی دروازے پر تھیں،
جو خفیہ سا کھلا ہوا تھا۔ دروازے کے پیچھے کیٹ موجود تھی۔

”بہت دلچسپ......!“

بالآخر ٹیلر بولا۔

”بالآخر ہم مل رہے ہیں۔ میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں



ہرگز شیطان کا چیلا نہیں ہوں۔ نہ ہی مجھے کسی سے رنگ، نسل اور مذہب کی
بنا پر نفرت ہے۔ تم جو الزام لگاتے ہو کہ میں نفرت پھیلا رہا ہوں، وہ غلط
ہے۔ یہ محض ایک سیاسی کھیل ہے۔“

”ذرا اس کی وضاحت بھی کر دو......!“

رچرڈ گینر نے کہا۔

”میں یہ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کرتا ہوں۔ اس طرح کم سے
کم وقت میں بڑی تعداد میں لوگوں کو اکٹھا کیا جا سکتا ہے۔ یہ کام بھلائی کی
تبلیغ سے ممکن نہیں۔ بھلائی کی طرف بعد میں توجہ دی جائے گی۔“

”بعد میں کب......؟ جب تمہاری پھیلائی ہوئی نفرت کے نتیجے میں
سڑکوں پر خون کی ندیاں بہہ رہی ہوں گی......؟“

ٹیلر نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔

”بات کو ڈرامائی رنگ نہ دو۔ خون تو اب بھی بہہ رہا ہے۔ اور وہ
تشدد جرائم کی وجہ سے ہے، جس کے خلاف تم خود بھی لڑ رہے ہو۔ میں جن
جذبات کو اُبھار رہا ہوں، وہ تو ووٹنگ بوتھ میں سرد ہو جائیں گے۔“

”میں نہیں مانتا۔“

”تو پھر تم نے مجھے قتل کیوں نہیں کر دیا......؟ آخر تم اٹلانٹا آئے
تھے اور وہاں تم نے ولیم ریس کو قتل بھی کیا تھا۔“

”کیونکہ ہین سن فور سائتھ کو تم نے قتل نہیں کیا تھا۔“

”نہیں......! یہ وجہ نہیں تھی۔ اصل وجہ یہ تھی کہ تم جانتے تھے کہ تم
کوئی ثبوت نہیں پائے ہو۔ یہ بات نہ ہوتی تو تم مجھ سے اس ملاقات پر کبھی
رضامند نہ ہوتے۔ تم مجھے اس وقت قتل کرو گے، جب تمہیں سو فیصد یقین ہو
جائے گا کہ میں اسی انجام کا مستحق ہوں۔“

رچرڈ گینر اسے گھور رہا تھا۔
”تم بلاوجہ جان لینے والے آدمی نہیں ہو۔“
پادری ٹیلر نے کہا۔
”اور مجھے کتنا ہی برا بھلا کہو، تم ابھی خود کو قائل نہیں کر سکے ہو کہ میں واقعی اتنا ہی برا آدمی ہوں، جتنا کہ تم مجھے سمجھتے ہو۔ تم نے اٹلانٹا میں دیکھا کہ میں نے کیا کچھ کیا ہے۔ چرچ، یونیورسٹی، اسپتال...... تم یہ سب کچھ نظرانداز نہیں کر سکتے۔ اس لئے تم نے مجھے قتل نہیں کیا اب تک......!“
”میں یہاں کیوں موجود ہوں......؟“
رچرڈ گینر نے سوچا۔
”اس سے کیا سننا چاہتا ہوں......؟ میں کس بات کا منتظر ہوں......؟“
”مجھے تمہارے بچوں کا دُکھ ہے۔ میں ان کے لئے دُکھی ہوں۔“
ٹیلر نے دھیمے لہجے میں کہا۔
”لیکن مجھے قتل کرنے سے وہ تمہیں واپس نہیں ملیں گے۔“
رچرڈ نے کچھ نہیں کہا۔ خاموشی سے اسے گھورتا رہا۔
”یہ بات سمجھنا کچھ اتنا دُشوار نہیں تھا۔“
ٹیلر نے کہا۔
”یہ کیسے ممکن تھا کہ تم اٹلانٹا آؤ اور مجھ سے نہ ملو۔ تمہاری جگہ میں ہوتا تو میں بھی یہی کرتا۔ توریس کی موت کے بعد میں نے اس دن کے تمام انٹرویوز کے ٹیپ چلوا کر دیکھے۔ ان میں صرف مسٹر کمبال اپنے لب و لہجہ سے نیویارک کے لگتے تھے۔ میں وہ ٹیپ بار بار سنتا رہا۔ پھر جب تم نے فون کیا تو گھٹی گھٹی آواز کے باوجود میں نے جان لیا کہ وہ مسٹر کمبال تمہی تھے۔



”بہت مبارک ہو......!“
رچرڈ گینر نے سنگین لہجے میں کہا اور ریوالور نکال کر اس پر سائیلنسر فٹ کرنے لگا۔ پھر اس نے ریوالور کا رُخ پادری ٹیلر کے سینے کی طرف کر [دیا]۔
”لیکن تم نے یہ بات مجھے بتائی کیوں......؟“
اس نے پوچھا۔
”اعتماد کی فضاء قائم کرنے کے لئے......!“
پادری نے جواب دیا۔
”اب ہم ایک دوسرے پر اعتبار کر سکتے ہیں۔ فکر نہ کرو۔ اگر میں تمہیں پولیس کے حوالے کرنا چاہتا تو اب تک کر چکا ہوتا۔ دوسری بات یہ کہ میں نے تمہارا چہرہ تو ضرور دیکھا ہے۔ مگر میں یہ تو نہیں جانتا کہ تم کون ہو......؟“
”یہ بتاؤ کہ تم چاہتے کیا ہو......؟“
رچرڈ نے ریوالور لہراتے ہوئے کہا۔
”میں تمہارے ساتھ ڈیل چاہتا ہوں۔“
”یعنی تم مجھ سے بھی زیادہ پاگل ہو۔“
”ڈیل کرنے میں پاگل پن کی کون سی بات ہے......؟ زندگی کا کام تو ایسے ہی چلتا ہے۔ کچھ تم چاہتے ہو، کچھ میں چاہتا ہوں اور ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے کچھ کر سکتے ہیں۔“
رچرڈ کو وہ سب غیر حقیقی لگ رہا تھا۔ یہ کس طرح کی گفتگو ہو رہی ہے......؟ یہ سب منطقی تو نہیں۔ یہ تو واہمہ ہے کوئی، کوئی دیوانگی......
”میں کڑیاں ملانے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔“

پادری ٹیلر نے کہا۔

”میں اب تمہاری ضرورتیں بھی سمجھ رہا ہوں۔ تمہارے بچے مر چکے ہیں۔ زندگی میں ایک خالی پن، ایک بے کیفی ہے تمہارے لئے۔ تمہیں اپنے کام کر کے اپنے وجود کو برحق ثابت کرنا ہے۔ بہت اچھی بات ہے۔ بہت تھوڑے وقت میں تم نے بہت بڑی تعداد میں لوگوں کو متاثر کیا ہے۔ تم معاشرے میں حق و انصاف کے علمبردار بن گئے ہو۔ تمہاری یہ حیثیت سیاسی طور پر مجھے بہت فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ اگر تم میرے کسی اُمیدوار کو سپورٹ کرو گے تو اس کی کامیابی یقینی ہو جائے گی۔“

”اور اُمیدوار کا انتخاب تم کرو گے......؟“

”نہیں......! ہم دونوں مل کر کریں گے۔“

رچرڈ کینز نے قہقہہ لگایا۔

”ہم کبھی متفق نہیں ہو سکیں گے۔“

اس نے کہا۔

”میں سیاہ فاموں سے، تارکین وطن سے، تمام اقلیتوں سے پیار کرتا ہوں۔“

”پلیز......!“

پادری نے ہیجانی لہجے میں کہا۔

”وہ سب کچھ بھول جاؤ......! جو میں پبلک میں کہتا ہوں، میں نے تمہیں بتایا نا کہ وہ محض سیاسی کھیل ہے۔“

وہ چند لمحے خاموش ہو کر کچھ سوچتا رہا، پھر بولا۔

”شاید اس بات سے تم سمجھ سکو۔ ابھی حال ہی میں نیویارک پولیس کے کیپٹن نعمان کے توسط سے میں نے مسلمانوں کی تنظیم کو بھاری امداد دی



دو ملین ڈالر ماہانہ۔ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ اندر سے میں مسلمانوں کے خلاف نہیں ہوں۔ میں نے اس بات کی تحریری ضمانت بھی دی ہے کہ مسلمانوں کو کبھی مجھ سے نقصان نہیں پہنچے گا۔ اب سوچو، مسلمانوں نے یہ بڑی پیش کش قبول کیوں کی......؟ جبکہ میں تقریروں میں ان کے خلاف بولتا ہوں۔ اور اگر وہ مجھ پر اعتبار کر سکتے ہیں تو تم کیوں نہیں کر سکتے......؟“

رچرڈ کو اس بات پر یقین تو نہیں آ رہا تھا۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ ٹیلر اتنا کھلا جھوٹ نہیں بول سکتا، اور وہ بھی ایسا کہ جو بآسانی پکڑا جائے۔

”میرا خیال ہے، یہ بھی تمہاری ایک ڈیل ہی ہو گی۔“

”مہذب انداز میں معاملات اسی انداز میں نمٹائے جا سکتے ہیں۔“

”تمہیں اس سے کیا حاصل ہوا......؟“

”اب وہ مجھ پر جوابی حملے نہیں کریں گے، نہ وہ اور نہ ان کا میڈیا۔“

”کیپٹن نعمان اس معاملے میں کیسے پڑ گیا......؟“

”میں نے خود اس سے رابطہ کیا تھا۔ دیکھو نا...... وہ پولیس کا ہیرو ہے، اور عوام کا بھی۔ وہ مسلمان بھی ہے اور اچھا پولیس مین بھی۔ لاء اینڈ آرڈر کے بارے میں وہ بھی میرے ہی انداز میں سوچتا ہے۔ عوام میں اس کی بات سنی جاتی ہے۔ وہ میرا ہمنوا ہو گیا تو مجھے یقیناً اس سے فائدہ ہو گا۔“

رچرڈ کے ریوالور کا رُخ اب بھی پادری کی طرف تھا۔

”اور کیپٹن نعمان کو اس ڈیل سے کیا ملے گا......؟“

”اسے پولیس کمشنر بنا دیا جائے گا۔“

رچرڈ کو یہ بات ہضم کرنے میں کچھ دیر لگی۔

”اور موجودہ کمشنر کا کیا ہو گا......؟“

"ویسٹلے اگلے ہفتے گورنر کا الیکشن لڑنے کا اعلان کرنے والا ہے۔
اور میں تمہیں بتا دو کہ یہی اس کی منزل نہیں، وہ اور آگے جائے گا۔"

رچرڈ گینر کو سردی کا سا احساس ہونے لگا۔ کلنٹن ٹیلر کی سفاکی اور
فساد پرستی پوری طرح واضح ہوگئی تھی۔ اس شخص کے پاس ضمیر تھا ہی نہیں۔ یہ
ڈیل کرتا، اور پہلے جیسا رہتا۔ چہرے پر وہی خلوص اور نام نہاد سچائی، اور
دورانِ پردہ منافقانہ سمجھوتے، جنہیں وہ ڈیل کہتا تھا۔

"سوال یہ ہے کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے......؟"

اس نے سوچا۔

"سادہ اور آسان سی بات یہ ہے کہ اسے یہیں ختم کر دیا جائے۔
لیکن یہ لمحہ گزر گیا تو اس کے بعد یہ بات اتنی سادہ اور آسان نہیں رہے گی۔"

پادری ٹیلر ماسک سے جھانکتی، اس کی آنکھوں کو بغور دیکھ رہا تھا۔
اس کا جسم اچانک تن سا گیا۔ اسے یقین تھا کہ کسی بھی لمحے گولی اس کے جسم
میں پیوست ہو جائے گی۔ اس کے باوجود وہ مسکرایا، اور اس مسکراہٹ میں
خوف اور پریشانی کا شائبہ بھی نہیں تھا۔

"تم مجھے مار دینا چاہتے ہو......؟"

اس نے کہا۔

"لیکن میں نہیں سمجھتا کہ تم ایسا کرو گے۔ تم اس انداز میں کسی کو قتل
کر ہی نہیں سکتے۔"

لیکن رچرڈ گینر کی ذہنی کیفیت ایسی تھی کہ وہ اس لمحے پادری کو غلط
ثابت کر سکتا تھا۔ یہ سوچ کر اس کی طبیعت بگڑنے لگی کہ وہ واقعی پورے ہوش
و حواس اور مصمم ارادے کے ساتھ کسی کو قتل کر سکتا ہے۔

"میری بات سنو......!"



اس نے کہا۔ مگر اس کی گھٹی گھٹی آواز میں بھی ہلکی سی لرزش تھی۔

"اس ملاقات پر اصرار تم نے کیا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ تم نے
سوچا ہوگا کہ میرے لئے تمہارے پاس کوئی زبردست پیش کش ہے۔ لیکن
تمہارا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ مجھے تم میں سے بھی تعفن اُٹھتا محسوس ہو رہا ہے
اور تمہاری سودے بازیوں میں سے بھی۔ میرا خیال ہے، تم جس چیز کو چھولو،
وہ سڑ جاتی ہے، مکروہ ہو جاتی ہے۔ تم لوگوں کی کمزوریاں جان کر، ان کے
حوالے سے انہیں نشانہ بناتے ہو۔ اور لوگوں کی سب سے بڑی، عمومی کمزوری
ان کی ہوس ہوتی ہے...... دل کا لالچ اور ان کی بے رحمی۔ تم نہایت قابل
نفرت انسان ہو۔ مجھے گھن آتی ہے تم سے۔ اگر تم عام لوگوں کی طرح جاہل
اور متعصب ہوتے، تو بھی قابل معافی ہوتے۔ لیکن تم ایک صاحب علم پادری
ہو...... خدا کے نمائندے۔ تم خدا بن کر لوگوں کی زندگی سے کھیلتے ہو۔ میں
نے تم سے برا آدمی کبھی نہیں دیکھا۔"

"تمہیں جرأت کیسے ہوئی اس طرح سے بات کرنے کی......؟"

پادری ٹیلر نے غیر جذباتی انداز میں کہا۔

"میرا خیال ہے، یہ جو حواری کا کردار تم ادا کرتے رہے ہو، یہ
تمہارے دماغ پر چڑھ گیا ہے۔ تم سچ مچ خود کو مسیح کا حواری سمجھنے لگے ہو......
ہے نا......؟ ذرا یہ تو بتا دو کہ تمہیں خدا کی زمین پر یہ منصب کس نے عطا
کیا......؟"

رچرڈ اُٹھا اور اس نے ریوالور کی نال پادری کی پیشانی میں گڑو دی۔

"خود میں نے...... میں نے یہ منصب خود کو تفویض کیا ہے۔ یہ
بات تمہیں کبھی نہیں بھولنی چاہیئے۔"

"تم بہت بڑی...... بھیانک غلطی کر رہے ہو۔"

رچرڈ نے فون کے تار کو اُکھاڑ کر منقطع کر دیا۔ پھر وہ کمرے سے
نکل گیا۔ ہوٹل کی راہ داری سنسان تھی۔ اس نے اپنا ماسک اور دستانے اُتار
دیئے۔ انہیں اپنی جیب میں ٹھونستے ہوئے وہ لفٹ کی طرف بڑھتا۔ عقب
سے اسے کیٹ کے کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔

☆☆☆

جارج ٹاؤن اسٹریٹ کے ایک کارنر کے قریب ایک سیاہ شیورلیٹ
کھڑی تھی۔ وہ دو افراد تھے، جو 36 سیڈار میوز کے اس مکان کی نگرانی کر
رہے تھے۔ یہاں سکریٹری آف اسٹیٹ اپنی بیوی معہ دو ملازموں کے ساتھ
رہتا تھا۔

وہ ایک صاف اور روشن صبح تھی۔ ساڑھے چھ بج چکے تھے۔ سڑکوں
پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھا۔ ان کے نام سائمن اور گیری سن تھے۔ لیکن
وہ اس کا ثبوت لے کر نہیں پھر رہے تھے۔ اور جو کار ان کے پاس تھی، وہ دو
گھنٹے پہلے چرائی گئی تھی۔ ان کا تعلق امریکن کروسیڈ پارٹی کے واشنگٹن ڈی سی
یونٹ سے تھا۔ وہ قومی سطح پر قائم کیے گئے ابتدائی تین یونٹوں میں سے ایک
تھا۔

سائمن ڈرائیونگ سیٹ پر تھا۔ اس کے کٹے پھٹے ہاتھ بتاتے کہ وہ
تعمیراتی مزدور ہے۔ گیری سن اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ ایک اوزی
سب مشین گن اس نے بڑی بے پرواہی سے اپنی گود میں رکھی تھی۔ اس کا
جسم استخوانی، ناک بہت موٹی اور نتھنے بہت بڑے بڑے تھے۔ وہ دونوں
خاموش تھے۔ بلکہ خاصی دیر سے انہوں نے ایک دوسرے کی طرف بھی نہیں
دیکھا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ دونوں اپنی اپنی جگہ اکیلے ہیں۔ اس کے باوجود ان



کے درمیان ایک غیر مرئی رابطہ موجود تھا۔

پونے سات بجے اسٹیٹ آفس کی سرکاری لیموزین آئی اور مکان نمبر
36 کے دروازے پر رُک گئی۔ سیاہ سوٹ پہنے، دو افراد اس میں سے اُترے
اور فٹ پاتھ پر کھڑے ہو کر باتیں کرنے لگے۔ سائمن نے شیورلیٹ کا انجن
اسٹارٹ کیا، جس کی آواز قریب میں موجود نیشنل ایئرپورٹ سے ٹیک آف
کرنے والے ایک جہاز کی آواز میں دب گئی۔ کچھ دیر بعد مکان کا دروازہ
کھلا اور سکریٹری براڈ بیری باہر آیا۔ وہ ایک دراز قد آدمی تھا، جو نیوی بلیو کلر
کا سوٹ پہنے ہوئے تھا۔

سائمن نے گیئر لگایا اور شیورلیٹ آگے بڑھ گئی۔ سکریٹری نے
سیڑھیوں پر رُک کر اپنا پائپ سلگایا۔ شیورلیٹ کی رفتار بڑھی۔ اب وہ مکان
کے سامنے تھی۔ مشین گن کے دو چھوٹے برسٹ سنائی دیئے۔ پہلے کا نشانہ
براڈ بیری تھا، جو سیڑھیوں سے لڑھکتا ہوا نیچے گرا۔ دوسرے برسٹ کا نشانہ
سیاہ سوٹ والے تھے۔ تاہم ان میں سے ایک جاتی ہوئی شیورلیٹ کے عقبی
حصے پر تین فائر کرنے میں کامیاب رہا۔ پھر شیورلیٹ کارنر پر مڑی، اور
نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اس پوری کارروائی میں صرف 16 سیکنڈ لگے تھے۔

سکریٹری آف اسٹیٹ کا کندھا اور سینہ زخمی ہوا تھا۔ ایمرجنسی میں
تین گھنٹے کی سرجری کے بعد اگرچہ اس کی کنڈیشن سیریس تھی۔ تاہم ڈاکٹر
کے کہنے کے مطابق وہ بتدریج بہتر ہو رہا تھا۔ اس کا شوفر اسپتال پہنچنے سے
پہلے ہی ختم ہو گیا تھا۔ سکریٹری کی حفاظت پر مامور سیکرٹ سروس کا ایجنٹ چار
گھنٹے بعد ختم ہو گیا۔

اس واقعے کی ذمہ داری بعد ازاں تحریک آزادیٔ فلسطین نے قبول
کر لی۔ انہوں نے اس بات کی مذمت کی کہ سکریٹری براڈ بیری در پردہ

اسرائیل سے مذاکرات کر رہا ہے، اور مصر، لبنان اور اردن کو ملا کر ایک ایسا امن معاہدہ منظور کرانا چاہتا ہے، جس میں تیس لاکھ فلسطین پناہ گزینوں کے قسمت کا فیصلہ کر دیا جائے گا، جبکہ مذاکرات میں ان کی نمائندگی بھی نہیں ہے۔

اگرچہ وائٹ ہاؤس نے اور تمام متعلقہ فریقوں نے اس دعوے کی تردید کی، لیکن واشنگٹن کے سیاسی حلقوں میں اس انکشاف کو بہت سنجیدگی سے لیا گیا۔

سکریٹری براڈ بیری والٹر ریڈ آرمی ہاسپٹل میں تھا۔ اخباری نمائندے اس تک نہیں پہنچ سکے۔

☆☆☆

کیپٹن جمیل نعمان سو کر اُٹھا تو اس کے سر میں درد تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ وہ اور ماریہ رات کو دیر تک قرآن پڑھتے، اور چند خاص آیات پر تبادلۂ خیال کرتے رہے تھے۔

ماریہ کچن میں مصروف تھی۔

جمیل غسل کر کے، شیو بنا کے آیا تو ناشتہ تیار تھا۔ اس کے نزدیک وہ بڑی عیاشی تھی۔ مدت سے وہ ان آسائشوں سے محروم تھا۔ اب ماریہ سے شادی کے بعد اپنا گھر اسے پھر گھر لگنے لگا تھا۔

"میں پھر جی اُٹھا ہوں۔"

اس نے خوش ہو کر سوچا۔

اخبار بھی میز پر موجود تھے۔ اس نے ٹائمز کا جائزہ لیا۔ پہلے صفحے پر نچلے حصے میں ایک رپورٹ شائع ہوئی تھی، جس میں قارئین کو خبردار کیا گیا تھا



کہ بوڑھے لوگ تعداد اور اثر و نفوذ میں خطرناک حد تک بڑھ رہے ہیں۔

"خبردار کرنا......!"

اس نے حیرت سے سوچا، جیسے وہ کسی متعدی بیماری کی بات کر رہے ہوں۔

"یہ کیسا معاشرہ ہے......؟ جہاں سینئر شہریوں کی عزت ہی نہیں۔ بلکہ انہیں بیماری سمجھا جاتا ہے۔ ایسے ماحول میں کون بوڑھا ہونا پسند کرے گا......؟"

پھر ایک اور سرخی نے اس کی توجہ کھینچ لی۔

"حواری نے 4 جولائی کی ڈیڈ لائن دے دی۔"

نیچے پادری ٹیلر کے نام حواری کا کھلا خط تھا، جس میں اس نے کلنٹن ٹیلر کو خبردار کیا تھا کہ امریکہ کے یومِ آزادی سے پہلے اسے حواری کی تنبیہات کو قبول کر لینا چاہیے۔

اس نے "نیوز" اُٹھایا۔ نیوز میں تیسرے صفحے پر حواری کا خط شائع کیا گیا تھا۔

"پادری ٹیلر کے نام کھلا خط......!

تم نے میری ابتدائی تنبیہات کو نظر انداز کر دیا۔ کیونکہ تم ابھی تک نفرت اور تعصب کا پرچار کئے جا رہے ہو۔ اب میں تمہیں آخری وارننگ دے رہا ہوں۔ اگر تم نے چار جولائی کی نصف شب تک مذہب کے نام پر منافرت اور تعصب کا یہ کھیل نہ روکا یا اسے روکنے کا اعلان نہ کیا تو پھر تمہاری طرف سے یہ کام مجھے کرنا ہوگا۔

یہ 4 جولائی کی تاریخ اتفاقیہ طور پر منتخب نہیں کی

گئی ہے۔ یہ تاریخ انسانیت نواز، زریں اُصولوں کی علامت ہے، جس پر اس ملک کی نظریاتی بنیاد رکھی گئی تھی، جسے تم تباہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔

بہتر یہی ہے کہ باز آ جاؤ......!

جواری......!''

جمیل نے اس خط کو تین بار پڑھا۔ لیکن وہ کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔ اس نے اخبار کی تاریخ دیکھی۔

''7 جون......! یعنی اس کے پاس 27 دن کی مہلت تھی۔''

☆☆☆

''میں تلاش کا دائرہ اور بڑھا رہا ہوں۔ اب ہم اس میں شمال کے مزید پانچ بلاک شامل کریں گے۔''

جمیل نعمان نے کہا۔

''یعنی اب ہمارا میدان ریور سائیڈ سے 112 ویں اسٹریٹ اور ویسٹ اینڈ تک ہے۔''

اس نے کریے آن سے نقشے پر نشان لگایا۔

''طریق کار اور تفتیش کا انداز وہی رہے گا۔''

ڈیٹیکٹیوز میں سے کسی نے کچھ نہیں کہا۔ وہ خاموشی سے، دیوار پر آویزاں نقشے پر مین ہٹن کی ویسٹ سائیڈ کا جائزہ لے رہے تھے۔ ان کے چہروں کے تاثر سے لگتا تھا کہ وہ خود کو اس وقت سائبیریا کے مغربی حصے میں موجود محسوس کر رہے ہیں۔

''کیا بات ہے......؟''



جمیل نے کہا۔

''کوئی پریشانی ہے تو بتاؤ......!''

روبنس کھنکھارا، جو اس کے نروس ہونے کی علامت تھی۔

''مجھے تو یہ وقت کا ضیاع معلوم ہوتا ہے کیپٹن......!''

بالآخر اس نے کہا۔

''یہاں ہر طرف تو بند گلی ہے۔ ہمیں کسی اور سمت میں کوشش کرنی چاہئے۔''

''مثلاً......؟''

''ہمیں پادری کلنٹن ٹیلر پر نظر رکھنی چاہئے۔ 24 گھنٹے اس کی نگرانی کی جائے۔ کیونکہ اس وقت حواری یقیناً اس کے تعاقب میں ہوگا۔ وہ کبھی ...خولی دھمکی نہیں دیتا۔''

''بات سنو......! ہمارا تعلق نیویارک پولیس سے ہے۔''

جمیل نے کہا۔

''ہم فیڈرل ایجنٹ نہیں ہیں۔ اپنے شہر کی حدود سے باہر، اپنی ...ٹیٹ تک میں ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔''

وہ دیواری نقشے سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوگیا۔

''اور کوئی نیا آئیڈیا ہے کسی کے پاس......؟''

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ ٹیلی ٹائپ مشینوں اور درجن بھر ٹائپ ...ز کی کھٹ کھٹ کے سوا وہاں کوئی آواز نہیں تھی۔

''میں سوچ رہا تھا کیپٹن......!''

...لر نے کہا۔ لیکن اس کا چہرہ تمتما اُٹھا۔ کیونکہ سب اسی کو دیکھ رہے

"کیوں نہ ہم اس کے لئے کوئی جال بچھائیں......؟"
بالآخر بڑی مشکل سے اس نے بات آگے بڑھائی۔
"جیسے اس بدمعاش زانی کو چارہ بنایا تھا ہم نے۔"
"کیسے......؟ کوئی اسکیم ہے تمہارے پاس......؟"
"فرض کریں...... پادری ٹیلر اخبار میں حواری کے خط کا جواب دے
ہے کہ...... ٹھیک ہے، میں نے تمہاری بات مان لی۔ میں نسلی اور مذہبی
اقلیتوں کے خلاف نفرت اور تعصب کا پرچار ترک کر رہا ہوں۔ لیکن میں تم
سے ملنا چاہتا ہوں، اکیلے میں، جہاں بس میں اور تم ہوں۔ تم مجھے فون کر
کے جگہ اور وقت بتا دو۔ میں اکیلا وہاں پہنچ جاؤں گا۔ اس کے بعد ہم پادری
کی نگرانی شروع کر دیں۔ ایک لمحے کے لئے بھی اسے نظروں سے اوجھل نہ
ہونے دیں۔ کیا خیال ہے کیپٹن......؟"
"بے کار......! ردی......!"
جمیل کے کچھ کہنے سے پہلے لوریٹی نے تبصرہ کر دیا۔
"حواری بے وقوف نہیں ہے۔ وہ ایک پل میں سمجھ جائے گا کہ یہ
اس کے لئے جال بچھایا جا رہا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ پادری ٹیلر
کبھی یہ بات نہیں مانے گا۔"
"اور اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ملاقات نیویارک میں ہو۔"
روبنس بولا۔
"شہر سے باہر تو ہم کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔"
"حواری ملاقات کے لئے نیویارک کے سوا کوئی مقام تجویز کر ہی
نہیں سکتا۔"
ملر نے جواب دیا۔



"اس شہر سے وہ بخوبی واقف ہے۔ یہ اس کا شہر ہے اور جہاں تک
پادری کا تعلق ہے تو وہ یہ بات پہلے ہی کہہ چکا ہے کہ وہ حواری سے کسی بھی
وقت، کسی بھی جگہ ملنے کو تیار ہے۔"
جمیل خاموشی سے ان کی بحث سن رہا تھا۔ بالآخر اس نے کہا۔
"یہ ممکن ہے۔ ہمیں اس پر سوچنا چاہئے۔ لیکن اس دوران بہرحال
ہم اپنی کدال اور بیلچے والی مزدوری کرتے رہیں گے۔"
ملر سر جھکا کر بیٹھ گیا۔



جمیل نے پادری کلنٹن ٹیلر کو اٹلانٹا میں فون کیا۔ وہاں سے اسے بتایا
گیا کہ پادری ایک خطاب کے سلسلے میں کنساس سٹی گیا ہوا ہے۔ جمیل نے
وہاں رابطے کی کوشش کی، اور بالآخر کامیاب ہو گیا۔
چند لمحے بعد اس نے پادری کی آواز سنی۔ وہ بہت خوشگوار موڈ میں
تھا۔ جمیل نے سوچا، ایسا ہونا تو نہیں چاہئے تھا۔ حواری کے الٹی میٹم کے 27
دنوں میں سے تین دن گزر چکے ہیں۔
"نیویارک میں سب خیریت ہے نا کیپٹن......؟"
پادری نے چہکتی آواز میں پوچھا۔
"چیک تو پہنچ گیا ہوگا۔"
وہ طے شدہ معاملات کے تحت دو ملین ڈالر کی پہلی ادائیگی تھی۔
"جی ہاں......! شکریہ......!"
کیپٹن نے کہا۔
"چیک بروقت پہنچا، اور رقم اکاؤنٹ میں منتقل ہو گئی۔ تنظیم کے

بڑے آپ کا شکریہ ادا کر رہے ہیں۔"

"یہ تو اب ہر ماہ کی بات ہے۔ شکریے کو چھوڑو۔ اور تم نے صرف اس کے لئے تو مجھے فون نہیں کیا ہوگا۔"

"آخری تنبیہ کے حوالے سے تمہارے دن گنے جا چکے ہیں۔ یہ بتاؤ......! اس سلسلے میں کیا کیا تم نے ؟"

ٹیلر ہنسنے لگا۔

"میں اپنے بچے کھچے دنوں کے ہر ہر پل سے لطف اُٹھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"اور سیکورٹی......؟"

"وہی سیکورٹی ہے...... پرانے معمول کے مطابق......!"

"یہ تو کوئی عقل مندی نہ ہوئی۔"

"4 جولائی سے پہلے فکر کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں......!"

پادری ٹیلر نے بے پرواہی سے کہا۔

"اور وہ بغیر مطلع کئے ڈیڈ لائن تبدیل کر دے تو......؟"

"وہ ایسا کر ہی نہیں سکتا۔ وہ تو اخلاقی برتری کے مچان پر چڑھا بیٹھا ہے۔"

"تم نے کوئی جواب دیا اسے......؟"

"میں اس پر کام کر رہا ہوں۔"

"میرے پاس ایک تجویز ہے۔ اس پر بھی غور کر لو......!"

جمیل نے کہا۔ پھر اس نے پادری کو ملر کے آئیڈیے کے بارے میں بتایا۔

پادری ٹیلر نے اس کی بات سنی، پھر بولا۔



"مجھے اس میں کوئی دلچسپی نہیں۔"

"یہ بہت دور کا نشانہ ہے۔ لیکن بات بن بھی سکتی ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ بلکہ تمہیں بتا دوں کہ میں اس سے مل بھی چکا ہوں۔ لیکن دوبارہ نہیں ملنا چاہتا۔"

جمیل اپنی کرسی پر سنبھل کر بیٹھ گیا۔ کاش کلنٹن ٹیلر اس وقت اس کے روبرو ہوتا اور وہ اس کے چہرے کا تاثر دیکھ پاتا۔

"کیا مطلب ہے اس کا کہ تم اس سے مل چکے ہو......؟ کب کی بات ہے یہ......؟"

اس نے پوچھا۔

"پچھلے ہفتے کی ایک رات، نیویارک کے ہارلے ہوٹل میں۔ طریق کار بہت پیچیدہ تھا۔ میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی، اسے ڈیل آفر کی، مگر کچھ بھی نہیں ہوا، بس وقت ضائع ہوا میرا۔ مسیح کا حواری دُنیا کی سودے بازی سے بالاتر ہے۔"

پادری کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا......؟ ہم اسے پکڑ سکتے تھے۔"

"میں نہیں چاہتا کہ وہ پکڑا جائے۔ اب بھی میں یہ نہیں چاہتا۔ وہ تو میرے بہت کام آ رہا ہے۔ یہ اس کی دھمکی والے خط، اس کا الٹی میٹم...... کروڑوں ڈالر خرچ کر کے بھی مجھے اتنی زبردست پبلسٹی نہیں مل سکتی۔ اسے اس وقت پوپ اور صدرِ امریکہ سے بڑھ کر میڈیا کوریج مل رہی ہے۔"

"لیکن وہ تمہاری کھوپڑی میں سوراخ کرنے کے درپے بھی ہے۔"

پادری نے گہری سانس لی۔

"مجھے یقین نہیں ہے اس پر۔ اس رات وہ مجھے ختم کر سکتا تھا۔ میں

اکیلا تھا اس کے رحم و کرم پر۔ لیکن اس نے نہیں مارا۔ اس نے ریوالور تان
تھا مجھ پر، اور میرے لوگوں کو علم تک نہیں تھا کہ میں کہاں ہوں.....؟ ا
بس ٹریگر ہی تو دبانا تھا۔ مگر وہ نہیں دبا سکا۔ وہ خدا کا پیغام رساں، مسیح
حواری ایسے کسی کو قتل نہیں کر سکتا۔ وہ تو اپنی نظروں میں ہی گر جائے گا۔"

"نظریہ تو یہ برا نہیں۔ لیکن میں یاد دلا دوں کہ وہ دو قتل کر چکا
ہے۔"

"پریشان ہونا تمہاری عادت ہے جے.....!"
پادری نے بے تکلفی سے کہا۔
"یہ میرا کام ہے، میری ذمہ داری ہے۔"
"یہ سناؤ کہ میرے لئے تم کیا کر رہے ہو.....؟"
"مسلمانوں کو تمہارے لئے ہموار کر رہا ہوں۔"
جمیل نے کہا۔ اور اس سلسلے میں اسے فرضی تفصیل سے آگاہ کرنے
لگا۔

☆☆☆

اچانک ہی نسلی اور مذہبی منافرت کے واقعات بڑھ گئے تھے۔ اور
یہ کوئی اتفاق نہیں تھا۔

ایک سہ پہر حواری نے اسے فون کیا۔ لیکن اس بار وہ کھیل کے موڈ
میں نہیں تھا۔ بلکہ بہت سنجیدہ تھا۔

"ایسٹ سائیڈ کے علاقے میں ایک مسلمان امام کے ساتھ مار پیٹ
کی گئی، اسے لوٹا گیا اور بدترین بات یہ کہ اس کی داڑھی مونڈ دی گئی۔ یہ کل
رات کی بات ہے۔"



حواری نے کہا۔
"کیا یہ بات تمہارے علم میں ہے کیپٹن.....؟"
"ہاں.....! سنا تو ہے۔"
"میں نے اس کے ذمہ دار دو لفنگوں کو پکڑ لیا ہے۔ ان کا تعلق
اسٹریٹ سی پورٹ میوزیم کے علاقے سے ہے۔ میں نے انہیں
ان سامان کے پیچھے باندھ کر ڈالا ہوا ہے۔ مجھ پر ایک مہربانی کرو
ن.....! پلیز.....! اس معاملے کو خود ہی ہینڈل کرو۔"
اور فون ڈیڈ ہو گیا۔

جمیل نے 14 ویں پولیس اسٹیشن فون کیا اور ڈیسک سارجنٹ کو دو
کاریں اس مقام پر بھیجنے کی ہدایت دی۔ پھر وہ خود بھی اپنی کار میں بیٹھ
وہاں کے لئے روانہ ہو گیا۔

وہ بھی روٹین کا معاملہ تھا۔ وہ دونوں ہسپانک اسٹریٹ کے گینگسٹر
۔ ان کے والدین اسپین سے نقل وطن کر کے امریکہ آئے تھے۔ وہاں کچھ
گھرانے بھی آباد تھے، جن کے ساتھ اس قسم کی وارداتیں ہوتی رہتی
۔ جمیل اس امام کا دکھ اور اذیت سمجھ سکتا تھا، محسوس کر سکتا تھا۔ ان
انے اگر اس امام کے پیٹ میں چاقو گھونپ دیا ہوتا تو اسے اتنی اذیت
جتنی داڑھی کی بے حرمتی پر ہوئی تھی۔

حواری نے اس گینگ کے ایک لڑکے کو پکڑ لیا تھا، اور اس کے منہ
ریوالور ٹھونس کر اس سے حقیقت اگلوا لی تھی۔ یہ اگرچہ تفتیش کا کوئی
ب طریقہ نہیں تھا، لیکن حواری کو کون سمجھا سکتا تھا.....؟ اور پھر اس تفتیش کا
بت نکلا تھا۔

دونوں لڑکوں کو تھانے بھجوا کر وہ مظلوم امام کی تلاش میں نکلا۔ حواری

نے کہا تھا۔

”مجھ پر مہربانی کرو کیپٹن......! اس معاملے کو خود ہی ہینڈل کرنا۔“

یہ بات اس نے خصوصیت سے کیوں کہی تھی......؟

لوئر ایسٹ سائیڈ کے علاقے کو کھنگالنا آسان نہیں تھا۔ لیکن علاقہ اس کا جانا پہچانا تھا۔ اس کے دادا دادی وہاں رہا کرتے تھے۔

اس نے کار پارک کی اور سڑکوں پر پھرنے لگا۔ بیشتر پرانی نشانیاں ضائع ہو چکی تھیں۔ یہاں حلال گوشت والے قصائی تھے اور ریسٹورینٹ بھی کلبوں میں سے لاطینی موسیقی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ یہاں بیشتر دکانوں کے نام ہسپانوی زبان میں تھے۔ لوگ سڑکوں پر پھر رہے تھے دکانوں کے سامنے بیٹھے تھے۔ انہوں نے اسے ایسے دیکھا، جیسے وہ کوئی خلائی مخلوق ہو۔ ان کے نزدیک وہ کوئی غیر ملکی سیاح تھا۔

ڈیلانسی کے قریب ایک تنگ سی سائیڈ اسٹریٹ پر وہ مسجد تھی، جہاں اسے وہ امام مل گیا۔ وہ پرانی طرز کی بوسیدہ سی عمارت تھی۔ اس وقت وہاں نماز ہو رہی تھی۔ جمیل باہر ہی کھڑا رہا۔ امام بڑی خوش الحانی سے قرأت کر رہا تھا۔ جمیل کی آنکھیں آپ ہی آپ بھیگنے لگیں۔

نماز پڑھ کر نکلنے والوں میں بیشتر بڑی عمر کے لوگ تھے۔ چند ایک جوان بھی تھے۔ وہ نکلے تو جمیل نے جوتے اُتارے اور مسجد میں داخل ہوا۔ امام اپنے حجرے کی طرف جا رہا تھا۔ جمیل نے اس کی منڈی ہوئی داڑھی والے چہرے پر لگی ریزر کی خراشوں سے اسے پہچانا اور اسے پکارا۔

”کیا بات ہے بیٹے......؟“

امام کے لہجے میں شفقت تھی۔ پھر اس کی نگاہوں میں شناسائی اُبھری۔



”اوہ...... کیپٹن جمیل نعمان......! آؤ...... اندر آجاؤ میرے حجرے میں۔“

اتنی مدت کے بعد اسے کسی نے اس کے درست نام سے پکارا تھا۔ جمیل کو بہت اچھا لگا۔ وہ حجرے کی طرف بڑھ گیا۔

”السلام علیکم......!“

اس نے کہا۔

”وعلیکم السلام......! آؤ...... اندر......!“

امام نے ایک طرف ہٹ کر اسے راستہ دیا۔

جمیل اندر چلا گیا۔ وہ چھوٹا سا ایک کمرہ تھا، جہاں ایک سنگل بیڈ تھا، ایک میز اور تین کرسیاں۔ ایک طرف دری بچھی تھی۔ دیوار کے ساتھ ایک شیلف تھا، جس میں قرآن پاک کے چند نسخے اور سیرت اور احادیث کی کتابیں تھیں۔

امام نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”بیٹھو......!“

جمیل بیٹھ گیا۔

امام بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

”میں نے تمہیں پہچان لیا۔ تم وہ پولیس والے ہو، جو ہر جگہ تقریر کرتے پھرتے ہو۔ میرا خیال ہے کہ تم اس کی وجہ سے یہاں آئے ہو......؟“

اس نے اپنے چہرے کی طرف اشارہ کیا، جہاں کبھی داڑھی رہی تھی۔

جمیل کو افسوس بھی ہوا اور شرمندگی بھی۔

"میرا نام عبدالمنان ہے۔"

امام نے کہا۔

"اور تم کیوں شرمندہ ہوتے ہو......؟"

اس نے اپنا چشمہ اُتارا اور میز پر رکھی ہوئی دوا کی شیشی اُٹھائی۔ و
آنکھ میں ڈالنے والی دوا تھی، جس کے ساتھ ڈراپر بھی تھا۔ اس نے اپ
آنکھوں میں دو دو ڈراپ ڈالے اور تکلیف کی وجہ سے آنکھیں بھینچ لیں۔ چن
لمحے بعد اس نے آنکھیں کھولیں۔

"بہت شدید جلن ہوتی ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ دوا مرض سے زیاد
تکلیف دہ ہے۔ لیکن یہ اللہ کا احسان ہے کہ میں ابھی اندھا نہیں ہوا ہوں۔
تم نے کبھی سوچا کیپٹن......! کہ آدمی اندھا ہو جائے تو اسے کیسا لگ
ہوگا......؟"

جمیل نے خاموشی سے نفی میں سر ہلا دیا۔

"میں نے محسوس کرنے کی کوشش کی ہے۔ تبھی تو میں جانتا ہوں ک
آنکھیں کتنی بڑی نعمت ہے۔ جب تک ہم اللہ کی دی ہوئی کسی نعمت س
محروم نہ ہوں، اس کی قدر نہیں کھلتی ہم پر۔ شکر ادا کرنے کے بجائے یہ سمجھ
رہتے ہیں کہ یہ تو ہمارا حق ہے۔ ارے ہاں......! مجھے حیرت ہوئی کہ تمہیں
سلام کرنا آتا ہے۔"

"میرے والدین ہمیشہ اس کی تلقین کرتے تھے۔ مگر پھر موقع نہ ملنے
کی وجہ سے پریکٹس نہیں رہی۔ شاید آپ کو میرے لہجے میں اجنبیت لگی
ہوگی۔"

"ہرگز نہیں......! تم نے صحیح لہجے میں سلام کیا تھا۔"

"اللہ کا شکر ہے......!"



جمیل نے بے حد خلوص سے کہا۔

"سلام کرتے ہوئے تمہیں کیسا لگا......؟"

"لگا کہ جیسے یہ آواز کسی اور کے حلق سے نکلی ہے۔"

جمیل نے کہا۔

"آپ کے چہرے کا کیا حال ہے......؟"

"لگتا ہے کہ کسی اور کا چہرہ ہے۔"

دونوں میں سے کسی کے چہرے پر بھی مسکراہٹ نہیں تھی۔

"ہمارا خیال ہے کہ ہم نے ان دونوں لڑکوں کو پکڑ لیا ہے، جن کی
یہ حرکت تھی۔"

جمیل نے کہا۔

"آپ کو تھانے آنے کی زحمت کرنی ہوگی۔"

"یہ تم لوگوں کو ہو کیا گیا ہے......؟"

امام نے حیرت سے کہا۔

"اتنی جلدی انہیں کیسے پکڑ لیا تم نے......؟"

"ہم نے نہیں...... انہیں حواری نے پکڑا ہے۔"

"اوہو......!"

امام کے لہجے میں خوشی تھی۔ یہ جان کر اسے خوشی ہوئی کہ یہ اچھی
کارکردگی پولیس کی نہیں تھی۔

"اور میرے لئے یہ نئی بات نہیں ہے۔ پچھلے چھ ماہ میں میرے
ساتھ تین بار یہ واردات ہوئی ہے۔ پہلی بار تو بہت گھنی داڑھی تھی میری۔ بعد
میں تو داڑھی پوری ہونے سے پہلے ہی مونڈ دی گئی۔"

وہ بڑے دُکھ اور افسردگی سے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر رہے تھے۔

"جب میں نیا نیا امریکہ میں آیا تو ماحول ایسا نہیں تھا۔ اب تو جرائم ہی جرائم ہیں۔ منشیات، زنا بالجبر، غصہ، نفرت، چوری، راہ زنی، ڈکیتی، چاقو اور گنیں۔ اب تو یہ ایک طرح سے میدانِ جنگ ہے۔ کچھ عرصے بعد یہ قبرستان ہوگا۔ اور اس سب میں تم لوگوں کا بھی بڑا حصہ ہے۔"

جمیل شرمندگی سے سر جھکائے بیٹھا تھا۔

"تمہیں حیرت ہو رہی ہے، کیوں......؟ یہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ کل رات ہی میں تنظیم کے اجلاس میں تمہارا خطاب سن رہا تھا۔ مالی امداد کا تو خوب بندوبست کیا تم نے، وہ بھی بدترین دُشمنوں کے ذریعے۔ میرا بس چلتا تو میں اسی وقت تمہارے دانت جھاڑ دیتا۔ کیا تم پاگل ہوگئے ہو......؟ تمہیں احساس بھی ہے کہ تم کیا کر رہے ہو......؟"

"ایک منٹ جناب......!"

جمیل اُٹھنے لگا، لیکن امام نے اسے دوبارہ کرسی پر دھکیل دیا۔

"نہیں......! تم میری بات سنو......! ریڈیو ہو، ٹی وی ہو یا اخبارات، ہر جگہ مجھے تمہاری احمقنہ باتوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ تم تو بولتے ہی رہتے ہو۔ آج تمہیں میری سننی ہوگی۔"

امام کا انداز بہت جارحانہ تھا۔ جمیل زبردستی مسکرایا۔

لیکن امام کا موڈ نہیں بدلا۔

"تم یہ کیا حماقت کر رہے ہو......؟ کلنٹن ٹیلر جیسے بدبودار آدمی کے خلاف بولنے سے ہمیں روکتے ہو......؟ رقم کتنی ہی بڑی ہو، اس کے لئے سچائی سے، اور اپنے نظریات سے دستبردار نہیں ہوا جاتا۔"

"میں نے رات بھی وضاحت کی تھی......"

"ہاں ہاں......! وہ خرافات سنی تھی میں نے۔ بہت فائدے گنوائے



تم نے۔ گھن آ رہی تھی مجھے۔ جانتے ہو کیوں......؟ اس لئے کہ ایمان والے کبھی بکتے نہیں۔ اور پھر اتنے سستے......! دو ملین ڈالر ماہانہ۔ ایسے وقت میں جب اسلام کے دُشمن مسلمانوں کو ختم کرنے کے درپے ہوں......"

"انسانوں کے کسی بھی گروہ کو کبھی ختم نہیں کیا جا سکتا۔"

جمیل نے اس کی بات کاٹی۔

"تم ظاہری اور جسمانی بقاء کی بات کر رہے ہو۔"

امام نے تند لہجے میں کہا۔

"مسلمان کے لئے نظریاتی بقاء سب سے اہم ہے۔ وہ زندہ رہا اور ایمان سے محروم ہوگیا تو اسے مردہ ہی سمجھو۔ دُشمنانِ اسلام اسی سوچ کے تحت وار کر رہے ہیں اب۔ جن جانوروں نے کل رات میری داڑھی مونڈی، تم کیا سمجھتے ہو......؟ کون اُکساتا ہے انہیں......؟ داڑھی کی اہمیت کس نے بتائی ہے انہیں کہ مسلمان کی داڑھی مونڈ دو تو وہ غم و غصے سے بے حال ہو جائے گا......؟ اپنی دماغی اور ذہنی صلاحیتیں کھو بیٹھے گا......؟ یہ سب کچھ انہیں وہ نام نہاد پادری کلنٹن ٹیلر ہی سکھاتا ہے۔"

وہ میز پر رکھے ہوئے کاغذات کو ٹٹولنے لگا۔ پھر اس نے ان کے درمیان سے ایک اخباری تراشہ نکال کر لہرایا۔ وہ کلنٹن ٹیلر کے نام حواری کی تازہ ترین وارننگ تھی۔

"یہ دیکھو......! یہ غیر مسلم اس بات کو تم سے بہتر طور پر سمجھتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس سے کیسے نمٹا جائے......؟"

"تو آپ قتل کو برا نہیں سمجھتے......؟"

"شاک لگا نا...... تمہیں یہ سن کر......؟ یہاں رہ کر تم نے یہاں کے نظریات اپنا لئے۔ ایک شخص جو دینی اعتبار سے ہمیں ہدف بنا رہا ہے،

ہمارے خلاف عوامی نفرت کو فروغ دے رہا ہے، اس کے خلاف لڑنا جہاد ہے۔"

امام نے گہری سانس لی۔

"تمہارا کیا قصور......؟ ماحول کا اثر تو مجھ پر بھی ہے۔ کبھی کبھی میں بھی اُلجھ جاتا ہوں۔ قرآن میں ہے کہ ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے۔ لیکن یہ بھی لکھا ہے کہ فتنہ قتل سے بڑا ہے۔ غور کرو تو کلنٹن ٹیلر فتنہ ہے...... پوری امریکی قوم کے لئے۔ اور فتنے کا خاتمہ انسانیت کی خدمت ہے۔ مگر تمہارے لئے یہ سمجھنا مشکل ہے۔ ایک تو امریکی اور اس پر پولیس مین۔ تم نے نہ تو قرآن پڑھا، نہ تاریخ۔ مسلمانوں نے جنگ جیتنے کے بعد کبھی خون ریزی نہیں کی۔ ہتھیار ڈالنے والوں کو، اور بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کو ہمیشہ امان دی۔ اور دُشمنانِ اسلام جب بھی جیتے، انہوں نے نہتے مظلوموں کے خون کی ندیاں بہا دیں۔ ان تاریخی حقائق سے مغرب ہمیشہ نظریں چراتا ہے۔ فاتح مسلمانوں نے ہمیشہ عبادت گاہوں کی حرمت کا خیال رکھا۔ جنیوا کنونشن کے اُصول، جو جی بھر کر پامال کئے جاتے ہیں، مسلمانوں کے طرزِ عمل کے سامنے ہیچ ہیں۔ اور یہ ملک جو بنیادی انسانی حقوق کو تحفظ فراہم کرتا ہے، اور اس پر فخر کرتا ہے، یہاں میری داڑھی پر مسلسل حملے کیا میرے بنیادی حقوق کے خلاف نہیں......؟ اب تم نے انہیں پکڑ لیا، لیکن کیا سزا ملے گی انہیں......؟ مختصر سی سزائے قید......! اور رہا ہو کر وہ پھر میری داڑھی مونڈ دیں گے۔ میرے سامنے ایک ہی راستہ بچے گا نا...... یہ کہ میں داڑھی رکھوں ہی نہیں۔ تو ذرا بتاؤ کہ میں اپنے بنیادی حق سے محروم ہوا یا نہیں......؟ صرف حقوق کا اعلان کر دینا کافی نہیں، انہیں تحفظ بھی فراہم کرنا ہوتا ہے۔ اس کے لئے معاشرے کا رواداری اور احترام پر استوار ہونا



ضروری ہے۔ ایک طرف تو یہاں بنیادی حقوق کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے۔ دوسری طرف آزادئ تقریر کے نام پر پادری کلنٹن ٹیلر کو نفرت اور تعصب کے پرچار کی کھلی چھوٹ دے دی گئی ہے۔ اس کے نتیجے میں تارکینِ وطن، رنگ، نسل اور مذہب کی بنیاد پر کھڑی اقلیتوں کے حقوق خطرے میں پڑتے ہیں، جس کا کوئی تدارک نہیں۔ یہ تو منافقت ہے۔ بتاؤ......! میں اپنے بنیادی حقوق کا تحفظ کیسے کروں......؟ ہتھیار اُٹھا کر......؟ اس قابل ہوتا تو ایسا ضرور کرتا۔ اگر کمیونٹی خود اپنے حقوق کا تحفظ کرے گی تو خانہ جنگی نہیں ہوگی......؟ میرے نزدیک خانہ جنگی سے یہ بہتر ہے کہ نفرت پھیلانے والے ناسور کو ختم کر دیا جائے۔"

امام خاموش ہوگیا تھا۔ اور وہ بہت گہری خاموشی تھی۔ جمیل نعمان شرمندہ بیٹھا تھا۔ وہ پوری غیر جانبداری سے کہہ سکتا تھا کہ امام کی ہر بات درست ہے۔ یہ امریکی معاشرہ ہرگز اتنا قابلِ فخر نہیں، جتنی اس کی شہرت ہے۔ ایک بے لگام معاشرے میں، جہاں جس کا جو جی چاہے بولے اور لکھے، کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ ہو۔ جہاں ہر شخص کو ہر طرح کا اسلحہ رکھنے کی آزادی ہو، وہاں لوگوں کے بنیادی انسانی حقوق کو تحفظ دیا ہی نہیں جا سکتا۔ اس کے لئے تو ضروری ہے کہ معاشرے کا ہر فرد دوسروں کے حقوق کا احترام کرے اور اس احترام کو اپنا فرض سمجھے۔ یہ تو حقوق و فرائض کے توازن کی بات ہے، جو ایک دوسرے سے جڑے ہیں۔ اچھا اور مہذب معاشرہ وہ ہوگا، جہاں ہر فرد اپنے حقوق کے بجائے اپنے فرائض کی فکر کرے۔ اس طرح حقوق خود بخود سلامت رہیں گے۔ وہ حیران تھا کہ یہ بات اس نے پہلے کیوں نہیں سمجھی......؟ اور وہ شرمندہ تھا۔

امام مسکرایا۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم میری بات سمجھ گئے جمیل نعمان......! اگر ایک عیسائی اپنے طور پر یہ بات سمجھ سکتا ہے تو تم میرے سمجھانے پر کیسے نہ سمجھتے......؟"

☆☆☆

وہ ہفتے کا روشن اور خوب صورت دن تھا۔ جمیل ماریہ کے ساتھ ساحل پر گیا۔ شادی کے بعد وہ ان کی پہلی پکنک تھی۔ وہاں اس نے ماریہ کو امام کی گفتگو کے بارے میں بتایا۔

"بہت دلچسپ......!"

ماریہ نے تبصرہ کیا۔

"لیکن نہایت دل آزار بھی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے......؟"

"اس کی ہر بات سچی تھی۔ لیکن میں قانون کا رکھوالا ہوں، بالا ارادہ کسی کو قتل کرنے والا نہیں۔"

"لیکن تقریبات میں خطاب کے دوران تم یہ نظریہ پیش تو کر سکتے ہو۔ میں نے صلیبی جنگوں کی تاریخ پڑھی ہے۔"

جمیل اسے جواب دینے کے بجائے تیراکی کے لئے ساحل کی طرف چل دیا۔

☆☆☆

فون کی گھنٹی نے ان دونوں کو جگا دیا۔ جمیل نے گھڑی میں وقت دیکھا۔



"دو بجنے میں دس منٹ......!"

وہ کراہا۔ اس کے انداز میں بے زاری تھی۔

"ریسیو ہی نہ کرو......!"

ماریہ نے کہا۔

"تو سو بھی نہیں سکیں گے۔ رات دو بجے جو فون کر رہا ہے، وہ تو بات کر کے ہی رہے گا۔"

"لوگ اتنے بداخلاق بھی نہیں ہوتے۔"

"لیکن یہ کوئی ایمرجنسی بھی ہو سکتی ہے۔"

چند لمحے ہچکچانے کے بعد جمیل نے ریسیور اُٹھا لیا۔

"مجھ سے سویا ہی نہیں جا رہا تھا۔"

دوسری طرف سے جانی پہچانی گھٹی گھٹی آواز نے کہا۔

"میں نے سوچا، ممکن ہے تم بھی جاگ رہے ہو۔"

"میں کوئی نفسیاتی مریض تو نہیں ہوں۔"

جمیل نے تپ کر کہا۔

"ویسے نیند کیوں اُڑ گئی تمہاری......؟"

"تمہاری وجہ سے......!"

حواری نے کہا۔

"کیسے......؟"

جمیل نے ریسیور ایسے رکھا کہ ماریہ بھی سن سکے۔

"میں مایوس بھی ہوا اور میرا ذہن اُلجھ بھی گیا۔"

حواری نے کہا۔

"اور ایسی اُلجھنیں میری نیند اُڑا دیتی ہیں۔ اب تم ہی میری یہ

اُلجھن دُور کر سکتے ہو۔ یہ بتاؤ کہ تم جیسا معقول اور انصاف پسند آدمی کیسے بک سکتا ہے......؟ صرف ایک عہدے کے عوض۔"

جمیل نے کچھ نہیں کہا۔ اس کا حلق خشک ہو رہا تھا۔

"ٹیلر نے مجھے بتایا کہ تم سے اس کی کیا ڈیل ہوئی ہے......؟ بولو......! کیا یہ سچ ہے......؟"

"جو جی چاہے...... سمجھ لو......!"

"تم ایسا کیسے کر سکتے ہو......؟"

جمیل نے پھر کوئی جواب نہیں دیا۔ ماریہ اسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔

"اچھا......! بکنے والی میری بات بھول جاؤ۔ میں خود بھی اس پر یقین نہیں رکھتا۔ میرے خیال میں تمہیں پوری دیانتداری سے یہ یقین ہوگا کہ جو کچھ تم کر رہے ہو، درست ہے۔ سچ پوچھو تو اسی بات سے تو خوف آرہا ہے مجھے۔ اگر وہ شیطان کا چیلا، نام نہاد پادری تمہیں بے وقوف بنا سکتا ہے تو پھر کون بچے گا اس سے۔"

"تم......! وہ تمہیں بے وقوف نہیں بنا سکتا۔"

جمیل نے بے ساختہ کہا۔

"میرے ساتھ اپنے امام کو بھی شامل کر لو......!"

جمیل کو حیرت ہوئی۔

"یہ شخص شاید کبھی سوتا ہی نہیں۔ تبھی تو ہر بات کی خبر رہتی ہے اسے۔ اور شاید وہ سبھی سے فون پر بات کرتا رہتا ہے۔"

"پلیز......! تم میرے بارے میں فکر مند نہ ہو۔"

"میرا خیال تھا کہ امام تمہیں راہِ راست پر لے آئے گا۔"



"میں کہہ رہا ہوں کہ میری فکر چھوڑو...... اپنی فکر کرو......! یہ زیادہ ذمہ داری ہے۔"

"آخر پولیس کمشنر بننے کی اتنی اہمیت کیوں ہے تمہارے لئے......؟"

"ویسے ہی، جیسے میں ابتداء میں پولیس مین بننا چاہتا تھا۔"

"آئی ایم سوری......! لیکن اگر تم ٹیلر کے زور پر یہ عہدہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو تمہاری یہ اُمید پوری نہیں ہوگی۔"

حواری نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیوں......؟ اس لئے کہ تم اسے شوٹ کر دو گے......؟"

"اگر اس نے مجھے مجبور کیا تو...... ویسے اس کی حرکتیں تو یہی بتاتی تھیں۔ میں پھر کہوں گا کہ وہ شیطان کا چیلا ہے۔"

"اب ایک بری خبر دھیان سے سنو بیٹے......!"

جمیل سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"اب تم کسی کو شوٹ نہیں کر سکو گے۔ کیونکہ اس سے پہلے ہی میں تمہیں پکڑ لوں گا۔ جانتے ہو کیوں......؟ اس لئے کہ معاشرے کو اصل خطرہ تم سے ہے، ٹیلر سے نہیں۔ تم جیسے بیمار ذہنیت کے لوگوں نے لنکن، کینیڈی، کنگ اور جانے کس کس کو قتل کیا......؟ تم جیسے خود پسند لوگ اپنی پارسائی کے زعم میں مبتلا صدیوں سے یہی کچھ کر رہے ہیں۔ تم خود کو حواری کہتے ہو، لیکن یہاں سے تم سیدھے جہنم میں جاؤ گے، سمجھے......؟"

یہ کہہ کر جمیل نے ریسیور پٹخ دیا۔

☆☆☆

حواری کے الٹی میٹم پر پادری ٹیلر کا ردِعمل ریڈیو پر صبح کی خبروں میں نمایاں طور پر سامنے آیا۔ جمیل نے وہ کام پر جاتے ہوئے اپنی کار میں سنا۔ اس کی آنکھیں سڑک پر مرکوز تھیں۔ لیکن وہ بڑے دھیان سے سن رہا تھا۔ اسٹیئرنگ کو اس نے اتنی سختی سے تھاما تھا کہ ہاتھوں کی رگیں اُبھر آئی تھیں۔ یہ ردِعمل اگرچہ کئی دن بعد سامنے آیا تھا۔ لیکن اس کا خیال تھا کہ وہ جانتا ہے کہ پادری کیا کہے گا......؟ اس لئے اسے کسی چونکا دینے والی بات کی توقع نہیں تھی۔ لیکن لگتا تھا کہ اس کا اندازہ غلط ثابت ہونے والا ہے۔

حواری کا جو جواب نشر ہوا، وہ کچھ یوں تھا۔

"میں تمہارے تازہ ترین الٹی میٹم کو پڑھ کر بہت اُداس ہوا۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ مجھے اب بھی یقین نہیں آتا کہ تم مجھے نقصان پہنچا سکتے ہو۔ میں نہیں سمجھتا کہ تم جیسا خیر کا خواہاں کوئی شخص کسی کو بے رحمی سے قتل کر سکتا ہے۔

اس بات پر اپنے یقین کو ثابت کرنے کے لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ 4 جولائی کی رات نیویارک کے یانکی اسٹیڈیم میں عوام سے خطاب کروں گا۔ اس دن کی اپنی ایک اہمیت ہے۔ یہ دن ایک علامت ہے، اور میں اس دن امریکی عوام کے لئے صحت، انصاف اور خوش حالی کے لئے اپنے عزم کا اعادہ کروں گا۔

میں چاہتا ہوں کہ اس موقع پر تم بھی وہاں موجود ہو۔ شاید اس طرح تمہیں اندازہ ہو سکے کہ مجھے خدا کی حمایت واصل ہے۔ اسی لئے میں ہر خوف سے بے



نیاز ہوں۔ اور میری دُعا ہے کہ خدا تمہیں بھی حمایت سے نوازے۔"

جمیل کی بھویں تن گئی تھیں۔ بات سیدھی اور صاف تھی۔ یہ دہرے معنی کا دعوت نامہ تھا۔ اس کا یہ مطلب بھی تھا کہ اس رات اسٹیڈیم میں تیل دھرنے کی جگہ بھی نہیں ہوگی۔

☆☆☆

آدھی رات کو جمیل کی آنکھ کھلی۔ وجہ یہ احساس تھا کہ گھر میں اس کے اور ماریہ کے سوا بھی کوئی موجود ہے۔ اور ماریہ بے خبر سو رہی تھی۔ وہ آہستگی سے بستر سے اُٹھا اور کچن کی طرف بڑھا۔ کیونکہ وہاں روشنی ہو رہی تھی۔

اور کیپٹن عابد وہاں موجود تھا۔

وہ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے کافی پاٹ تھا اور کافی کی پیالی، جو بھاپ اُڑاتی کافی سے لبریز تھی۔ سامنے ایک خالی کپ رکھا تھا، جو غالباً اس کے لئے تھا۔

عابد نے سر اُٹھا کر اسے دیکھا اور دھیمی آواز میں بولا۔

"آؤ......! کافی پیو گے......؟"

"میں بھول گیا تھا کہ یہ تمہارا گھر ہے۔"

جمیل نے طنز کیا۔

"گھر تو تمہارا ہی ہے۔ میں تو مہمان ہوں۔ بس ذرا بے تکلف قسم کا!"

"تو تم عام مہمانوں کی طرح کسی کے گھر نہیں آ سکتے......؟"

"یہ طور طریقے بھول چکا ہوں میں۔"

"اب میں شادی شدہ ہوں۔"

"اور میں تمہاری شادی کا گواہ تھا۔ اس لئے تو بیڈ روم میں نہیں آیا۔"

"اور یہاں کافی پینے بیٹھ گئے۔ میری آنکھ نہ کھلتی تو کافی پی کر رُخصت ہو جاتے۔"

"یہ کیسے ممکن تھا......؟ تم ایک مستعد پولیس افسر ہو جمیل نعمان......! کوئی تمہارے گھر میں گھس آئے اور تمہاری آنکھ نہ کھلے، یہ ہو ہی نہیں سکتا۔"

"لاؤ...... کافی نکالو میرے لئے......!"

عابد نے دوسری پیالی میں بھی کافی اُنڈیل دی۔

"اب کہو......! مسئلہ کیا ہے......؟"

"یہ اسٹیڈیم میں ریلی سے خطاب والا معاملہ، کس چکر میں ہے پادری ٹیلر......؟"

"اس نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔"

"تمہارا کیا اندازہ ہے......؟"

"پبلسٹی...... پبلسٹی اور پبلسٹی......!"

جمیل نے بے زاری سے کہا۔

کیپٹن عابد سوچ میں پڑ گیا۔

"پادری ٹیلر کو پبلسٹی کا ہوکا ہے۔"

جمیل نے وضاحت کی۔

"لیکن اس چکر میں وہ مر سکتا ہے۔"

"اور وہ یہ خطرہ مول لینے کے لئے تیار ہے۔"

"گزشتہ روز ہمیں ایک دلچسپ بات معلوم ہوئی۔"

عابد نے کہا۔

"ٹیلر کا ایک سکریٹری آف اسٹیٹ کی بیوی کے ساتھ ناجائز تعلق ہے۔"

جمیل کو حیرت ہوئی۔

"پادری اور ناجائز تعلق......!"

لیکن پھر اسے خیال آیا کہ یہ بات پادری ٹیلر کی ہو رہی ہے۔ تاہم اس نے بے پرواہی سے کہا۔

"تو اب تم افواہوں پر مبنی کالم بھی لکھو گے......؟"

"میں بریڈ بیری کی بات کر رہا ہوں، جو مشرقِ وسطیٰ کے معاملات میں ملوث ہے۔ یہ ہمارے لئے بہت پریشانی کی بات ہے۔"

عابد نے سنجیدگی سے کہا۔

"اس لئے تو ہم اس پر نظر رکھتے ہیں۔"

"کون جانے...... وہ بے چاری اپنے روحانی امراض کا علاج کرا رہی ہو اس سے۔"

"ہم نے فون پر ان کی جو گفتگو سنی، وہ خالصتاً جسمانی اور نفسانی تھی۔"

"تو پھر......؟"

عابد نے کندھے جھٹک دیئے۔

"ہم انٹیلی جنس کے لوگ اتفاقات پر یقین نہیں رکھتے۔ ٹیلر نے ضرور اسے جال میں پھانسا ہے۔"

"وجہ میں سمجھنے سے قاصر ہوں۔"

جمیل نے کہا۔

''ذرا سوچو......! اس کا شوہر مشرقِ وسطیٰ میں قیامِ امن کے لئے میں کام کر رہا ہے۔ یہ کام رازداری کا ہے۔ اور اس کے مشن کی تکمیل میں صرف چند روز باقی تھے کہ اسے نشانہ بنایا گیا۔ نتیجہ یہ کہ معاہدہ موخر۔ اور اس کا فائدہ اسرائیل کو پہنچا ہے۔ اب اس تناظر میں پادری اور ٹیلر اور مسز بریڈ بیری کے تعلق کو دیکھو تو بات سمجھ میں آئے گی۔''

جمیل حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''لیکن ضروری نہیں کہ ٹیلر کو سکریٹری کی بیوی نے کچھ بتایا ہو......!''

''بتایا تھا۔ ہم نے ان کی جو گفتگو سنی، اس میں اس کا حوالہ بھی تھا۔''

''لیکن واردات کی ذمہ داری تو تنظیم......''

''کمپیوٹر کے اس دور میں کوئی بھی، کسی بھی نام سے کوئی بھی ذمہ داری قبول کر سکتا ہے۔ تنظیم کو تو اس معاہدے کے بارے میں کچھ خبر ہی نہیں تھی۔''

''لیکن ٹیلر...... وہ کیسا بھی ہو...... میں اس کے بارے میں یہ یقین نہیں کر سکتا کہ......''

عابد کے ہونٹوں پر بڑی سوگوار سی مسکراہٹ تھی۔

☆☆☆

ہیری بلیک سحر زدہ بھی تھا، برہم بھی اور ڈپریس بھی۔ پادری ٹیلر بلاشبہ فطین تھا۔ ایک ماسٹر اسٹروک کے ذریعے اس نے پوری صورتِ حال کو اپنی خواہش کا رنگ دے دیا تھا۔ اس نے پورے میڈیا کو اپنی طرف متوجہ کر



ی ٹیلر کے 4 جولائی کے پروگرام کے اعلان کے 36 گھنٹوں کے اندر نیویارک ہیجان سے دوچار ہو گیا تھا۔ لگتا تھا، کوئی عظیم میچ ہونے والا

ہیری بلیک کے لئے وہ سب ناقابلِ یقین تھا۔ ایک آدمی نے عوامی ام پر دوسرے آدمی کو قتل کرنے کی دھمکی دی تھی، اور جسے دھمکی دی گئی تھی، نے گویا اس تقریب کے لئے شہر کا سب سے بڑا اسٹیڈیم کرائے پر مل کیا تھا، اور ستم یہ کہ شہر کے لوگ، جن میں اکثریت تعلیم یافتہ لوگوں کی ی، جو بڑے باشعور تھے، جو خود کو روئے زمین پر سب سے مہذب قوم کہتے ے، فرطِ شوق سے پاگل ہوئے جا رہے تھے۔ زندگی اور موت کا وہ میچ دیکھنے لئے بے تاب ہو رہے تھے لوگ۔ ہیری کو یقین تھا کہ اس معاملے میں نی اخلاق اور کردار کی کئی کمزوریاں سامنے آ رہی ہیں۔ لیکن وہ ان سے ریں چرا رہا تھا۔ وہ ان کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

لیکن بہرحال وہ صحافی تھا۔ اس کی آواز، اس کے لفظوں کی ایک ت تھی، اور وہ انہیں استعمال بھی کرتا تھا۔ اس نے سوال اُٹھائے۔

''یہ کیسا ردِعمل ہے......؟ آپ کو شاک کیوں نہیں لگا اس پر......؟ گی اور موت کو کھیل تماشا بنانے پر دہلے کیوں نہیں آپ لوگ......؟ زندگی موت کو ایک عوامی کھیل کا درجہ دیا جا رہا ہے...... آپ کی انسانیت کو کیا ؟ انسانی ہمدردی اور شعور کو کیا ہم نے اپنے کھیل کے میدانوں میں ر دیا......؟ کیا ہم رومن سلطنت کے عہد میں پہنچ گئے......؟ جہاں ں اور درندوں کے درمیان زندگی اور موت کا مقابلہ منعقد کرایا جاتا تھا جوق در جوق تماشا دیکھنے آتے تھے......؟''

اس نے یہ سوال پرنٹ میڈیا میں بھی اُٹھائے اور ٹی وی پر بھی۔ مگر

جوابات اسے کچھ اچھے نہیں لگے۔ کیونکہ لفظ بے جان ہوتے ہیں۔ ان میں نہ
خون ہوتا ہے، نہ گوشت اور نہ رگ پٹھے۔ وہ کسی کی موت کو نہیں روک سکتے
لیکن اس کے اپنے پاس بھی تو لفظوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔

"یہ ہم لوگوں کے ساتھ مسئلہ کیا ہے برائن......؟"

اس نے اپنے ایڈیٹر سے پوچھا۔

"کیا ہمیں المیوں کا شعور نہیں رہا۔ یا ہم نے اقدار کو اہمیت دینا
چھوڑ دیا ہے......؟"

برائن کیلی کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ ہیری کو اس سے جواب کی
توقع بھی نہیں تھی۔ بس اداریے لکھے جا رہے تھے، ان کے اخبار میں بھی، اور
دوسرے اخبارات میں بھی۔ وہ بھی خالی خولی، کھوکھلے لفظ تھے۔ ہر شخص لفظوں
سے استفادہ کر رہا تھا، کھیل رہا تھا۔ کھیل، کھیل، محض کھیل......!

☆☆☆

اپنی نام نہاد سچائی کی حدت میں خوش کلنٹن ٹیلر کے وعظ اب بھی
جاری تھے...... بلکہ اب وہ ریڈیو اور ٹی وی پر براہِ راست بات کر رہا تھا۔

"جو لوگ مسیح کی پناہ سے باہر ہیں، خبردار ہو
جائیں۔"

لفظوں کے برعکس اس کے لہجے میں نرمی تھی۔

"جہنم کی آگ اور بدترین اذیتیں ان کی منتظر
ہیں۔ ان کے پاس اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے
لئے زمین ہوگی نہ تھامنے کے لئے کوئی سہارا۔ میں بتا رہا
ہوں، تمہارے اور جہنم کے درمیان ہوا کے سوا کچھ بھی



حائل نہیں۔ صرف خدا کے پاس قوت ہے تمہیں بچانے
کی، سو اس کو خوش کرنے کی کوشش کرو۔

بے شک......! تم نہیں جانتے۔ خدا کے ہاتھ
تمہیں نظر نہیں آتے۔ تم تو صرف ظاہری اور مادّی چیزیں
دیکھ سکتے ہو۔ تمہیں اپنی اچھی صحت، اپنے دوست، اپنے
کنبے کے افراد اور اپنی دُنیاوی کامیابیاں نظر آتی ہیں۔ مگر
یہ سب بے حیثیت ہیں۔ یہ تمہیں تحفظ فراہم نہیں کر
سکتیں۔ اگر خدا تم سے ہاتھ اُٹھا لے تو تم بے بسی سے
چیختے ہوئے جہنم میں جا گرو گے۔ تمہاری بداعمالیاں تمہیں
بھاری کر رہی ہیں۔ جیسے بھاری چیزیں پانی میں ڈوب
جاتی ہیں، ویسے ہی تم جہنم کی گہرائی میں جا پہنچو گے۔ تم
جو مسیح کا انکار کرتے ہو، جھوٹے خداؤں کی پرستش کرتے
ہو، میں تمہیں تمہارے بھلے کی خاطر خبردار کر رہا ہوں۔
مان جاؤ......!"

☆☆☆

وعظ کے فوراً بعد میلیسا بریڈ بیری نے اسے فون کیا۔ ایک ہفتے کی
مسلسل کوشش کے بعد یہ اس کا ٹیلر سے پہلا رابطہ تھا۔

"تم کہاں سے فون کر رہی ہو......؟"

پادری ٹیلر نے محتاط لہجے میں پوچھا۔ اس کے سمجھانے کے باوجود وہ
بے پروائی سے کام لیتی تھی۔

"والٹر ریڈ کے ایک فون بوتھ سے۔ تم فکر مت کرو کلنٹن......!

صرف تمہارا ہی نہیں، میرا بھی بہت کچھ داؤ پر لگا ہے۔"

میلیسا نے سرد لہجے میں کہا۔

"جانتے ہو...... یہ ہفتہ مجھ پر کیسا بھاری گزرا ہے......؟"

"میں اندازہ کرسکتا ہوں، ڈیکٹر کا کیا حال ہے......؟"

"وہ خطرے سے باہر ہے۔ لیکن بہرحال اذیت میں ہے۔ اس کی ساری اُمیدیں، اس کا کام، سب ضائع ہوگیا۔ اور قیمتی جانوں کا زیاں الگ۔"

"مجھے بہت افسوس ہے۔ ارضِ مقدس میں امن کے لئے تو ہم سب دُعائیں کررہے ہیں۔"

"یہ سب کم تو نہیں تھا کہ تم نے اور پریشان کردیا مجھے۔ اب میں تمہارے لئے فکرمند ہوں۔"

میلیسا کا لہجہ نرم ہوگیا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں اپنی جان کو یوں خطرے میں ڈالنے کی کیا ضرورت تھی......؟ یہ کیا احمقانہ کھیل ہے......؟"

"میں اسے کھیل نہیں سمجھتا۔"

"تم مانو نہ مانو......! یہ دُنیا میں آج تک کھیلے جانے والے ہر کھیل سے بڑھ کر ہے۔ بے شک......! پبلسٹی تو بہت ملی ہے تمہیں۔ لیکن زندگی کی قیمت پر پبلسٹی کس کام کی......؟"

"یقین کرو......! میرا مرنے کا کوئی ارادہ نہیں......!"

"تمہاری حفاظت کون کرے گا......؟"

"خدا......؟"

پادری مسکرایا۔



"تمہارا ایمان بہت کمزور ہے۔"

"ممکن ہے......! 4 جولائی کو خدا کی اس سے زیادہ اہم مصروفیتیں ہوں۔"

"اس صورت میں دو ہزار پولیس والے، ایف بی آئی کے ایجنٹ اور میرے ذاتی محافظ یہ کام کرسکتے ہیں۔"

اس کی خوداعتمادی نے میلیسا کو جزوی طور پر مطمئن کردیا۔ لیکن اپنی اے سی پی کے قومی کونسل کے اراکین کو مطمئن کرنا اتنا آسان نہیں تھا۔ پورے ہفتے وہ مسلسل فون کرتے رہے تھے۔ وہ اس کے تحفظ کی طرف سے بہت فکرمند تھے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ وہ اس فکر میں پاگل ہوئے جارہے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ انہوں نے اس سلسلے میں دولت بھی صرف کی ہے، بہت وقت بھی دیا ہے اور محنت الگ۔ وہ یہ سب کچھ خطرے میں کیسے ڈال سکتا ہے......؟

"سمجھنے کی کوشش کرو......!"

اس نے وضاحت کی۔

"میں بے سوچے سمجھے یہ سب کچھ نہیں کررہا ہوں۔ میں نے سب کچھ سوچا ہے۔ بہت باریک بینی سے منصوبہ بندی کی ہے۔ تمہاری طرح میرے لئے بھی زندگی کی اتنی ہی اہمیت ہے۔ فرض کرلو کہ حواری وہاں پہنچ جاتا ہے، تو چار جولائی کی اس رات میں اسٹیڈیم میں اتنا محفوظ ہوں گا کہ کہیں اور نہیں ہوسکتا۔ ذرا سوچو......! وقت اور مقام کا انتخاب میں نے کیا ہے، حواری نے نہیں۔ اور وہاں میری سیکورٹی کے غیرمعمولی انتظامات ہوں گے۔"

وہ پوری طرح مطمئن تو نہیں ہوئے۔ لیکن کم از کم اس معاملے میں

انہوں نے چپ سادھ لی۔

☆☆☆

ادھر رچرڈ گینر اور کیٹ کے درمیان اسی موضوع پر بات ہو رہی تھی۔

"خدا کی قسم......! یہ شخص انسان ہرگز نہیں۔ یہ شیطان ہے۔"

کیٹ نے کہا۔

"تم زیادتی کر رہی ہو۔ اس نے ثابت کیا ہے کہ وہ اسمارٹ ہے۔ اس کا کریڈٹ تو دو اسے۔"

"کریڈٹ......؟ تم چاہتے ہو کہ میں اسے کریڈٹ دوں......؟"

وہ اسپتال میں ڈیوٹی کر کے آئی تھی، اور یونیفارم میں تھی۔ وہ اس وقت رچرڈ کے گھر کے قریب ایک چھوٹے بار میں بیٹھے تھے۔ ایسا کم ہی ہوتا تھا کہ رچرڈ کے اپارٹمنٹ کے باہر وہ کہیں ملتے۔

"یہ اعتراف تو کرنا پڑے گا کہ اس نے نہایت شاندار چال چلی ہے۔"

لیکن کیٹ اتنی مشتعل تھی کہ اس سے بولا بھی نہیں گیا۔

"تمہاری حس مزاح کو کیا ہو گیا......؟"

رچرڈ نے اسے چھیڑا۔

"اس میں مزاح کا پہلو کون سا ہے......؟"

کیٹ نے چڑ کر کہا۔

"لیکن ایسا بھی نہیں کہ ہم پریشان یا جذباتی ہو جائیں۔"

کیٹ نے جام خالی کیا اور ویٹر کو ایک اور جام لانے کا اشارہ کیا۔



"اس پر غیر جانبداری سے سوچو......!"

رچرڈ نے کہا۔

"یہ کلاسیکی چال ہے، میکیاولی اسٹائل کی۔ شاید وہ بھی اس سے بہتر نہ سوچ پاتا۔ اس نے میری دھمکی، میرے الٹی میٹم اور میری دی ہوئی ڈیڈ لائن پر غور کیا اور انہی کی مدد سے میرے لئے ایک جال بنا اور مجھ پر اُچھال دیا۔ اب میں اس میں پھنس چکا ہوں۔"

"کوئی ضروری نہیں کہ تم اس میں پھنسو......!"

رچرڈ مسکرایا۔

"میں سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں۔"

"چلو مان لیا کہ تم سنجیدہ ہو۔ اب یہ بتاؤ کہ میں اس جال سے کیسے نکلوں......؟"

ویٹر نے کیٹ کے سامنے دوسرا جام رکھ دیا۔ کیٹ نے بہت آہستگی سے ایک گھونٹ لیا۔ آٹھ گھنٹے کی تھکا دینے والی ڈیوٹی کے بعد مارٹینی کا لطف ہی کچھ اور ہوتا ہے۔

"میں تمہیں بتاتی ہوں، بہترین اور محفوظ ترین طریقہ۔ حواری کو چاہئے کہ وہ پادری ٹیلر کو نظر انداز کر دے۔ ایسے میں یانکی اسٹیڈیم میں نظر انداز کئے گئے پادری پر جو گزرے گی، ہم اس سے محظوظ ہو سکیں گے۔"

"یہ تو پینٹنگ کا مواد لگ رہا ہے۔ پادری ٹیلر کا یانکی اسٹیڈیم میں خطاب...... زبردست......!"

"لیکن تمہیں یہ آئیڈیا پسند نہیں آیا ہے...... ہے نا......؟"

رچرڈ نے اس کا ہاتھ اُٹھایا اور ہتھیلی کو چوم لیا۔

کیٹ سوچ رہی تھی۔

"کوشش کرنے میں کیا حرج ہے......؟"

اس نے خودکلامی کے انداز میں کہا۔

"کوئی اور ترکیب سوجھی......؟"

"اس سے ایک ملاقات اور کرو......!"

"اور اس ملاقات میں کیا کروں......؟"

"اس کی ڈیل قبول کرلو۔ وہ ایسی بری بھی نہیں تھی۔ تمہاری بات کی ایک اہمیت ہے۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ تم اپنی مرضی کا صدر بھی منتخب کرا سکتے ہو۔"

"لیکن میں خود کسے منتخب کروں گا......؟"

"یہ میں تمہیں بتا دوں گی۔"

"اور کوئی آئیڈیا......؟"

کیٹ نے جام ایک گھونٹ میں خالی کر دیا۔

"میڈیا کے ذریعے اس سے رابطے میں رہو اور چار جولائی تک کوئی ایسا پہلو تلاش کر لو جس پر تم اور وہ دونوں متفق ہو سکیں۔ سمجھوتے کی کوئی صورت نکالو۔ مجھے یقین ہے، وہ اس پر تین وقت کے فاقہ زدہ شخص کی طرح جھپٹے گا۔"

"تم اپنے مؤقف سے بڑی آسانی سے پیچھے ہٹ سکتی ہو۔"

"صرف تمہیں زندہ دیکھنے کی خاطر......!"

رچرڈ نے اپنے لئے برانڈی کا ایک اور جام طلب کیا۔ وہ اس کا تیسرا جام تھا۔

"چلو ٹھیک ہے......!"

کیٹ نے پسپائی اختیار کرتے ہوئے کہا۔



"تو تمہارے سامنے اسے قتل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں......؟"

اس نے لفظ "قتل" کو چابک کی طرح لہرا کر ادا کیا تھا اور اس دوران غور سے اس کے چہرے کو دیکھتی رہی تھی۔ لیکن اس کے چہرے پر کوئی ردعمل نہیں اُبھرا۔

"لیکن میں کہتی ہوں، یہ کام بھی تمہیں اپنی شرائط پر کرنا چاہئے، ...ئی نہیں۔"

"اس کی وضاحت بھی کر دو ذرا......!"

"وقت، مقام اور طریق کار کا تعین تم کرو......!"

"مطلب......؟ آدھی رات کو اس کا گھر بم سے اُڑا دوں......؟ ...ے زہریلے مشروم بھیج دوں......؟ کسی سنسان گلی میں اس کا گلا کاٹ ...دوں......؟ کیا کروں......؟ تم ہی بتاؤ مجھے......!"

"میں تمہیں سمجھاتی ہوں۔ وہ تمہیں یانکی اسٹیڈیم میں پھنسا کر شکار ...نا چاہتا ہے، جہاں پولیس کے دو سو شارپ شوٹر تمہارے شکار کے لئے ...جود ہوں گے۔ تم اسے قبول کر لو تو تم سے بڑا کوئی بے وقوف ہے ہی ...گا۔"

"عقل مندی کا تو میں نے کبھی دعویٰ کیا ہی نہیں۔"

"اوہ رچرڈ......!"

اب اس کا انداز جین جیسا ہوگیا۔ رچرڈ نے سوچا۔

"یہ آخر میں تمام عورتوں کا روّیہ بیویانہ ہی کیوں ہو جاتا ہے......؟"

"سمجھنے کی کوشش کرو......!"

اس نے کہا۔

"مسئلہ یہ ہے کہ میں بہت اچھی طرح سمجھ رہی ہوں۔"

"مجھے کھلے عام چیلنج کیا گیا ہے۔ بڑی محنت سے میں نے ایک اپنا
بنایا تھا۔ مجھے اس کی حفاظت کرنی ہے۔ اب حواری دُم دبا کر اندھیرے میں
فرار تو نہیں ہو سکتا۔"

"کیوں نہیں......؟"

رچرڈ حیرت سے اسے تکنے لگا۔

"او گاڈ......! اب تم خود ہی اپنے سحر میں مبتلا ہو رہے ہو۔"

"وہ تو میں ابتداء سے ہی ہوں۔"

"اور مجھے حسِ مزاح سے محروم ہونے کا طعنہ دیتے ہو۔ ذرا اپنی تو
سنو......! جنونیوں کی سی باتیں کر رہے ہو۔"

"تو جنونی تو میں ہوں۔ مسیح کے حواری سے اور کیا اُمید رکھی جا سکتی
ہے......؟ لیکن خدا کا شکر ہے کہ میں مخالف کی اچھی چال کو سراہنے کی اہلیت
بھی رکھتا ہوں۔"

"زبردست......! میری طرف سے مبارک باد قبول کرو اس کا
مطلب یہ کہ تم ہنستے ہوئے مرو گے۔"

کچھ دیر وہ دونوں خاموشی سے اپنے اپنے جام سے گھونٹ لیتے
رہے۔ وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہے تھے۔

"میرا خیال تھا کہ تم یہ سب سمجھتی ہو۔"

بالآخر رچرڈ نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

"میں سمجھتی ہوں۔ لیکن اتنی خطرناک حد تک تمہاری حوصلہ افزائی نہیں
کر سکتی۔"

"تم ایک بات بھول رہی ہو۔ پادری ٹیلر کے لئے تم نے مجھے
اُکسایا تھا۔ وہ میرا آئیڈیا نہیں تھا۔"



"یاد دلانے کی ضرورت نہیں......!"

کیٹ نے چڑ کر کہا۔

"لیکن اس وقت کوئی بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ بات یانکی اسٹیڈیم
تک پہنچے گی۔"

وہ اپنے جام کو میز پر نچانے لگی۔ وہ اس وقت بہت تنہائی زدہ لگ
رہی تھی۔ اس کی نگاہوں میں اُداسی اور برہمی کا ملا جلا تاثر تھا۔

"اس صورتِ حال کے بارے میں سوچ کر میرا جی متلانے لگتا
ہے۔ یہ تو جدید دور میں سلطنت روما کا وحشیانہ کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ یہ انسان
ہیں......؟ یہ بوزنے ہیں......تم کن لوگوں کے لئے اپنی زندگی داؤ پر لگا رہے
ہو......؟ سوچو تو......!"

"وہ جو کچھ بھی ہیں، ہم بھی انہی میں سے ہیں۔"

رچرڈ نے سرد لہجے میں کہا۔

"کم ازم میں تو ان پر فخر نہیں کر سکتی۔"

رچرڈ تصور میں اس صورتِ حال کو پینٹ کرنے لگا۔ وہ اتنا محو تھا کہ
اس نے جمیل نعمان کو بار میں آتے نہیں دیکھا۔ وہ ان کے بوتھ میں، اس
کے سامنے آ کھڑا ہوا، پھر بھی اسے اس کی موجودگی کا احساس نہیں ہوا۔

"کیا بات ہے......؟ کیا میں اتنا بدل گیا ہوں......؟"

جمیل نے کہا۔

کیٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دیکھو تو......کون آیا ہے......؟"

رچرڈ نے اُٹھ کر جمیل سے ہاتھ ملایا۔ لیکن اس کے پیٹ میں
...ہونے لگی تھی۔ وہ ہرگز کوئی خوشگوار احساس نہیں تھا۔

”کچھ پیو گے......؟ یا تم اس وقت ڈیوٹی پر ہو......؟“

اس نے پوچھا۔

”تم شاید بھول گئے...... میں شراب چھوڑ چکا ہوں۔“

”میں تو یہ بھی بھول گیا تھا کہ اب تم شادی شدہ ہو۔“

”کیسی گزر رہی ہے......؟“

”بہت اچھی......! اور تم لوگ بھی خوش لگ رہے ہو۔ تم نے بھی کچھ سوچا ایسا......؟“

”کسی نرس سے شادی کرنا آسان نہیں ہوتا۔“

رچرڈ نے ہنس کر کہا۔

”اب وہ شرفا ہی نہیں رہے، جنہیں عورت کا احترام کرنا آتا تھا۔“

کیٹ نے منہ چڑاتے ہوئے کہا۔

”پچھلے دور کی شرافت کا ایک نشان ابھی موجود ہے...... مسیح کا حواری......! کیوں کیپٹن......؟“

رچرڈ کو موقع مل گیا۔

”میرے لئے تو وہ دردِ سر بنا ہوا ہے۔“

جمیل نے کوک کا گھونٹ لیا، جو ویٹر اس کے سامنے رکھ گیا تھا۔

”تمہاری اور اس کی ریس کیسی جا رہی ہے کیپٹن......؟“

کیٹ نے کہا۔

”میں نے تو کئی دن سے اخبار بھی نہیں پڑھا ہے۔“

”اخباروں میں پڑھنے کو کچھ ہے ہی نہیں۔“

جمیل نے کہا۔

”ایک بار اس کا سراغ ملا تھا...... یہاں سے تین بلاک دُور...... مگر



...بھی گم ہوگیا۔ اس وقت بھی میں اسی سلسلے میں نکلا تھا کہ تم دونوں سے
...ت ہوگئی۔“

”اب خوش ہو جاؤ......! اب یا تو اِدھر یا اُدھر...... 19 دن میں کچھ
...تو ہو ہی جائے گا۔“

جمیل نے بے تاثر چہرے کے ساتھ اسے دیکھا۔ وہ یقیناً تجاہل
...ے کام لے رہا تھا۔

”میں 4 جولائی کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔“

رچرڈ گیئر نے کہا۔

”اب حواری کا پیچھا کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ یانکی اسٹیڈیم میں
...ے ہتھے چڑھے گا۔“

کیٹ اب نروس ہو رہی تھی۔ کبھی رچرڈ کو دیکھتی اور کبھی جمیل کو،
...کوئی ٹینس کا میچ ہو۔ اس نے رچرڈ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش
...لیکن وہ تو اس وقت کسی ترنگ میں تھا۔

”یہ اتنا سادہ معاملہ نہیں ہے۔“

کیپٹن جمیل نے کہا۔

”مجھے 4 جولائی سے پہلے اسے پکڑنا ہے۔ اگر میں ناکام ہوگیا تو
...ممکنہ طور پر دو انسانی جانیں ضائع ہوں گی۔“

اس نے سر جھٹکا۔

”مسئلہ یہ ہے کہ ہر شخص خود کو عقل مند سمجھتا ہے۔ پادری ٹیلر کا یہ
...یزم والا آئیڈیا بدترین ہے۔ اب میں اسے اس سے روک بھی نہیں
...اپنے اس آئیڈیے پر بڑی طرح فدا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ
...آئیڈیا ہے۔ لیکن یہ نہیں جانتا کہ اس طرح کی صورتِ حال میں

اس کے تحفظ کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔''

''کیوں......؟ تمہارے پاس پولیس کی نفری کم تو نہیں۔''

کیٹ نے کہا۔

''یانکی اسٹیڈیم کو کور کرنے کے لئے جتنی بھی پولیس ہو، کم ہے۔''

جمیل بولا۔

''میرے اندازے کے مطابق وہاں کم از کم 50 ہزار افراد ہوں گے۔ اور ہمیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ حواری کیسا ہے......؟ اس کا چہرہ کسی نے نہیں دیکھا۔ لیکن اگر ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہو، جو موت کے خوف سے بے نیاز ہو تو وہ اتنے پُرہجوم مقام پر کسی کو بھی اُڑا سکتا ہے۔''

کیٹ نے ہونٹوں پر زُبان پھیرتے ہوئے کہا۔

''تمہارے خیال میں حواری کو ٹیلر سے اتنی نفرت ہے کہ اس کے لئے وہ خودکشی کو بھی تیار ہوگا۔''

''ہاں......! میرے خیال میں یہ حواری کے لئے زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہوگی کہ وہ پادری کو ٹھکانے لگا دے۔''

''تم مجھے حیران کر رہے ہو۔''

رچرڈ نے اچانک کہا۔

''جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، کبھی تم پادری ٹیلر کو عفریت قرار دیتے تھے اور اور حواری کے خالص پن کو سراہتے تھے۔ کچھ تبدیل ہوگئے ہو تم......!''

''عمر کے ساتھ ساتھ آدمی صرف بوڑھا نہیں ہوتا، عقل مندی بھی بڑھتی ہے۔''

اسی وقت ایک سادہ لباس پولیس مین نے جمیل کو اشارہ کیا۔ جمیل



کی طرف گیا۔ اس سے بات کر کے وہ واپس آیا تو اس نے کہا۔

''ایک اور سراغ ملا ہے حواری کا۔ چاہے لاحاصل ہو، ہمیں اس کے پیچھے دوڑنا تو ہوگا۔ کوک کا شکریہ......!''

ان دونوں سے ہاتھ ملا کر وہ پولیس مین کے ساتھ باہر نکل گیا۔

رچرڈ اس دروازے کو دیکھتا رہا جس سے وہ باہر گیا تھا۔ پھر اس نے کیٹ کی طرف دیکھے بغیر پوچھا۔

''تمہارا کیا خیال ہے......؟ اس بار کیپٹن مجھ تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائے گا......؟''

''اُمید تو یہی ہے۔''

کیٹ نے سرد لہجے میں کہا۔

☆☆☆

رچرڈ نے اپنی سابق بیوی کو اس کے دفتر فون کیا۔

''آج اسٹیڈیم چلتی ہو...... کچھ یانکس کی سپورٹ ہی کر دیں۔''

آخری بار وہ یانکی اسٹیڈیم اپنی طلاق سے پہلے گئے تھے، اور جڑواں بچے بھی ان کے ساتھ تھے۔ اسٹیڈیم میں اسے احساس ہوا کہ وہ جین کو وہاں لا کر اس کے ساتھ زیادتی کر رہا ہے۔

''میچ کس سے ہو رہا ہے یانکس کا......؟''

جین نے پوچھا۔

''دی ریڈ سوکس سے۔''

''تب تو اچھی اُمید نہیں رکھی جا سکتی۔ بوسٹن والے ان دنوں غضب ڈھا رہے ہیں۔ پچھلے تین میچوں میں 25 رن، 38 ہٹیں اور 9 ہومرز

مارے ہیں انہوں نے۔"

جین نے کہا پھر پوچھا۔

"پچر کون ہے......؟"

"ہینک ایمرسن......!"

"ایمرسن اچھا لگتا ہے مجھے......!"

"تو میں سات بجے تمہیں پک کروں گا۔"

"اوکے......!"

☆☆☆

ایمرسن نے شاندار سٹارٹ لیا۔ اس نے پہلی تین اننگز میں سات اسٹرائیک کئے۔ بوسٹن کو ایک ہٹ بھی نصیب نہیں ہوئی۔

جین بہت خوش تھی۔

"دیکھا تم نے...... کیا حشر کیا ہے اس نے ان کا......؟ کچھ عجب نہیں کو بوسٹن کو پورے میچ میں ایک ہٹ بھی نہ ملے۔"

رچرڈ نے قہقہہ لگایا۔

جین کھیل پر تبصرے کرتی رہی۔ لیکن رچرڈ کی توجہ کھیل کی طرف نہیں تھی۔ وہ تو یہاں کسی اور ہی غرض سے آیا تھا۔ بہت عرصے سے وہ یہاں اسٹیڈم میں نہیں آیا تھا۔ کچھ تفصیلات تھیں، جو اسے تازہ کرنی تھیں۔ کچھ اہم باتیں تھیں، جن کی طرف اس نے کبھی توجہ نہیں دی تھی۔ داخلی اور باہر جانے والے راستوں کی لوکیشنز......! بالائی ڈیک کا طول و عرض اور اس کی اونچائی۔ نشستوں اور کھیل کے میدان کا باہمی تعلق، مختلف مقامات سے فاصلہ۔



اس رات اسٹیڈیم تین چوتھائی بھرا ہوا تھا۔ جبکہ 4 جولائی کو اسٹیڈیم کہیں کچھ بھرا ہوگا۔ اس لحاظ سے اس روز اٹینڈنٹس کے مسائل بھی زیادہ ہوں گے۔ اس رات وہاں نہ صرف یہ کہ 50 ہزار سے زیادہ افراد موجود ہوں گے، بلکہ وہاں خطاب کے لئے ایک پلیٹ فارم بھی ہوگا، اور میدان کے وسط میں اضافی نشستیں بھی ہوں گی۔ رچرڈ گینز نے اس نقشے کا تصور کرنے کی کوشش کی۔

"ٹیلر کس راستے سے اسٹیڈیم میں داخل ہوگا......؟ اس کے محافظ لوگوں کو اس سے کتنے فاصلے تک آنے کی اجازت دیں گے......؟"

سیاست دانوں کی طرح پادری کو بھی عام لوگوں میں گھلنا ملنا، ان سے ہاتھ ملانا بہت پسند تھا۔ لیکن رچرڈ جانتا تھا کہ چار جولائی کی رات اس کے محافظ اس پر پابندیاں لگائیں گے۔ اسے آزادانہ نقل و حرکت نہیں کرنے دیں گے۔

اسے اچانک احساس ہوا کہ اسٹیڈیم میں خاموشی چھا گئی ہے۔

پھر جین نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ہلایا۔

"کیا ہوگیا ہے تمہیں......؟ تم تو کچھ دیکھ ہی نہیں رہے ہو......؟"

"میں دیکھ رہا ہوں......!"

چھ اننگز ہو چکی تھیں، اور ایمرسن نے ابھی تک ریڈ سوکس کو باندھ رکھا تھا۔ ابھی تک وہ ہٹ سے محروم تھے۔ اور مجمع سانس روکے بیٹھا تھا۔ ...یوں کا ایک عقیدہ ہے، آواز نہ نکالو، ورنہ پچر ارتکاز سے محروم ہو جائے ...

"تم مجھے بے وقوف سمجھتے ہو......؟"

جین نے تند لہجے میں کہا۔

"تم سمجھتے ہو، مجھے نہیں معلوم کہ تم یہاں کیوں آئے ہو......؟"

"میں نے کبھی تمہیں بے وقوف نہیں سمجھا۔ حالانکہ مجھ سے شادی کرنا تمہاری بے وقوفی کی دلیل تھی۔"

"تم نے مجھے اصل وجہ کیوں نہیں بتائی......؟"

"سنو......! میں یہاں تنہا بھی آ سکتا تھا۔ میں نے تمہیں مدعو کیا تو تمہاری ہی خاطر کیا۔"

لیکن اس جواب سے بھی جین کی تشفی نہ ہو سکی۔

"میں اس سلسلے میں سوچتی رہی ہوں۔"

اس نے کہا۔

"میں نے تم سے اس بارے میں بات نہیں کی، لیکن ہر لمحہ یہی فکر میرے ذہن پر سوار رہتی ہے۔"

ساتویں اننگ آدھی ہو گئی تھی، اور ایمرسن اب بھی ہٹ سے بچا ہوا تھا۔

"میں تمہیں بتانا چاہتی ہوں کہ میں سب سمجھتی ہوں۔"

جین نے کہا۔ اس بار اس کا لہجہ نرم اور محبت آمیز تھا۔

"تمہاری وجوہات اور اسباب، تمہاری ضرورتیں، وقت کا مطالبہ...... سب کچھ سمجھتی ہوں میں۔"

رچرڈ نے سر گھما کر اسے دیکھا۔ وہ سگریٹ کے کش لیتے ہوئے میچ دیکھ رہی تھی۔ بظاہر تو لگتا تھا کہ اس وقت میچ کے سوا اس کے ذہن میں کچھ بھی نہیں ہے۔ لیکن جب اس نے رچرڈ کی طرف دیکھا تو اس کی نگاہوں میں بجلی سی چمکی۔ جو کچھ اس نے کہا تھا، وہ سچ تھا۔ یہ ثابت ہو گیا۔

"میں تمہیں یہ بھی بتانا چاہتی ہوں کہ جو تمہارا حال ہے، وہی میرا



ہے۔ تمہاری اور میری ضرورتیں اور وجوہات ایک ہیں۔ ہم ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ جو تمہارے لئے ہے، وہی میرے لئے بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم یہ کام مل کر کریں گے۔"

اب مجمع نہ جانے کیوں تالیاں بجا رہا تھا۔ لیکن رچرڈ اس طرف دیکھ بھی نہیں سکتا تھا۔

"احمقانہ باتیں مت کرو۔ جانتی بھی ہو کہ تم کیا کہہ رہی ہو......؟"

اس نے تند لہجے میں کہا۔

"میں جانتی ہوں کہ میں کیا کہہ رہی ہوں......؟ اور یہ کوئی احمقانہ بات نہیں۔"

جین کے لہجے میں محبت ہی محبت تھی۔

"میں یہ کہہ رہی ہوں کہ اگر 4 جولائی کی رات تم یہاں گن لے کر آئے تو میں بھی گن کے ساتھ یہاں موجود ہوں گی۔"

"یہ عورت کون ہے......؟"

رچرڈ نے حیرت سے سوچا۔

"کیا اتنے برس ساتھ گزارنے کے بعد بھی میں اسے نہیں سمجھ سکا......؟"

"مجھے افسوس ہے جین......! میرے پاس ایک ہی ریوالور ہے۔"

اس نے کہا۔

"فکر نہ کرو......! اپنے لئے ریوالور کا بندوبست میں خود کر لوں گی۔"

رچرڈ نے میدان کی طرف دیکھا۔ مگر درحقیقت وہ کچھ بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔

"رچرڈ......! میری بات سنو......! اتنی سنجیدہ میں زندگی میں کبھی نہیں ہوئی، جتنی اس وقت ہوں۔ میں تمہاری مدد ضرور کروں گی۔"

"مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں......!"

"دُنیا میں کوئی ایسا نہیں، جو مدد کی ضرورت سے بے نیاز ہو۔"

جین نے فلسفیانہ انداز میں کہا۔ اس کا چہرہ اندرونی جذبات سے تمتما رہا تھا۔

"میں اس بات کی اجازت نہیں دوں گی کہ تم مجھے باہر رکھو......!"

"تمہارے پاس کوئی چوائس نہیں ہے۔"

"غلط سمجھ رہے ہو۔ میرے پاس چوائس ہے۔"

اس کے لہجے میں کچھ ایسا تھا، جس نے رچرڈ کو چونکا دیا۔ اس نے غور سے اسے دیکھا۔

"تم مجھے ساتھ نہیں لو گے تو تم خود بھی یہاں نہیں آ سکو گے۔"

"تم کیسے روک سکتی ہو مجھے......؟"

"میں تمہارے دوست کیپٹن جمیل نعمان کو فون کر کے بتا سکتی ہوں کہ مسیح کے حواری تم ہو۔"

رچرڈ سناٹے میں آ گیا۔ اسٹیڈیم میں اب شور برپا تھا، لیکن اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔

"تم ایسا نہیں کرو گی۔"

"تجربہ کر کے دیکھ لو......!"

"تم اتنی نفرت کرتی ہو مجھ سے......؟"

رچرڈ کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

"نہیں......! میں اتنی محبت کرتی ہوں تم سے......! یہ تو محبت کی بات



ہے"

"سچ......؟"

جین نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا، جیسے اسے دُور جانے سے روک رہی ہو۔

"میں اپنے دونوں بچوں کو کھو چکی ہوں رچرڈ......! میری چھوٹی سی دُنیا تھی، جو دو تہائی اُجڑ چکی ہے۔ تم بھی چلے گئے تو میرے پاس کچھ بھی نہیں بچے گا۔"

دیکھتے ہی دیکھتے اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

"اب میں تعلق کو سمجھنے لگی ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ جب میں نے تمہیں چھوڑا تو تم سے میرا رابطہ ٹوٹ گیا۔ اب جتنا بھی ہے، یک طرفہ سہی، میں اسے توڑنا نہیں چاہتی۔ میں تمہیں کھونا نہیں چاہتی۔"

اس کی سچائی نے رچرڈ کے دل کو چھو لیا تھا۔ لیکن وہ بے بسی سے اسے روتے ہوئے دیکھنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

"میں نے سب کچھ سوچ لیا ہے۔"

جین نے سرگوشی میں کہا۔

"میں تمہارے ساتھ ہوں گی تو تم محتاط رہو گے۔ مجھے بچانے کی خاطر خود اندھا دُھند، دیوانہ وار آگ میں نہیں کودو گے۔ صرف اپنا معاملہ ہوا تو تم پر ہر قدم دیوانگی میں اُٹھاؤ گے۔"

"خدا کی پناہ......! تم تو میری طرح سوچنے لگی ہو۔"

"نہیں رچرڈ......! بات صرف اتنی ہے کہ میں تمہیں جانتی ہوں۔"

"تم کچھ بھی نہیں جانتیں۔ بس......! تم میرے ساتھ خود کو بھی ہلاکت میں ڈال رہی ہو۔"

اس کا رونا موقوف ہوگیا تھا اور اب اس کی آنکھیں جگمگا رہی تھیں۔

''ممکن ہے، ایسا ہی ہو۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ تم ایسا ہونے نہیں دو گے۔''

''مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ......؟''

رچرڈ نے بے بسی سے اُسے دیکھا۔

''میں اس ہونی کو روک نہیں سکتا۔ یہ بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آ رہی ہے......؟''

''تم کوئی نہ کوئی ترکیب سوچ لو گے......!''

اس کے انداز میں اتنا اعتماد اور ایسی قطعیت تھی کہ رچرڈ کی مزید کچھ کہنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

ذرا دیر بعد یانکس نے میچ جیت لیا۔ جین خوشی سے اُچھل رہی تھی۔ پھر وہ رچرڈ سے لپٹ گئی۔ رچرڈ خود بھی بہت خوش تھا۔

''ہم جیت گئے......! ہم جیت گئے......!''

جین چلا رہی تھی۔

''دیکھا......! یہ ہے یقین کی طاقت......!''

رچرڈ حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اب بھی کم عمر لڑکیوں کی طرح تھی۔ ابھی رو رہی تھی اور ابھی قہقہے لگا رہی ہے۔

''اب مجھے یقین ہوگیا کہ ہم بھی عافیت میں رہیں گے۔ یہ بہت اچھا شگون ہے۔''

جین بولی۔

''عافیت......! کیسی عافیت......؟''

''میرا اشارہ چار جولائی والے معاملات کی طرف ہے۔''



رچرڈ نے بے سوچے سمجھے اسے لپٹا لیا۔

''سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں نے ڈیل کر لی ہے۔''

جین نے کہا۔

''کون نہیں کرتا ڈیل......؟''

رچرڈ نے دل میں سوچا۔

''کیپٹن جے نومان ڈیل کر سکتا ہے تو کوئی بھی کر سکتا ہے۔''

''کس سے ڈیل کر لی ہے تم نے......؟''

اس نے پوچھا۔

''خدا سے......! اور کس سے......؟''

''اوہو......! اور کن شرائط پر......؟''

''میں نے سوچا تھا، اگر پورے میچ میں ایمرسن ہٹ سے بچا رہا تو اس کا مطلب ہوگا کہ چار جولائی کو ہم بھی محفوظ رہیں گے۔''

''زبردست......! اور اگر ایسا نہ ہوتا تو تم کیا کرتیں......؟''

''پھر میں کچھ اور سوچ لیتی۔''

وہ مسکرائی۔

''ایسے ہار ماننے والی تو میں نہیں ہوں۔''

رچرڈ کو یاد آگیا۔ وہ شروع ہی سے ایسی تھی، اور وہ اس کے اس انداز پر ہی تو جان دیتا تھا۔

☆☆☆

18 جون کو شام کے قریب کمشنر ویسٹلے کے آفس میں چلا آیا۔

''اُٹھو......! ہم کلب چلیں گے۔''

"کیوں......؟"

جمیل نے پوچھا۔

"بھاپ کا غسل کریں گے اور باتیں بھی ہو جائیں گی۔"

بحث کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ جمیل اس کے ساتھ نکل کھڑا ہوا۔

بھاپ سے بھرے ہوئے کمرے میں کمشنر تو برہنہ بیٹھا تھا۔ لیکن ضدی جمیل نعمان اپنے پورے لباس میں تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اسے بھی ماحول سے مطابقت پیدا کرنا سیکھنا چاہیے۔ ڈائنو سارز نے نہیں سیکھا تھا تو دیکھ لو، آج وہ روئے زمین پر موجود ہی نہیں ہیں۔

لیکن اب وہ یہ حقیقت کبھی نہیں بھول سکتا تھا کہ وہ مسلمان ہے...... خاص طور پر ماریہ کے قبولِ اسلام کے بعد۔

وہ ایک پرائیویٹ کمرے میں تھے۔ لکڑی کے ٹب میں نیم دراز کمشنر ویسٹلے وڈ کا کے جام سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ ماحول پر بھاپ کہر کی طرح چھائی ہوئی تھی۔ جمیل اورنج جوس کی چسکیاں لے رہا تھا۔

"تم کیا چاہتے ہو......؟"

جمیل نے کہا۔

"یہاں تو میں پگھل کر بہہ جاؤں گا۔"

"یہ تمہارے حق میں اچھا ہی ہوگا۔"

کمشنر نے جواب دیا۔

"جسم سے تمام فاضل مادّے خارج ہو جائیں گے۔"

جمیل اب اونگھ رہا تھا۔

"یہ بتاؤ......! کسے شوٹ کرنا ہے......؟"

"حواری کو......!"



"ظاہر ہے......! یہ تو سب غرض کے کھیل ہیں۔ فائدہ ہو تو کچھ دو، نقصان ہونے والا ہو تو دوسرے سے چھین لو۔"

"یہ فلسفہ ہی تمہاری راہ کی رکاوٹ ہے۔ ورنہ تم بہت کام کے آدمی ہو۔"

"حالانکہ میں کام ہی فلسفے کے تحت کرتا ہوں۔"

"یہ بتاؤ......! حواری کے سلسلے میں تمہاری تفتیش کہاں تک پہنچی......؟"

"ایک ایک کر کے ہم علاقہ کی ہر عمارت میں اسے تلاش کر رہے ہیں۔ اب اس میں وقت تو لگے گا۔ اور میں نے دائرے کو اور پھیلا دیا ہے۔"

"کون جانے...... وہ اس علاقے میں موجود ہی نہ ہو۔"

"میں محسوس کرتا ہوں کہ وہ اسی علاقے میں ہے۔"

"اور اگر نہ ہوا تو......؟"

جمیل نے پہلو بدلا۔

"اس مفروضے کے تحت تو میں کام ہی نہیں کر سکوں گا۔"

"لیکن مجھے تو کرنا ہوگا جے......! میں نہیں چاہتا کہ 4 جولائی کو ٹیلر کی اسٹیڈیم میں جائے، جبکہ یہ جنونی حواری کھلا پھر رہا ہو۔"

"بے چارہ حواری......!"

جمیل نے آہ بھر کے کہا۔

"چند روز پہلے تک تم اسے اچھا سمجھتے تھے۔ مگر اب وہ تمہارے لئے ذلی ہے۔"

"میں تمہیں بتا دوں کہ اس معاملے میں اب ایف بی آئی بھی ملوث ہو رہا ہے۔"

جمیل نے کمشنر کو غور سے دیکھا۔ اب کے اندر غصہ اُمنڈ رہا تھا۔

"کیوں......؟ وہ کیوں ٹانگ اڑاتے ہیں......؟ یہ ہمارا کیس ہے۔"

"میں دو ہفتے سے انہیں ٹال رہا ہوں۔ اب مزید نہیں ٹال سکتا۔ تمہیں ان کو شامل کرنا ہوگا۔"

کمشنر نے نرم لہجے میں کہا۔

"مگر تم اس میں کیوں پریشان ہو رہے ہو......؟ تم اس طرح اوور ری ایکٹ تو نہیں کرتے کبھی۔"

جمیل کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔

"اس سے تمہاری اہلیت پر حرف نہیں آتا۔ یہ تو قانون کے مطابق ہے۔ اور دیکھو نا! اب ہمارے سامنے ایک بے حد خطرناک ڈیڈ لائن ہے۔ اب پادری ٹیلر ہم دونوں کے لئے اہم ترین سرمایہ کاری بن چکا ہے۔ ہم اسے ضائع نہیں کر سکتے۔"

"ٹیلر بالکل فکرمند نہیں ہے۔"

جمیل نے گہری سانس لے کر کہا۔

"وہ نہیں چاہتا کہ ہم حواری کو گرفتار کریں۔ یوں پبلسٹی کا بہت بڑا موقع ضائع ہو جائے گا، اور تم جانتے ہو کہ اسے پبلسٹی سے عشق ہے۔ یہ بتاؤ کہ ٹیلر اچانک تمہارے لئے اتنا اہم کیوں ہو گیا......؟"

"وجہ میں تمہیں بتا چکا ہوں۔"

"میں جانتا ہوں، کچھ ایسا بھی ہے، جو تم نے مجھے نہیں بتایا ہے۔"

چند لمحے وہ دونوں ایک دوسرے کو گھورتے رہے۔ پھر ویسٹلے نے کہا۔

"تم سدا کے ایسے ہی ہو، ہر پھڈے میں ٹانگ اڑانے والے۔"



"ایسی بات نہیں......! میں اس معاملے میں شریک ہوں۔"

"تو تم جانتے ہو ٹیلر کی اہمیت۔ وہ چھ سے آٹھ سال کے دوران مجھے وائٹ ہاؤس میں پہنچا سکتا ہے۔ اگر تمہیں اس میں شبہ ہے تو اسے دُور کر لو۔ امریکہ دُنیا کی سب سے بڑی فعال جمہوریت ہے۔ اس کے باوجود لامحدود فنڈز، سیاسی سمجھ بوجھ اور مناسب ترین پریشر پوائنٹس الیکشن کے نتائج پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ ذرا یاد تو کرو، کینیڈی کو صدر بننے سے پہلے کون جانتا تھا......؟ سمجھ رہے ہو نا......؟"

"میری طرف سے مبارک باد قبول کرو۔ میں سمجھ بھی رہا ہوں اور بہت زیادہ متاثر بھی ہوا ہوں۔ لیکن متجسس بھی ہوں۔ یہ مجھے معلوم ہے کہ ٹیلر سے میری کیا ڈیل ہوئی ہے......؟ مگر تم مجھے اپنی ڈیل کے بارے میں بھی تو بتاؤ......! ان دنوں صدارت کا کیا بھاؤ چل رہا ہے......؟"

"وہی بہاؤ ہے، جو تم پولیس کمشنری کے لئے ادا کر رہے ہو...... اپنی روح شیطان کے حوالے کرنا۔"

نہ چاہتے ہوئے بھی جمیل کو ہنسی آ گئی۔ وہ جانتا تھا کہ اس کا معاملہ مختلف ہے۔ کمشنر ویسٹلے بھی ہنسنے لگا۔

"یہ مذاق میں کہا ہے نا تم نے......؟"

جمیل نے کہا۔

"تم خود سوچو......! آخر میں ہم ہنستے تھے یا نہیں......؟"

"دیکھو......! میں نے کچھ نہیں بیچا ہے۔ میں تو سچائی کے ساتھ وہ کچھ کر رہا ہوں، جس میں سب کی بہتری نظر آتی ہے...... ملک و قوم کی بہتری۔"

"بہت خوب......! تم خوش قسمت ہو۔ مگر میں نہیں ہوں۔"

کمشنر ویسٹلے نے کہا۔

''میں صدارت کے لئے غلاظت کھانے کو بھی تیار ہوں، بلکہ شاید اگلے آٹھ برس تک کھاتا ہی رہوں گا۔ مجھے جھوٹ ہی بولنا ہے، رونے کے مقام پر ہنسنا بھی ہے۔ نااہل لوگوں کی خوشامد بھی کرنی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ وہ قیمت ہے، جو مجھے ادا کرنی ہے۔''

وہ مسکرایا۔

''اب یہی دیکھ لو کہ پادری ٹیلر میرے نزدیک شیطان کا روپ ہے، جسے کچھ زیادہ ہی پھلا اور پھیلا دیا گیا ہے۔ لیکن شیطان سے بھی تو فائدہ حاصل کئے جاتے ہیں میرے دوست......!''

''ہاں......! تمہیں صدر تو شیطان ہی بنوا سکتا ہے۔''

''تمہیں پولیس کمشنر......!''

ویسٹلے ترکی بہ ترکی کہا۔

''لیکن مجھے یقین ہے کہ میرا صدر اور تمہارا پولیس کمشنر بننا بالآخر قوم کے مفاد میں ہوگا۔ لیکن میرا مشورہ ہے کہ حقائق سے نظریں نہ چراؤ۔ یاد رکھو کہ یہ پانے کے لئے ہمیں کیا کیا کچھ کرنا ہے......؟''

''مجھے یک بات بتاؤ......! اگر یہ پادری ٹیلر تمہاری صدارت کے خواب کے لئے اہم نہ ہوتا تو حواری کے لئے تمہارے کیا جذبات ہوتے......؟''

''میں پھر بھی یہی کہتا کہ مسائل کا حل شیطان کو قتل کرنے میں ہرگز نہیں ہے۔ اور پھر یہ بھی تو ہے کہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ کسی کو شیطان قرار دے دے۔''

''حالانکہ تھوڑی دیر پہلے تم نے خود ٹیلر کو شیطان قرار دیا۔''



''بے شک......! یہ انسانی طرزِ عمل ہے۔ لیکن اسے درست تو نہیں قرار دیا جا سکتا۔ جس روز میں شیطنت کو بذریعہ قتل رفع کرنے کا ارادہ کروں گا، میں خود بھی شیطان ہی بن جاؤں گا۔''

''ایک انسان کے قتل کی بات کرتے ہو۔ ہیروشیما اور ناگا ساکی کے بارے میں کیا کہو گے......؟''

''جو ہو چکا، وہ ہو چکا۔ قابیل کو ہابیل کے قتل سے روک دیا جاتا تو اس وقت دُنیا کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔''

کمشنر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

جمیل کو دل میں اعتراف کرنا پڑا کہ ویسٹلے میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں، جو ایک امریکی صدر میں ہونی چاہئیں۔

☆☆☆

ایجنٹ فرینک پیٹرسن کو جمیل کے آفس میں آئے ایک گھنٹے سے زیادہ ہو چکا تھا۔ وہ جوان آدمی تھا، سگریٹ سے سگریٹ جلانے والا اور پُرجوش لہجے میں بات کرنے والا۔ اس نے قانون کی تعلیم کسی شمال مغربی یونیورسٹی سے حاصل کی تھی۔ اور وہ حیران تھا کہ ہارورڈ سے قانون کی ڈگری لینے کے باوجود جمیل اتنے معمولی عہدے پر کیوں ہے......؟ اور وہ بھی اتنے برسوں کے بعد......!

جمیل بھی پوری کوشش کر رہا تھا کہ اس کیس میں ایف بی آئی کی مداخلت پر اپنا ردِعمل ظاہر نہ کرے۔ ورنہ وہ تو اسے اپنی ذاتی کیس سمجھتا تھا۔ وہ تو اوّل و آخر اس کا کیس تھا، صرف اس کا۔

اس سلسلے میں اس نے اپنے ماتحتوں کو پہلے ہی بہت اچھی طرح سمجھا

دیا تھا۔ اس نے ان سے کہا تھا۔

"حواری ہمارا کیس ہے۔"

اور "ہمارا" کہتے ہوئے اسے خود پر کتنا جبر کرنا پڑا تھا، یہ وہی جانتا تھا۔ ورنہ وہ تو یہی کہتا کہ حواری میرا کیس ہے۔

"اب ہمیں اسے ایف بی آئی کے ساتھ شیئر کرنا ہے۔"

اس نے مزید کہا تھا۔

"جبکہ ہم اس پر بہت پہلے سے محنت کر رہے ہیں۔ ہمیں حکم ملا ہے کہ ان کے ساتھ تعاون کریں۔ چنانچہ ہم انہیں اپنی تمام فائلیں دیں گے، لیکن ان میں سے تمام اہم مواد نکال کر۔ ہم ان سوالوں کے جواب دیں گے، لیکن اہم معلومات کے بغیر۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ہم اس کیس کو حل کرنے سے محض چند روز کی مسافت پر ہیں۔ ہم میں سے کوئی نہیں چاہے گا کہ کیس ہم حل کریں اور اخباروں میں نام اور تصاویر ایف بی آئی والوں کی چھپیں۔ چنانچہ ہمیں کوئی اہم بات کسی کو بھی نہیں بتانی ہے، نہ ایف بی آئی کو، نہ پریس اور میڈیا کو اور نہ اپنی گرل فرینڈز کو۔ اوکے......؟"

اور سب نے اثبات میں سر ہلائے تھے۔

اور اب دو دن بعد ایجنٹ پیٹرسن اس کے دفتر میں موجود تھا، اور اس کے ماتحت پیٹرسن کے ماتحتوں کو طے شدہ لائحہ عمل کے تحت ہینڈل کر رہے تھے۔

پیٹرسن نے ختم ہوتی ہوئی سگریٹ سے دوسری سگریٹ سلگائی۔ ایش ٹرے میں پہلے ہی اس کے بجھائے ہوئے سات ٹکڑے موجود تھے۔

"میں بڑی سچائی سے بتا دوں کیپٹن......! کہ جب یہ کیس ہمارے آفس میں آیا تو میں نے اس کے حصول کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا



میرے نزدیک یہ ان مواقع میں سے تھا، جو زندگی میں بمشکل ایک دو ہی ملتے ہیں۔"

اس نے جمیل سے کہا۔

"اس کی کیا وجہ ہے......؟"

"ارے......! یہ تو کتابی کیس ہے۔ اس کے بارے میں جو کچھ بھی لکھا ہے، میں نے سب پڑھ رکھا ہے۔ خیر و شر کے مقابلے کی اس سے بہتر اور کیا تصویر ہو سکتی ہے......؟"

"خدایا......! یہ بھی کوئی دیوانہ ہی ہے۔"

جمیل نے دل میں سوچا۔

"ٹھیک ہے......! لیکن اس تصویر میں خیر کون ہے اور شر کون ہے......؟"

اس نے پوچھا۔

ایجنٹ پیٹرسن نے ایک پل اسے غور سے دیکھا۔ پھر قہقہہ لگایا۔

"میں گاؤں کا رہنے والا ہوں کیپٹن......! میرے ساتھ ذرا شفقت کا برتاؤ کرو۔"

پھر اس نے اُٹھ کر دیوار پر لگے نقشے کا جائزہ لیا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ یہ وہ نقشہ نہیں ہے، جو دو دن پہلے یہاں تھا۔ اس پر تمام نشانات ہی مختلف تھے۔ پیٹرسن نے جیب سے نوٹ بک نکالی اور ان سڑکوں اور عمارتوں کے نام نوٹ کرنے لگا، جو اسے اور اس کے آدمیوں کو کور کرنے تھے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ سعی لاحاصل ہوگی۔

"وہ کس طرح کا ہتھیار استعمال کر رہا ہے......؟"

اس نے جمیل سے پوچھا۔

"تھرٹی ایٹ پولیس اسپیشل...... لیکن یہ تمام تفصیل تو ان رپورٹس میں موجود ہے، جو تمہیں دی گئی ہیں۔"

"میں ماہرین اسلحہ کی رپورٹس پڑھنا سخت ناپسند کرتا ہوں۔ ان کی ٹیکنیکل خرافات میرے پلّے نہیں پڑتیں۔"

جمیل کو اس کی بات پر یقین نہیں آیا۔

"اچھا یہ بتاؤ......! اسے گن کہاں سے ملی تھی......؟"

"پولیس والے پر عقب سے حملہ کر کے اسے بے ہوش کیا اور اس سے چھین لی۔"

"اس پولیس والے کا نام اور تعیناتی کا مقام......؟"

"ریگن نام ہے۔ برونکس کے 72 ویں پولیس اسٹیشن میں ہے۔"

"اس نے کبھی کوئی اور ہتھیار استعمال نہیں کیا......؟"

"کیا تھا......! ایک ٹوائے پسٹل، جس سے اس نے ریگن کے سر پر وار کیا تھا۔"

پیٹرسن نے سر اُٹھا کر اسے دیکھا۔

"شاندار......! لیکن اخباروں میں اس کا تذکرہ نہیں تھا۔"

"ہم نے چھپا لیا۔ ورنہ ریگن تو شاید خودکشی ہی کر لیتا۔"

"تم بہت مہربان آدمی ہو کیپٹن......!"

جمیل اسے نوٹ بک میں لکھتے دیکھتا رہا۔ وہ کچھ بے چینی محسوس کر رہا تھا، جیسے اس سراغ کی مدد سے پیٹرسن وہ کیس ہی حل کر لیتا۔

"عینی شاہد...... مجھے ہر اس شخص کا نام اور پتا چاہیے، جو کبھی اس سے ملا ہو، جس نے اسے کبھی دیکھا اور سنا ہو۔"

"یہ سب بھی رپورٹس میں موجود ہے۔"



"لیکن میرے نزدیک پوچھنا زیادہ اہم ہے۔"

جمیل نے مطلوبہ معلومات اسے فراہم کر دیں۔ ان میں کوئی اہم بات نہیں تھی۔ اب یہ الگ بات کہ ایف بی آئی والوں کو جادو آتا ہو۔

"میں خواہ مخواہ پریشان ہو رہا ہوں۔"

اس نے دل میں سوچا۔

پیٹرسن سوال کرتا اور جواب نوٹ بک میں درج کرتا رہا۔ درمیان میں بس سگریٹ سے سگریٹ جلانے کے وقفے تھے۔

پیٹرسن نے نوٹ بک بند کی۔

"اب اپنے بارے میں بتاؤ کیپٹن......! تم نے کبھی اس حواری سے بات کی ہے......؟"

جمیل اسے دیکھتا رہ گیا۔

"کبھی اس نے تمہیں فون کیا......؟ اپنی آواز چھپانے کی کوشش کی......؟"

"ہاں......! اس نے مجھے فون کیا تھا۔"

"مجھے اس کے بارے میں بتاؤ......!"

جمیل نے گفتگو کے اہم حصوں کو حذف کرتے ہوئے اسے بتا دیا۔ ان میں کوئی حرج بھی نہیں تھا۔

"تمہیں کیسے اندازہ ہوا کہ وہ مجھے کال کرتا ہے......؟"

اس نے پیٹرسن سے پوچھا۔

"میری خانہ بدوش ماں وجدانی صلاحیتوں سے مالا مال تھی اور باپ بنا کر اِدھر اُدھر کی ہانکتا پھرتا تھا۔ دونوں کے امتزاج کے نتیجے میں [illegible] عجیب کی صلاحیتیں ملی ہیں۔"

"تم بہت خوش نصیب ہو۔ کاش...... میں بھی......"

پیٹرسن کے دانت نکل پڑے۔

"میں نے اپنے والدین کے بارے میں جو کچھ کہا، غلط نہیں ہے۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ میں ظاہری حقائق سے زیادہ اپنی چھٹی حس اور وجدان پر یقین رکھتا ہوں۔ مثال کے طور پر یہاں میں تم سے اور تمہارے ماتحتوں سے ملا ہوں تو یہ سب اچھے، خوشگوار اور تعاون کرنے والے لگے ہیں۔ لیکن میری چھٹی حس مجھے گڑبڑ کا احساس دلاتی ہے۔"

"اس کا مطلب......؟ صاف بات کرو......!"

جمیل نے بھڑک کر کہا۔

"پرسکون ہو جاؤ کیپٹن......! میں ان معاملات کو اپنی ذات پر نہیں لیتا۔ تم بھی مت لو۔ میں اس طرزِ عمل کا عادی ہوں۔ مقامی پولیس کو ہمیشہ ہماری مداخلت گراں گزرتی ہے۔ اسی لئے میں ان انٹرویوز کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔"

اس نے توقف کیا اور اپنی بارہویں سگریٹ سلگائی۔

"یہ تو مجھے یقین ہے کہ تم ہمیں اس کیس میں شامل نہیں کرنا چاہتے تھے۔ تو پھر کون چاہتا تھا......؟ کمشنر......؟"

"جانتے ہو تو پوچھ کیوں رہے ہو......؟"

"میں وجہ بھی جانتا ہوں۔ چار جولائی جیسے جیسے قریب آ رہا ہے، کمشنر ویسٹلے کی فکرمندی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لیکن تم فکرمند نظر نہیں آتے۔ ایسا کیوں ہے کیپٹن......؟"

جمیل نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اب میں پھر اپنی خفیہ صلاحیتوں کی طرف آتا ہوں۔"



ایجنٹ پیٹرسن نے کہا۔

"ایک بار شکاگو میں بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ خیر وہ حواری جیسا بڑا کیس تو نہیں تھا۔ مماثلت اتنی تھی کہ مجرم متعلقہ ایجنٹ کو آواز بدل کر فون کرتا تھا۔ انداز بھی ویسا ہی دوستانہ ہوتا تھا، جیسا تم نے بیان کیا۔ وہی ذاتی نوعیت کا تعلق، وہی خطرات سے کھیلنے کی خو۔ تو میں سوچتا ہوں، انجام بھی ویسا ہی ہوگا۔"

"تم نے پکڑ لیا تھا اسے......؟"

جمیل نے پوچھا۔

پیٹرسن نے قدرے حیرت سے دیکھا۔

"ظاہر ہے......!"

"وہ تھا کون......؟"

"ایجنٹ کا ایک دوست......!"

جمیل چند لمحے خاموشی سے اس بات پر غور کرتا رہا۔

"کیا خیال ہے کیپٹن......؟ اپنے دوستوں کو بھی چیک کیا تم نے......؟"

"میرا کوئی دوست نہیں ہے۔"

"افسوس ناک بات ہے۔ ورنہ تمہیں حواری کو تلاش کرنے میں اتنی دشواری نہ ہوتی۔"

☆☆☆

اس نے غلط نہیں کہا تھا۔

بعد میں کیپٹن جمیل نعمان نے اپنی زندگی پر غور کیا تو پتا چلا کہ اس

میں شاید دیرپا دوستی قائم کرنے کی صلاحیت ہی نہیں تھی۔ اتنے برسوں میں اس نے نہ جانے کتنے لوگوں کے ساتھ کام کیا تھا......؟ لیکن بنیادی طور پر وہ تنہائی پسند ہی تھا۔ اور صلاحیت کی بات ایک طرف، دیرپا دوستی کی اسے ضرورت بھی نہیں محسوس ہوتی تھی۔ دوست کی تعریف میں ردّ و بدل کر کے کچھ ہلکا کر دیا جائے تو بھی بمشکل کمشنر ویسٹلے ہی اس کا واحد دوست ثابت ہوتا تھا۔ اور اب یہ حقیقت اسے خود بھی افسوس ناک لگ رہی تھی۔

لیکن گہرائی میں سوچنے کے بعد وہ کہہ سکتا تھا کہ وہ کوئی آدم بے زار یا غیر دوستانہ طرزِ عمل رکھنے والا شخص نہیں ہے۔ اس نے شعوری طور پر کبھی خود کو دوسروں سے الگ تھلگ رکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ لیکن وہ زیادہ قریبی تعلقات کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتا تھا۔ اس کے لئے پہلے بھی ایک بیوی ہی کافی رہی تھی، اور اب بھی ماریہ ہی اس کے لئے کافی تھی...... بیوی، محبوبہ، ساتھی، دوست...... سب کچھ۔

بیوی کی موت کے بعد اس کی زندگی میں مَیری آئی تھی، اور وہ ہمیشہ اس کا وفادار رہا تھا۔ اور اب وہ ماریہ تھی، اس کی بیوی...... اور اس کا سب کچھ۔ آل اِن وَن...... ہر تعلق کے لئے کافی۔ وہ اس کی ہر بات سنتی تھی، دھیان دیتی تھی، اسے سنبھالتی تھی، وہ اس کے محسوسات کو سمجھتی تھی، وہ اس کے وجود کی گہرائیوں میں اُتر سکتی تھی۔ بیوی کی موت کے بعد وہ اس کا سہارا بنی تھی۔ اس نے اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھا تھا۔ وہ کہتی تھی۔

"خود پر کڑھا مت کرو جے......! تم نے بے شمار لوگوں سے بڑھ کر اچھے کام کئے ہیں۔"

وہ بہ وقتِ ضرورت اسے حوصلہ دیتی تھی، خود کو اچھا سمجھنے، خود سے محبت کرنے کا جواز فراہم کرتی تھی۔



"دوستوں کی تعداد اہمیت نہیں رکھتی۔ دوست کا معیار درحقیقت زیادہ اہم ہوتا ہے۔"

ماریہ نے کہا۔

ایجنٹ پیٹرسن نے اسے جو احساسِ تنہائی سونپا تھا، وہ اس نے ماریہ کے ساتھ شیئر کیا اور یہ ماریہ کا جواب تھا۔

"اور کیا ہوتی ہے دوستی......؟"

لیکن جمیل نعمان کی تسلی نہیں ہوئی۔

"بات سنو......!"

ماریہ نے کہا۔

"تم ربع صدی سے 80 لاکھ افراد کو تحفظ فراہم کر رہے ہو۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ تمہیں پتا بھی نہیں کہ کب اور کہاں، کتنی بڑی تعداد میں لوگوں کو تم نے متاثر کیا ہے......؟ کتنے لوگ تمہارے مقروض، تمہارے احسان مند ہیں......؟"

"جانتا ہوں۔ میں بڑا ہیرو ہوں۔"

جمیل نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"طنز مت کرو......! تم واقعی ہیرو ہو۔ اگر اس بات پر یقین نہیں آتا تو ہفتے دو ہفتے میں ایک بار رچرڈ کینز کو فون کر لیا کرو۔ اس سے پوچھ کر دیکھو کہ اسے سانس لینا کیسا لگتا ہے......؟ اس سے پوچھ کر دیکھو کہ تم دوستی کے قابل ہو یا نہیں......؟"

"جان بچانے سے کوئی دوست نہیں بن جاتا۔ اور زندگی اور موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔"

"مجھے یقین ہے کہ رچرڈ کینز تمہاری پہلی بات سے مکمل طور پر

اختلاف کرے گا۔"

جمیل نے بات وہیں ختم کر دی۔

لیکن کئی گھنٹے بعد اس کی آنکھ کھلی تو اس نے وہیں سے سوچنا شروع کر دیا۔

"وہ تو قسمت کا کھیل تھا۔"

اس نے سوچا۔

جتنا رچرڈ گینر اس کا مقروض ہے، اتنا ہی وہ رچرڈ کا مقروض ہے۔

اس رات جلتے ہوئے جہازوں کے دہکتے ہوئے سائے میں ایک نہیں، دو افراد کی زندگی میں تبدیلی آئی تھی۔ رچرڈ کو اللہ نے اس کے وسیلے سے نئی زندگی دی تو رچرڈ کے ذریعے اسے ہیرو بھی تو بنا دیا۔ ورنہ وہ تو ایک ناکام شرابی تھا، جو اپنے محکمے پر بھی بوجھ تھا۔

اور وہ دونوں کثرت سے نہ سہی، لیکن ایک دوسرے سے بات کرتے تھے...... اور بہت اہم موضوعات پر بات کرتے تھے، زندگی، محبت، درد و اذیت اور خوشیوں پر بات کرتے تھے...... اور سچائی کے ساتھ کرتے تھے۔ اور دوستی کیا ہوتی ہے......؟

"اوہ......! تو میں اور رچرڈ گینر دوست ہیں۔"

اس نے بے اختیار بلند آواز میں کہا۔ پھر گھبرا کر پہلو میں سوئی ہوئی ماریہ کو دیکھا کہ کہیں اس کی آواز سے اس کی نیند میں تو خلل نہیں پڑا......؟



اگلی صبح سات بجے سراغ رساں ملر، روبنس اور لوریٹی اس کے دفتر میں موجود تھے۔ ایف بی آئی کی مداخلت کے بعد وہ اس کیس کو زیادہ وقت



دینے لگے تھے۔ کیبنٹ سے اصلی نقشہ نکال کر نقلی نقشے کے اوپر آویزاں کر دیا گیا تھا۔ معمول کے مطابق انہوں نے گزشتہ روز کی اپنی اپنی کارکردگی کی رپورٹ پیش کی۔ ان سراغوں پر تبادلہ خیال ہوا، جو کیس میں پیش رفت کا سبب بن سکتے تھے۔ آج کی پوزیشن میں ان کے پاس چھ مشتبہ افراد تھے، جو ان کی مطلوبہ کیٹیگری میں تھے اور تفتیش کے متقاضی تھے۔ ان میں سے تین 105 ویں غربی اسٹریٹ پر، دو 106 ویں اور ایک 107 ویں اسٹریٹ پر رہتا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے، جو حواری کے حلیے پر پورے اُترتے تھے۔ سب کی عمریں چالیس کے لگ بھگ تھیں اور وہ اکیلے ہی رہتے تھے۔ ان میں سے ایک کئی ہفتوں سے گھر تک ہی محدود تھا...... کسی "بیماری" کی وجہ سے۔ روبنس کو یقین تھا کہ بالآخر وہی حواری ثابت ہوگا۔

جمیل نے اپنے تمام ماتحتوں کا اس دن کا شیڈول چیک کیا۔ عام طور پر چند ایک عمارات وہ خود بھی چیک کرتا تھا۔ اس روز وہ لوریٹی کا ہاتھ بٹانے والا تھا۔

"میں ریور سائیڈ ڈرائیو کے کارنر سے شروع کروں گا اور مشرق کی طرف بڑھوں گا۔"

اس نے لوریٹی کو بتایا۔

"شکریہ کیپٹن......!"

لوریٹی نے کہا۔



جمیل بہت محتاط تھا۔ اس نے اور اس کے ماتحتوں نے اپنے طے شدہ طریق کار کو ذرا بھی نہیں بدلا تھا۔

وہ سیدھا بلڈنگ کے سپرنٹنڈنٹ کے پاس گیا۔

"میں اس علاقے میں جرائم کا سروے کر رہا ہوں۔ مجھے تمہارے تمام مکینوں کی فہرست درکار ہے۔"

اس نے کہا۔

فہرست کا جائزہ لینے کے بعد اس نے سوچ سمجھ سوالات کئے۔ اس کے نتیجے میں اس نے بارہ افراد کو مزید تفتیش کے لئے چن لیا۔ لیکن سپرنٹنڈنٹ کو ان کے بارے میں نہیں بتایا۔ وہ عمارت میں داخل ہوا اور ان دروازوں پر دستک دی۔

پہلے آٹھ میں سے چار مکین گھر پر موجود تھے۔ اس نے ان میں سے ہر ایک سے چند منٹ بات کی۔

نواں فلیٹ، جس کی اس نے اطلاعی گھنٹی بجائی، رچرڈ کینز کا تھا۔

وہ دروازے پر کھڑا دُعا کرتا رہا کہ رچرڈ گھر پر موجود ہو۔ اس موقع پر تاخیر کچھ اچھی نہیں ہوگی۔

دروازے کے عقب کی طرف قدموں کی چاپیں سنائی دیں تو اس نے سکون کی سانس لی۔ سینے پر سے جیسے کوئی بوجھ ہٹ گیا۔

رچرڈ کینز نے دروازہ کھولا۔ وہ اسپورٹس سٹریٹ اور جینز میں تھا، اور اس کی شیو بڑھی ہوئی تھی۔ وہ جمیل کو قدرے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ پھر حیرت کی جگہ تجسس نے لی اور اگلے ہی لمحے وہ خوش نظر آنے لگا۔

"ارے کیپٹن......! تم تو ناشتے سے پہلے ہی آگئے۔"

جمیل دروازے پر چند لمحے ہچکچاتا رہا۔

"میں مداخلت تو نہیں کر رہا ہوں......؟ تم اکیلے ہی ہونا......؟"

"تم نیویارک کے سب سے مہربان اور نرم خو پولیس مین ہو۔



آجاؤ......! بالکل ٹھیک کافی کے وقت پر آئے ہو تم......!"

جمیل اس کے ساتھ کچن میں چلا گیا۔

چند لمحے بعد دونوں ساتھ بیٹھے کافی پی رہے تھے۔

"تم اب بھی اس علاقے میں حواری کو تلاش کر رہے ہو......؟"

رچرڈ نے جمیل سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ وہ مجھے مل گیا ہے۔"

رچرڈ نے غور سے اسے دیکھا۔

"یہ تمہارا خیال ہے کہ وہ تمہیں مل گیا ہے، اس کا مطلب تو سمجھاؤ مجھے......! یہ خیال کیسا......؟ یقین کیوں نہیں......؟"

"ابھی میں نے شواہد اکٹھے نہیں کئے ہیں اس کے خلاف۔ اور کیس نہیں بنایا ہے۔"

وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔

"مجھ میں اتنا تحمل نہیں رچرڈ......! کہ میں چوہے بلی والا کھیل کھیل سکوں۔ ویسے بھی ہم اس مرحلے سے آگے جا چکے ہیں۔ میرا اشارہ تمہاری طرف ہے۔"

رچرڈ کینز کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ مچلی۔

"تمہارا خیال ہے کہ حواری میں ہوں......؟"

"ہاں......!"

"لیکن تمہارے پاس کوئی ٹھوس ثبوت موجود نہیں......؟"

"اس کی ضرورت بھی نہیں......!"

"تو پھر تم مجھے گرفتار کیسے کرو گے......؟"

''میں یہاں تمہیں گرفتار کرنے نہیں آیا ہوں۔''

جمیل نے کہا۔

''اگر ایسا ہوتا تو میرے ساتھ چند ماتحت ہوتے اور سرچ وارنٹ ہوتا۔ سچ تو یہ ہے کہ تم اس سلسلے میں مشتبہ بھی نہیں ہو۔ اگر تم سمجھداری سے کام لو، معقولیت سے بات کرو تو ہم کچھ ایسا کر لیں گے کہ کسی کو پتا بھی نہیں چلے گا کہ حواری تم تھے۔''

رچرڈ نے اپنی کافی میں آئرش وہسکی ملائی۔ شاید یہ اس بات کی پہلی نشانی تھی کہ وہ اعصابی طور پر دباؤ میں آیا ہے۔

''میں تمہاری بات سمجھا نہیں۔ اگر میں تمہارے خیال میں حواری ہوں تو تم مجھ پر مہربانی کیوں کر رہے ہو......؟ یہ نرمی کیوں......؟''

''کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم پر کیا گزری ہے......؟ میں جانتا ہوں کہ تم یہ سب کیوں کر رہے ہو......؟ اور یہ بھی ہے کہ ایک طرح سے میں تمہارے لئے احساسِ ذمہ داری رکھتا ہوں۔''

جمیل کہتے کہتے رُکا۔ اس کی آنکھوں میں اُداس سی اُتر آئی۔

''اور کچھ یوں بھی کہ پہلے تو میں سمجھ نہیں سکا تھا، لیکن اب سمجھ چکا ہوں کہ تم میرے لئے ان معدودے چند افراد میں سے ہو، جنہیں میں دوست سمجھتا ہوں۔''

رچرڈ گینر اب نظریں چرا رہا تھا۔

''میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ میں بھی تمہیں دوست ہی سمجھتا ہوں۔ لیکن میں حواری نہیں ہوں۔''

''تو پھر میرے سامنے بے لباس ہو جاؤ، تاکہ میں دیکھ سکوں کہ تمہارے جسم پر گولی کے زخم کا کوئی تازہ نشان ہے یا نہیں......؟''



''اور نشان نہیں ملا تو تم مان لو گے کہ میں حواری نہیں ہوں......؟''

''نہیں ملا تو مجھے حیرت ہوگی۔''

''بس......! اتنا ہی......؟''

کیپٹن جمیل کوئی جواب نہیں دے سکا۔

''تو پھر بے کار ہے۔ میں تمہارے سامنے بے لباس ہونے کی زحمت کیوں کروں......؟''

جمیل نے گہری سانس لی۔

''اس کی بھی ضرورت نہیں......! بس تم مجھ سے وعدہ کر لو کہ تم کلنٹن ٹیلر کو بھول جاؤ گے۔ بلکہ اس پورے کھیل کو ہی ختم کر دو گے۔''

''میں حواری ہوں ہی نہیں تو ایسا کیوں کروں......؟''

''اب تم جو چاہو سمجھو......!''

''اچھا......! فرض کر لو کہ میں حواری ہوں اور تمہاری یہ بات مان لیتا ہوں، تو جواب میں تم مجھے کیا دو گے......؟''

''میں تمہیں گرفتار نہیں کروں گا۔ تم آزاد رہو گے۔''

''بغیر ٹھوس ثبوت کے تم ویسے بھی مجھے گرفتار نہیں کر سکتے۔''

''احمقانہ باتیں مت کرو۔ میرے پاس تمہارے جوتے کے نشان سے بنا پلاسٹر کا سانچہ موجود ہے، اور ٹائروں کے نشان بھی، جو تم نے دیرازانو برج کے نیچے چھوڑے تھے۔ مجھے بس انہیں میچ کرنا ہوگا۔ اور یوں بھی، اگر میں نے باضابطہ تمہیں مشتبہ قرار دے دیا تو تم ہماری نظروں سے چھپ کر کچھ بھی نہیں کر سکو گے۔ مطلب یہ کہ اب تم کچھ بھی کرو، حواری کا کھیل تو ختم ہو چکا ہے۔''

دونوں خاموشی سے کافی کے گھونٹ لیتے رہے۔

''لیکن رچرڈ......! ایک چیز تمہیں میں بھی فراہم نہیں کرسکتا۔''
بالآخر جمیل نے کہا۔

''اور وہ ہے ایف بی آئی سے تحفظ۔ وہ اپنے طور پر کام کر رہے ہیں۔ لیکن میں نے انہیں غلط سمتوں کے اشارے دیئے ہیں۔''

''ایف بی آئی کیسے ملوث ہوگئی......؟''

رچرڈ نے پوچھا۔

''تم نے جارجیا جا کر ریس کو قتل کیا تو یہ بات دو ریاستوں کی ہوگئ نا......! ایف بی آئی کو تو آنا ہی تھا۔''

''میں محض اپنے تجسس کی تشفی کے لئے پوچھ رہا ہوں...... آخر میں ہی کیوں......؟''

''میں تو اس پر حیران ہوں کہ اتنے عرصے مجھے تمہارا خیال نہیں آیا۔ تم تو عین میری ناک کے نیچے تھے...... ایک المیے کا شکار، بے پناہ جسمانی اذیت سے الگ گزرے۔ تمہارا زندہ بچنا تمہارے لئے احساسِ جرم بن گیا تھا۔ بلکہ بعد میں تو مجھے یہ احساس بھی ہوا کہ جزوی طور پر میں بھی اس کا ذمہ دار ہوں۔ میں جو انصاف کے اس سسٹم کے ناقص ہونے پر چیختا چلاتا ہوں کہ یہ میری بیماری ہے، اس نے تمہیں انسپائر کیا ہوگا، یہ آئیڈیا سمجھایا ہوگا۔''

جمیل نے تائید طلب نظروں سے رچرڈ کو دیکھا۔

لیکن رچرڈ خاموش تھا۔ اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔

اب یہ جمیل کے اپنے لئے بھی ضروری تھا کہ وہ مؤثر انداز میں کیس پیش کرے اور مکمل کرے۔ اسے خود کو بھی تو قائل کرنا تھا۔

''بہت سی باتیں تھیں، جن سے مجھے بہت پہلے یہ بات سمجھ لینی



چاہئے تھی، لیکن میں ٹھہرا احمق۔ جب بھی ہم ملتے تو تم حواری کے بارے میں بات کرتے، اس کے عمل کو درست قرار دیتے۔ اور مجھ سے پوچھتے کہ حواری کے کس میں کیا پیش رفت کی ہے میں نے......؟ میں یہ اعتراف بھی کرتا ہوں کہ ایف بی آئی کے ایجنٹ نے اس طرح کے ایک کیس کی نظیر پیش نہ کی ہوتی تو شاید میں تم تک نہ پہنچ پاتا۔ اس کیس کا مجرم بھی اپنے تفتیش کار سے فون پر آواز بدل کر بات کرتا تھا۔ اور آخر میں وہ اس تفتیش کار کا دوست نکلا۔ یہ سن کر مجھے تمہارا خیال آیا، اور پھر یہ حقیقت کہ تم اسی علاقے میں رہتے ہو، جہاں ہم حواری کو تلاش کر رہے ہیں۔ اب دو اور دو چار ہی ہوتے ہیں نا......؟''

اب جمیل ایک عجیب سی اُداسی اور سوگواری سے دوچار تھا۔ اس نے رچرڈ کو غور سے دیکھا۔ اس کا چہرہ بے تاثر تھا، چٹان جیسا۔ وہ اس کے وجود میں اپنی بات پہنچا سکا ہے یا نہیں، وہ یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا۔

''لیکن میں ہر بات سے انکار کر رہا ہوں۔''

بالآخر رچرڈ کینر نے کہا۔

''جو چاہو کرو......! بس مجھ سے یہ وعدہ کرو کہ اب حواری کا وجود نہیں رہا۔''

''اور اگر میں انکار کر دوں تو......؟''

جمیل نے کندھے جھٹک دیئے۔

''بے وقوفی کرو گے تو میں تمہارے ساتھ سلوک بھی ویسا ہی کروں گا۔ میں تمہیں نہایت مشتبہ قرار دوں گا اور پھر چوبیس گھنٹے تمہاری کڑی نگرانی ہوگی اور تم کچھ بھی نہیں کرسکو گے۔''

''بس......! اتنا ہی......؟''

"نہیں......!"

جمیل نے سخت لہجے میں کہا، اور کافی کی پیالی میز پر رکھ کر اپنا ریوالور نکالا اور اس کا رُخ رچرڈ کے سینے کی طرف کر دیا۔

"میں ابھی تمہارے کپڑے اُتروا کر دیکھ لوں گا، وہ نشان جو مجھے یقین ہے کہ تمہارے جسم پر موجود ہے۔ اس بات کی تصدیق کے بعد میں تمہارے فلیٹ کو چھان ماروں گا، اور مجھے یقین ہے کہ یہاں حواری والا ماسک، دستانے اور ریوالور...... سب کچھ موجود ہوگا۔"

"سرچ وارنٹ تو تمہارے پاس ہے نہیں......!"

"وہ بعد میں آتا رہے گا۔"

"لیکن یہ خلافِ قانون ہے۔"

رچرڈ مسکرایا۔

"اور تم جیسا آدمی قانون کے خلاف نہیں جا سکتا۔"

"کیسے نہیں جا سکتا......؟"

جمیل نے چڑ کر کہا۔ اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔

"یہ کیا بات ہے کہ تم قانون کی دھجیاں بکھیرو اور جب وقت آئے تو اسے اپنی ڈھال بنا لو......! تم ابھی مجھ سے وعدہ کرو گے، نہیں تو میں یہاں سے اتنے ٹھوس شواہد لے کر نکلوں گا کہ 40 سال سے کم کے لئے اندر نہیں جاؤ گے تم......!"

"میرا خیال تھا کہ ہم دوست ہیں۔"

"دوستی کو دو طرفہ ہونا چاہئے۔ اور دوست ہونے کی وجہ سے ہی تو پکڑے گئے ہو تم......!"

"اچھا......! مجھے کچھ مہلت تو دو......!"



"کس لئے......؟ ثبوت ضائع کرنے کے لئے......؟"

"تم مجھے دیوار سے لگا رہے ہو، اور میں یہ بات پسند نہیں کرتا۔"

جمیل کو لگا کہ اس کے دماغ میں کوئی پٹاخہ سا چل گیا ہے۔ اس نے اٹھتے ہوئے نیم ایستادہ پوزیشن میں، اپنا ریوالور ہولسٹر میں رکھتے ہوئے، دونوں ہاتھوں سے رچرڈ گینر کا گریبان تھاما اور جھٹکے سے قمیص پھاڑ ڈالی۔

گلابی رنگ کا، گولی کے زخم کا وہ نشان رچرڈ کے بائیں بازو کے اوپری حصے پر صاف نظر آ رہا تھا۔ لیکن اس نے جمیل کو اور اُداس کر دیا۔ تاہم اس نے سرد لہجے میں رچرڈ سے کہا۔

"بس......! اب اِدھر اُدھر کی بات مت کرنا۔"

رچرڈ گینر خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ اس کے انداز میں بے پرواہی تھی۔

جمیل کے ہاتھ لرز رہے تھے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ہا سے اتنا غصہ کیوں آ رہا ہے......؟ وہ اتنا اَپ سیٹ کیوں ہے......؟

"ماسک اور گن کہاں ہے......؟"

اس نے رچرڈ سے پوچھا۔

"خود ہی تلاش کر لو......! یہ تمہاری ذمہ داری ہے۔"

جمیل نے جیب سے ہتھ کڑیاں نکالیں اور گھوم کر اس کرسی کے عقب میں پہنچا جس پر رچرڈ بیٹھا تھا۔

"اپنے ہاتھ پیچھے کی طرف کرو......!"

"یہ ضروری نہیں ہے۔"

"نہیں......! یہ ضروری ہے۔"

رچرڈ کو ہتھ کڑی لگا کر اس نے اپارٹمنٹ کی تلاشی شروع کی۔ چند

منٹ میں ہی اسے تمام چیزیں مل گئیں۔ وہ انہیں کچن میں لے آیا۔

''تمہیں تو چیزیں چھپانے کا سلیقہ بھی نہیں ہے۔''

اس نے طنز کیا۔

''میں کچھ چھپا ہی نہیں رہا تھا۔''

جمیل کو اعتراف کرنا پڑا کہ وہ درست کہہ رہا ہے۔ تمام چیزیں الماری میں سامنے ہی رکھی تھیں۔ وہ تھکے تھکے انداز میں رچرڈ کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس نے رچرڈ کو دیکھا تو اس کا دل بوجھل ہوگیا۔ قمیص پھٹنے سے اس کا جسم کمر تک عریاں ہوگیا تھا۔ جہاز کے حادثے اور اس میں جلنے کے چھوڑے ہوئے زخموں کے خوف ناک نشان سامنے تھے۔

اس نے سوچا۔

''اس شخص کو دوبارہ زندگی مفت میں نہیں ملی۔ اس کی بہت بھاری قیمت چکائی ہے اس نے۔ مگر اب یہ چاہتا کیا ہے......؟ کتنی بار بچاؤں میں اسے......؟''

''ہتھ کڑیوں کے بارے میں کیا خیال ہے......؟''

رچرڈ نے اسے چونکا دیا۔

''ابھی پہنے رہو کچھ دیر......! اس سے تمہیں اپنے دماغ کو درست کرنے میں مدد ملے گی۔''

اس نے سامنے رکھے ماسک کو اُٹھا کر اس کا جائزہ لیا، پھر اسے اپنے ہاتھ پر چڑھا کر دیکھا۔ ربڑ اس کے جلد پر سرد محسوس ہو رہا تھا۔

''کتنے فتنے کھڑے کیے ہیں اس ماسک نے......!''

''تمہیں یہ سب کچھ سوجھا کیسے......؟''

بالآخر اس نے پوچھا۔



''یہ میرے بچوں کا ہے۔ اس وقت مجھے یہ آئیڈیا بہت اچھا لگا تھا۔ ب بھی اچھا ہی لگتا ہے۔''

رچرڈ گینر نے پرسکون لہجے میں کہا۔

''خیر......! اب اس سے کیا فرق پڑتا ہے......؟ اور ہاں......! تم نے ٹھیک کہا، یہ آئیڈیا مجھے تم سے ہی ملا۔ تم قانون کی بے بسی کا رونا روتے تھے، سسٹم کی خرابیاں بیان کرتے تھے۔ میں نے سوچا، جو کچھ میں کر سکتا ہوں، وہ تو کروں۔''

''مگر میں ہمیشہ قانون کے دائرے میں رہ کر کام کرنے کی بات کرتا رہا۔''

''اور قانون شکن اس محدود دائرے سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔''

''تم پاگل ہوگئے ہو۔ دو آدمیوں کو تم قتل کر چکے ہو اور تیسرے کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ سنو......! قانون شکنی کا توڑ قانون شکنی نہیں ہوسکتی۔ یہ ممکن ہوتا تو قانون بنانے کی ضرورت ہی کیا تھی......؟ بہرحال باتیں بہت ہوگئیں۔ اب تم خدا کو گواہ بنا کر، اپنے معصوم بچوں کی روحوں کی قسم کھا کر وعدہ کرو کہ تمہاری حواری کا کام ختم ہو چکا ہے۔ اگر تم یہ وعدہ نہیں کرتے تو میں ان ثبوتوں کے ساتھ تمہیں تھانے لے جاؤں گا۔''

''تم مجھے بے بس اور لاچار بنا رہے ہو۔''

رچرڈ کے لہجے میں شکایت تھی۔

''تم نے میرے لئے کوئی اور راستہ ہی نہیں چھوڑا ہے۔''

''چلو......ٹھیک ہے......! میں عہد کرتا ہوں......''

''میں تمہیں خبردار کر دوں کہ عہد شکنی نہ کرنا۔ اسی میں ہم دونوں کی بھلائی ہے۔''

جمیل نے اس کی ہتھ کڑی کھول دی۔ رچرڈ اور کافی لے آیا۔ دونوں
بیٹھ کر کافی کی چسکیاں لیتے رہے۔

پھر آہستہ آہستہ جمیل کے تنے ہوئے اعصاب پُرسکون ہونے لگے۔
اندر ایک سچی خوشی کا احساس لہریں لینے لگا۔ یہ جو کچھ ہوا تھا، اچھا ہوا تھا۔
لاحاصل نہیں تھا۔ وہ اس خوشی کو بھی گھونٹ گھونٹ پی رہا تھا۔

☆☆☆

رچرڈ گیبز کو اپنے اصل ردِعمل کا ادراک بتدریج اور مرحلہ وار ہوا۔
اس نے سوچا۔

"یہ اچھا ہی ہوا۔ یک دم پتا چلتا تو اس میں بھاری پن اور
ہوتی۔"

اور اسے احساس ہوا کہ وہ اپنے بارے میں جو کچھ جانتا تھا،
نامکمل تھا۔ اب وہ خود کو اور بہتر طور پر سمجھ اور جان رہا ہے۔ لیکن یہ بھی
ہے کہ جو خود آگہی بھی اسے حاصل ہوتی ہے، وہ بعد از وقت ہوتی ہے،
اس کا حاصل کچھ نہیں ہوتا۔

پہلے تو وہ صرف شاک تھا۔ اس خطرے کا احساس تو اسے ابتدا
سے ہی تھا کہ وہ بگڑ جائے گا۔ لیکن درحقیقت اسے اس کی توقع نہیں تھی۔
درحقیقت اس کی انا بہت طاقتور تھی۔ اور وقت کے ساتھ ساتھ اس کا یہ یقین
پختہ ہوتا گیا کہ کوئی اسے نہیں پکڑ سکتا۔ درحقیقت وہ چیلنج کرتا تھا...... آؤ
میرے پیچھے دوڑو...... اور تیز...... اور تیز...... پکڑ سکو تو پکڑ لو مجھے......
میں غیر مرئی ہوں۔ تم مجھے چھو بھی نہیں سکتے۔

لیکن وہ پکڑ لیا گیا۔ شکر کا مقام یہ تھا کہ اسے پکڑنے والا



نمایاں تھا...... اس کا محسن......!

اس کے بعد اس کے اندر جذبۂ شکر گزاری اُبھرا۔ خدا جمیل نعمان کو
ہمیشہ نوازتا رہے۔ اس نے پہلے بھی اس پر احسان کیا تھا، اور اب ایک اور
بڑا احسان کر دیا تھا۔ اس کی یہ زندگی بھی اس کی مرہونِ منت تھی اور اس کی
آزادی بھی۔ جمیل کی جگہ کوئی اور ہوتا تو کبھی یہ نہ کرتا۔ اب وہ سمجھ سکتا تھا۔
داری کو پکڑنا کتنی شہرت دلا سکتا تھا، شہرت بھی اور انعام بھی۔ کون بے وقوف
ہاتھ آئی ہوئی اس نعمت سے منہ موڑتا۔ دُنیا کی کوئی دوستی اتنی بے غرض نہیں
ہو سکتی تھی۔ اور پھر یہ دوستی تو تھی بھی یکطرفہ۔ وہ تو کسی طرح بھی جمیل نعمان
کی دوستی کا حقدار نہیں تھا۔ اس نے جمیل کے لئے کبھی کچھ نہیں کیا تھا۔

اس خیال کے نتیجے میں اسے بے چینی ہونے لگی۔ وہ بوجھل سا
ہو گیا۔ اس پر جمیل کے احسانات کا بوجھ بڑھتا جا رہا تھا۔ اور اسے لگتا تھا کہ
وہ مرتے دم تک یہ بوجھ نہیں اُتار سکے گا۔

اس کے بعد اچانک اسے سکون کا احساس ہوا، جیسے وہ ہلکا پھلکا ہو گیا
ہو۔ جمیل نے اسے آزاد کر دیا تھا، بالکل آخری لمحوں میں اسے اپنی ہی قید
سے رہائی دلا دی تھی۔ اب وہ اس قدم کو اُٹھانے کا پابند نہیں تھا، جس کے
نتیجے میں یا تو وہ مارا جاتا یا پکڑا جاتا تو عمر قید کی سزا پاتا۔ اور خوبی کی بات یہ
تھی کہ نہ تو اس کا حوصلہ ڈگمگایا تھا، اور نہ ہی وہ اپنے ارادے میں متزلزل ہوا
تھا۔ وہ اپنی جگہ ڈٹا رہا تھا۔ لیکن اب اپنے دوست اور محسن سے وعدہ کرنے
کے بعد اس کے سامنے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا کہ وہ اپنا ارادہ ترک
کر دے۔

جمیل نعمان نے اسے تباہی سے بچا لیا تھا، ایسے کہ وہ اپنی نظروں
میں گرا بھی نہیں تھا۔ وہ اپنی نظروں میں سرخ رو رہا تھا۔ یہ بہت بڑا احسان

تھا جمیل کا......!

بے پناہ سکون اور آزاد ہونے کا خیال جہاں خوش کن تھا، وہیں اس کے لئے اُلجھن کا باعث بھی تھا۔ وہ سوچ رہا تھا، یہ تبدیلی اس میں کب آئی......؟ خوشی اور معنویت سے محروم یہ زندگی اس کے لئے اتنی اہم کب ہوگئی......؟ وہ ہر خطرے، ہر تکلیف اور ہر نقصان کے بارے میں بے پروائی جو اس کی ڈھال تھی، کہاں گئی......؟

اب اسے پھر سے سب کچھ سوچنا تھا...... غور کرنا تھا۔ لیکن اس سوچنے نے اسے گھما کر رکھ دیا۔ اسے چکر آنے لگے۔ وہ کیسا آدمی ہے......؟ اسے خود پر حیرت ہونے لگی۔ وہ روّیے اختراع کرتا ہے۔ اپنے سچے محسوسات کے خلاف سازش کرتا ہے۔

''اگر تم اس سے خوفزدہ تھے تو پیچھے ہٹ جاتے۔ لیکن یہ کیا کہ تاویلیں گھڑنی شروع کر دیں تم نے......؟''

اس نے خود سے کہا۔

اس نے اپنے پچھلے تجزیے کو ردّ کیا تو اس کی خوشی اور بشاشت ہوا ہوگئی۔ لیکن وہ خود کو پہلے سے بہتر محسوس کرنے لگا۔ اس نے بروقت اپنا احتساب کر لیا تھا۔

''خود سے جھوٹ بولنا بھی ایک طرح کی موت ہی ہے۔''

اس نے سوچا۔

''میں نے خود کو اس موت سے بچا لیا۔''

☆☆☆

مسلسل تین رات سے وہ جمیل نعمان کو فون کر رہا تھا۔ لیکن بات



نہیں ہوئی تھی۔ بہرحال چوتھی رات اس نے فون ریسیو کر لیا۔

''ہائے کیپٹن......! کئی دن سے میں تمہیں فون کر رہا ہوں۔''

اس نے کہا۔ وہ پہلا موقع تھا کہ وہ آواز بدلے بغیر اسے فون کر رہا تھا۔ لیکن جبلی طور پر اب بھی اس نے اپنا تعارف کرانے سے گریز کیا۔

''کیا تم آج کل گھر پر نہیں سوتے ہو......؟''

''کوشش تو کرتا ہوں۔''

جمیل نے کہا پھر بولا۔

''تم وہی ہو نا جو میں سمجھ رہا ہوں......؟''

''ہاں......!''

چند لمحے دونوں خاموش رہے۔ دونوں دوسرے کے بولنے کا انتظار کر رہے تھے۔

''میں نے تمہیں فون اس لئے کیا ہے کہ......''

رچرڈ کہتے کہتے رُک گیا۔ اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ بات کتنی مشکل ہے۔

''بات یہ ہے کہ پچھلی بار ہم ملے تو میں بہت غیر متوازن ہو رہا تھا۔ حواس باختہ سمجھو۔ وہ میرے لئے بہت بڑا شاک تھا۔''

''میرے خیال میں تو تم نے اسے بہت اچھی طرح ہینڈل کیا۔''

''نہیں......! ایسا نہیں ہے۔''

کیپٹن خاموش رہا۔

''میں نے تمہارا شکریہ ادا نہیں کیا۔''

''میرا شکریہ......؟ میں تو اس پر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ تم نے گن اُٹھا کر میرے سر پر نہیں دے ماری۔''

"تم بہت بڑے ہیرو بن سکتے تھے۔"

"تم بھول رہے ہو۔ میں پہلے ہی تمہاری وجہ سے ہیرو بن چکا ہوں۔ میرا خیال ہے، ایک بار ہیرو بننا کافی ہے۔"

"بہرحال مجھے تم کو بتانا تھا کہ میں تمہارا شکر گزار ہوں۔"

"چلو ٹھیک ہے......! تم شکر گزار ہو۔"

جمیل کا لہجہ سرد ہو گیا۔

"کیا بات ہے کیپٹن......؟"

"باتوں میں ہلکا پن ہوتا ہے۔"

"تمہیں کیا توقع ہے......؟"

"اگر تمہیں یہ بات معلوم نہیں تو سمجھ لو کہ ہم دونوں ہی مشکل میں ہیں۔"

اور رچرڈ نے بات سمجھ لی۔ لیکن وہ دونوں اب مشکل میں تھے۔

☆☆☆

وہ خود کو کسی اسٹیج ڈرامے کا ڈائریکٹر محسوس کر رہا تھا۔ اس میں اس کا اپنا بھی ایک کردار تھا، اور کاسٹ کے دیگر دو افراد جین اور کیٹ تھے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے ایسے بیٹھی تھیں، جیسے لڑنے کے لئے تیار دو جنگ جو۔

رچرڈ گینر ڈرنکس بنا رہا تھا۔ دونوں عورتیں سرد مہری سے اسے گھور رہی تھیں۔ کسی ایک نے بھی ہاتھ بٹانے کی پیش کش نہیں کی۔ ان کے درمیان موجود کشیدگی رچرڈ کے لئے اعصاب شکن تھی۔

اس کے باوجود رچرڈ کو ایک سنسنی آمیز خوشی کا احساس ہو رہا تھا۔



ایک مرد کی دعویدار دو عورتیں ایسے کہاں یکجا ہوتی ہیں......؟

ابھی تک اس نے انہیں کچھ بتایا نہیں تھا، چنانچہ دونوں متجسس تھیں۔

اس نے بس اتنا کہا تھا کہ غیر متوقع طور پر صورتِ حال تبدیل ہوئی ہے، اور ایسے میں ان تینوں کا مل بیٹھ کر بات کرنا ناگزیر ہو گیا ہے۔ اس پر دونوں نے ہی احتجاج کیا تھا۔ لیکن بہرحال وہ شدید نوعیت کا نہیں تھا۔ کیونکہ دونوں ہی تجسس سے بے حال تھیں۔

رسمی کارروائی مکمل ہوئی۔ رچرڈ نے ڈرنکس انہیں تھمائے اور درمیان میں کرسی رکھ کر بیٹھ گیا۔

"بات یہ ہے کہ کیپٹن جمیل نعمان کو میرے بارے میں پتا چل گیا ہے۔"

اس نے بلا تمہید کہا۔

"سب کچھ پتا چل گیا ہے، یہ بھی کہ میں ہی حواری ہوں اور اب میں اس کے سامنے بے بس ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے وہ ان کے چہروں کو دیکھتا رہا تھا۔ لیکن اسے ردِ عمل کسی ایک کے چہرے پر بھی نظر نہیں آیا۔ شاید وہ ذہنی طور پر پہلے ہی سے کسی بری خبر کے لئے تیار تھیں۔ وہ بس خاموش بیٹھی اسے گھورتی رہیں۔

"یہ سب کیسے ہوا......؟"

بالآخر جین نے پوچھا۔

لیکن کیٹ کی اپروچ زیادہ عملی تھی۔

"اس کا مطلب......؟ اس صورت میں تمہیں جیل میں ہونا چاہیے تھا اس وقت۔"

رچرڈ نے انہیں پوری تفصیل سے آگاہ کیا۔ وہ خاموشی سے سنتی

رہیں۔ بیک وقت دو عورتوں سے اتنی اچھی سامع ہونے کی توقع نہیں کی جا
سکتی، خاص طور پر اس صورت میں کہ وہ ایک دوسرے کی رقیب بھی ہوں۔

''خدا کا شکر ہے کہ وہ تمہیں اپنا دوست سمجھتا ہے۔''

جین نے کہا۔

کیٹ اب بھی اسے گھور رہی تھی۔

''تمہارے خیال میں اسے یہ اعتماد ہے کہ تم اپنے وعدے کا پاس
رکھو گے......؟''

اس نے پوچھا۔

''مجھے اس میں شک ہے۔ میرے خیال میں یہ اس کا کھیل تھا، جس
نے اسے مجھ کو گرفتار نہ کرنے کا جواز فراہم کیا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ چار
جولائی کو مجھے اسٹیڈیم میں دیکھنے کی اُمید رکھتا ہے۔''

دیر تک خاموشی رہی۔ کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں۔ شام کی ٹھنڈی ہوا
چل رہی تھی۔ باہر سے ایک ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔

''اب میں یہ بھی بتا دوں، میں خود سے اس کی یہ اُمید پوری کرنے
کی توقع رکھتا ہوں۔''

رچرڈ نے کہا۔

''ایک دوست کو زبان دینے کی تمہارے نزدیک کوئی اہمیت
نہیں......؟''

جین نے کہا۔

''اہمیت ہے......! لیکن اس نے پستول کے زور پر مجھ سے یہ عہد لیا
ہے۔ میں نے خود کو بہت سچائی کے ساتھ ٹٹولنے کے بعد سمجھا ہے کہ یہ میرا
حقیقی نکتہ نظر ہے۔ اور کیونکہ ہم تینوں ہی کسی نہ کسی طور پر اس میں ملوث



ں، اس لئے اس پر بات کرنا میں نے ضروری سمجھا۔''

کیٹ کی آنکھیں دہک سی اُٹھیں۔

''ایک منٹ......! یہ ہم تینوں ملوث ہیں......؟ اس سے مطلب کیا
ہے تمہارا......؟''

اس کی اُنگلی جین کی طرف اُٹھی۔

''یہ اس معاملے میں کہاں سے آ گئی......؟''

''میں خود شامل ہوئی ہوں۔''

جین نے تن کر کہا۔

کیٹ رچرڈ کی طرف مڑی۔

''مجھے بتاؤ گے کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے......؟''

''جین ہمارے ساتھ ہے......!''

رچرڈ نے کہا۔

''کب سے......؟''

''جب اس نے مجھے دھمکی دی کہ اگر میں نے چار جولائی کو اسے
ڈ نہ رکھا تو یہ مجھے بے نقاب کر دے گی تو میں مجبور ہو گیا۔''

''ارے ارے......! تم اسے اپنے ساتھ اسٹیڈیم میں لے کر جاؤ
گے......؟''

''ہاں......! اگر منصوبہ ترک نہ کیا گیا تو میں وہاں جاؤں گی۔''

اس بار جین نے رچرڈ کو بولنے کا موقع نہیں دیا۔

کیٹ اُٹھ کر کھڑکی کی طرف گئی اور باہر دیکھنے لگی۔ پھر وہ پلٹی تو اس
ہرے کا تاثر بتا رہا تھا کہ وہ جنگ کے لئے پوری تیار ہے۔

''جب میں نے پہلی بار تمہیں اسپتال سے نکالا تھا، تم مجھے اچھی نہیں

لگی تھیں۔"

وہ جین سے مخاطب تھی۔

"اور اب تو تم مجھے اور بری لگ رہی ہو۔ تم اپنے مرد کو تباہ کر دینے والی عورت ہو۔"

"تمہاری اتنی ہمت کہ میرے بارے میں جج بن کر فیصلہ کرو......؟"

جین بھی ڈٹ گئی۔

"میں کم از کم وہاں اس کے لئے چانس بنانے کی کوشش تو کر رہی ہوں۔ یہ تمہیں زندہ رکھنے کی کوشش کر رہی ہے، اس سے کیا مطلب ہے اس کا......؟"

رچرڈ لطف اندوز بھی ہو رہا تھا۔ ایک طرح سے وہ دونوں ہی اس کی تھیں۔ بلکہ دیکھا جائے تو وہ ان کی ملکیت بنا ہوا تھا۔ وہ کبھی ایک کو دیکھتا کبھی دوسری کو۔ اس وقت وہ دونوں ایک دوسرے کے خلاف صف آرا تھیں۔ لیکن مقصد دونوں کا ایک ہی تھا...... اسے موت سے بچانا......! ایک کیا بات تھی کہ وہ ان کے لے اتنا قیمتی تھا......؟ اس کی وجہ سے وہ اس وقت ایک چھت کے نیچے یکجا تھیں۔

اس نے سوچا۔

"یہی وقت ہے کہ کھل کر بات کر لی جائے۔"

"اصل میں یہ جین کا آئیڈیا ہے۔ یہی بہتر طور پر بتا سکے گی۔"

"بتانا ضروری ہے......؟"

جین کے لہجے میں بے رُخی تھی۔

"پلیز......! میں کہہ رہا ہوں نا تم سے......!"

"ٹھیک ہے......!"



جین نے گویا ہتھیار رکھ دیئے۔

"دراصل اس پورے معاملے میں وکٹر لٹوسکی کی بڑی اہمیت ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے، گینگسٹر لٹوسکی......؟ سنڈیکیٹ کا باس......؟"

کیٹ نے پوچھا۔

"اور کون ہو سکتا ہے......؟"

جین نے بے پرواہی سے کہا۔

"رئیل اسٹیٹ کی ایک ڈیل کے دوران میری اس سے شناسائی ہوئی تھی۔ میں اس سے ایک کلائنٹ کی حیثیت سے ملی تھی۔ میں نے اس کے کئی سودے کرائے۔ اب ہم اچھے دوست ہیں۔ بلکہ یوں سمجھو کہ وہ کئی معاملات میں میرا ممنون ہے۔ میں نے اسے بہت سے ایسے اہم لوگوں سے ملوایا، جن سے دوسرے لوگ اسے نہیں ملوا سکتے تھے، یا ملوانا نہیں چاہتے تھے۔"

کیٹ کی نگاہوں میں اُلجھن، لیکن انداز میں دلچسپی تھی۔

"اصل مطلب بتاؤ......!"

"مطلب یہ ہے کہ میرے اس پر احسان ہیں تو میں اس سے مدد بھی طلب کر سکتی ہوں۔"

"تو تم اس سے کہو گی کہ وہ کلنٹن ٹیلر کو ٹھکانے لگا دے......؟"

جین پہلی بار مسکرائی۔

"نہیں......! لیکن میں سمجھتی ہوں کہ شعبہ قتل کے ایک ایکسپرٹ سے مشورہ لیا جا سکتا ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ لٹوسکی اس نوعیت کے قتل کرتا رہا ہے......؟"

کیٹ اب سحر زدہ سی تھی۔

''برسوں پہلے ایسا ہوتا ہوگا۔ اب تو وہ خود کچھ نہیں کرتا۔ اور اس
ملک میں تو ہرگز نہیں۔ وہ ایک محب وطن ہے۔ میرے خیال میں وسطی اور
جنوبی امریکہ میں اس کے آدمی سرگرم ہیں۔ اسی لئے میں اس معاملے میں
اس سے رجوع کرنا چاہتی ہوں۔ اتنے غیر منطقی پروجیکٹ کے سلسلے میں اس
جیسے آدمی سے مدد لینا میرے نزدیک واحد منطقی طریقہ ہے۔''

کیٹ کے انداز میں اب جین کے لئے احترام تھا۔

''میں تم سے متفق ہوں۔''

اس نے کہا۔

''تم اس کے ساتھ ملاقات کا بندوبست کرسکتی ہو......؟''

''یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں......!''

''اور احتیاطی تدابیر......؟''

''وہ تو ہم مل کر طے کر سکتے ہیں۔''

رچرڈ نے حیرت سے دیکھا۔ رقیب دوست بن رہے تھے۔

☆☆☆

جین نے بڑی مستعدی کے ساتھ معاملات طے کئے۔ رچرڈ حیران
تھا۔ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے کتنے
بے خبر رہتے ہیں......؟ یہ وہ عورت تھی، جس نے اس کے بچوں کو جنم دیا تھا۔
وہ برسوں اس کے ساتھ رہا تھا لیکن آج وہ اس کے لئے بالکل اجنبی تھی۔
ایک گینگسٹر کی ساتھی...... بلکہ کون جانے، اس کے لٹوسکی کے ساتھ دوسری
طرح کے تعلقات بھی ہوں۔ یہ تو عجیب ہی دور ہے۔ محبت اور وفاداری کا
انداز و آداب بھی بدل گئے ہیں۔ کبھی کبھی کی تھوڑی سی بے وفائی نہ ضمیر پ



پڑتی ہے اور نہ ہی وفاداری کو مجروح کرتی ہے۔
ہاں......! یہ عجیب درد ہے۔ اب یہی دیکھ لو کہ میری دیوانگی میں
ں کے لئے کتنی کشش ہے۔ لوگوں کی اکثریت اب اسے ہیرو سمجھتی ہے۔
ر کی حیثیت سے وہ کبھی مقبول نہیں تھا۔ لیکن حادثے کے بعد تو اس کے
ے کے ساتھ سادہ کینوس بھی بک گئے۔

22 جون کی رات، 9 بجے سے چند منٹ پہلے، جین کی کرائے پر لی
کار وکٹر لٹوسکی کے شاندار ٹاؤن ہاؤس کے ڈرائیو وے میں داخل ہوئی۔
کار کی عقبی سیٹ پر تکیے کے کور جیسا کپڑے کا ایک نقاب سر پر
ائے تھا، جس میں آنکھوں اور نتھنوں کی جگہ سوراخ تھے۔ اس پر جین نے
اسٹک سے ہونٹ بنا دیئے تھے۔

وہ کار سے اُترے۔ جین نے اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبایا۔

ایک قوی الجثہ ملازم نے دروازہ کھولا۔ رچرڈ کی ہیئت کذائی پر اس
بالکل حیرت ظاہر نہیں کی۔

''شام بخیر مسز کینر......!''

اس نے کہا۔

''ہیلو آرتھر......!''

جین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تمہاری کمر کی تکالیف اب کیسی ہے......؟''

''اب تو بہت بہتر ہے مسز کینر......!''

آرتھر نے کہا۔ پھر کینر کی طرف مڑا۔ اس نے کینر کا سر سے پاؤں
تک گھور لیا۔ پھر بولا۔

''اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا دیں جناب......! مجھے آپ کی تلاشی لینی

ہے۔"

اس نے ہلکے پھلکے انداز میں، لیکن پوری تفصیل سے رچرڈ کی جامہ تلاشی لی۔ اس دوران رچرڈ کو بھی اندازہ ہوگیا کہ اس کی جیکٹ کے نیچے ہولسٹر موجود ہے، اور اس میں ریوالور بھی ہے۔

تلاشی کے بعد آرتھر انہیں ایک کمرے میں لے گیا، جو آرائش کے اعتبار سے لائبریری اور آرٹ گیلری کا امتزاج تھا۔

"مسٹر لٹوسکی ابھی تشریف لاتے ہیں۔ آپ کیا لیں گی......؟ وہی پرانا مشروب......؟"

جین نے اثبات میں سر ہلایا۔

رچرڈ کو اندازہ ہوگیا کہ جین یہاں کثرت سے آتی رہتی ہے۔ بہرحال اس نے خود کچھ بھی لینے سے انکار کر دیا۔ اس نے گردوپیش کا جائزہ لیا۔ دیواروں پر نام دو مصوروں کی نایاب اور بیش قیمت تصاویر آویزاں تھیں۔ ایک گینگسٹر سے اسے ایسے ذوق کی اُمید نہیں تھی۔

چند لمحے بعد وکٹر لٹوسکی آ گیا۔ رچرڈ نے اس کی تصویر کے حوالے سے اسے پہچان لیا۔

"میں تمہاری شکر گزار ہوں وکٹر......!"

جین نے کہا۔

"کیوں......؟ ابھی تو میں نے کچھ کہا بھی نہیں ہے تمہارے لئے......!"

وکٹر نے کہا اور رچرڈ کو بہت غور سے دیکھا۔

"ہیلو......! تم جو کوئی بھی ہو۔"

"ہیلو مسٹر لٹوسکی......! اس انداز میں آنے پر میں معذرت خواہ



ہوں۔"

رچرڈ نے کہا۔

"یہ تو اچھا ہی ہے۔ میں یہ جاننا بھی نہیں چاہتا کہ تم کون ہو......؟ میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تم جین کے دوست ہو، اور تمہیں کوئی مسئلہ درپیش ہے۔"

اس نے اپنے لئے ایک جام میں برانڈی اُنڈیلی۔

"اب یہ بتاؤ......! مسئلہ کیا ہے......؟"

"مجھے ایک شخص کو قتل کرنا ہے۔"

"بس......! اتنی سی بات......؟"

وکٹر نے کہا۔ پھر وہ جین کی طرف مڑا۔

"تمہارے خیال میں کیا میں اجرتی قاتلوں کے لئے کوئی تربیتی اسکول چلا رہا ہوں......؟"

"اسے بات تو پوری کرنے دو وکٹر......!"

"یہ ذرا مختلف صورتِ حال ہے۔" رچرڈ نے وضاحت کی۔

"ایک پبلک مقام پر یہ قتل کرنا ہے، جہاں سیکورٹی بہت سخت ہوگی۔ اگر ممکن ہو سکے تو میں چاہتا ہوں کہ وہاں سے زندہ بچ نکلوں۔"

"اور نہ نکل سکو تو......؟"

"تو کوئی بات نہیں......! میں اس کے باوجود یہ کام کروں گا۔"

وکٹر کی آنکھوں میں پہلی بار دلچسپی کی چمک نمودار ہوئی۔

"تو وہیں قتل کرنا کیوں ضروری ہے......؟ کسی کو قتل کرنے کے تو ...ال طریقے ہیں۔ تم اس پرفارمنس سے خود کو اسٹار ثابت کرنا چاہتے ہو......؟"

”یہ قتل اسی انداز میں ہونا ہے۔“

رچرڈ نے کہا۔

”یہ فیصلہ حتمی ہے......؟“

”جی ہاں......!“

رچرڈ نے برانڈی کی چسکی لی اور جین کی طرف مڑا۔

”تم مجھے نئے دور کے حواری سے متعارف کرا رہی ہو جینی......؟ تمہارے خیال میں یہ بات سمجھنے میں مجھے کتنی دیر لگتی......؟“

”زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ......!“

وکٹر دیر تک بیٹھا کچھ سوچتا رہا۔

”تمہیں اس بارے میں فکر نہیں ہوئی کہ میں کیا کروں گا......؟“

”نہیں......!“

”اتنا اعتماد ہے تمہیں مجھ پر......!“

وکٹر نے اسے بہت غور سے دیکھا۔

”میں تمہیں بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔“

رچرڈ کو وہ دو بچھڑے ہوئے، ترسے ہوئے محبت کرنے والوں کی ملاقات لگ رہی تھی۔ اور کون جانے یہ اب بھی ملتے ہوں۔“

”تم نے مجھے حیران کر دیا۔“

وکٹر نے کہا۔

”لیکن اس کہانی میں تمہارا کیا کردار ہے......؟ تمہارا اس شخص سے کیا تعلق ہے......؟“

”یہ بہت قریبی دوست ہے میرا...... میں اسے پسند کرتی ہوں اور جو کچھ یہ کرنے جا رہا ہے، وہ بھی مجھے اچھا لگتا ہے۔ اور یہ بھی بتا دوں کہ



اس کی اس مہم میں میں شریک بھی ہونا چاہتی ہوں۔“

وکٹر چند لمحے سوچتا رہا، جیسے وہ سب کچھ ہضم کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر وہ رچرڈ کی طرف مڑا۔

”اور تم اسے یہ سب کرنے دے رہو......؟“

”میں اسے روک نہیں سکتا۔ یہ مجھے بے نقاب کرنے کی دھمکی دے کر زبردستی شامل ہوئی ہے۔“

رچرڈ نے کہا۔

”یہ سب کچھ چھوڑو وکٹر......! یہ تو طے پا چکا ہے۔“

جین نے کہا۔

”اب تو ہمیں بس تمہاری پیشہ ورانہ رہنمائی درکار ہے۔“

وکٹر اب فکرمند نظر آ رہا تھا۔

”میں نہیں چاہتا جینی......! کہ تم مرو...... اور یہ تو میں گوارہ ہی نہیں کر سکتا کہ تمہاری موت میں میں بھی حصہ دار ہوں۔“

”تو پھر میری مدد کرو......! تاکہ میں زندہ رہ سکوں۔“

”معجزے تو میری دسترس میں نہیں ہیں نا......!“

جین کا چہرہ بے تاثر تھا۔

”سانتیاگو میں، مانا گوار میں اور لاپاز میں تم نے جو کچھ کیا، وہ معجزے سے کم تو نہیں تھا۔“

”ارے......! وہ بیرونِ ملک تھا۔ یہاں بات نیویارک کی ہو رہی ہے، اور وہ بھی یانکی اسٹیڈیم کی۔“

”تم نے ایک بار کہا تھا کہ ہوم ورک ڈھنگ سے کیا جائے تو کچھ بھی ناممکن نہیں۔ حقائق کو یکجا کر کے بہت غور و خوض کرنا پڑتا ہے،

بس......!"

"کبھی کبھی میں فضول بکواس بھی کرتا ہوں...... یونہی......! بس کہنے کے لئے، کہنے کی حد تک۔"

وکٹر نے کہا۔ اب وہ رچرڈ کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں پتا ہے، ویگاس میں تمہارے بارے میں شرطیں لگ رہی ہیں۔ اس بات پر کہ تم نے جو کچھ کیا ہے، وہ کرو گے، برابر کا بھاؤ ہے۔ اور اس کوشش کے دوران تم مارے جاؤ گے، اس پر 1-20 کا بھاؤ چل رہا ہے۔ بہرحال میں برابر کے بھاؤ سے متاثر ہوا ہوں۔ اس کا مطلب ہے کہ لوگ تمہیں سچا اور قابل اعتماد سمجھتے ہیں۔"

"میں اس معاملے میں سنجیدہ ہوں۔ تمہیں بھی اس معاملے کو سنجیدگی سے لینا چاہئے، کیونکہ تم یہودی ہو مسٹر لٹوسکی......!"

"میں جانتا ہوں۔ یہ یاد دلانے کی ضرورت نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ کلنٹن ٹیلر ہمارے حق میں مسلمانوں سے بھی برا ہے۔"

رچرڈ خاموش رہا۔ اسے احساس تھا کہ اس نے وکٹر لٹوسکی کی دکھتی رگ پر اُنگلی رکھ دی ہے۔

وکٹر جین سے مخاطب ہوا۔

"یہ معاملہ مجھے اچھا نہیں لگ رہا ہے۔ میں اس شخص کو کچھ کچھ سمجھ سکتا ہوں۔ لیکن تم میری سمجھ سے پوری طرح باہر ہو۔"

"ایسی بات نہیں......!"

"کیوں خود کو ضائع کرتی ہو جینی......؟"

"یہ ضائع کرنا نہیں......!"

"بالکل ہے......! اور میرا دل نہیں مانتا۔"



"میرے لئے یہی سب کچھ ہے وکٹر......!"

وکٹر لٹوسکی نے سرد آہ بھری اور اُٹھ کھڑا ہوا۔

"چلو......! دیکھتے ہیں۔"

☆☆☆

اب وہ دونوں اپنے گھر میں تھے...... بستر میں۔

"کیا کیٹ مجھ سے بہتر ہے......؟"

جین نے پوچھا۔

"اچھا سوال ہے......!"

"نہیں......! سنجیدگی سے جواب دو۔ اب وہ مجھے بری نہیں لگتی۔ مجھے حسد نہیں ہوتا اس سے۔ میں جانتی ہوں کہ بہت کڑے وقت میں اس نے تمہارا ساتھ دیا، تمہاری مدد کی، یہ تو مجھ پر بھی احسان ہے اس کا۔ دوسرے وہ بہت پُریقین ہے، اور سخت جان بھی۔ کاش میں بھی اتنی سخت جان ہوتی۔"

"تم بھی سخت جان ہو......!"

رچرڈ یہ بات ستائشی لہجے میں کہنا چاہتا تھا، لیکن اس کا لہجہ خودبخود الزام دینے والا ہوگیا۔

"اچھا...... وکٹر لٹکوسکی کے بارے میں کیا خیال ہے......؟ وہ ہمارا ساتھ دے گا......؟"

"بالکل دے گا...... وہ میری بہت پرواہ کرتا ہے۔"

چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر رچرڈ نے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔ ان دنوں تم مجھے زیادہ ہی حیران کرتی ہو۔"

"میں چاہتی تھی کہ تم میرے اور وکٹر کے بارے میں جان لو۔"

"کیوں......؟"

"شاید میری انا اور نسوانی وقار کو اس کی ضرورت ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ تم مجھ پر ترس کھاؤ۔ میں تمہیں باور کرانا چاہتی ہوں کہ مردوں کے لئے میں اب بھی پُرکشش ہوں۔ وہ میری طرف کھنچتے ہیں۔"

"لیکن وکٹر لٹوسکی جیسا گینگسٹر......!"

رچرڈ نے کہا۔

"ورائٹی کا خیال بھی رکھ رہی ہو......؟"

جین نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"جیلسی ہو رہے ہو......؟ اچھا لگا مجھے......! ویسے تم یہ تو مانو گے نا...... رچرڈ......! کہ وکٹر پُرکشش آدمی ہے۔ اس کا گینگسٹر ہونا اپنی جگہ۔"

رچرڈ کو یہ اچھا لگا کہ وہ اسے سلگانے کی کوشش کر رہی ہے۔

"میں تو ابتداء میں ہی سمجھ گیا تھا۔ اچھا، یہ بتاؤ......! میرے اور کیٹ کے تعلق کے بارے میں تم کیسا محسوس کرتی ہو......؟"

"جب بھی اس پر سوچتی تھی، مجھے غصہ آ جاتا تھا۔ اب میں سوچتی ہوں کہ تم پر اپنے حق سے تو میں خود...... بلکہ زبردستی دستبردار ہوئی تھی۔ مجھے اس پر یا تم پر غصہ کرنے کا کیا حق ہے......؟"

"یہ بتاؤ......! وکٹر لٹوسکی شادی شدہ ہے......؟"

"جب میں پہلی بار اس سے ملی تو اس سے ذرا پہلے ہی اس کی بیوی کا انتقال ہوا تھا۔ وہ دونوں چالیس سال ساتھ رہے۔ وکٹر کے لئے وہ بہت سخت وقت تھا۔ اس کا خیال ہے کہ میں نے اس عرصے میں اس کی مدد کی۔ وہ اسے احسان سمجھتا ہے۔"



"اور جب تمہارا سخت وقت آیا تو......؟ تو اس نے تمہاری مدد کی......؟"

رچرڈ کے لہجے میں طنز نہیں تھا۔

لیکن جین کا جسم تن سا گیا۔

"اس میں تو تم ہی میری مدد کر سکتے تھے۔ تمہارے سوا میرے دُکھ کو سمجھنے والا کوئی نہیں تھا۔"

اب وہ دُکھ تازہ ہوا تو اس نے ان دونوں کو ایک دوسرے سے قریب کر دیا۔ وہ تو دردِ مشترک تھا۔

"لیکن ایک بات میں جانتی ہوں۔"

جین نے کہا۔

"تمہارے معاملے میں وکٹر میری مدد کرے گا......؟"

☆☆☆

حواری کو بے نقاب کرنے کا ابتدائی ردِعمل جمیل نعمان کے لئے فرسٹریشن کا تھا۔ حالانکہ اس سے اسے طمانیت ملنی چاہئے تھی۔ مسئلہ یہ تھا کہ وہ اس خوشی اور طمانیت کو کسی کے ساتھ بانٹ نہیں سکتا تھا۔

پھر اسے خیال آیا کہ ماریہ تو ہے۔ اس کے ساتھ شیئر کرنا خود اپنے ساتھ شیئر کرنے کے مترادف تھا۔ وہ کسی بچے کی طرح بے تاب ہو رہا تھا، جو اپنا بہت بڑا کارنامہ کسی کو سنانا چاہئے۔

لیکن مَیری کا ردِعمل اس کی توقع کے برعکس خوش کن نہیں تھا۔ وہ خاموشی سے، آنکھیں سکیڑے اس کی بات توجہ سے سنتی رہی۔ پھر اس کے ہونٹ بھینچ گئے، اور اس کی سانسیں بے آواز ہو گئیں، جیسے اس نے سانس

روک لی ہو۔ پھر اس نے بے ساختہ کہا۔

''او مائی گاڈ......!''

جمیل بولتے بولتے رُک گیا۔

''کیا ہوا......؟ کیا بات ہے......؟''

''اگر تمہیں معلوم ہی نہیں تو میں بتا بھی نہیں سکتی۔''

''کوشش تو کرو......!''

''خدا کے بندے......! تم کوئی کام نارمل انداز میں نہیں کر سکتے......؟''

وہ غرائی۔

''تم کوئی بات سیدھی اور صاف نہیں کر سکتے......؟ کیا ضروری ہے کہ تم کسی چٹانی چھجے کو تھام کر گہری کھائی میں لٹکو......؟ تبھی تمہیں خوشی ہو......؟''

''یہ ڈرامائی سوالات...... کیا تم ان کا جواب بھی چاہتی ہو مجھ سے......؟''

جمیل نے اپنے اندر مچلتے ہوئے غصے کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ وہ سوچ رہا تھا۔

''ممکن ہے ماریہ کے نزدیک غصہ بھی میرے لئے باعث مسرت ٹھہرے۔''

''آئی ایم سوری......! مجھے تم کو مبارک باد پیش کرنی چاہئے......!''

ماریہ اپنی جگہ خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''تمہیں اس سے یقیناً بہت طمانیت حاصل ہوئی ہوگی۔ میں جانتی ہوں کہ تم نے اس مسئلے کو کتنا ذاتی بنایا ہوا تھا......؟ میں جانتی ہوں کہ تم نے



کتنی محنت کی ہے اس پر......؟ لیکن کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں کہ تم نے ایک بار ایک شخص کو بچا لیا......؟ کیا ضروری ہے کہ تم اس کے گاڈ فادر بھی بنو......؟''

''تم میری سمجھ میں نہیں آئیں۔''

جمیل نے شکایتی لہجے میں کہا۔

''تم نے خود ہی تو اسے درست قرار دیا تھا۔ تو اب تم مجھ سے کیا توقع رکھتی ہو......؟ میں اسے گرفتار کرتا اور بیس سے چالیس دن تک کے لئے سلاخوں کے پیچھے بھیج دیتا۔''

وہ کہتے کہتے رُکا اور اس نے سگریٹ سلگائی۔

''میں سچی بات بتاؤں......! میں اس کے ساتھ ایسا نہیں کر سکتا۔ میں اسے اپنا سمجھتا ہوں۔ میں اس کی مجبوریوں اور ضرورتوں سے بھی واقف ہوں۔ اس نے جو اذیت اُٹھائی، اس نے جو کچھ گنوایا، میں جانتا ہوں، میں سمجھتا ہوں کہ اپنے وجود، اپنی اس دوسری زندگی کی افادیت خود پر ثابت کرنا اس کے لئے کتنا اہم ہے......؟ میں اس لئے بھی سمجھتا ہوں کہ میں خود یہ جنگ لڑ رہا ہوں۔''

''مجھے تو بس یہ نظر آ رہا ہے کہ اسے بچانے کے لئے تم خود کو تباہ کر رہے ہو۔''

''ڈرامائی باتیں نہ کرو۔ میں کسی کو تباہ نہیں کر رہا ہوں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ حواری اب یوں غائب ہو جائے گا، جیسے عالم بالا میں واپس چلا گیا ہو۔ اب اس کے بارے میں کوئی کبھی کچھ نہیں سنے گا۔ لوگ اسے ایسے بھول جائیں گے، جیسے دو دن پرانی خبر کو بھول جاتے ہیں۔'

''یعنی تم مجھے یہ بتا رہے ہو کہ وہ اپنے وعدے کا پاس رکھے

گا......؟"

ماریہ نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں......! میں اتنا بے وقوف نہیں ہوں۔"

اب ماریہ اسے گھور رہی تھی۔ اس کی آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں۔

"خدا کی پناہ......! تو تم کارروائی کا موقع دو گے۔"

"تم ایسا سمجھتی ہو مجھے......؟"

"نہیں......! لیکن جانتی ہوں کہ کبھی، کسی موقع پر تم کچھ بھی کر سکتے ہو۔"

جمیل کو اپنا حلق اچانک سوکھتا محسوس ہوا۔ وہ پانی پینے کے لئے کچن میں چلا گیا۔ ماریہ بیٹھی کھڑکی سے باہر جھانکتی رہی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اس انکشاف کے بعد کیا جمیل کوئی اور انکشاف بھی کرے گا......؟

جمیل واپس آ کر بیٹھ گیا۔

"میں جانتا ہوں کہ اس معاملے میں کئی مسائل ہیں۔"

اس نے کہا۔

"میں پولیس کو اس کی نگرانی پر مامور نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے مجھے اس کو مشتبہ کردار نمبر ایک قرار دینا ہوگا۔ اور یہ بھی میرے لئے ممکن نہیں کہ میں خود چوبیس گھنٹے اس پر نظر رکھوں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اس صورتِ حال سے نمٹنے کے لئے میں نے ایک لائحہ عمل تیار کر لیا ہے۔"

"بہت زبردست......!"

ماریہ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

جمیل ہنسنے لگا۔

"کم آن ڈارلنگ......! خوش ہو جاؤ۔ یقین کرو، یہ بہت اچھا



کہ میں نے اسے دریافت کر لیا۔ اب وہ میری مٹھی میں ہے پوری طرح۔ کیا یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی......؟"

"میں تو بس یہ سمجھ رہی ہوں کہ ذرا بھی گڑبڑ ہوئی تو 4 جولائی کو حواری اور پادری دونوں، یا ان میں سے کوئی ایک مارا جائے گا۔ اور یہ کہ تمہارے کیریئر کا اختتام جیل میں ہوگا۔"

"نہ کوئی مرے گا اور نہ ہی میں جیل جاؤں گا۔"

جمیل نے اطمینان سے کہا۔

"تم مجھ پر بھروسہ رکھو......!"

"وہ تو مجھے ہے۔ لیکن یہ حواری کا معاملہ مختلف ہے۔ اس کے معاملے میں تم ابتداء ہی سے ابنارمل ہو۔ خیر......! دیکھتے ہیں۔"

☆☆☆

"دیکھو......! بات سیدھی سی ہے۔ مجھے صرف اتنا کرنا ہے کہ چار جولائی کو اسے یانکی اسٹیڈیم نہ پہنچنے دوں۔"

"اور یہ آسان کام تم کیسے کر پاؤ گے......؟"

جمیل نے کندھے جھٹک دیئے۔

"ابھی یہ اس کے لئے عزت کا، انصاف کا معاملہ ہے، حق کی خاطر جان دینے کی بات ہے۔ لیکن چار جولائی گزرنے کے بعد اس کے لئے یہ سب ختم ہو جائے گا۔ حواری کی عزت ہی نہیں رہے گی۔ دوسرے یہ بات بھی ذہن میں رکھو کہ اسے یہ احساس ہوگا کہ میں اس پر نظر رکھے ہوئے ہوں۔"

"ان سب باتوں پر یقین ہے تمہیں......؟"

"یقین نہ ہوتا تو کہتا کیوں......؟"

"اپنے نظریے، اپنے عمل کو درست ثابت کرنے کے لئے......!"

"کس کے سامنے، کس کی نظر میں......؟"

"خود اپنے سامنے، خود اپنی نظر میں......!"

"تم تو بس نفسیات کی کتاب کھول کر بیٹھ جاتی ہو۔"

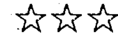
ماریہ تلخی سے مسکرائی۔

"یہی تو بنیادی چیز ہے جان......! تم نے نارمل توجیہات کو اُلٹا کر دیا ہے۔ ہر چیز کو پیچھے کی طرف چلا رہے ہو تم......! حقائق کی چھان پھٹک کر کے ان کی بنیاد پر عملی اقدام کرنے کے بجائے تم پہلے اپنا لائحہ عمل طے کرتے ہو اور پھر اس کو درست ثابت کرنے کے لئے توجیہات تخلیق کرتے ہو۔"

"میں ایسا کیوں کروں گا......؟"

"یہ تو تم ہی مجھے بتاؤ گے......!"

جمیل کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ کم از کم ایسا جواب نہیں تھا، جو ماریہ کو مطمئن کر سکے۔ اور جو تھا، اسے وہ اس کے ساتھ شیئر نہیں کرنا چاہتا تھا۔



جمیل کو مسلمانوں کو کلنٹن ٹیلر کی حمایت پر قائل کرنے میں بڑی دُشواری پیش آئی تھی۔ بہرحال اس نے بہت معقولیت کے ساتھ سوچے ہوئے دلائل کے ذریعے انہیں قائل کر ہی لیا تھا۔ اگرچہ اس دوران اسے ایسے ایسے چبھتے ہوئے سوالوں کا سامنا کرنا پڑا تھا کہ اسے دانتوں پسینہ آگیا تھا۔ تاہم یہ پیٹرن اس کی سمجھ میں آگیا تھا۔ جو مخالفین تھے، ان کا ایک ہی



...شع نظر تھا...... یہ کہ انہیں غلط ثابت کر دیا جائے۔ اور وہ چاہتے تھے کہ وہ ...نہیں غلط ثابت کر دے۔ وجہ یہ تھی کہ وہ ان کے پاس بہت اچھا پیکج لے کر ...یا تھا۔ دو ملین ڈالر ماہانہ، سڑکوں پر ان کے لئے تحفظ کی فراہمی، ان کے ...نے کی ترقی اور بہتری۔ یہی تو ان کی ضرورتیں تھیں۔ اسی لئے ان کو قائل ...ر لینا اتنا دُشوار نہیں تھا۔

وہ سڑک پار کرنے کے لئے رُکا کہ کسی نے اسے پکارا۔

"کیپٹن نعمان......!"

وہ جانی پہچانی آواز تھی۔

اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ قاری عبدالمنان تھے۔ اس نے انہیں ...لام کیا۔

"مجھے تم سے بات کرنی ہے......!"

"تو چلیں......! میں آپ کو کافی پلا دوں۔"

وہ انہیں اپنے ساتھ ایک کیفے میں لے گیا اور کافی منگوا لی۔

"کہئے......!"

"میں تمہارے اور تمہارے خاندان کے بارے میں چھان بین کرتا ...رہا ہوں۔"

امام نے کہا۔

"تم بہت اچھے لوگ ہو۔ تمہارے پرانے علاقے میں لوگ تمہیں ...ر تمہارے والدین کو بہت اچھے لفظوں میں یاد کرتے ہیں۔"

"یہ تو بہت پرانی بات ہے امام صاحب......!"

"میں خون کی کوالٹی پر یقین رکھتا ہوں کیپٹن......! آدمی بھٹک بھی ...تا ہے لیکن خون اچھا ہو تو وہ اسے پھر سے کھینچ کر راہِ راست پر لے آتا

ہے۔ میں نے ایسی بہت سی مثالیں دیکھی ہیں۔ میرا خیال ہے، تم میری بات سمجھ رہے ہو کیپٹن......!‘‘

جمیل ایک طرف اس کی بات سن رہا تھا تو دوسری طرف ویٹر کو دیکھ رہا تھا، جو کاؤنٹر پر بیٹھے افراد سے امام کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔ درحقیقت وہ امام کے حلیے پر تمسخر کر رہا تھا۔

’’میں نہیں سمجھ سکا کہ امام صاحب......! سوری......!‘‘

’’وہ تمہیں استعمال کر رہے ہیں۔ یہ مال و متاع، یہ دولت، یہ دُنیا سب دھوکا ہے۔ تم لالچ میں آگئے ہو، اور تم دوسروں کو استعمال کر رہے ہو۔ لالچ کی اس بیماری کو دُور تک پھیلا رہے ہو۔ ہمیں اس کی بہت بھاری قیمت چکانی ہوگی۔ اس لئے میں تم سے التجا کر رہا ہوں، ابھی وقت ہے، رُک جاؤ......!‘‘

’’آپ کے خلوص میں کوئی شک نہیں۔ لیکن آپ غلطی پر ہیں امام صاحب......!‘‘

جمیل نے کہا۔

’’میں جو کچھ کر رہا ہوں، سوچ سمجھ کر کر رہا ہوں۔ میں بے وقوف نہیں ہوں، اور جو قائل ہو رہے ہیں، وہ بھی بے وقوف نہیں ہیں۔‘‘

’’خواہش اور مستقبل کا خوف آدمی کی سمجھ بوجھ کو متاثر کرتا ہے۔‘‘

امام نے کہا۔

’’حالانکہ مستقبل کا کسی کو پتا نہیں۔ کیا ضمانت ہے اس بات کی کہ میں یہ جملہ پورا کرنے سے پہلے ہی مر نہیں جاؤں گا......؟ مادّے کے پیچھے دوڑنے والے بے وقوف ہیں۔ اللہ کسی کو دولت دے کر آزماتا ہے تو کسی کو غربت دے کر آزماتا ہے۔ غربت والا فائدے میں رہتا ہے کہ غربت



مجبوری ہے۔ اور مجبوری کی وجہ سے اللہ اسے رعایتیں دیتا ہے۔ جبکہ دولت والے کو دولت کا حساب دینا ہوتا ہے۔ تم لالچ میں آکر اپنی قوم کو خسارے کی طرف لے جا رہے ہو۔‘‘

’’آپ کا مطلب ہے کہ غریب غریب ہی رہے......؟ آپ نے خود کہا کہ غربت کمزوری ہے، مجبور کر دیتی ہے۔ ایسے میں بے انصافی اور کرپشن کا شکار ہونے کے سوا آدمی کیا کر سکتا ہے......؟ وہ تو لڑ بھی نہیں سکتا۔ آپ اس حال میں دیکھنا چاہتے ہیں اس قوم کو......؟‘‘

’’دیکھو بیٹے......! بے انصافی، کرپشن...... بلکہ معاشرے کی ہر برائی کے خلاف لڑنا جہاد ہے اور جہاد کا بڑا اجر ہے۔ اللہ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ لیکن سانپ کا جھوٹا دودھ زہریلا ہوتا ہے۔ بے انصاف اور کرپٹ لوگوں کا دیا ہوا مال اچھا نہیں ہوتا۔ اور وہ بے سبب دیتے بھی نہیں۔ جو دیں گے، اس سے دس گنا فائدہ حاصل کریں گے وہ۔ پاک مال اور حرام مال میں بہت فرق ہے میرے بیٹے......!‘‘

ویٹر کافی لے کر آیا۔ برتن رکھتے ہوئے وہ امام کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ وہ تمسخرانہ مسکراہٹ تھی۔ پھر اس نے امام سے کہا۔

’’یہ لو الہ دین......! تمہاری کافی کا جادوئی چراغ......!‘‘

جمیل نے کڑی نظروں سے ویٹر کو دیکھا۔

’’بہت ہنسی آرہی ہے۔ کوئی مضحکہ خیز بات نظر آئی ہے کیا......؟‘‘

ویٹر چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ پھر جواب دیئے بغیر جانے کے لئے پلٹا۔

جمیل نے اس کی کلائی تھام لی۔

’’میں نے تم سے کچھ پوچھا تھا۔ تمہیں اس کا جواب دینا ہے۔‘‘

"چھوڑو میرا ہاتھ......! یو فنڈا مین ٹلسٹ......!"

بات دھیمی آواز میں کہی گئی تھی۔ لیکن جمیل نے دیکھا کہ پورے کیفے میں سنی گئی ہے۔ کیفے میں خاموشی چھا گئی تھی۔

"مجھے جواب چاہئے......!"

اس نے کہا۔

"میں کہتا ہوں، چھوڑو میرا ہاتھ......!"

ویٹر نے کہا۔ اسے اندازہ ہی نہیں تھا کہ وہ کتنی بڑی مشکل میں پھنس گیا ہے۔

"چھڑا سکو تو چھڑا لو......! میں تو جواب سنے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔"

ویٹر نے زور لگایا، جھٹکا دیا تو اسے اندازہ ہوا کہ وہ تو بری طرح جکڑا ہوا ہے۔

"یہ شریف آدمی، جس کا تم بار پر کھڑے ہو کر مذاق اُڑا رہے تھے، فقرے کس رہے تھے جس پر، اور جس کے ساتھ ابھی تم زبانی طور پر بھی اور عملی طور پر بھی بدتمیزی کر چکے ہو، یہ ایک عالم ہے، عزت دار آدمی ہے، جتنی عقل اس کے سر کے ایک بال میں ہے، تمہارے پورے دماغ میں بھی نہیں ہے۔"

یہ کہتے ہوئے وہ ویٹر کا ہاتھ دھیرے دھیرے مروڑتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ ویٹر گھٹنوں کے بل بیٹھنے پر مجبور ہو گیا۔

"تو کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ ایک گھٹیا اور بے علم آدمی ایک عالم سے اپنے روّیے پر بڑی عاجزی سے معذرت کرے......؟"

"میں اس پر لعنت بھیجتا ہوں...... اور تم پر تو دُگنی......!"

جمیل مسکرایا۔ وہ جانتا تھا کہ امام سحر زدہ سا اسے دیکھ رہا ہے، کبھی



اس کو اور کبھی ویٹر کو۔ جمیل نے ویٹر کے ہاتھ پر دباؤ بڑھا دیا۔ ویٹر کی آنکھیں جیسے حلقوں میں اُبلنے لگیں۔ وہ کراہتے ہوئے کچھ بڑبڑایا۔

"کچھ سنا نہیں میں نے......!"

جمیل نے کہا۔

"آئی ایم سوری......! میں شرمندہ ہوں۔ معذرت چاہتا ہوں۔"

"جن کے سامنے مذاق اُڑا رہے تھے، ان تک آواز نہیں پہنچی ہے۔"

ویٹر نے بلند آواز میں وہی الفاظ دہرائے۔

جمیل نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ ویٹر چہرے پر شرمندگی لئے واپس چلا گیا۔ جو تماشا دیکھنا چاہتے تھے، وہ مایوس نظر آنے لگے۔

"یہ ہوتی ہے طاقت......!"

جمیل نے امام سے کہا۔

"اچھا مظاہرہ تھا۔ مگر اس سے بس اتنا ثابت ہوا کہ تم اس ویٹر سے زیادہ طاقت ور ہو۔ اس سے معاشرے میں کوئی مثبت تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ بے انصافی اور کرپشن میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ ہم جس پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ماننے والے ہیں، اس نے اس طاقت کے بغیر، اس سے کہیں زیادہ بگڑے ہوئے معاشرے کو یکسر بدل ڈالا تھا۔ میں اس پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اور اس کی طاقت کا ماننے والا ہوں، جس نے دولت کو کبھی اہمیت نہیں دی۔"

"اس سے طاقت کی اہمیت واضح نہیں ہوتی......؟"

"تم سادہ آدمی نہیں ہو کیپٹن......!"

"مجھے تو یہ بہت اچھا لگا۔ آپ بتائیں، آپ کو کیسا لگا......؟"

امام نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔
''اگر میں کہوں کہ اچھا نہیں لگا تو یہ جھوٹ ہوگا۔ لیکن یہ بہت چھوٹی بات ہے۔''
''آپ چاہتے کیا ہیں......؟''
''وہی تو سمجھانے آیا ہوں۔ منافقوں سے فائدہ ملے تو اس میں اس فائدے سے زیادہ نقصان چھپے ہوتے ہیں۔ میں تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ کلنٹن ٹیلر سے خود کو دُور کرلو۔ اس سے پہلے کہ دیر ہو جائے۔''
''اب یہ ممکن نہیں......!''
جمیل نے صاف انکار کر دیا۔
''تم میری بات نہیں مانو گے۔ اچھا......! اس پر غور تو کرلو......!''
''میں بے سوچے سمجھے کچھ نہیں کرتا۔ میں نے بہت غور و خوض کے بعد اس کی بات مانی تھی۔''
اس بار امام نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔
''مجھے افسوس ہے۔ اگرچہ مجھے کامیابی کی محض موہوم سی اُمید تھی۔ بہرحال، اب میری بات سنو......! میں تمہیں پہلے سے خبردار کر رہا ہوں۔ میں تماشائی بن کر یہ سب کچھ نہیں دیکھ سکتا۔ میں ٹیلر سے بھی جنگ کروں گا، اور تم سے بھی۔ اب تم دونوں جو کچھ کہو گے، اور جو کچھ کرو گے، میں ذاتی طور پر ہر سطح پر اسے چیلنج کروں گا۔ کیسے......؟ یہ فی الحال مجھے معلوم نہیں۔ لیکن میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ تم میری طرف سے ہوشیار رہنا اور پادری کو بھی خبردار کر دینا۔ کیونکہ میں اس کے لئے خطرناک ثابت ہوں گا۔ اب جب وہ زبان کھولے گا، میں اس کے جھوٹ کو بے نقاب کروں گا اور میرا بس چلا تو میں اسے صلیب پر گاڑھ دوں گا...... اس کے ہر جھوٹ اور فریب



بہت......!''
یہ کہہ کر وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔
لیکن جمیل نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔
''ایک منٹ......! مجھے آپ کو کچھ بتانا ہے۔ لیکن معاملہ بے حد رازداری کا ہے۔ آپ نے مجھے مجبور کر دیا ہے، اس لئے بتا رہا ہوں۔''
پھر اس نے امام کو میجر عابد کے بارے میں بتایا۔
امام خاموشی سے سنتا رہا۔ جمیل کے خاموش ہونے پر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔
''ٹھیک ہے......! اس سے بس اتنا ثابت ہوتا ہے کہ تم بہت زیادہ بے وقوف نہیں ہو۔ لیکن اس سے کلنٹن ٹیلر کے بارے میں میرا نظریہ تبدیل نہیں ہو سکتا۔ مجھے اس تنظیم سے کوئی لینا دینا نہیں۔ وہ خاموش رہ کر یہ تماشا نہیں دیکھ سکتا۔''
اس نے نرمی سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور دروازے کی طرف چل دیا۔
جمیل اسے دیکھتا رہا، یہاں تک کہ وہ کیفے سے نکل گیا۔

☆☆☆

جمیل 4 جولائی کو ہونے والی ریلی کے بارے میں عوامی ردِعمل پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ پادری کے اٹلانٹا کے ہیڈ کوارٹرز کی طرف سے ہر صبح باقاعدہ ''ارلی برڈ'' کے نام سے بلیٹن جاری ہو رہا تھا۔ اس میں مذہب اور سیاست پر بات کی جاتی تھی۔ وہ یہ راگ بھی الاپتے تھے کہ بالآخر حواری بھی سمجھ میں آجائے گا کہ وہ اور کلنٹن ٹیلر ایک دوسرے کے حریف نہیں، فطری طور پر حلیف ہیں۔ دونوں ایک ہی خدا کے ماننے والے ہیں۔

میڈیا والے بھی اپنے طور پر سنسنی پھیلا رہے تھے۔ لیکن حواری کی طرف سے خاموشی پر لوگوں کی قیاس آرائیاں بھی فطری تھیں۔ اس کی طرف سے مکمل خاموشی تھی۔

درحقیقت رچرڈ گینز جمیل نعمان کے الٹی میٹم کی پاسداری کر رہا تھا۔ ماسک والا حواری عملی طور پر وجود کھو بیٹھا تھا۔ نہ اس کی طرف سے کوئی جواب تھا نہ کوئی دعویٰ۔ ٹیلر کے پروپیگنڈے کے جواب میں اس کا کوئی خط نہیں چھپا تھا۔

لیکن اس خاموشی نے عوامی ہیجان کو اور بڑھا دیا تھا۔ لوگ سوچتے تھے، حواری خیریت سے تو ہے......؟ اسے کچھ ہو تو نہیں گیا......؟ یا یہ کوئی حکمت عملی ہے اس کی......؟ کہیں اس نے ارادہ تو نہیں بدل لیا......؟ کہیں وہ ڈر کر پیچھے تو نہیں ہٹ گیا......؟ یہ اس کے لئے آسان بھی ہے، کیونکہ اسے کوئی جانتا پہچانتا نہیں ہے۔ کسی کو کبھی پتا نہیں چلے گا کہ وہ کہاں سے آیا تھا......؟ اور کہاں غائب ہوگیا......؟

جمیل پورے معاملے پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ کچھ مبصرین وثوق سے کہتے تھے کہ حواری بلف کر رہا تھا۔ کلنٹن ٹیلر کے ڈٹ جانے سے وہ گھبرا گیا اور پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن ہیری بلیک جیسے دوسرے مبصرین شد و مد سے اس کی تردید کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ اب تک حواری نے کوئی ایسی بات کہی ہی نہیں، جس پر اس نے عمل نہ کیا ہو۔ وہ عہد کرتا ہے تو اسے نبھاتا ہے۔ لیکن بلیک اس ممکنہ خدشے کا اظہار کرتا تھا کہ کہیں حواری کسی مجرم کے تعاقب میں زخمی یا ہلاک تو نہیں ہوگیا۔ اور ایک گروہ ایسا تھا، جس کا کہنا تھا کہ الٹی میٹم جاری کرنے کے بعد حواری کے پاس کچھ کہنے کی گنجائش ہی نہیں۔ اس کی خاموشی فطری ہے۔ وہ تو عمل کا آدمی ہے۔ وقت آنے پر عمل کر کے دکھائے



گی۔ جمیل نعمان کی اپنی بھی یہی رائے تھی۔

اب صورتِ حال یہ تھی کہ اس پر سٹا کھیلا جا رہا تھا...... جیسے یہ کوئی میچ ہو۔ اور سٹا بھی بے شمار جہتوں میں کھیلا جا رہا تھا۔ شرطوں میں بڑا تنوع تھا۔ ''حواری سامنے آئے گا یا نہیں آئے گا......؟ اگر سامنے آیا تو کیا وہ ٹیلر کو قتل کرنے میں کامیاب ہوگا......؟ یا ناکام ہوگا......؟ حواری پکڑا جائے گا......؟ یا مارا جائے گا......؟''

لیکن جمیل کے سامنے دوسرے مسائل بھی تھے۔ سرکاری طور پر نہ صرف حواری کے کیس کی تفتیش جاری تھی، بلکہ اسے چار جولائی کو یانکی اسٹیڈیم میں حفاظتی انتظامات بھی مکمل کرنے تھے۔ پھر اسے اپنے آدمیوں ہی کو نہیں، ایف بی آئی والوں کو بھی ڈبل کرنا تھا۔ کمشنر ویسٹلے اور میڈیا والوں سے بھی اس کا رابطہ تھا۔ وہ بری طرح گھرا ہوا تھا۔ اور جو سچ اسے معلوم تھا، وہ اس کے بارے میں کسی کو بھی نہیں بتا سکتا تھا۔

ادھر اپنے قول کے سچے قاری عبدالمنان نے بھی کلنٹن ٹیلر کے خلاف محاذ کھول دیا تھا۔ وہ مسلمانوں میں اس کے خلاف نفرت پھیلا رہا تھا، جو ویسے ہی کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ دوسری طرف وہ اس جنگ کو میڈیا پر بھی لے آیا تھا۔

اس روز وہ لنچ کر کے اپنے آفس لوٹا تو وہاں ایف بی آئی کا اس کیس کا انچارج پیٹرسن بیٹھا ''دی ٹائمز'' کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کی گود میں ایش ٹرے رکھی تھی، جس میں پانچ ٹوٹے پہنچ چکے تھے۔

جمیل نے جلدی سے دیوار پر آویزاں نقشے کا جائزہ لیا کہ کہیں وہ

جاتے ہوئے اصلی نقشے کی جگہ نقلی نقشہ لگانا بھول تو نہیں گیا تھا......؟ نقشہ دیکھ کر اس نے سکون کی سانس لی۔

پیٹرسن نے اخبار تہہ کر کے ایک طرف رکھ دیا۔

''نقشے کی فکر نہ کرو۔ میں جانتا ہوں کہ یہ جعلی ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا ہے کہ ہمارے ساتھ تعاون نہ کریں۔''

جمیل میز کے عقب میں اپنی کرسی پر جا بیٹھا۔ اسے یہ سن کر شاک لگا تھا۔ یہ آدمی خطرناک حد تک تیز تھا۔ تاہم اس نے بے پرواہی سے کہا۔

''چلو......! یہ تو تمہارے لئے بہتر ہی ہوا۔ یہ بتاؤ......! اب کیا چاہتے ہو تم......؟''

پیٹرسن نے ختم ہوتی ہوئی سگریٹ سے ایک اور سگریٹ سلگائی۔

''میں وجہ جاننا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تمہارے پاس مجھے راہ سے بھٹکانے کی کوئی بے حد معقول وجہ ہوگی۔ لیکن میں اسے سمجھ نہیں پا رہا ہوں۔ ایک امکان محکمہ جاتی رقابت کا ہے۔ لیکن تمہارے معاملے میں یہ بات دل کو نہیں لگتی۔''

جمیل نے بوتل سے پانی نکال کر پیا۔ اسے احساس تھا کہ پیٹرسن پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھ رہا تھا۔

''یہ بھی ممکن ہے کہ تم چاہتے ہو کہ حواری پکڑا ہی نہ جائے۔''

پیٹرسن نے مزید کہا۔

''اور اس کے لئے تم اسے تحفظ فراہم کر رہے ہو۔''

اس بات میں جمیل کو دلچسپی محسوس ہوئی۔

''اور اس کی وجہ......؟''



''کون جانے...... ممکن ہے، حواری کی وجہ سے جو سنسنی پھیل رہی ہے اور تمہیں پبلسٹی مل رہی ہے، وہ اس کا سبب ہو، اور ممکن ہے کہ تمہیں اس سے محبت ہو۔ کیونکہ جو کچھ وہ کر رہا ہے، ہر پولیس والا وہی کرنا چاہتا ہے، لیکن قانون کی پابندیوں کی وجہ سے نہیں کر پاتا۔ کون جانے...... دل میں تم اسے اس کی کارکردگی پر داد دیتے ہو......؟''

پیٹرسن شاید کسی جواب کی توقع کر رہا تھا۔ لیکن جمیل نعمان نے اسے مایوس کر دیا۔

اس نے بات آگے بڑھائی۔

''اور یہ ڈرامہ جو اپنے چار جولائی کے کلائمکس کی طرف بڑھ رہا ہے، ممکن ہے، تم اسے ختم نہ کرنا چاہتے ہو۔ ذرا سوچو تو، اگر تم آخری منظر سے پہلے ہی حواری کو پکڑ لو تو کیا ردِعمل ہوگا......؟ عام لوگ، میڈیا والے، شرط باز، ہوٹلوں اور ریستورانوں کے مالک...... یہ سب تو تمہیں مصلوب کر ڈالیں گے۔ ٹکڑے کر ڈالیں گے تمہارے۔ اگر حواری اس وقت پکڑ لیا جائے تو ان سب کا کتنا بڑا نقصان ہوگا، کچھ اندازہ ہے اس کا......؟ سینکڑوں ملین ڈالرز کا نقصان ہوگا۔ بڑی معاشی تباہی ہوگی یہ۔''

''ان دنوں تم شاید سنسنی خیز فلمیں زیادہ ہی دیکھنے لگے ہو۔''

جمیل نے کہا۔

''اور وہ تمہارے دماغ پر اثر انداز ہوئی ہیں۔''

''پوری بات تو سنو......! بم تو میں نے آخر کے لئے بچا رکھا ہے۔''

پیٹرسن کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

''یہ بھی تو ممکن ہے کہ تم حواری کو جانتے ہو، اور اس بات سے ہر ممکن فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو۔ لیکن مجھ سے تمہیں ڈر ہے کہ مجھے پتا چل

گیا تو تمہارا کھیل میں خراب کر دوں گا۔"

جمیل کو لگا کہ وہ اس شخص کی خطرناکی کو اب تک سمجھ نہیں سکا تھا۔

"اور میرا کھیل کیا ہے......؟"

پیٹرسن نے ایک اور سگریٹ سلگائی۔ وہ صورتِ حال سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"اپنی ڈرامائی پبلسٹی کی خاطر تم نے فیصلہ کیا ہے کہ پہنچانے کے باوجود تم اسے مناسب ترین وقت پر ہی گرفتار کرو گے۔ اور وہ مناسب ترین وقت چار جولائی کی رات ہوگا اور مقام یانکی اسٹیڈیم۔"

"تم بیورو میں اپنا وقت بلاوجہ ضائع کر رہے ہو۔ تمہیں تو اسکرپٹ لکھنے چاہئیں۔ قسمت سنور جائے گی تمہاری۔"

وہ بیٹھے چند لمحے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

پھر جمیل نے کہا۔

"مجھے صرف ایک سوال کرنا ہے۔ تم یہ سب کچھ مجھے کیوں بتا رہے ہو......؟"

پیٹرسن اُٹھ کر کھڑا ہوا اور اس نے انگڑائی لی۔

"اپنی عزتِ نفس کی بحالی کے لئے۔ کسی کو اچھا نہیں لگتا کہ کوئی اسے گدھا سمجھے۔"

یہ کہتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر تمسخرانہ مسکراہٹ تھی۔

☆☆☆

دو گھنٹے بعد جمیل کی میز پر رکھے خون کی گھنٹی بجی۔ دوسری طرف ڈیٹیکٹیو لوریٹی تھا۔ اس کی آواز عجیب سی ہو رہی تھی۔ لہجے میں ہیجان تھا۔



"میں نے اسے پکڑ لیا ہے سر......! مسیح کی قسم......! میں نے سچ مچ اسے دھر لیا ہے۔"

جمیل کو اپنے پیٹ میں گڑبڑ محسوس ہونے لگی۔

"کسے پکڑ لیا ہے......؟"

"حواری کو جناب......! اور کسے......؟"

"تم کہاں سے فون کر رہے ہو......؟"

"اسی کے اپارٹمنٹ سے۔"

"اس کا نام کیا ہے......؟"

"لینگڈن...... فرینک لینگڈن...... میں بہت خوش ہوں سر......! اب یہ بتائیں، میں اس معاملے کو کیسے ہینڈل کروں......؟"

جمیل نے گھبرا کر گہری سانس لی۔ شاید وہ سانس لینا بھول ہی گیا تھا۔

"تم نے کسی کو بتایا ہے اس کے بارے میں......؟"

"نہیں......!"

"اچھا......! مجھے اس کا پتا لکھواؤ......!"

"580 ویسٹ...... 109 ویں اسٹریٹ...... اپارٹمنٹ 4C......"

"اب تم وہاں سے ہلنا مت، اور نہ ہی کسی کو فون کرنا۔ میں آدھے گھنٹے میں وہاں پہنچ رہا ہوں۔"

جمیل نے ریسیور رکھ کر اپنے ہاتھوں کو دیکھا، جو ابھی تک لرز رہے تھے۔

☆☆☆

وہ 27 منٹ میں وہاں پہنچا۔ اس کی گاڑی پر لگا سائرن چلاتا رہا
تھا۔ یہ مشکل صورتِ حال تھی۔ وہ جانتا تھا کہ لوریٹی نے جسے پکڑا ہے، وہ
بے قصور ہے۔ لیکن اسے ظاہر اس کے برعکس کرنا تھا۔ اس کے نزدیک تو یہ
ایسا ہی تھا، جیسے حواری کو گرفتار کر لیا گیا ہو۔

لوریٹی نے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھولا۔ اس کا چہرہ تمتمایا ہوا تھا۔
بالائی ہونٹ پر پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔ وہ سخت ہیجان میں مبتلا
تھا۔

فرینک لینگڈن نشست گاہ میں ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ
میں ہتھ کڑی تھی، جس کا دوسرا سرا ریڈی ایٹر سے بندھا ہوا تھا۔ اس کی عمر
40 کے لگ بھگ ہوگی۔ اس کے انداز میں ذرا بھی پریشانی نہیں تھی۔
حالانکہ وہ ایک بہت بڑی مشکل میں تھا۔

اپارٹمنٹ بہت آراستہ تھا۔ وہاں ایک بڑا پیالو بھی موجود تھا۔
دیواروں پر پینٹنگز آویزاں تھیں، فرش پر دبیز قالین تھا۔ یہ طے تھا کہ فرینک
نہ تو غریب ہے اور نہ ہی پریشان۔ اس بات سے خود جمیل کو تسلی ہوئی، کیونکہ
وہ جانتا تھا کہ فرینک حواری نہیں ہے۔

"مجھے افسوس ہے کیپٹن......! کہ میں اُٹھ کر تمہارا خیر مقدم نہیں کر
سکتا۔"

فرینک نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

جمیل کو اندازہ ہوا کہ وہ پڑھا لکھا اور اسمارٹ آدمی ہے۔

لوریٹی کو دیکھ کر لگتا تھا کہ وہ ہوا میں اُڑ رہا ہے۔

"اب مجھے تفصیل سے بتاؤ......!"

جمیل نے اس سے کہا۔



"اس کے ذہن میں ایک خوب صورت تصور ہے...... یہ کہ میں
حواری ہوں۔"

لوریٹی کے کچھ کہنے سے پہلے فرینک بول اُٹھا۔

"برسوں میں کسی نے مجھے اتنے بڑے کسی اعزاز سے نہیں نوازا۔ یہ
اس کی ذرّہ نوازی ہے۔ لیکن اس نے مجھے افسردہ کر دیا۔ میں حواری بننا چاہتا
ہوں، لیکن بن نہیں سکتا۔"

لوریٹی کے نتھنے پھڑکنے لگے۔

"اس کی باتوں میں نہ آؤ کیپٹن......! یہ وہی ہے......! سو فیصد
حواری...... میں کئی دن سے اس کے پیچھے لگا ہوں۔ میں نے کسی کو کچھ بتایا
نہیں، کیونکہ میں کچا کام نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

اس نے کاؤچ پر رکھا ہوا کینوس کا ایک چھوٹا کیری آل اُٹھایا، اس
کا زِپ کھولی اور اسے کافی ٹیبل پر اُلٹ دیا۔

"آپ خود دیکھ لیں......!"

جمیل نے کافی ٹیبل پر بکھری ہوئی چیزوں کو دیکھا۔ ان میں حواری
ڑھی کا ماسک تھا، چمڑے کے سیاہ دستانوں کی جوڑی، ایک ٹوائے پسٹل اور
با چار فٹ لمبی نائیلون کی ڈور کا ایک ٹکڑا۔

"مجھے ایک کاسٹیوم پارٹی میں شرکت کرنا تھی۔"

فرینک لینگڈن نے صفائی پیش کی۔

"پارٹی 4 جولائی کو ہونی ہے۔ میں نے سوچا، اس میں حواری بن کر
کت کروں تو مزہ ہی آ جائے گا۔"

"یہ سب چیزیں تمہیں کہاں سے ملیں......؟"
جمیل نے پوچھا۔

"اس کی کار کی ڈگی میں سے۔"

لوریٹی نے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں کیپٹن......! آج صبح میں نے سرچ وارنٹ نکلوالیا تھا۔ میں نے کہا نا سر......! کہ میں کئی دن سے اس کے پیچھے ہوں۔ بنیادی بات تو حلیہ ہے۔ یہ اس پر پورا اُترتا ہے۔ قد، قامت، علاقہ بھی وہی، اور پھر یہ اکیلا رہتا ہے۔ ہر بات ملتی ہے۔ اور سنیں......! اس نے میڈیکل اسٹور سے اینٹی سیپٹک دوائیں اور پٹیاں بھی خریدیں تھیں، اسی عرصے میں جب ہمارے خیال میں حواری زخمی ہوا تھا۔"

فرینک ہنسنے لگا۔

"یہ حیرت انگیز اتفاق ہے۔ میری تو بڑی شہرت ہونے والی ہے۔"

لیکن لوریٹی اور جمیل بہت سنجیدہ تھے۔

"دوائیں اور پٹیاں کیوں خریدی تھیں تم نے......؟"

جمیل نے فرینک سے پوچھا۔

"میں باتھ روم میں پھسل کر گر گیا تھا۔ شیشہ ٹوٹ کر میرے کندھے میں لگا۔ خاصا گہرا زخم آیا تھا۔"

"تم نے ڈاکٹر کو دکھایا......؟"

"نہیں......!"

"کیوں......؟"

"اب ڈاکٹر پائے ہی کہاں جاتے ہیں......؟"

فرینک نے حقارت سے کہا۔

"وہ تو خون چوسنے والی جونکیں ہیں۔ ٹیکس ادا کرنے کے بعد اگر کوئی ڈاکٹر کم از کم آدھا ملین ڈالر نہ کمائے تو اے ایم اے کے نزدیک وہ



اس پیشے کو ذلیل کرا رہا ہے۔ وہ اسے پریکٹس کے لائسنس سے محروم کر دیتے ہیں۔"

لوریٹی نے منہ بنا کر کہا۔

"یہ میں آپ کو بتانا بھول گیا تھا کہ یہ کامیڈین بھی ہے، بس ذرا بور کرنے والا ہے۔"

"مسٹر لینگڈن......! آپ اس صورتِ حال پر بہت زیادہ پریشان نہیں لگ رہے ہیں......؟"

"میں کیوں پریشان ہوں......؟ جبکہ میں حواری ہوں ہی نہیں۔"

فرینک نے کہا۔

"اگرچہ اکثر میں سوچتا ہوں کہ کاش میں حواری ہوتا۔ میں اسے بہت پسند کرتا ہوں۔ البتہ مجھ میں اتنا حوصلہ نہیں ہے۔"

"تم اسے سراہنے کا اعتراف کر رہے ہو......؟"

"بالکل کر رہا ہوں۔ کیا تم اسے نہیں سراہتے......؟"

جواب دینے کے بجائے جمیل لوریٹی کی طرف پلٹا۔

"اور اس کے خلاف کیا کچھ ہے تمہارے پاس......؟"

"میں نے لیبارٹری رپورٹس چیک کیں۔ ویرازانو برج کے نیچے ٹائروں کے نشانات ملے تھے نا...... وہ اس کی گاڑی سے ملتے ہیں۔ اور یہ بھی گیارہ نمبر کا جوتا پہنتا ہے۔"

"تم کرتے کیا ہو مسٹر لینگڈن......؟"

"میں کولمبیا میں پڑھاتا ہوں۔"

"کون سا مضمون......؟"

"فلسفہ......!"

"بلاشبہ تم ذہین آدمی ہو پروفیسر......! یہ بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی کہ تم ایک بڑی مصیبت میں پھنس گئے ہو......؟"

"مجھے تو ایسا نہیں لگتا۔ دیکھو...... میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ کسی نہ کسی طرح حقیقت کھل جائے گی۔ اب میں تو جانتا ہوں نا کہ میں حواری نہیں ہوں، تو مجھے یقین ہے کہ تم اور دوسرے لوگ بھی جلد یا بادیر یہ بات جان لیں گے۔"

"یہ ہے فلسفہ پڑھنے کا فائدہ۔"

جمیل نے بھنا کر سوچا۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ تعلیم یافتہ بے وقوف سے بڑا کوئی بے وقوف نہیں ہوتا۔

لوریٹی اب بے صبرا ہو رہا تھا۔

"آپ آپ کیا کہتے ہیں سر......؟"

جمیل نے اسے نظر انداز کر دیا۔ یہ صورتِ حال ایسی نہیں تھی کہ اس میں تیزی دکھائی جاتی۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ شواہد واضح طور پر اشارہ کر رہے ہوں۔ ایسے میں زیادہ محتاط رہنا ہوتا ہے۔ یہ فیصلہ کرنا بہت نازک کام ہوتا ہے کہ مشتبہ شخص کو گرفتار کیا جائے یا نہیں......؟

"آپ کا کوئی پولیس ریکارڈ ہے پروفیسر......؟"

اس نے فرینک سے پوچھا۔

"کبھی آپ پر کوئی الزام لگا اور ثابت بھی ہوا......؟ کسی بھی نوع کا کوئی جرم......؟ کبھی جیل بھی گئے ہیں آپ......؟"

فرینک نے ایک آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"یہاں میں کمزور پڑتا ہوں۔ 68ء اور 69ء میں ویت نام جنگ کے خلاف مظاہروں میں میں شریک ہوا۔ کچھ تخریبی کارروائیوں میں بھی



...ں رہا۔ آٹھ ماہ میں جیل میں رہا۔"

وہ مسکرایا۔

"لیکن جو میں نے کہا، اس کی سزا بھگت لی اور اس سے سبق بھی ...ھا۔ اب میں ایک پُرامن اور قانون پسند شہری ہوں...... معاشرے کا ایک ...ہ فرد۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ کبھی جنگ ضروری بھی ہوتی ہے۔ اب میں ...تا ہوں کہ جنگ زندگی کا ایک لازمی جزو ہے، بلکہ قوموں کے باہمی ...ات کے تسلسل کے لئے بھی ضروری ہے۔ اب میں دل کی گہرائیوں ...ے جنگ پر ایمان رکھتا ہوں۔"

"آپ اب بھی اس صورتِ حال کو بہت لائٹ لے رہے ہیں۔"

"آئی ایم سوری......! دراصل میں رونے والا آدمی نہیں ہوں اور ...ے بھی رونے کا فائدہ کیا......؟ اگر میں روؤں تو ڈیٹیکٹیو لوریٹی کا نکتہ نظر تو ...ہ بدلے گا نا، میرے بارے میں۔ اس کی وجہ سے یہ اپنی اس خوشی سے تو ...دار نہیں ہوگا کہ اس نے حواری کو گرفتار کر لیا ہے۔"

"آپ کی فیملی ہے مسٹر لینگڈن......؟ بیوی......؟ بچے......؟"

"کبھی تھے...... بہت پہلے کی بات ہے۔ میری بیوی بھی میرے ...ے میں اسی انداز میں سوچتی تھی، جیسا آج آپ سوچ رہے ہیں، اس کے ...یں، میں لاابالی تھا۔ سو اس نے ایک اکنامسٹ سے شادی کر لی۔ ...ٹ جو سیدھے سادے معاملے کو بھی سنگین بنا دیتے ہیں، جو ذمہ دار ...ے جاتے ہیں۔ جو ہر چیز کو نہایت سنجیدگی سے لیتے ہیں، سوائے سنجیدہ ...ت کے۔"

"آپ کے لئے اہم کیا ہے پروفیسر......؟"

فرینک لینگڈن چند لمحے غور کرتا رہا۔ پھر بولا۔

"محبت...... تاسف...... جدائی اور وقت کا شعور۔ اور ہاں......!
سب سے بڑھ کر انسان کی فطری کمزوریاں۔ میں سمجھتا ہوں کہ حواری بڑا کام
کر رہا ہے...... بہت بڑا۔ اور وہ اس کی خاطر مرنے کے لئے بھی تیار ہے۔
یہ ہوتی ہے کسی بات کی اہمیت۔"

لوریٹی نے کہا۔

"کیپٹن......! ہمیں اور کتنی خرافات سننی ہوگی اس سے۔"

جمیل فرینک کو گھورتا رہا۔ وہ اچھا آدمی تھا...... پڑھا لکھا ہوا
معقول۔ اس وقت اس کے ہاتھ میں ہتھ کڑی تھی، اور اس پر وہ الزام تھے،
جن سے اس کا کوئی محتاج نہیں تھا اور یہ بات جمیل بھی جانتا تھا۔

"میں آپ کو گرفتار کر رہا ہوں پروفیسر......!"

اس نے اعلان کیا۔

"مجھے اس بات کا اندازہ تھا۔"

"اب میں آپ کو بتا دوں کہ آپ کو یہ حق ہے کہ میرے کسی بھی
سوال کا جواب نہ دیں۔ کیونکہ جو کچھ آپ کہیں گے، اسے عدالت میں آپ
کے خلاف استعمال......"

جمیل نے رسمی کارروائی پوری کی۔

25 جون کو شام سوا سات بجے فرینک لینگڈن، پی ایچ ڈی کو
تیرہویں پولیس اسٹیشن میں حواری کی حیثیت سے بک کر لیا گیا۔

☆☆☆

حواری کے پکڑے جانے کی خبر ریڈیو اور ٹی وی پر نمایاں طور پر نشر
کی گئی۔ لیکن بس اتنا بتایا گیا کہ اس کا نام پروفیسر فرینک لینگڈن ہے اور



کیپٹن جمیل نعمان اور ڈیٹیکٹیو لوریٹی نے اس کے گھر سے گرفتار کیا۔
مزید تفصیلات کا انتظار ہے۔

رچرڈ گینر اپنے اسٹوڈیو میں تھا کہ کیٹ نے اسے فون کیا۔

"تم نے خبر سنی......؟"

اس کے لہجے میں سنسنی تھی۔

"کوئی نئی جنگ شروع ہوگئی ہے کیا......؟"

"انہوں نے حواری کو گرفتار کر لیا ہے۔"

رچرڈ گینر کچھ کہہ ہی نہیں سکا۔

"یہ تمہارا دوست کیپٹن کس چکر میں ہے......؟"

"کون جانے...... جمیل نعمان کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے۔"

"میں تو ڈیوٹی پر ہوں۔ ابھی آنے والی ایک نرس نے یہ خبر دی
ہے۔ ٹھیک ہے......! پھر ملاقات ہوگی۔"

رچرڈ فون کے پاس بیٹھا اس صورتِ حال کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا۔
اس نے ٹی وی آن کیا۔ مگر خبروں میں کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اس نے کیپٹن
کے گھر کا نمبر ملایا۔ لیکن وہاں فون ریسیو نہیں کیا گیا۔

آدھے گھنٹے بعد فون کی گھنٹی دوبارہ بجی۔ اس نے سمجھ لیا کہ یہ جین
ہے۔ ریسیور اُٹھاتے ہی اس کی تصدیق ہوگئی۔

"تمہیں یقین نہیں آئے گا۔"

جین نے کہا۔

"میں سن چکا ہوں، اور مجھے یقین بھی آچکا ہے۔"

"ڈاکٹر نے ابھی مجھے بتایا ہے۔"

"ڈاکٹر کون......؟"

''وکٹر لٹوسکی...... وہ مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ کیا تم گرفتار ہو گئے ہو۔
میں نے تردید کی تو وہ ہنسنے لگا۔ بولا، میرا بھی یہی خیال تھا کہ غلط آدمی پکڑا
گیا ہے۔''

''اور کیا کہا اس نے......؟''

''پوچھ رہا تھا کہ اس سے 4 جولائی کا پروگرام متاثر ہوگا۔ میں نے
کہہ دیا، ہرگز نہیں......!''

''تم دن بدن اسمارٹ ہوتی جا رہی ہو۔''

''اسمارٹ نہیں، ذہنی بیمار کہو۔ میں تمہاری طرح سوچنے لگی ہوں۔''

رچرڈ آپ ہی آپ مسکرا دیا۔

''اور ہاں......! دو دن بعد وکٹر سے ہماری ملاقات طے ہے۔ وہ
اس وقت تک تیاری کر چکا ہوگا۔''

''واہ......! میری گینگسٹر کی گڑیا......!''

''اب اتنے برتر بھی نہ بنو......!''

''تو اور کیا بنوں......؟''

''شکر گزار...... احسان مند۔''

چند لمحے دونوں طرف خاموشی رہی، پھر جین نے کہا۔

''یہ تمہارا کیپٹن کس چکر میں ہے......؟ کوئی مقصد تو ہوگا غلط آدمی کو
گرفتار کرنے کا......؟''

''جو کچھ بھی ہے، سامنے آ جائے گا۔''

''تم فون کیوں نہیں کرتے اسے......؟''

''کیا تھا۔ وہ گھر پر موجود نہیں تھا۔ ویسے یہ اگر کوئی کھیل ہے تو وہ
مجھے اتنی آسانی سے نہیں بتائے گا۔''



جین نے گہری سانس لی، پھر بولی۔

''کیٹ موجود ہے......؟''

''نہیں......! اس وقت وہ ڈیوٹی پر ہے۔''

''آج رات میں تنہا نہیں رہنا چاہتی۔''

''تو لٹوسکی مصروف ہے کیا......؟''

''اتنی بے رحمی سے بات نہ کرو مجھ سے۔''

''اچھا......! تو آ جاؤ......!''

☆☆☆

کہانی چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں، اور تیز رفتاری سے سامنے آئی۔
البرٹ لوریٹ دیکھتے ہی دیکھتے ہیرو بن گیا۔ کیپٹن جمیل نعمان نے یہ کہہ کر کہ
ابتداء سے آخر تک یہ لوریٹ کا ہی کارنامہ ہے، حواری کی گرفتاری کا پورا
کریڈٹ اسے دے دیا۔

اس حقیقت نے کہ مبینہ طور پر گرفتار ہونے والا کولمبیا یونیورسٹی میں
فلسفے کا پروفیسر ہے، کہانی کو ایک نیا زاویہ دے دیا۔ پروفیسر لینگڈن کے اپنے
ساتھیوں اور شاگردوں میں بہت لوگ متعجب تھے اور بے یقینی میں مبتلا تھے۔
لیکن ایسے بھی تھے، جنہیں معاشرے میں بڑھتی ہوئی لاقانونیت پر پروفیسر
کے چبھتے ہوئے تبصرے یاد تھے۔ وہ کہتے تھے کہ انہیں پروفیسر کی گرفتاری پر
کوئی حیرت نہیں ہوئی ہے۔

پروفیسر خود اپنی بے ساختہ مسکراہٹ اور آنکھوں کی چمک کی وجہ سے
لوگوں کے لئے ایک کشش رکھتا تھا۔ وہ مسلسل انکار کئے جا رہا تھا کہ وہ
[illegible] ہے۔ اور اسے اپنے اوپر لگائے گئے سنگین الزامات کی ذرا بھی پرواہ

نہیں تھی۔

اس کی ضمانت بھی نہیں ہو سکی۔

پادری کلنٹن ٹیلر اس وقت جنوبی علاقے کا ٹوور کر رہا تھا۔ میڈیا والے اس تک پہنچے تو اس نے کہا کہ وہ اس بنیادی حق پر یقین رکھتا ہے کہ جب تک کسی پر جرم ثابت نہ کر دیا جائے، وہ معصوم ہی کہلانا چاہئے۔

”جو شخص خود کو حواری کہتا ہے، جس نے کبھی ایک لمحے کے لئے بھی نہیں چاہا کہ اسے کوئی تکلیف ہو۔“

اس نے کہا۔

”اور یہ پروفیسر لینگڈن جسے حواری کی حیثیت سے گرفتار کیا گیا ہے، مجھے اس سے بھی کوئی عناد نہیں۔ میں تو خدا سے دُعا کرتا ہوں کہ جیسے وہ اور بندوں کو اپنے رحم و کرم سے نوازتا ہے، ویسے ہی پروفیسر کو بھی نوازے......“

اس کے ساتھ دُعا کے لئے سر جھکائے ہوئے کلنٹن ٹیلر کی تصویر بھی اخبارات کی زینت بنی تھی۔ تصویر پر کیپشن تھا...... پادری کلنٹن ٹیلر حواری کی روح کے لئے دُعا کرتے ہوئے۔

”خدا ہم پر رحم فرمائے......!“

رچرڈ کینز نے زیرلب کہا۔

ادھر قاری عبدالمنان نے بھی میڈیا پر پادری ٹیلر کے خلاف محاذ کھول رکھا تھا۔ وہ نپے تلے انداز میں منطقی اور معقول بات کرتا تھا۔ لیکن مسلمان ہونے کی وجہ سے اس کا اثر مسلمانوں تک محدود تھا۔

☆☆☆



ہلکی ہلکی بارش میں پادری ٹیلر دریا کے کنارے اپنی گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ پھر ایک کٹ آف پر اس نے میلیسا بریڈ بیری کی پورٹ کھڑی دیکھی تو گاڑی اس کے برابر لے جا کر روک دی۔ دونوں گاڑیاں جھاڑیوں اور درختوں کی جھنڈ کی اوٹ میں تھیں۔

وہ یہاں پہلے بھی کئی بار، ہنگامی حالات میں مل چکے تھے۔ یہ سڑک یہاں پانی تک پہنچ کر ختم ہو جاتی تھی۔

ٹیلر نے گاڑی روکی اور انتظار کرنے لگا۔ یہاں تک کہ میلیسا اُتر کر اس کی گاڑی میں آ گئی۔

”کیا بات ہے......؟ کیا مسئلہ ہے ڈارلنگ......؟“

اس نے کہا۔

”ہم گھر پر کیوں نہیں مل سکتے تھے......؟“

”کیونکہ تمہاری نگرانی کی جا رہی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ تمہارے ذریعے مجھ تک پہنچیں۔“

تمہیں یقین ہے اس بات کا......؟“

”ہاں......!“

”تمہیں علم کیسے ہوا اس کا......؟“

”کیونکہ میں سیکورٹی والوں کی ایک چھوٹی سی فوج کو ان سب باتوں سے باخبر رہنے کے لئے پالتا ہوں۔“

میلیسا کے چہرے پر تناؤ سا اُبھرا۔ اب وہ اتنی خوب صورت نہیں لگ رہی تھی۔

”میرا خیال ہے، ڈیکٹر پر حملے کے بعد سے تمہاری نگرانی جاری ہے۔“

ٹیلر نے کہا۔

''اور اس میں اچنبھے کی کوئی بات نہیں......!''

''اس کا مطلب ہے کہ اس وقت بھی میرا پیچھا کیا گیا ہوگا......؟''

''چوتھائی میل پیچھے میں نے ایک کار پارک دیکھی تھی...... سڑک سے ذرا ہٹ کر۔''

میلیسا نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

''اگر تمہیں اس تعاقب کا علم تھا تو تم یہاں کیوں......؟''

''مجھے معلوم کرنا تھا کہ پیچھا کرنے والا کون ہے......؟ ابھی تو مجھے پتا نہیں، لیکن چند منٹ میں معلوم ہو جائے گا۔''

''مائی گاڈ......! تم نے مجھے چارے کے طور پر استعمال کیا......؟''

ٹیلر مسکرایا۔

''پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ چند منٹ میں معاملہ پوری طرح نمٹا لیا جائے گا۔''

''کس طرح......؟ میں سمجھی نہیں۔''

''کوئی خاص بات نہیں......! میرے سیکورٹی والے وہ کچھ کریں گے، جس کی انہیں تنخواہ دی جاتی ہے۔''

ٹیلر نے بے پرواہی سے کہا۔

میلیسا اپنے پرس میں سگریٹ کا پیکٹ تلاش کرنے لگی۔

سگریٹ سلگاتے ہوئے اس کی اُنگلیوں میں لرزش تھی۔

''مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے کلنٹن......!''

اس کی آواز میں بھی لرزش تھی۔

ٹیلر نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی۔ لیکن بولا کچھ نہیں۔



''پچھلے چند دنوں میں کتنی پرُسکون تھی میں۔''

میلیسا نے آہ بھر کے کہا۔

''اب تو حواری بھی پکڑا گیا۔ میں سوچ رہی تھی کہ اب زندگی پرُسکون ہو جائے گی۔''

''میری زندگی میں سکون کی کوئی گنجائش نہیں۔''

''تو تمہاری زندگی کس طرح کی ہے کلنٹن......؟''

لیکن ٹیلر نے اس کی بات سنی نہیں۔ وہ عقب نما آئینے میں دیکھ رہا تھا۔ وہاں ایک کار نمودار ہوئی تھی، جس میں دو آدمی موجود تھے۔

''میں بس ایک منٹ میں آیا۔''

ٹیلر نے کہا اور گاڑی سے اُتر کر ان کی طرف گیا۔

وہ کئی منٹ تک باتیں کرتے رہے۔ میلیسا نروس ہو رہی تھی۔

پھر وہ دونوں اپنی گاڑی میں بیٹھ کر چلے گئے اور ٹیلر واپس آ گیا۔

''کیا ہوا......؟ وہ کون لوگ تھے...... جو میرا پیچھا کر رہے تھے؟''

میلیسا نے پوچھا۔

''اسرائیلی انٹیلی جنس کا ایک ایجنٹ تھا۔''

میلیسا کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''لیکن کیوں......؟ اسرائیل کو میری نجی زندگی میں کیا دلچسپی ہو سکتی ہے......؟''

''کبھی دماغ پر زور بھی دے لیا کرو۔ تم سکریٹری آف اسٹیٹ کی بیوی ہو میلیسا......! اس اعتبار سے تمہاری زندگی میں پرائیویسی بہت مشکل ہے...... خاص طور پر ایسی صورتِ حال میں۔''

''کس صورتِ حال کی بات کر رہے ہو تم......؟''

"جب ڈیکٹر کو شوٹ کیا گیا تو مشرقِ وسطیٰ میں قیامِ امن کی کوششیں سبوتاژ ہوگئیں۔ اسرائیلیوں نے سوچا ہوگا کہ معاہدے کے بارے میں خبر تم نے لیک کی ہوگی۔"

"میں نے تو سوائے تمہارے کسی سے بات نہیں کی اس سلسلے میں۔"

ٹیلر نے کندھے جھٹک دیئے۔

"انہیں تو نہیں معلوم نا......؟"

"لیکن ڈیکٹر پر حملہ تو کسی انتہا پسند عرب تنظیم نے کرایا تھا۔ اخبارات میں تو یہی لکھا تھا۔"

"اسرائیلی انٹیلی جنس اخبارات سے زیادہ جانتی ہے۔"

میلیسا کے جسم میں کپکپی سی دوڑ گئی۔

"اب کچھ عرصہ ہم مل نہیں سکیں گے۔"

ٹیلر نے کہا۔

"اور تم فون پر بھی مجھ سے رابطہ نہیں کرسکو گی۔"

"ہاں......! میں سمجھ رہی ہوں۔"

میلیسا نے پست لہجے میں کہا۔

"اس آدمی کا کیا بنا...... جو میرا پیچھا کر رہا تھا......؟"

"اس کو سنبھال لیا گیا ہے۔ تم بے فکر رہو......!"

"اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ اسے قتل کر دیا گیا ہے......؟"

ٹیلر نے جواب نہیں دیا۔

"جواب دو نا......!"

"وہ خطرات سے کھیل رہا تھا۔ اس کھیل میں آدمی کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی زندگی داؤ پر لگی ہوئی ہے۔"



"اور تم کس نوعیت کا کھیل کھیل رہے ہو......؟"

"میلیسا......! تم......"

"اس کی لاش ملے گی تو کیا ہوگا......؟ انہیں تو معلوم تھا کہ وہ میرا پیچھا کر رہا ہے......؟"

میلیسا نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔

"تم فکر نہ کرو......! اس کی لاش ملے گی ہی نہیں۔"

"اور گاڑی......؟"

"گاڑی کا بھی سراغ نہیں ملے گا کسی کو۔"

میلیسا نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔

"میں سمجھ گئی۔ تم اس طرح کی صورتِ حال کے ایکسپرٹ ہو۔ ہے نا......؟"

درختوں سے گاڑی پر بوندیں ٹپاٹپ گر رہی تھیں۔ ٹیلر خاموش تھا۔

"ایک بات بتاؤ ڈارلنگ......!"

میلیسا نے نرم لہجے میں کہا۔

"یہ حواری ایسا کیا جانتا ہے جو میں نہیں جانتی......؟"

اور یہ کہہ کر وہ اسے گڈبائی کہے بغیر رُخصت ہوگئی۔

☆☆☆

حواری کی گرفتاری پر پوسٹ میں ہیری بلیک کا آرٹیکل چھپا۔ عنوان تھا۔

"یہ تو ہونا ہی تھا......!"

اس نے لکھا۔

"کوئی بھی فرد، کتنا ہی اہل ہو، اسٹیٹ کی طاقت سے نہیں لڑ سکتا۔ نہ ہی وہ معاشرے سے لڑ سکتا ہے۔ یہ طاقتیں بالآخر اسے کچل دیتی ہیں۔ سو ہمارا پیارا ہیلٹ، ہمارا ہیرو بھی ہار گیا۔ ایک اچھا دل تھا، جو نشانہ بن گیا۔ سو پیارے شہزادے......! شب بخیر......! فرشتے تمہیں سلام کہتے ہیں۔

وہ ہمیں تھوڑی دنوں کے لئے ملا، یہ بھی بڑے اعزاز کی بات ہے۔ مصلحتوں اور سمجھوتوں کے اس معاشرے میں وہ عجیب شخص تھا جو جان دینے کو تیار تھا۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ نہیں جانتا تھا......نہیں جانتا تھا کہ انجامِ کار کیا ہوگا......؟ وہ جانتا تھا کہ معاشرہ ذرا بھی نہیں سدھرے گا۔ پھر بھی وہ جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں نکلا۔ شاید اس نے سوچا ہوگا کہ بے شک معاشرہ نہ سدھرے۔ لیکن بڑھتا ہوا بگاڑ شاید رُک جائے۔

حواری ہمارے لئے خدا کی رحمت تھا۔ مجھے یقین نہیں کہ اب اس کے بعد اس جیسا کوئی دوسرا سامنے آئے گا۔ ہمارے معاشرے میں اب صاحبِ ضمیر لوگ کہاں پنپتے ہیں۔

سو اسے یاد کرتے رہیں، اور اس کے لئے دُعا کرتے رہیں۔ آج جنگل پھر اُداس ہے۔"

☆☆☆



27 جون کو رات ساڑھے گیارہ بجے رچرڈ کی وکٹر لٹوسکی سے دوسری ملاقات ہوئی۔ مقام وہی تھا اور صورتِ حال بھی وہی۔ تاہم اس بار لائبریری میں میز کے پاس ایک سیاہ سوٹ کیس رکھا تھا اور اس سے ٹکے ہوئے عمارتی نقشوں کا ایک رول بھی تھا۔

وکٹر نے غور سے اسے دیکھا۔ وہ سر سے پاؤں تک کا تفصیلی تنقیدی جائزہ تھا۔

"میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔"

اس نے کہا۔

"جب میں نے تمہاری گرفتاری کی پہلی خبر سنی تو سکون کا سانس لیا۔ کیونکہ اس کے نتیجے میں جین چار جولائی کی رات یانکی اسٹیڈیم میں خطرہ مول لینے سے بچ گئی تھی۔ لیکن جب مجھے پتا چلا کہ وہ تم نہیں تھے تو مجھے خوشی ہوئی۔ ہے نا پاگل پن......! یعنی اس معاملے میں میرے ملے جلے جذبات ہیں...... دہرے جذبات۔ کیونکہ سچ یہ ہے کہ میں کچھ بھی کرلوں، تمہارا کام بہت...... بہت دُشوار ہی رہے گا۔ میں بس اس کی دُشواری کو قدرے کم کر سکتا ہوں۔"

وکٹر نے نقشوں کا رول اُٹھایا اور انہیں کافی ٹیبل پر پھیلا دیا۔

"یہ یانکی اسٹیڈیم کے بلیو پرنٹس ہیں...... مکمل نقشے...... تعمیراتی نقشے۔ ہم نے ان نقشوں کو بہت تفصیل سے جانچا ہے، اور اس کے نتیجے میں ایک قابلِ عمل آئیڈیا سامنے آیا ہے۔"

رچرڈ کا دل خوش ہوگیا۔ ایسے ہوتے ہیں پروفیشنل۔ یہ نہیں کہ کام ناممکن ہے، بات یہ ہے کہ اسے بہترین طریقے پر کرنے کی کوشش کیسے کی

جائے......؟

''لیکن پہلی بات......تمہارا نشانہ کیسا ہے......؟''

''میرا خیال ہے، کافی اچھا ہے۔''

''یہاں خیال سے کام نہیں چلے گا۔ یہ زندگی اور موت کا معاملہ ہے، اور وہ بھی صرف تمہاری نہیں، میں نے جو سیٹ اَپ سوچا ہے، اس میں تمہیں 115 فٹ کے فاصلے سے رائفل استعمال کرنی ہوگی۔ اچھی رائفل اور ٹیلسکو پک سائٹ کے ساتھ یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ لیکن پھر بھی تمہارا اچھا نشانہ باز ہونا ضروری ہے۔''

''تم اس کی فکر نہ کرو۔ اس کا نشانہ اچھا ہے۔''

جین نے وکٹر سے کہا، پھر رچرڈ کو دیکھا۔

''یاد ہے، جب تم لڑکوں کو شوٹنگ گیلری میں لے گئے تھے......؟ تم نے ٹین کی 22 بطخوں کو یکے بعد دیگرے نشانہ بنایا تھا۔''

رچرڈ کو حیرت ہوئی کہ جین کو اب تک یاد ہے۔

''وہ اور بات تھی...... پندرہ فٹ کے فاصلے سے ٹین کی بطخیں...... یہاں مجھے یانکی اسٹیڈیم میں رائفل سے ایک سو پندرہ فٹ دُور موجود ٹیلر کو نشانہ بنانا ہے۔''

اس نے کہا۔

وکٹر لٹوسکی نے انہیں تفصیلات سے آگاہ کیا۔ اس کے پاس کئی چارٹس بھی تھے۔ اس نے انہیں وہاں پھیلے ہوئے نلکیوں کے ایک جال کے بھول بھلیاں جیسے سلسلے کے بارے میں بتایا، جو کسی زمانے میں بجلی کے ایک سب اسٹیشن سے منسلک تھا۔ بعد میں اسے ترک کر دیا گیا۔ اب برسوں سے عدم استعمال کے باوجود اس کے کچھ حصے اب بھی قابل استعمال تھے۔ وہاں



...ندرد خفیہ ٹریپ ڈور بھی تھے۔ دو رات پہلے لٹوسکی کے آدمیوں نے بہت ...تفصیلی سروے کیا تھا اور اس سے نتائج اخذ کئے تھے۔ آدمی ایک ٹریپ ڈور ...میں دال وہ کر نلکیوں میں کئی سو گز تک رینگ سکتا تھا۔ یوں وہ سب اسٹیشن ...میں پہنچتا جو اسپیکرز پلیٹ فارم پر موجود ٹیلر سے صرف 115 فٹ دُور ہوتا۔ ...وہاں موجود چھوٹے سے وینٹی لیٹر کی گرل ہٹانے کے بعد اس کے سامنے ...صاف اور واضح فیلڈ آف فائر ہوتی۔

''زبردست......!''

جین نے خوش ہو کر کہا۔

''اس بات کا خاصا قوی امکان ہے کہ اس طرح بات بن سکتی ہے۔''

لٹوسکی نے محتاط لہجے میں کہا۔

''لیکن یہ بچ کر نکلے گا کیسے......؟''

جین نے کہا۔

''یہ پتا نہیں چل جائے گا کہ فائر کس سمت سے ہوئے ہیں......؟''

''اس کی بھی فکر کی گئی ہے۔ سب کچھ سوچ لیا گیا ہے۔''

لٹوسکی نے سیاہ سوٹ کیس کھولا۔ اس میں کئی خانے تھے۔ ہر خانے ...میں کچھ رکھا تھا۔ رچرڈ سمجھ گیا کہ وہ ایک رائفل کے ٹکڑے ہیں، جنہیں جوڑا ...جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ٹیلسکو پک سائٹ اور کارتوسوں کے دو باکس بھی ...تھے۔ پھر اسے وہاں آنسو گیس کے چھوٹے کنستر اور کئی گیس ماسک بھی نظر ...آئے۔

لٹوسکی نے ایک کارتوس کو اپنے انگوٹھے اور اُنگلی کے درمیان تھامتے ...ہوئے کہا۔

"یہ تیس کیلیبر کا خاص طور سے بنایا گیا کارتوس ہے۔ دو اعتبار سے یہ منفرد ہے۔ ایک...... یہ آواز نہیں کرتا۔ فائر کرنے پر ہلکی سی پھنکار سی سنائی دیتی ہے۔ یعنی کسی کو پتا نہیں چل سکتا کہ فائر کہاں سے کیا گیا ہے......؟"

اس نے رچرڈ کی طرف دیکھا۔

"یوں تمہیں رینگ کر ٹریپ ڈور تک پہنچنے اور پھر لوگوں میں گھلنے ملنے کا موقع مل جائے گا۔"

"اور اگر یہ بات نہیں بنیں......؟"

جین نے کہا۔

"اگر پولیس والوں نے اندازہ لگا لیا کہ فائر کس طرف سے ہوئے ہیں......؟"

"اس کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔"

وکٹر لٹوسکی نے کارتوس کو ایک طرف رکھ دیا۔ اس نے سوٹ کیس کے ایک خانے میں سے گیس کے دو کنستر نکالے۔

"اب اس مرحلے پر تم منظر میں داخل ہوتی ہو۔ گیس کے یہ کنستر اور گیس ماسک تمہیں سیکورٹی سے گزر کر اسٹیڈیم میں داخل ہونے کے بعد ملیں گے۔ یہ لیڈیز روم میں کموڈ کے پیچھے رکھے ہوں گے۔ انہیں تم اپنے پرس میں رکھ لینا۔ تفصیل تمہیں ایک رات پہلے بتائی جائے گی کہ یہ چیزیں تمہیں کہاں ملیں گی۔ خیر...... تم فائرنگ کے مقام سے بیس فٹ کے فاصلے بیٹھی ہوگی۔ اگر کوئی گڑبڑ ہو اور تمہیں خطرہ محسوس ہو کہ یہ پولیس کی نظر میں آجائے گا تو تم جھک کر یہ دو کنستر خاموشی سے اپنی سیٹ کے نیچے رکھ دینا۔ پھر ماسک لگانا اور کھسک لینا۔ چند سیکنڈ میں گیس اس پورے حصے کو نگل لے گی۔ بیس گز تک تو کوئی کچھ بھی نہیں دیکھ سکے گا۔ اور جب گیس کلیئر ہونے



لگے تو ماسک اُتار کر پرس میں رکھ لینا۔"

وہ رچرڈ کی طرف مڑا۔

"یہ دونوں چیزیں تمہارے پاس بھی ہوں گی۔ ضرورت کے وقت تم انہیں استعمال کرو گے۔ سمجھ گئے تم دونوں......؟"

وہ دونوں محض سر ہلا کر رہ گئے۔

لٹوسکی نے ایک بار پھر کارتوس کو اُٹھا لیا۔

"اس کے انتخاب کی ایک اور وجہ بھی ہے۔ یہ صرف اندر گھستا نہیں، بلکہ یہ دھماکے سے پھٹتا بھی ہے۔ یعنی نشانہ سر ہو، گردن ہو یا سینہ، یہ وہاں صرف زخم نہیں لگاتا۔ یہ مہلک ثابت ہوتا ہے اور جو رائفل تم استعمال کرو گے، اس مقصد کے لئے بنائی جانے والی اب تک کی بہترین رائفل ہے۔ یہ ہاتھ سے بنائی گئی ہے۔ ہدف کے معاملے میں اس کی درستی بے مثال ہے۔ اب نشانہ لینا بہرحال آدمی کا کام ہے۔ تاہم پھٹ جانے والے کارتوس کی وجہ سے نشانے کی کمزوری بھی خاصی حد تک چھپ جاتی ہے۔ یہ کارتوس نہایت ہلاکت خیز ہے۔"

اب اس نے مختلف خانوں سے رائفل کے ٹکڑے نکالے اور رچرڈ کو انہیں جوڑ کر دکھایا۔ پھر اس نے اسے دوبارہ توڑا اور جوڑنے کے لئے رچرڈ کو دیا۔

رچرڈ نے فوراً ہی اسے جوڑ دیا۔ یہ مرحلہ دُشوار نہیں تھا۔

"4 جولائی سے چند روز پہلے میرا ایک آدمی تمہیں اسٹیڈیم میں مشق کے لئے لے جائے گا۔ تب تم نقشے کی ان جگہوں کو سچ مچ دیکھو گے۔ تم اس کے ماحول کو اور گرد و پیش کو دیکھ اور سمجھ سکو گے۔ کل سہ پہر میں تم میرے ساتھ نشانہ بازی کی مشق کرو گے۔ اس سلسلے میں میں صبح کو فون کر کے مطلع

کر دوں گا۔''

اب وہ پھر نقشوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ لٹوسکی اسے ہر اہم مقام کے بارے میں تفصیل بتا رہا تھا۔ برقی نلکیوں میں داخلے کے مقامات...... ان میں سے تین تو نہایت مناسب تھے۔ ایک لاکر روم کی طرف جانے والی راہ داری میں تھا۔ ایک اور پہلے لیول کی کوٹھڑی میں تھا اور تیسرا ہوم پلیٹ کے عقب میں تھا۔ انہوں نے طے کیا کہ اس سلسلے فیصلہ وہ اسٹیڈیم کے آزمائشی تجربے کے بعد کریں گے۔

''ہم سیکورٹی کی اتنی فکر کیوں کر رہے ہیں......؟''

جین نے کہا۔

''وہ لوگ تو پُریقین ہیں کہ حواری پکڑا جا چکا ہے۔''

''جلد ہی انہیں اندازہ ہو جائے گا کہ انہوں نے غلط آدمی کو پکڑ لیا ہے۔''

لٹوسکی نے کہا۔

☆☆☆

اپارٹمنٹ میں ایک طرح سے جشن منایا جا رہا تھا۔ اس کے لئے فضا کیٹ نے بنائی تھی۔ وہ چار سے رات بارہ والی شفٹ میں ڈیوٹی کر کے آئی تھی۔ اس نے لٹوسکی سے ملاقات کی تفصیل بہت دلچسپی سے سنی تھی۔

تفصیل جین نے سنائی تھی۔

''بہت خوب......! یہ بتاؤ کہ اس میں میرے لئے جگہ کہاں بنتی ہے......؟ یہ اُمید نہ رکھنا مجھ سے کہ میں بیٹھ کر ٹی وی پر یہ سب کچھ دیکھنے پر اکتفا کروں گی۔''



''تو تم کیا چاہتی ہو......؟''

رچرڈ نے اس سے پوچھا۔

''میں بھی شامل ہونا چاہتی ہوں۔ گیس کے کنستر اور ماسک مجھے بھی دیئے جائیں۔ میں جین کا ہاتھ بٹانے کے لئے اس کے ساتھ موجود رہوں گی۔''

کیٹ کی یہ تجویز فوراً ہی منظور کر لی گئی۔

وہاں سے اس جشن کا آغاز ہوا۔ شیمپین کی بوتل کھلی، پھر وہسکی پانی کی طرح پی جانے لگی۔

☆☆☆

28 جون کی روشن سہ پہر تھی۔ وہ ڈرائیو کر رہا تھا۔ جین نے اسے لٹوسکی کی ہدایت پہنچائی تھیں۔ لٹوسکی نے اسے اکیلے ہی بلایا تھا۔ اس نے جین تک کو ساتھ آنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ رچرڈ کا خیال تھا کہ لٹوسکی اسے روکنے کی کوشش کرے گا۔ وہ اسے سمجھائے گا کہ کم از کم جین کو اس چکر میں نہ پھنسائے۔ رچرڈ کو حیرت ہوتی تھی کہ لٹوسکی جین کو اتنی اہمیت دیتا ہے۔

تحریری ہدایات پر عمل کر کے وہ اس جنگل میں پہنچا۔ جنگل آگے اور گھنا ہوتا جا رہا تھا۔ گاڑی اب پگڈنڈی پر چل رہی تھی۔ پھر پگڈنڈی ختم ہوئی اور سامنے ایک کھلا میدان نظر آیا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ جنگل کے اس حصے کو صاف کر کے بنایا گیا ہے۔

رچرڈ گیبز نے گاڑی روک دی۔ پھر اس نے اپنا چہرہ چھپانے کا انتظام کیا اور باہر نکل آیا۔ ایک درخت پر ایک بورڈ نصب تھا، جس پر لکھا تھا ''یہ مسٹر وکٹر لٹوسکی کی پرائیویٹ پراپرٹی ہے۔ یہاں شکار کرنے والوں کو

آنے کی اجازت نہیں۔

اسی وقت وکٹرلٹوسکی کی لینڈ روور بھی آ گئی۔

وکٹر کے ساتھ باڈی گارڈ نہیں تھا۔ اس کے ہاتھ میں وہی سیاہ سوٹ کیس تھا۔

انہوں نے ہاتھ ملائے۔ پھر وکٹر نے رچرڈ کا ہاتھ تھاما اور اسے ایک طرف لے چلا۔

''تم چاہو تو یہ بوجھ اُتار سکتے ہو۔''

وکٹر نے کہا۔

''میں جانتا ہوں کہ تم کون ہو......؟ میں نے پہلی ہی رات یہ بات سمجھ لی تھی۔''

رچرڈ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

''میں جینی کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔''

وکٹرلٹوسکی نے وضاحت کی۔

''وہ اتنی آسانی سے تعلق قائم کرنے والی نہیں۔ اب اگر وہ تمہارے لئے اپنی زندگی کو بھی داؤ پر لگا رہی ہے تو یہ کوئی نیا تعلق نہیں ہو سکتا۔ بس میں نے سمجھ لیا کہ تم اس کے سابقہ شوہر ہو۔ اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔''

اس بار رچرڈ نے اپنا بوجھ ہلکا کر دیا۔ نقاب جیب میں رکھ لی۔

وکٹر اسے جنگل میں لے گیا۔ وہاں صرف پائن کے درخت تھے۔ پھر درختوں کے درمیان فاصلہ بڑھا اور ایک تنگ گھاٹی نظر آئی۔ وہ سو گز لمبا ایک قطعہ زمین تھا۔

''بس......! یہ جگہ مناسب ہے۔''

وکٹر نے رُکتے ہوئے کہا۔



وکٹر نے جیب سے پیمائش والا اسٹیل کا ٹیپ نکالا اور 116 فٹ کے فاصلے پر ایک درخت کے تنے پر کاغذ کا ایک ہدف لگا دیا۔ پھر اس نے سوٹ کیس کھولا۔ رائفل کے خانے نکالے اور جوڑ کر رائفل تیار کی۔ پھر اس نے اس میں کارتوس ڈالا اور بیرل پر ایک سائیلنسر فٹ کر دیا۔ وہ یہاں فائرنگ کی آواز کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔

''یہ پھٹنے والا کارتوس نہیں ہے۔''

اس نے وضاحت کی۔

''وہ ہم آخر میں استعمال کریں گے۔''

اس نے رائفل رچرڈ کی طرف بڑھائی۔

''لو......اب مجھے دکھاؤ کہ تم کتنے ماہر ہو......؟''

رچرڈ نے پوزیشن سنبھالی۔ ہدف اسے ایک میل دُور نظر آ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں دُھندلا گئیں۔ وہ صاف طور پر دیکھ بھی نہیں پا رہا تھا۔ پھر اس نے سائٹ میں دیکھا۔ ہدف کا نشان ایک دم سے سامنے آ گیا۔

اس نے ٹریگر دبایا، لیکن کچھ بھی نہیں ہوا۔

''تم سیفٹی کیچ ہٹانا بھول گئے۔''

گینر نے متعلقہ بٹن دبایا۔ پھر نشانہ لیا اور فائر کر دیا۔ رائفل کا دستہ اس کے کندھے سے ٹکرایا۔ فائر کی آواز سانپ کی ہلکی سی پھنکار سے مشابہ تھی۔

''کیسا لگا......؟''

وکٹر نے پوچھا۔

''برا نہیں لگا۔''

انہوں نے ہدف کا جائزہ لیا۔ گولی ہدف کے مرکز سے کچھ اوپر لگی

تھی...... اور وہ بھی بائیں جانب۔

"دو باتیں ہیں......!"

وکٹر لٹوسکی نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

"تم نے ٹریگر پر ہلکا دباؤ ڈالنے کے بجائے پورا دباؤ ڈالا۔ دوسری بات یہ کہ ٹریگر دباتے ہوئے تم نے سانس نہیں روکی تھی۔"

رچرڈ نے دوسرا فائر کیا۔ تیسرا اور چوتھا فائر نشانے کے بہت قریب لگا۔

وکٹر لٹوسکی نے طمانیت سے سر ہلایا۔

"تمہارا نشانہ برا نہیں ہے۔"

اس نے کہا۔ پھر اس نے اصلی کارتوس نکالا۔

"اب اسے ٹرائی کرو......!"

رچرڈ نے اصلی کارتوس لوڈ کیا، نشانہ لیا اور بڑی نرمی سے ٹریگر دبایا۔ اس بار ایک بڑے پٹاخے کی سی آواز سنائی دی۔ ہدف پر نیلگوں سی دھویں کی چادر سی چھا گئی۔

وہ دونوں درخت کی طرف گئے۔ ہدف کا تو نام و نشان بھی نہیں رہا تھا۔ درخت کے تنے کا وہ حصہ بھی بری طرح اُدھڑ گیا تھا۔

"اب تم سمجھے......!"

وکٹر نے کہا۔

"تمہیں صرف اس کو ہٹ کرنا ہے۔ باقی کام کارتوس خود ہی کر دے گا۔"

رچرڈ نے تھوک نگلا۔ اس کا گلا خشک ہوگیا تھا۔ اور منہ کا ذائقہ خراب ہوگیا تھا۔



اس کی کیفیت وکٹر لٹوسکی سے چھپی نہیں رہی۔

"گھبراؤ نہیں......! مردہ تو مردہ ہی ہوتا ہے۔"

وہ دونوں ایک بڑے پتھر پر بیٹھ گئے۔ وکٹر ایک پتلی سی دھاتی سلاخ پر روئی لپیٹ کر رائفل کی نالی صاف کرنے لگا۔ پھر اس نے رائفل کے مختلف حصوں کو تیل دیا۔ اس کا انہماک ایسا تھا، جیسے وہ کوئی مقدس کام کر رہا ہو۔

چند لمحے بعد وکٹر نے کہا۔

"اگر تم چاہو تو تمہاری طرف سے یہ کام میں کر دوں۔ تمہیں اس طرح کا خطرہ مول لینے کی ضرورت نہیں۔ تم ایک آرٹسٹ ہو، اور میں تمہاری قدر کرتا ہوں۔ تم تخلیق کار ہو، قاتل نہیں۔ یہ تمہارا میدان نہیں ہے۔"

"مگر میں نے اسے اپنا لیا ہے۔ میرا خیال ہے، یہ بات تم بھی سمجھتے ہو۔"

"میرے خیال میں ایسا نہیں ہے۔ تم صرف جذباتیت اور چند عظیم الشان اور ارفع نظریات کے تحت یہ سب کچھ کر رہے ہو، میں اس میدان کا عملی آدمی ہوں۔ میں صرف حقائق کو پیش نظر رکھتا ہوں۔ ایک بار میری سمجھ میں آجائے کہ میں کیا چاہتا ہوں......؟ تو پھر میں رُکتا نہیں۔"

رچرڈ نے آہستہ سے سر کو تفہیمی جنبش دی۔

"یہ ٹیلر ایسا آدمی ہے، جسے کسی یہودی کو قتل کرنا چاہئے۔ تم عیسائی ہو کر ایسا کر رہے ہو۔ مجھے اس پر حیرت ہوتی ہے۔"

وہ انسانیت کا دُشمن ہے۔ لوگ محدود ہو کر سوچتے ہیں۔"

رچرڈ نے کہا۔

"وہ صرف اپنے مفادات کو عزیز رکھتا ہے، اور ان کے لئے وہ

مسلمانوں، یہودیوں اور خود عیسائیوں تک کی نسل کشی کر سکتا ہے۔ وہ تو تارکین وطن کا بھی دُشمن ہے، لیکن نہیں، درحقیقت وہ منافق ہے۔ وہ جن کے خلاف نفرت کا پرچار کرتا ہے، درپردہ ان کی دوستی کا دم بھرتا ہے۔ ایک یہودی تنظیم کو بھی وہ فنڈز فراہم کرتا ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ لیکن ایک ٹیلر جائے گا تو کئی آ جائیں گے۔ یہ دُنیا ایسے لوگوں سے بھری پڑی ہے۔ اب میں تمہیں بتاؤں کہ درحقیقت میں دینی خدمت سمجھ کر تمہاری مدد کر رہا ہوں، صرف جینی کی وجہ سے نہیں۔"

اس نے رائفل کو کمپارٹمنٹس میں رکھا اور پھر انہیں سوٹ کیس میں۔ پھر وہ اُٹھا اور گاڑیوں کی طرف چل دیا۔

"تم جیسا چاہتے ہو، ویسا ہی ہوگا۔"

راستے میں اس نے رچرڈ سے کہا۔

"تم خود یہ کام کرنا چاہتے ہو تو یوں ہی سہی......! لیکن اگر چار جولائی کی رات کوئی گڑبڑ ہوئی، کسی بھی وجہ سے تم ناکام ہوئے تو یہ میرا وعدہ ہے کہ بعد میں کسی موقع پر تمہارا ادھورا کام میں مکمل کر دوں گا۔ یعنی تم اس بات پر یقین رکھو کہ اب ٹیلر زیادہ دن نہیں جی سکے گا۔"

رچرڈ جانتا تھا کہ وکٹر لٹوسکی اس کا اعتماد بڑھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن اس بات سے اسے کوئی خوشی نہیں ہوئی۔

☆☆☆

تھامس میکلے اکیلا تھا۔ فلیٹ بش میں اے سی پی کے ہیڈ کوارٹرز کے تہہ خانے میں وہ ایکسپلوزیوز پر کام کر رہا تھا۔ انداز ایسا تھا جیسے کوئی کہنہ مشق سرجن کوئی پیچیدہ آپریشن کر رہا ہو۔



باہر سے ٹریفک کی دھیمی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

جو کام وہ کر رہا تھا، اس کی خصوصی تربیت اس نے فوج میں حاصل کی تھی۔ بعد میں وہ دوسروں کو تربیت بھی دیتا رہا تھا۔ وہ اس کام کا ماہر تھا، اور اس بات پر اسے فخر بھی تھا۔ اگرچہ بعض اوقات اسے یہ اچھا نہیں لگتا تھا کہ اس کا ہنر غلط جگہ استعمال ہو رہا ہے، پھر بھی اس کی کارکردگی بے داغ ہی رہتی تھی۔ بنیادی بات یہ تھی کہ وہ احکامات پر عمل کرنے کا قائل تھا۔

کبھی کبھی وہ سوچتا کہ امریکہ اتنا خوش حال ملک ہے کہ اسے جنت کہا جا سکتا ہے۔ لوگ محنت کرتے ہیں، اور انہیں اس کا صلہ ملتا ہے۔ تو پھر یہاں جرائم کیوں ہوتے ہیں......؟ سڑکوں پر خونِ ناحق کیوں بہتا ہے......؟ معاشرتی اور معاشی ناہمواری کیوں ہے......؟ یہاں تو سب کو آسودہ رہنا چاہئے۔

اس نے آخری تار جوڑا اور ٹائم ڈیوائس کو تیسری بار چیک کیا۔ یہ کام ایسا ہے کہ کچھ بھول جاؤ تو اسے کرنے کا دوسرا موقع نہیں ملتا۔ مگر اس کے ہاتھوں میں ابھی تک لرزش نہیں آئی تھی۔ البتہ جسم کے اندر دوڑنے والی ہلکی سی تھرتھراہٹ بتاتی تھی کہ اس کام کے لحاظ سے اب وہ بوڑھا ہو رہا ہے۔

اسے پادری ٹیلر کی ریڈیو پر کی ہوئی تقریر یاد آئی۔

"اگر محبتیں اور نفرتیں چھین لی جائیں......"

پادری نے کہا تھا۔

"اُمید اور خوف، غصہ اور خواہش، سب ختم کر دی جائیں تو یہ دُنیا ساکت ہو جائے گی...... زندگی سے محروم۔ تمام سرگرمیاں ختم ہو جائیں گی۔ یہ سب زندگی کا حصہ ہے۔ مذہب بھی انہیں نہیں روکتا۔ زندگی کی حرارت جذبوں کے دم سے ہے۔ اور مذہب زندگی کے خلاف نہیں۔ ہاں...... وہ منفی

جذبوں سے لڑنے کی تلقین کرتا ہے۔ اس جنگ کا نام ہی زندگی ہے۔ خدا تو صرف محبت کا قائل ہے۔"

"مگر میں کس سے محبت کرتا ہوں......؟"

میکلے نے خود سے پوچھا۔ اس کے نتیجے میں مایوسی کے سوا اس کے ہاتھ کچھ نہیں آیا۔

☆☆☆

"تمہارے ساتھ گڑبڑ کیا ہے آخر......؟"

کمشنر ویسٹلے نے جمیل نعمان سے پوچھا۔

"اس گرفتاری کے معاملے میں تمہارا روّیہ میری سمجھ سے باہر ہے۔"

وہ سہ پہر کا وقت تھا، اور وہ ویسٹلے کے دفتر میں بیٹھے تھے۔ ابھی کچھ دیر پہلے انہوں نے ایک پریس کانفرنس نمٹائی تھی۔ کمرے کی فضاء سگریٹ کے دھوئیں سے بوجھل تھی۔

"تم خود کو پس منظر میں کیوں رکھتے ہو......؟"

کمشنر نے مزید کہا۔

"اور تم سرا کریڈٹ لوریٹی کی طرف بڑھا دیتے ہو۔ میں مانتا ہوں کہ اسے کریڈٹ ملنا چاہئے۔ لیکن درحقیقت کیس کے انچارج تم ہو۔ حکمت عملی تمہاری ترتیب دی ہوئی تھی۔ اس کے نتیجے میں تو لینگڈن گرفتار ہوا۔ یہ تمہاری عاجزی مجھے مضحکہ خیز لگتی ہے۔"

"یہ کوئی ایسی بات نہیں......! لوریٹی کا حق ہے کہ اسے کریڈٹ ملے۔"

جمیل نے بے پرواہی سے کہا۔



"اور ذرا سوچو......! اس روّیے کے نتیجے میں میں زیادہ مقبول پولیس کمشنر ثابت ہو سکوں گا۔ بڑے لوگوں میں انکسار عام لوگوں کو بہت پرکشش لگتا ہے۔ کیونکہ عام طور پر بڑے لوگ ایسے ہوتے نہیں۔ تم کیوں پریشان ہوتے ہو......؟ حواری پکڑا گیا۔ ٹیلر زندہ رہے گا۔ اور ایک دن تم امریکہ کے صدر بن جاؤ گے۔ اور کیا چاہئے تمہیں......؟"

کمشنر نے سگار سلگایا۔ اسے دیکھ کر مسائل میں گھرے ایک ایسے شخص کا خیال آتا تھا، جس کی سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ پہلے کسی مسئلے پر توجہ دے۔

"میں سوچتا ہوں کہ کاش لینگڈن وہ نہ ہوتا، جو وہ ہے۔"

اس نے کہا۔

"اور یہ بھی کہ کاش وہ اعترافی بیان دے دیتا۔"

"کیوں......؟ تمہیں نہیں لگتا کہ وہ ہمارا مطلوبہ آدمی ہے......؟"

"تمہیں لگتا ہے......؟"

"اسے گرفتر میں نے ہی کیا ہے نا......؟"

"لوریٹی نے جو شہادتیں پیش کیں، ان کے بعد تم کچھ اور کر بھی نہیں سکتے تھے۔"

کمشنر نے سرد آہ بھر کے کہا۔

"لیکن وہ سب واقعاتی شہادتیں ہیں۔ اگر اس کے پاس سے ٹوائے پسٹل کے بجائے اصلی ریوالور برآمد ہوتا تو میں زیادہ مطمئن ہوتا۔"

"وہ بھی ہم تلاش کر رہے ہیں۔"

جمیل نے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ میری طرح تم بھی پریقین نہیں ہو۔ بلکہ شاید

تمہاری بے یقینی مجھ سے بھی زیادہ ہے۔ اور میرے خیال میں اسی وجہ سے تم اس گرفتاری کا کریڈٹ لینے سے بچ رہے ہو۔ تم سوچتے وہ کہ اگر لینگڈن بےقصور نکلا تو جوتوں کا ہار بھی لوریٹی ہی کے گلے میں پڑے گا۔''

جمیل نے کچھ نہیں کہا۔ یہ تجزیہ اس کے لئے خلافِ توقع نہیں تھا۔ بلہ اسے حیرت تھی کہ کمشنر کو اس نکتے تک پہنچنے میں اتنی دیر کیوں لگی......؟

''اب یا تو گن برآمد کر لی جائے۔ یا لینگڈن رضا کارانہ طور پر اعترافِ جرم کر لے تو اور بات ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس مفروضے کے تحت کام کرتے رہو کہ حواری ابھی گرفتار نہیں ہوا ہے۔ لہٰذا ٹیلر کو لاحق خطرہ اب بھی موجود ہے۔ 4 جولائی کے سیکورٹی انتظامات کو ڈبل کر دو۔''

☆☆☆

اسپیشل ایجنٹ پیٹرسن ایک اور دردِ سر تھا۔

جمیل نعمان کیفے میں چائے پی رہا تھا کہ وہ نازل ہوگیا۔

''تمہاری شخصیت کی سحر انگیزی مسلسل بڑھتی جا رہی ہے کیپٹن......!''

اس نے آتے ہی کہا۔

''میں سمجھ نہیں پا رہا ہوں کہ اب تم میرے سامنے کیا کھیل کھیل رہے ہو......؟''

جمیل چائے کے گھونٹ لیتا رہا۔ کچھ بولا نہیں۔

''تمہارے پاس لینگڈن کے خلاف کوئی ثبوت ہے ہی نہیں۔ پھر تم نے کیوں گرفتار کیا اسے......؟''

''تم میری جان کیوں نہیں چھوڑ دیتے......؟''



''ایسا غیر دوستانہ سلوک نہ کرو مجھ سے۔ ہمیں ایک دوسرے سے تعاون کرنا ہے اس کھیل میں۔ کمشنر نے یہ بات سمجھائی نہیں تمہیں......؟''

''تم نے بھی ملزم سے پوچھ گچھ کی ہے۔''

پیٹرسن نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں۔

''تم نے ہیرو بننے کے لئے تو اسے گرفتار کیا نہیں ہے۔ کیونکہ ہیرو تو تم پہلے ہی سے ہو۔ بلکہ اب جب تمہیں اس کو چھوڑنا پڑے گا تو دُنیا تمہیں بیوقوف کہے گی۔ اس لئے میں سمجھ نہیں پا رہا کہ تم نے اسے گرفتار کرنے کی غلطی کیوں کی......؟''

''جن شواہد کی بنیاد پر اسے گرفتار کیا گیا، تمہارے سامنے ہیں۔ تم نے خود بھی اس سے پوچھ گچھ کی ہے۔ تو میری جگہ تم ہوتے تو کیا کرتے......؟ چھوڑ دیتے اسے......؟''

''ہاں...... بالکل......! میں یہی کرتا۔ میں اسے آزاد کر دیتا، اور اسے ایک لمحے کے لئے بھی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیتا۔ کڑی نگرانی کراتا اس کی۔ اس کے نتیجے میں یا تو ہم اس کی گن تک پہنچ جاتے یا پھر وہ کوئی واردات کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑا جاتا۔ بلکہ ممکنہ طور پر 4 جولائی کو ائی اسٹیڈیم میں اس کی گرفتاری عمل میں آتی۔ اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ لینگڈن ہی اصل حواری ہے تو میں یہی کچھ کرتا۔''

جمیل ن چائے کی پیالی خالی کر دی۔

''اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تم مجھ سے کہیں بہتر تفتیشی کار ہو۔''

''یہ بات نہیں ہے۔ اسی لئے تو میں اس گرفتاری کے محرکات سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔''

''تو یہ مت بھولو کہ یہ گرفتاری سراغ رساں لوریٹی نے کی ہے، میں

نے نہیں۔"

پیٹرسن نے دونوں ہاتھ میز پر رکھتے ہوئے آگے طرف جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"مجھے معلوم ہے۔ اور اسی لئے یہ تمہارے لئے اور دُشوار ثابت ہوا ہوگا۔"

"مطلب......؟"

"مطلب یہ کہ تمہیں لینگڈن کو محض واقعاتی شہادتوں کی بنیاد پر گرفتار کرنا پڑا۔ کیونکہ اس کی نگرانی کرانے کے امکان کا دروازہ تمہارے لئے بند تھا۔"

"کیسے بند تھا......؟"

"اب یہ بات میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ کیوں بند تھا......؟"

"لیکن اس سلسلے میں کوئی تھیوری تو ہوگی تمہارے پاس......!"

"ہاں......! سننا چاہو گے......؟"

"کیوں نہیں......؟ تمہاری باتیں مزاحیہ شوز سے زیادہ دلچسپ لگتی ہیں مجھے۔"

"ایجنٹ پیٹرسن نے سگریٹ سلگائی۔

"تو سنو......!"

اس نے کہا۔

"ہم فرض کرتے ہیں کہ چند روز پہلے تمہیں علم ہوگیا تھا کہ فرینک لینگڈن ہی درحقیقت حواری ہے۔ لیکن تم اس وقت اسے گرفتار کرنا نہیں چاہتے تھے۔ کیونکہ یانکی اسٹیڈیم میں 4 جولائی کی رات، ہزاروں افراد کی موجودگی میں اسے عین وقت پر گرفتار کر کے تم بہت بڑے ہیرو بن سکتے



تھے۔ بدقسمتی سے لوریٹی اس سے پہلے ہی لینگڈن تک جا پہنچا۔ تمہیں مجبوراً یہ گرفتاری کرنی پڑی۔ لیکن تم جانتے ہو کہ ٹھوس ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے تمہیں اسے چھوڑنا پڑے گا۔ یوں تمہیں چار جولائی کو سپر ہیرو بننے کا موقع مل گیا۔"

"تمہیں واقعی اس پر یقین ہے......؟"

پیٹرسن نے قہقہہ لگایا۔

"ظاہر ہے، مجھے اس پر یقین نہیں ہے۔ یہ پورا معاملہ بہت پیچیدہ ہے۔ اور حقیقت ہمیشہ سادہ اور آسان ہوتی ہے۔"

یہ کہتے ہوئے وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

"میں نے کہا تھا نا کہ اس بار تم کسی چکر میں ہو، یہ میں سمجھ نہیں پا رہا ہوں۔ بہرحال تم سے میں ملتا رہتا ہوں، یہ یاد دلانے کے لئے کہ میں ہر وقت تمہارے ہی بارے میں سوچتا رہتا ہوں۔"

"حالانکہ تمہارا کام حواری کے بارے میں سوچنا ہے، میرے بارے میں نہیں......!"

"ایک ہی بات ہے دوست......! تم حواری تک پہنچنے کا راستہ ہو۔"

پیٹرسن نے کہا اور رُخصت ہوگیا۔

☆☆☆

جمیل اپنی کار کے پاس پہنچا تو ونڈ شیلڈ وائپر کے نیچے دبایا گیا ایک لفافہ نظر آیا۔ اس پر لکھا تھا۔

"میں ساحل پر ہوں۔"

میجر عابد اسے ساحل پر، ریت پر بیٹھا ملا۔ اس نے جوتے اور

موزے اُتارے ہوئے تھے۔

''سنا ہے، تم نے حواری کو گرفتار کر لیا......؟''

''ممکن ہے، وہ حواری ہو، ممکن ہے نہ ہو۔''

جمیل نے کہا۔

''دونوں میں کیا فرق ہے......؟''

''بہت بڑا......!''

جمیل اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

''اور کیا ہو رہا ہے......؟''

''ہمارا ایک ایجنٹ غائب ہو گیا ہے۔''

''ممکن ہے، دُشمنوں سے جا ملا ہو۔''

''نہیں......! وہ مسز براڈ بیری کے تعاقب پر مامور تھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اب ہم کبھی اسے دیکھ سکیں گے۔ ٹیلر کے آدمی اس طرح کے معاملات میں بہت مستعد ہیں۔''

''تم اتنے غمزدہ کیوں ہو......؟''

''ابھی ایک ماہ پہلے اس کی شادی ہوئی تھی۔''

''سوری دوست......!''

''ابھی حال ہی میں پادری سے بات ہوئی ہے تمہاری......؟''

عابد نے پوچھا۔

''کل اس نے فون کیا تھا۔ آج وہ نیویارک آ رہا ہے۔ وہ ملزم حواری کو دیکھنے آئے گا۔''

جمیل نے اسے بتایا۔ پھر معذرت طلب لہجے میں بولا۔

''مجھے افسوس ہے، میں تمہارے کسی کام نہیں آ پا رہا ہوں۔''



''کوئی مسئلہ نہیں......! ہر کام وقت آنے پر ہوتا ہے۔''

اس بات کا مطلب جمیل کی سمجھ میں نہیں آیا۔

''ٹیلر تو ٹیلر ہے، مجھے اس عورت پر حیرت ہے۔ صرف اس کی نفس کی وجہ سے کتنا کچھ ہو گیا، لیکن اس بدبخت کو احساس تک نہیں۔''

''میں سمجھا نہیں......!''

''میں مسز براڈ بیری کی بات کر رہا ہوں۔ ٹیلر نے اسے ہوس کے میں پھنسا لیا۔ وہ اندھی ہو گئی۔ نتیجہ......؟ اس کا شوہر اسپتال میں پڑا تین آدمی مر چکے ہیں اور مشرقِ وسطیٰ میں قیامِ امن کا موقع ضائع اس کے نتیجے میں کتنے معصوم لوگ جانے کب تک مارے جاتے رہیں ......؟''

''میں تمہیں سچی بات بتاؤں......! میں ٹیلر کو سخت ناپسند کرتا ہوں۔ ایک پادری سے میں بدکاری کی توقع نہیں رکھتا۔''

''محض اس لئے کہ تمہاری تربیت انہی خطوط پر ہوئی ہے کہ تم اسے ضرورت نہیں، بدکاری سمجھتے ہو۔ اوّل و آخر تم ایک مسلمان ہو۔''

''میں ایک پولیس مین بھی ہوں۔''

''ہاں......! لیکن تمہارا واسطہ قاتلوں اور بدمعاشوں سے پڑتا ہے، تے نہیں۔''

''ایسی بات نہیں......! یہاں تو شیطان کھلا ہوتا ہے۔ سڑکوں پر کرتا ہے۔ لیکن پادری......''

''پادریوں کی گھٹن کا تمہیں اندازہ نہیں......!''

☆☆☆

فرینک لینگڈن دو مسلح محافظوں کی معیت میں تفتیشی کمرے میں آیا۔ وہ رات کا وقت تھا۔ جمیل نے اپنا ریوالور ایک محافظ کو دیا۔ محافظ کمرے سے چلا گیا۔ جاتے ہوئے اس نے دروازہ لاک کر دیا تھا۔

"پروفیسر لینگڈن......! ان سے ملو۔ یہ پادری کلنٹن ٹیلر ہیں۔"

جمیل نے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں ایک دوسرے کو بہت غور سے دیکھتے رہے۔ دونوں دراز قد تھے، اور تقریباً ہم عمر بھی۔

جمیل کرسی پر بیٹھا اور اس نے سگریٹ کا پیکٹ اور ماچس ان کے درمیان اُچھالی۔

"پادری ٹیلر نے تم سے ملاقات کی استدعا کی تھی۔"

اس نے لینگڈن کو بتایا۔

اگر تمہیں اس پر اعتراض ہے تو بتا دو۔ میں تمہیں واپس بھجوا دوں گا۔"

"نہیں......! اس میں کیا حرج ہے......؟"

فرینک لینگڈن نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔ پھر وہ پادری کی طرف متوجہ ہوا۔

"مدت سے تمہارے وعظ میں سن رہا ہوں۔ مجھے وہ بہت نفرت انگیز لگتے ہیں۔ یہ بات تمہارے منہ پر کہنا میرے لئے ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔"

ٹیلر نے سر کو یوں تفہیمی جنبش دی، جیسے اس کی تعریف ہوئی ہو۔

"تم اس پر اب بھی معیر ہو کہ تم حواری نہیں ہو......؟"

"مجھے افسوس ہے۔ حالانکہ یہ میرے لئے بہت بڑا اعزاز ہوتا۔"



"تو پھر تم اپنی پوزیشن کلیئر کرنے کی کوشش کیوں نہیں کر رہے ہو......؟ مجھے جو کچھ بتایا گیا تھا، اس کی مطابق تو تم اس کوشش میں ہو کہ پولیس کی تحویل میں ہی رہو۔ تم نے اپنے لئے کوئی وکیل نہیں کیا۔ تم نے اپنے بے قصور ہونے کے سلسلے میں کوئی گواہ پیش نہیں کیا۔ یہ کسی بے قصور آدمی کا طرزِ عمل تو نہیں لگتا پروفیسر......؟"

"میرا نظریہ برعکس ہے۔"

فرینک لینگڈن نے کہا۔

"ایک بے قصور شخص کو اپنی برأت کے لئے ثبوت پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ بات تو پولیس کی انکوائری خود ہی ثابت کر دے گی۔ ایک بے قصور شخص کا ایسا ہی طرزِ عمل ہوتا ہے۔"

"لیکن اس میں بہت وقت لگے گا۔"

"پانچ دن سے زیادہ تو نہیں لگے گا۔ لیکن اس سے پہلے اصل حواری تمہیں ختم کر دے گا۔"

پادری پُرخیال انداز میں میز کو گھورتا رہا۔

"اور مجھے اس وقت تک لاک اَپ میں بند رہنا قبول ہے۔ بلکہ یہ میرے لئے ایک اعزاز ہے...... یہ قید۔"

پروفیسر لینگڈن اب تن کر بیٹھا ہوا تھا۔

"دُنیا میں ایک بہت خوفزدہ کر دینے والا رجحان سر اُٹھا رہا ہے پادری......! میں اسے ہٹلر میڈیا کہتا ہوں۔ بازاروں میں ہر دُکان پر یہی کچھ بک رہا ہے۔ ہٹلر کی ڈائریاں، ہٹلر کے ٹی وی شوز۔ نازیوں سے متعلق ہر چیز مقبول ہوگئی ہے۔ پبلشرز دھڑا دھڑ اس کے متعلق کتابیں چھاپ رہے ہیں۔ کیونکہ مارکیٹ میں ان کی ڈیمانڈ زیادہ ہے۔ نازی ہیلمٹ، نازی گنیں،

نازی چاقو، نازی جوتے، گسٹاپو کی یونیفارم، ان کے بیج ...... ہر وہ چیز جس پر جرمنی میں پابندی ہے، جرمنی کے باہر اِدھر اُدھر بک رہی ہے۔ پورے یورپ اور جنوبی امریکہ میں یہ کچھ ہو رہا ہے۔ لیکن تمہیں پتا ہے کہ سب سے زیادہ ان چیزوں کی ڈیمانڈ کہاں پر ہے......؟“

وہ ایک سنجیدہ سوال تھا۔ پروفیسر فرینک لینگڈن پہلے جمیل کو اور پھر پادری کو گھورتا رہا کہ شاید کوئی جواب دے، لیکن وہ دونوں خاموش تھے۔

”میں تمہیں بتاتا ہوں۔ یہاں امریکہ کے قلب میں سب سے زیادہ ڈیمانڈ ہے ان چیزوں کی۔ ہمارے مڈویسٹ میں اور ساؤتھ میں۔ اور یہ وہ مقامات ہیں، جہاں تمہارا نام نہاد وعظ بڑی رغبت سے سنا جاتا ہے۔“

اب لینگڈن پادری سے مخاطب تھا۔

”تم ...... صرف تم تشدید کو فروغ دے رہے ہو۔ تمہاری وجہ سے ان نفرت انگیز چیزوں کی قیمت بھی بڑھ رہی ہے اور ڈیمانڈ بھی۔ یہ ایک رجحان ہے، اور تم اس کے ذمہ دار ہو پادری...... تم......!“

اس نے اُنگلی لہرائی۔

”تمہاری بات معقول نہیں پروفیسر......!“

پادری نے نرم لہجے میں کہا۔

”لوگوں کے رجحانات اور میلانات کا الزام کسی ایک شخص کو دینا سراسر زیادتی ہے۔“

”نہیں......! میرا الزام درست ہے۔ جہاں تم مقبول ہو، وہاں ہٹلر کی مقبولیت بڑھ رہی ہے۔ وہاں ان چیزوں کی فروخت میں غیر معمولی اضافہ دیکھا جا رہا ہے۔ تمہیں اندازہ ہی نہیں کہ تم کیا کر رہے ہو......؟“

جمیل نعمان اور پادری دونوں خاموش تھے۔



”میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں حواری نہیں ہوں۔ جانتے ہو کیوں......؟“

فرینک لینگڈن نے پادری کو گھورتے ہوئے کہا۔ پھر خود ہی جواب دیا۔

”اس لئے کہ اس بات سے مجھے یہ اطمینان ہوتا ہے کہ اصل حواری کہیں موجود ہے، اور وہ تمہارا خاتمہ کر کے ہمیں تشدد کے اس ناسور سے نجات دلانے والا ہے۔“

یہ کہہ کر وہ اُٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ پھر اس نے دروازے پر دستک دی۔

دروازہ گارڈ نے کھولا۔

”پلیز......! مجھے میری کوٹھڑی میں لے چلو......!“

لینگڈن نے اس سے کہا۔

☆☆☆

جمیل پادری ٹیلر کو والڈ ورف چھوڑنے گیا تو بارش ہو رہی تھی۔ ٹیلر کے محافظوں کی گاڑی آگے آگے تھی۔ پادری نے خود اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ وہ تنہا جمیل کے ساتھ بیٹھے گا۔

”وہ بہت متاثر کن تھا...... ہے نا......؟“

پادری نے جمیل سے کہا۔

”وہ ایک پروفیشنل لیکچرار ہے۔ یہ اس کا کام ہے، ذریعہ معاش ہے۔ کچھ عجیب نہیں کہ یہ تقریر وہ درجنوں بار اپنی کلاسوں کے سامنے کرتا رہا ہو۔“

"اس بات کی کوئی اہمیت نہیں۔ اس کی ہر بات متاثر کن تھی...... ہر اعتبار سے۔"

پادری نے خشک لہجے میں کہا۔

"میں مخالفین کو کم تر سمجھنے کی غلطی کبھی نہیں کرتا۔ اور ایک موقع پر میں تمہارا چہرہ دیکھ رہا تھا جے......! تم ناخوش نظر آ رہے تھے۔"

جمیل نے جواب نہیں دیا۔ جو کچھ پروفیسر نے کہا تھا، اس پر تو خود پادری کا بھی وہی ردِ عمل رہا ہوگا، جو اس کا تھا۔

"خیر...... کچھ بھی ہو......!"

پادری نے سر آہ بھر کے کہا۔

"وہ حواری بہرحال نہیں ہے۔"

جمیل نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا۔

"تم سنجیدہ ہو......؟"

"ہاں......! مکمل طور پر۔"

"تمہیں کیسے معلوم......؟ اس کے خلاف شہادتیں واقعاتی سہی...... لیکن اتنی مضبوط ہیں کہ انہیں نظرانداز کرنا اور اسے گرفتار نہ کرنا ممکن نہیں تھا۔"

"تمہیں شاید یاد نہیں ہے۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میں حواری سے مل چکا ہوں۔"

"لیکن وہ نقاب پہنے تھا، اور آواز بدل کر بات کر رہا تھا۔"

"وہ ہماری دوسری ملاقات تھی۔ پہلی کے بارے میں میں نے تمہیں نہیں بتایا۔"

جمیل نے چونک کر اسے دیکھا۔



"تم حیران کرنے کے عادی ہو...... دوستوں کو بھی......؟"

"پہلے بتانے کی کوئی معقول وجہ موجود نہیں تھی۔"

"تو تم اس سلسلے میں بیان دینا چاہو گے......؟"

جمیل نے پوچھا۔

"تم چاہتے ہو کہ فرینک لینگڈن کو رہا کر دیا جائے......؟"

"ہاں...... بالکل......! ایک معصوم آدمی کو جیل میں نہیں رکھا جا سکتا۔"

جمیل نے دل میں سوچا۔

"بے چارہ لوریٹی......! محض چار دن کی مقبولیت......!"

"تم سے ایک بات پوچھنی تھی۔ یہ قاری عبدالمنان کون ہے......؟ میرے خلاف بہت ڈھول پیٹ رہا ہے آج کل......؟"

"ایک چھوٹی سی مسجد کا امام ہے...... ایک پسماندہ علاقے کا۔ بے ضرر آدمی ہے۔"

"کوئی چیخنے چلانے والا آدمی بے ضرر نہیں ہوتا۔ تم اسے سمجھاؤ......!"

"میں نے سمجھایا تھا۔ سو اب وہ میرے خلاف بھی بول رہا ہے۔"

"تم نے اسے بتایا کہ میں مسلمانوں کے لئے کیا کچھ کر رہا ہوں......؟"

"ہاں......! لیکن وہ روحانی آدمی ہے، مادے کی اہمیت نہیں سمجھتا۔ اس کے نزدیک تم شیطان ہو اور میں تمہارا چیلا......!"

"یعنی تم اسے چپ نہیں کرا سکتے......؟"

"یہ ناممکن ہے۔ ہمارے مجاہد رُکنا نہیں جانتے۔"

''ویری بیڈ......!''

پادری نے نرم متاسفانہ لہجے میں کہا۔

''روکنا تو پڑے گا۔''

''اسے ضرورت سے زیادہ اہمیت نہ دو کلنٹن......!''

آگے والی گاڑی ہوٹل کے سامنے رُکی۔ اس میں سے ٹیلر کے باڈی گارڈ، اس کی سکریٹری اور میڈیا سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون اُتری۔ وہ سب فٹ پاتھ پر کھڑے ہوگئے۔ دربان نے جلدی سے ان کے لئے ایک بڑی چھتری کھول دی۔

''تم بھی آؤ نا......! ہمیں تو بات کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔''

پادری نے جمیل سے کہا۔

جمیل ہچکچایا۔ اس موسم میں ماریہ کی قربت کو نظرانداز کرنا آسان نہیں تھا۔ اس ہچکچاہٹ میں اس کی نظر پارک ایونیو پر سڑک کراس کرتے ہوئے ایک راہ گیر پر پڑی۔ وہ گہرے رنگ کا رین کوٹ پہنے تھا۔ چھوٹے قد کا دُبلا پتلا آدمی، جس کی چال میں نمایاں لنگڑاہٹ تھی۔ اس کے باوجود وہ تیز رفتار ٹریفک کے درمیان سڑک پار کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

ان کے درمیان پندرہ منٹ کا فاصلہ رہ گیا تو جمیل نے اس کے رین کوٹ کو درمیان سے کھلتے دیکھا، اور اسے نیلگوں اسٹیل کی جھلک دکھائی دی۔ اس نے تیزی سے ٹیلر کا سر تھام کر اسے ڈیش بورڈ سے چپکا دیا۔

اسی وقت پہلے فائر نے ونڈ شیلڈ کو توڑ ڈالا۔

جمیل نے دروازہ کھول کر غوطہ لگاتے ہوئے جوابی فائر کئے، یہاں تک کہ اس کا ریوالور خالی ہوگیا۔ پھر چیخیں سنائی دیں اور کئی گاڑیوں کے بریک لگائے جانے کی آوازیں۔ اور وہ شخص سڑک کے بیچ میں گرا نظر آیا۔



مشین پستول اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔

جمیل سینے کے بل رینگتا ہوا اس تک پہنچا۔ وہ ایک بوڑھا شخص تھا...... جمیل کے لئے اجنبی۔ اور وہ مر چکا تھا۔

جمیل نے پلٹ کر دیکھا۔ ٹیلر کے باڈی گارڈ اپنے حصار میں اسے ہوٹل کے اندر لے جا رہے تھے۔ وہ خیریت سے تھا۔

ذرا دیر میں پولیس کی تین گشتی گاڑیاں جائے واردات پہ پہنچ گئیں۔ ایمبولینس آئی۔ بوڑھے شخص کی لاش کو اسٹریچر پر ڈال کر ایمبولینس میں لے جایا گیا۔ جمیل لاش کے ساتھ گیا۔ اس نے مرنے والے کی جیب ٹٹولی۔ پرس میں ڈرائیونگ لائسنس تھا...... یعقوب نصیر کے نام کا۔ اس کے علاوہ ایک بیج تھا، جس پر شاہین کی شبیہ بنی تھی۔ جمیل نے خاموشی سے بیج کو اپنی جیب میں رکھ لیا۔

ایمبولینس سے اُتر کر وہ ہوٹل میں، ٹیلر کے سوئٹ کی طرف گیا۔

پادری ٹیلر نے اسے گرم جوش سے لپٹا لیا۔

''تم نے میری جان بچائی ہے جے......! تمہارا یہ احسان میں کبھی نہیں بھولوں گا۔''

اس نے اپنے تمام لوگوں کو رخصت کر دیا۔

''کچھ پلاؤں تمہیں......؟''

اس نے جمیل سے پوچھا۔

''تم جانتے ہو کہ شراب نوشی میں ترک کر چکا ہوں۔''

''اچھا بیٹھو تو...... یہ بتاؤ......! وہ تھا کون......؟''

''یعقوب نصیر نام تھا اس کا۔ تم جانتے ہو اسے......؟''

''نہیں......!''

پادری نے کہا۔ باہر پولیس کے سائرن چیخ رہے تھے۔

''مجھے افسوس ہے۔ میں تمہارا کرب سمجھ سکتا ہوں۔''

''مطلب......؟''

''اپنے ہی ایک ہم مذہب پر گولی چلانا......''

''مجھے اس کا علم نہیں تھا۔ اور ویسے بھی ہم مسلمان اس کام میں ماہر ہیں۔''

جمیل نے کہا۔

''اور یہ بھی ناممکن نہیں کہ اس کا ہدف میں ہوں۔''

''یہ کیسے ممکن ہے......؟''

''قاری عبدالمنان جیسے لوگ تم سے زیادہ مجھے ناپسند کرتے ہیں۔''

''مگر وہ اس حد تک نہیں جا سکتے۔''

''تم ایک بات بھول رہے ہو۔ یہ محض اتفاق ہے کہ تم میری گاڑی میں تھے۔ اور تم نے ریڈیو پر اس بات کا اعلان بھی نہیں کیا تھا کہ تم میری گاڑی میں بیٹھنے والے ہو۔''

جمیل نے کہا۔

پادری خاموش بیٹھا اسے تکتا رہا۔

☆☆☆

ماریہ کی آنکھ کھلی تو کچن میں روشنی ہو رہی تھی۔ اور جمیل میز پر سر رکھے سو رہا تھا۔ اس کے سامنے سنہرے رنگ کا ایک بیج تھا، جس پر عقاب کی شبیہ بنی تھی۔ اس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ صبح کے سوا چار بجے تھے۔

ماریہ کی موجودگی کے احساس سے جمیل کی آنکھ کھل گئی۔



''آج میں نے اپنے ایک بھائی کو ختم کر دیا۔''

اس نے ہذیانی لہجے میں کہا۔

ماریہ نے اسے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کا موقع دیا۔ وہ اپنی بھڑاس نکال چکا تو وہ اسے ہاتھ تھام کر بستر کی طرف لے گئی۔

''میں نے ظلم کیا نا......؟''

''لیٹ جاؤ سکون سے۔''

ماریہ نے اسے تھپکا۔

''ایک تو تمہیں علم نہیں تھا اس بات کا۔ اور دوسرے تم اپنا فرض انجام دے رہے تھے۔''

''اس فرض سے اوپر بھی تو کچھ فرض ہیں میرے......!''

جمیل نے کہا۔

''مجھے ایسا لگا کہ میں نے اپنے دادا کو قتل کر دیا۔''

''وہ تمہارا دادا نہیں تھا۔ اور تمہارے دادا ایسے نہیں تھے کہ کسی کی جان لینے کی کوشش کرتے۔''

''میں خدا سے رہنمائی کا طالب ہوں۔ کاش......! جو کچھ میں کر رہا ہوں، وہ غلط نہ ہو۔''

''سو جاؤ......! سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

لیکن سورج طلوع ہونے تک وہ سو نہیں سکا۔

☆☆☆

کیٹ کی صبح آٹھ سے شام چار بجے تک آئی سی یو میں ڈیوٹی تھی۔ وہ لوگ چھ بجے اُٹھے۔ انہوں نے خبریں سنیں۔ انہوں نے پادری ٹیلر پر حملے

کی اور کیپٹن جمیل کے حملہ آور کو شوٹ کرنے کی خبر ریڈیو پر سنی۔

دوسری خبر پروفیسر فرینک لینگڈن کی رہائی کی تھی۔ اس کے خلاف تمام الزامات واپس لے لئے گئے تھے۔ ایک واضح اور اہم شہادت کی بنیاد پر ایسا کیا گیا تھا۔ لیکن اس شہادت کے بارے میں کچھ بتایا نہیں گیا تھا۔

رچرڈ نے ریڈیو بند کیا، اور جمیل کے گھر کا فون نمبر ملایا۔ چھ گھنٹیاں بجیں۔ وہ مایوس ہو کر فون رکھنے ہی والا تھا کہ دوسری طرف سے ریسیور اُٹھا لیا گیا۔

''میرا خیال ہے، میں نے تمہیں سوتے سے اُٹھایا ہے۔''

رچرڈ نے کہا۔

''کیا بجا ہے......؟''

''سوا چھ......!''

''زبردست......!''

جمیل نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ میں 47 منٹ سویا ہوں۔''

''سوری......! دراصل میں نے ریڈیو پر خبر سنی......''

''مجھے یہ بتانے کے لئے جگایا ہے تم نے......؟''

''لگتا ہے، تم دوبارہ ہیرو بن گئے ہو۔''

رچرڈ نے کہا۔

دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔

''تم نے اس بوڑھے آدمی کو...... اس منحوس پادری کو شوٹ کیوں نہیں کرنے دیا......؟ مفت میں گندگی دُور ہو جاتی۔''

جواب میں ریسیور پٹخ دیا گیا۔ رچرڈ نے ریسیور رکھ دیا۔



''کاش ایسا ہو گیا ہوتا۔''

کیٹ نے ننداسی آواز میں کہا۔

''اگر کلنٹن ٹیلر مار دیا جاتا تو تمہیں کیسا لگتا......؟''

''بہت برا لگتا، جیسے میرے ہاتھ سے کوئی نوالہ چھین لیا گیا ہو۔ اور تمہیں کیسا لگتا......؟''

''مجھے تو بہت اچھا لگتا ڈارلنگ......! میں تو خدا کا شکر ادا کرتی۔''

اسی صبح رچرڈ نے اپنے ڈیلر کو فون کیا۔ دراصل چار جولائی قریب آرہی تھی، اور وہ اپنے طور پر ہر شخص کو الوداع کہنا چاہتا تھا۔

''آج شام تم آ سکتے ہو میرے پاس......!''

اس نے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ اس عرصے میں تم نے کام کیا ہے۔''

سینڈرز نے پُراُمید لہجے میں کہا۔

''ذرا مختلف انداز میں۔''

''کیا مطلب......؟''

''خود آکر دیکھ لینا......!''

''ٹھیک ہے......! میں دو بجے آؤں گا۔''

لیکن سینڈرز 25 منٹ پہلے ہی آگیا۔ اس کی کیفیت ہیجانی تھی۔ وہ سیدھا اسٹوڈیو کی طرف بڑھا۔

''میں بے تاب ہو رہا ہوں دیکھنے کو۔''

نیلے آدمی کی تصویر کو رچرڈ نے ڈھانپ رکھا تھا۔ اس کے علاوہ نیم مکمل تصاویر دیواروں پر آویزاں تھیں۔ سینڈرز نے پہلے ان کا جائزہ لیا۔ ایک ایک کا جائزہ لیتے ہوئے وہ آگے بڑھتا رہا۔ رچرڈ کی نگاہیں اس کا

تعاقب کر رہی تھیں۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ خود پہلی بار ان تصویروں کو دیکھ رہا ہے۔

بالآخر سینڈرز رچرڈ کی طرف مڑا۔

''سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کے بارے میں کیا کہوں.....؟ یہ تمہارے پچھلے کام سے یکسر مختلف ہے۔''

رچرڈ خاموش کھڑا تھا۔ یہ واضح نہیں تھا کہ وہ تعریف ہے یا تنقید۔

''یہ خوفزدہ کر دینے والی ہیں۔''

بالآخر سینڈرز نے کہا۔

''لیکن یہ طے ہے کہ تمہارے پچھلے کام کے مقابلے میں یہ کہیں زیادہ توانا ہے۔ اس میں جوش اور ہیجانی کہیں زیادہ ہے۔''

پھر وہ بڑے ایزل کی طرف مڑا۔

''اور یہ کیا ہے.....؟''

''چھوڑو اسے..... یہ تمہیں اور زیادہ ڈراؤنا لگے گا۔''

سینڈرز آگے بڑھا اور اس نے کاغذ کی شیٹ کا پردہ اُٹھا دیا۔ چند لمحوں تک اس کا چہرہ مکمل طور پر بے تاثر رہا۔ لیکن درحقیقت اندر سے وہ متلاطم ہوگیا تھا۔ وہ کئی حصوں میں تقسیم ہوگیا تھا۔ اس کے وجود کا ایک حصہ رو رہا تھا، دوسرا مشتعل تھا، تیسرا دہشت زدہ تھا اور چوتھا یوں لرز رہا تھا، جیسے اس کی بنیادیں ہل گئی ہوں۔ پھر اس کے جسم سے پسینہ پھوٹ پڑا۔ پسینے کا آغاز اس کے سر سے ہوا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ پیشانی تک پہنچا اور پھر اس کے رُخساروں پر بہہ نکلا۔

اس نے رومال نکال کر پسینہ پونچھا۔ لیکن اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑا۔



''پانی پلاؤ مجھے.....!''

اس نے رچرڈ سے کہا۔

رچرڈ نے وہسکی کا جام اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''مجھے افسوس ہے مارون.....!''

''مجھے بتاؤ.....! اس کے پیچھے کیا ہے.....؟''

سینڈرز نے کہا۔

''جانتے ہو، اسے دیکھ کر کیا محسوس کیا میں نے.....؟ لگا کہ میں خود کو قتل کر رہا ہوں۔''

رچرڈ نے مسکرانے پر اکتفا کیا۔

''یہ کوئی مزاحیہ بات نہیں ہے۔''

سینڈرز غرایا۔

''اس تصویر میں جو کچھ تم نے کہا، میرا یقین ہے اس پر۔ اور اگر تمہیں بھی اس پر یقین ہے تو یہ اور زیادہ خوفناک بات ہے۔''

''تم سمجھتے ہو کہ مجھے اس پر یقین نہیں ہوگا.....؟''

''میں خدا سے اس کے لئے دُعا کرتا ہوں کہ تمہیں یقین نہ ہو۔ اس میں اُمید کی کوئی معمولی سی رمق بھی نہیں ہے..... کسی کے لئے بھی..... نہ میرے لئے، نہ تمہارے لئے اور نہ ہی انسانیت کے لئے۔''

رچرڈ خاموش رہا۔

''میں تمہارا المیہ سمجھتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ تم کس اذیت سے گزرے ہو.....؟ تمہارے وجود کا..... شخصیت کا ایک حصہ اس دھچکے سے کبھی نہیں سنبھل سکے گا۔ اس کے باوجود تمہیں اتنی مہیب مایوسی پھیلانے کا کوئی حق نہیں۔''

"یہ محض ایک تصویر ہے مارون......!"

رچرڈ نے مدافعانہ لہجے میں کہا۔

"یہ تو تم کہہ رہے ہو۔ ورنہ تم بھی جانتے ہو اور میں بھی کہ ایسا نہیں ہے۔ میں اس تصویر کو جلانے کے سوا کچھ نہیں کرسکتا۔"

سینڈرز کا ردِعمل رچرڈ گینر کے لئے بہت خوش کن تھا۔ یہ کاروباری لوگ اتنے سچے، اتنے کھرے کب ہوتے ہیں......؟ لیکن سینڈرز اس کے لئے ہمیشہ ہی سے ایسا تھا۔ جب اس کی تصویریں نہیں بکتی تھیں، تب بھی وہ نہ اس سے کنارہ کش ہوتا تھا، نہ اسٹائل تبدیل کرنے کے لئے اس پر کوئی دباؤ ڈالتا تھا۔ اس نے ایک اچھے دوست کی طرح ہمیشہ اس کی حوصلہ افزائی کی تھی، جس کی اسے سخت ضرورت تھی۔ اور جس کے لئے وہ ہمیشہ ترستا رہتا تھا۔

رچرڈ نے سوچا، میں نے جواب میں اسے کبھی کچھ نہیں دیا۔

وہ دونوں کھڑے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

"اب کام کی بات ہو جائے......!"

بالآخر سینڈرز نے کہا۔

"مجھے نہیں لگتا کہ تم نے مجھے یہ تصویریں دکھانے کے لئے بلایا تھا۔ تمہیں شاید مجھ سے کچھ کہنا ہے، کچھ بتانا ہے، تو کہہ ڈالو......!"

"میں کہیں جا رہا ہوں۔ اور میں تم سے ملے بغیر نہیں جانا چاہتا تھا۔"

"کب جا رہے ہو......؟"

"اگلے ہفتے......!"

"کتنے دن کے لئے......؟"



"یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم......!"

"میں تم سے کیسے رابطہ کرسکوں گا......؟"

"موقع ملا تو میں خود تم سے رابطہ کروں گا۔"

سینڈرز اسے گھورنے لگا۔

"یہ کیسی بات کر رہے ہو......؟"

"بس......! ایسی ہی بات ہے۔"

سینڈرز دوبارہ بڑی تصویر کو دیکھنے لگا۔

"بری بات یہ ہے کہ......"

اس نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔

"تم سو سال جیو......! اور باقی زندگی ہر روز بارہ گھنٹے کام کرتے رہو، تب بھی ایسی کوئی تصویر نہیں بنا سکو گے۔"

☆☆☆

وہ یانکی اسٹیڈیم کا جائزہ لینے کے لئے نکلنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اُٹھایا۔ دوسری طرف وکٹر لٹوسکی تھا۔

"پروگرام میں کچھ تبدیلی کی گئی ہے۔ اب میں خود تمہیں وہاں لے کر جاؤں گا۔"

رچرڈ کو حیرت ہوئی۔

"کیا تم سنجیدہ ہو......؟"

"کیوں نہیں......؟ تم سمجھتے ہو کہ میں بوڑھا ہوگیا ہوں۔"

"نہیں......! یہ بات نہیں......! میرے خیال میں یہ اتنا اہم معاملہ نہ تھا تمہارے لئے......!"

وکٹر ہنسنے لگا۔

''سنو......! میں اپنا ہر کام خود کیا کرتا تھا۔ اسی وجہ سے اتنی اہمیت ملی ہے مجھے۔ اور بہر حال اس سے ایک فائدہ ہوگا۔ تمہیں ماسک استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔''

☆☆☆

رات دس بجے رچرڈ گیبز نے اپنی کار یانکی اسٹیڈیم سے پانچ بلاک دُور پارک کی، اور پیدل اسٹیڈیم کی طرف چل دیا۔ راستے میں تمام دُکانیں بند تھیں۔ اِکا دُکا راہ گیر نظر آ رہا تھا۔ آگے جا کر راستہ بالکل سنسان ہوگیا۔

عقب سے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ وہ وکٹر لٹوسکی تھا، جو بیس گز کا فاصلہ رکھ کر اس کے پیچھے آ رہا تھا۔

وہ اسٹیڈیم کے قریب پہنچے تو وکٹر نے رفتار تیز کی اور اس کے پاس آ گیا۔ وہ دونوں خاموشی سے ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ وکٹر سیاہ شرٹ اور جینز میں تھا۔ پیروں میں جاگرز تھے۔

وکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں ہر روز پانچ میل جاگنگ کرتا ہوں...... ناشتے سے پہلے۔ میرا بلڈ پریشر بچوں جیسا ہے۔ آؤ...... ذرا دوڑ کر دیکھیں......؟''

''نہیں......! میں تو 50 گز بھی نہیں جا سکوں گا۔''

وہاں بڑی خاموشی تھی۔ رات کی تاریکی اور سناٹے میں اسٹیڈیم ایک بہت بڑے کھنڈر کی طرح لگ رہا تھا۔ اس نے چار راتوں کے بعد جگمگاتے ہوئے اسٹیڈیم کا تصور کیا تو اس کے پیٹ میں اینٹھن ہونے لگی۔

شاید وکٹر بھی کچھ اسی کی طرح محسوس کر رہا تھا۔





''میں ایک بار رات کے وقت ایک رومن کلوزیم میں گیا تھا۔''

اس نے کہا۔

''تم یقین کرو گے کہ مجھے وہاں باقاعدہ مجمع کا شور اور لوہے سے ٹکرانے کی آوازیں سنائی دیں...... دو ہزار سال پرانی آوازیں......!''

وہ ایک جگہ رُک گئے۔

''ابھی یہاں سے ایک گشتی گاڑی گزرے گی۔''

وکٹر نے کہا۔

اور اسی لمحے پولیس کی گشتی گاڑی بہت کم رفتار سے وہاں پہنچی اور ے چلی گئی۔

گاڑی کے جانے کے بعد وکٹر نے جیب سے چابیوں کا ایک گچھا اور ایک گیٹ کا تالا کھول دیا۔

وہ اندر داخل ہوگئے۔ پہلی بار رچرڈ کو آسانی کا احساس ہونے لگا۔

اندر دو پہرے دار تھے، جو گشت کر رہے تھے۔ لیکن وکٹر ان کے ول سے پوری طرح واقف تھا۔ پہلے انہوں نے ایک، اور پھر دوسرے ے دار کو دیکھا۔ ان کے انداز میں بے زاری تھی۔ ان کے نزدیک یہ بے سود معمول تھا، کیونکہ وہاں اس وقت کوئی آتا تو کیوں آتا......؟

ان کے جانے کے بعد وکٹر اور رچرڈ آگے بڑھے۔

مقرر کے لئے اسٹینڈ کی تعمیر کا کام شروع ہو چکا تھا۔

وکٹر نے ایک نقشہ نکالا۔ اس کی مدد سے وکٹر نے رچرڈ کو وہ تین ہ اور دکھائے، جو اس کے خیال میں اس کے لئے مناسب ترین تھے۔

چابیاں وکٹر کے پاس تھیں۔ وہ بآسانی کھل گئے۔

بجلی کے تاروں کے پائپ تنگ تھے۔ لیکن بہرحال ان میں چلنا

ناممکن نہیں تھا۔ چھوٹی فلیش لائٹس استعمال کرتے ہوئے وہ گھٹنوں کے بل آگے بڑھتے رہے۔ وہاں سیلن تھی اور ہوا میں بھاری پن تھا۔ رچرڈ کو وہ کوئی مقبرہ لگ رہا تھا۔

اچانک اسے تحرک کا صوتی احساس ہوا۔ وہ چوکنا ہوا اور فلیش لائٹ کا رُخ آواز کی سمت کیا۔ وہ دو چوہے تھے۔

''ان کی پرواہ مت کرو......! جیسے وہ ہماری طرف سے بے پرواہ ہیں۔''

وکٹر نے کہا۔

پائپ کا اختتام پاور کے ایک سب اسٹیشن میں ہوا۔ وہ سکس بائی فور کا ایک کنکریٹ باکس تھا، جہاں گرد آلود بجلی کے تار آپس میں اُلجھے ہوئے تھے۔ کچھ آلات بھی تھے۔ اور دیوار پر اسٹیل کی ایک مربع ساخت کی پلیٹ نصب تھی۔

وکٹر نے بڑھ کر اسکرو کھولے اور پلیٹ کو ہٹایا۔ ہاں ایک وینٹی لیٹر تھا، جس پر جالی لگی تھی۔ لیکن رائفل کی نال باہر نکالنے کے لئے وہ خاصی کشادہ تھی۔

رچرڈ نے اس سے باہر دیکھا۔ مقرر کا پلیٹ فارم عین اس کی نگاہوں کے سامنے تھا۔

''یہ فاصلہ 116 فٹ ہے۔''

وکٹر نے اسے بتایا۔

رچرڈ دیکھتا رہا۔ وکٹر نے غلط نہیں کہا تھا۔

''کیسا محسوس کر رہے ہو تم......؟''

وکٹر نے اس سے پوچھا۔



''سردی لگ رہی ہے، جیسے مجھے برف میں دبا دیا گیا ہو۔''

رچرڈ نے جواب دیا۔

''گڈ......! اس احساس کو تھام کر رکھو۔ گرمی کے مقابلے میں یہ بہت بہتر ہے۔''

وکٹر نے کہا۔

''تمہارا اسلحہ ایک رات پہلے یہاں پہنچا دیا جائے گا۔ تم 4 جولائی کو عام لوگوں کی طرح یہاں آؤ گے۔ لیکن قدرے پہلے، تاکہ سیٹ ہو سکو۔''

رچرڈ کو احساس ہوا کہ اس جگہ کا اپنا ایک سحر ہے۔ وکٹر بھی اس سے متاثر نظر آ رہا تھا۔

''مجھے کون سا ٹریپ ڈور استعمال کرنا ہوگا......؟''

رچرڈ نے پوچھا۔

''جو تمہیں سب سے مناسب لگے......!''

''وہ اسٹور روم والا کیسا رہے گا......؟''

''آؤ......! ایک بار اور جائزہ لیں۔ پھر فیصلہ کر لینا۔''

وہ دوبارہ رینگتے ہوئے آگے بڑھے۔ دوبارہ جائزہ لینے پر فیصلہ اسٹور روم والے ٹریپ ڈور کے ہی حق میں ہوا۔ وہ الگ تھلگ بھی تھا، اور اس تک رسائی بھی سب سے آسان تھی۔ تاہم وکٹر نے اسے دوسرے راستوں کے نقشے بھی دے دیئے کہ کسی ایمرجنسی کی صورت میں اسے کوئی پریشانی نہ ہو۔

وکٹر بہت خوش نظر آ رہا تھا۔

''مجھے خوشی ہے کہ میں تمہارے ساتھ آیا۔''

اس نے کہا۔

"بہتر یہی ہوتا ہے کہ آدمی اپنا کام خود کرے۔"

"ٹھیک کہتے ہو......!"

رچرڈ نے اس کی تائید کی۔

☆☆☆

رچرڈ گھر پہنچا تو جین ٹی وی کے سامنے سوئی نظر آئی۔ لیکن اس کے قدموں کی چاپ سے بیدار ہوگئی۔

جین بتا کر نہیں آئی تھی، لیکن رچرڈ کو اس کی آمد کی توقع تھی۔ گزشتہ رات کیٹ اس کے ساتھ تھی۔ شاید دونوں کے درمیان ایک خاموش معاہدہ ہوگیا تھا کہ ایک دن کیٹ کا تو دوسرا دن جین کا۔

"میں تمہارا انتظار کرتے کرتے سوگئی۔"

جین نے انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔ پھر پوچھا۔

"کیسا رہا......؟"

"اچھا رہا......!"

رچرڈ نے کہا اور اسے تفصیل بتانے لگا۔

"مجھے اپنی بانہوں میں لے لو......!"

رچرڈ نے اسے بانہوں میں بھر لیا۔ وہ سرد ہو رہی تھی۔

"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔"

جین نے کہا۔

رچرڈ نے اسے بھینچ لیا۔ ڈر لگنا تو فطری تھا۔

"فکر نہ کرو......! سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اور سنو......! وہاں سب کچھ سیٹ ہے۔ تمہیں وہاں آنے کی ضرورت نہیں......!"



"پاگل......! میرا ڈر اپنے لئے نہیں، تمہارے لئے ہے۔"

وہ بولی۔

"میری طرف سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں......! وکٹر نے ہر بات کا خیال رکھا ہے۔"

"یہ دیوانگی ہے۔"

جین خود کلامی کے انداز میں بڑبڑائی۔

"پہلے مجھے بالکل پرواہ نہیں تھی...... نہ اپنی نہ تمہاری...... میں سوچتی تھی، کیا فرق پڑتا ہے......؟ ہم جو داؤ کھیل رہے ہیں، اس میں ہمارا تو کچھ جا ہی نہیں رہا ہے۔"

رچرڈ نے سوچا۔

"مجھے تو اب بھی پرواہ نہیں ہے۔ کسی چیز کی، کسی بات کی بھی پرواہ نہیں ہے۔"

"لیکن اب مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ میں مزید کچھ کھونا نہیں چاہتی۔"

☆☆☆

جمیل نعمان اپنی کار میں گھر کی طرف جا رہا تھا کہ کار میں نصب پولیس ریڈیو کھڑکھڑایا۔ جو اطلاع اسے دی گئی، ایک لمحے کو تو وہ اس کے لئے بے معنی تھی۔ کہیں دھماکا ہوا تھا۔ لیکن پھر دھماکے کے مقام کی اہمیت اس کے ذہن میں ایک چیخ کی طرح اُبھری۔

اس نے گاڑی ٹرن کر لی۔

فرسٹ ایونیو پر دُھوئیں کے گہرے سیاہ اور دبیز بادل نے اس کا استقبال کیا۔ وہ اس مقام کی طرف بڑھا، جہاں کبھی مسجد تھی۔

وہاں دو پولیس کاریں رکاوٹ کے طور پر کھڑی تھیں۔ ان کی چھتوں پر گھومنے والی روشنی نصب تھی، اور وہ متحرک تھی۔

جمیل گاڑی سے اُترا۔ اس نے اپنی شناخت کرائی، پھر اس مقام کی طرف دوڑا۔

وہاں دُھواں ایسا تھا کہ سانس لینا دوبھر ہو رہا تھا۔ ہوا میں پینٹ اور کیمیکلز کی شدید بُو رچی ہوئی تھی۔ چھوٹی سی عمارت کھنڈر بن چکی تھی۔ کتابوں کے کاغذ اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے۔ ان میں قرآن کے اوراق بھی تھے۔

اس کا دل لرزنے لگا۔ وہ دیوانہ وار ان اوراق کو سمیٹنے لگا۔

آگ بجھانے والی گاڑیاں آگئی تھیں۔ پائپ بوچھار کی صورت پانی اُگلنے لگے۔

لوگ تماشا دیکھ رہے تھے۔

کچھ دیر بعد دو فائر مین ہاتھوں پر ایک لاش اُٹھائے شکستہ مسجد سے باہر آئے۔ وہ ایمبولینس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ جمیل ان کی طرف لپکا۔

لاش کا چہرہ بری طرح جھلس چکا تھا اور سیاہ ہو رہا تھا۔ اس کے باوجود اسے پہچاننے میں جمیل کو دُشواری نہیں ہوئی۔

وہ قاری عبدالمنان تھے......!

سائرن بجاتی ایمبولینس انہیں لے کر روانہ ہوگئی۔

جمیل ایک فائر مین کی طرف بڑھا۔

"کیا صورتِ حال ہے......؟"

"وہ بچ بھی سکتا ہے......!"

فائر مین نے کہا۔

جمیل کے دل میں اُمید جاگی۔



"تو وہ زندہ ہے......؟"

"اسی لئے تو ایمبولینس اسے فوری طور پر لے کر گئی ہے۔"

فائر مین نے کہا۔

"ورنہ تینوں لڑکے تو مر چکے ہیں۔"

"کون لڑکے......؟"

"وہ تینوں دھماکے کے وقت اس سے قرآن پڑھ رہے تھے۔"

اسی وقت تینوں لاشیں باہر لائی گئیں۔ روتی، چیختی چلاتی ایک عورت نے ان کی طرف بڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن پولیس والوں نے اسے بڑی مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔ وہاں اور عورتیں بھی تھیں۔ وہ سب بین کر رہی تھیں۔ پولیس والے انہیں روک رہے تھے۔

جمیل کو قریبی تھانے کا ایک سارجنٹ نظر آیا، جو اس کے لئے شناسا تھا۔ وہ اس کی طرف بڑھا۔

"یہ کیسے ہوا چارلی......؟"

"پلاسٹک بم وہاں رکھ دیا گیا تھا۔ بم پھٹنے سے صرف دو منٹ پہلے ان بدبختوں نے ہمیں اطلاع دی۔ وہ بھی صرف اس لئے کہ وہ اس کا کریڈٹ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اندر مسلمان پادری کے ساتھ تین لڑکے بھی تھے۔ وہ تینوں مر گئے۔"

"اطلاع دینے والا کون ہے......؟"

"نفرت کرنے والے جنونی، دہشت گرد۔ وہ سب سے نفرت کرتے ہیں، مسلمانوں سے، یہودیوں سے، سیاہ فاموں سے، تارکین وطن سے۔ شاید وہ خود سے بھی نفرت کرتے ہیں......؟ کہتے تھے کہ ان کا تعلق امریکن کروسیڈ پارٹی سے ہے۔"

جمیل خلاؤں میں گھورتا رہا۔ وہ ان تینوں لڑکوں سے ناواقف تھا۔ لیکن اسے لگتا تھا کہ جیسے وہ انہیں جانتا ہے۔ وہ انہیں محسوس کر سکتا تھا......

قرآن کی ان اوراق میں جو اس کے ہاتھ میں تھے، اور اس کا وہ ہاتھ اس کے سینے پر تھا۔ اس نے ان اوراق کو چوم لیا۔

''یہ کیسی دیوانگی ہے......؟ یہ تو دہشت گردی ہے...... مذہب کے نام پر...... اور دہشت گرد محض نام کے کرسچن ہیں۔''

وہ وہاں کھڑا رہا۔ بین کرتی ہوئی عورتوں کی آوازیں اس کی سماعت کو چھیدتی رہیں۔ ان میں مائیں اور بہنیں بھی تھیں مرنے والوں کی اور دادیاں نانیاں بھی۔ وہ ان شکست جسموں سے لپٹ جانا چاہتی تھیں۔ لیکن پولیس والے انہیں روک رہے تھے۔

جمیل کی طبیعت بگڑنے لگی۔

''اسے کیا کہا جائے......؟ اللہ کی مرضی......؟ یا مرنے والوں کی بدقسمتی......؟''

لیکن وہ تدبیر کو ماننے والا تھا۔ وہ تقدیر کا قائل نہیں تھا کہ یہ موت یوں ہی لکھی گئی تھی۔ اس کا وقت اور سبب مقرر تھا۔

''نہیں......! یہ موت خدا کی لکھی ہوئی نہیں تھی۔ یہ تو کچھ لوگوں کا قبیح اور مذموم عمل تھا۔''

''امریکن کروسیڈ پارٹی......؟''

اس کے ذہن میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔

☆☆☆

پانچ گھنٹے کے آپریشن کے بعد وہ قاری عبدالمنان کو باہر لائے۔



جمیل نعمان کاریڈور میں کب سے کھڑا تھا۔

قاری کے سر پر پٹیاں بندھی تھیں۔ اس کا ٹوٹا پھوٹا جسم اسپتال کی گرین چادر کے نیچے تھا۔ اس کا چہرہ بے رنگ تھا اور عینک کے بغیر وہ بہت عجیب اور نامکمل لگ رہا تھا۔

''اس کا وجود اتنا مختصر ہے......؟''

جمیل نے حیرت سے سوچا۔

''میں نے کبھی خیال ہی نہیں کیا تھا۔''

وہ ایمرجنسی ٹیم کے سرجن انچارج کی طرف گیا۔

''اس کی کیا صورتِ حال ہے ڈاکٹر......؟''

اس نے پوچھا۔

''تم اس کے رشتہ دار ہو......؟''

''نہیں......!''

جمیل ہچکچایا۔

''دوست سمجھ لو......!''

''کل آنا......!''

یہ کہہ کر سرجن جانے کے لئے مڑا۔

جمیل نے آگے بڑھ کر اسے روکا اور اپنی شناخت کرائی۔

''مجھے اس کیس میں دلچسپی ہے۔''

اس نے کہا۔

''تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تمہارا تعلق پولیس سے ہے......؟''

جمیل خاموش رہا۔ اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ سرجن پولیس والوں کو ناپسند کرتا ہے۔

''اس کی بائیں ٹانگ گھنٹوں کے اوپر سے کاٹنی پڑی ہے۔ دائیں ٹانگ کے بارے میں فی الحال یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن امکان ہے کہ وہ بچ جائے گی۔ اندرونی زخم بھی بہت ہیں اور سر کی ہڈی کو بھی نقصان پہنچا ہے۔''

جمیل کے اندر وحشت سی اُبھری۔

اچانک سرجن نے کہا۔

''ارے......! تم کیپٹن جے نومان ہو نا......؟''

جمیل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''تب تو تمہارے لئے ایک بری خبر ہے۔ یہ شخص مرے گا نہیں!''

یہ کہہ کر سرجن ایک طرف چلا گیا۔

لفٹ کے پاس راہ داری میں ایک پبلک فون تھا۔ جمیل نے وہاں سے تھانے کا نمبر ملایا۔ ڈیسک پر کوئی سارجنٹ جیننگز تھا۔

''سارجنٹ......! میں کیپٹن نعمان بات کر رہا ہوں۔ مسجد میں دھماکے کی خبر آئی تو ڈیوٹی پر کون تھا......؟''

''میں ہی تھا، کیپٹن......!''

''تمہارے پاس اس کال کا مسودہ ہے......؟''

''یس سر......!''

''ذرا مجھے پڑھ کر سناؤ......!''

دوسری طرف سے کاغذوں کی سرسراہٹ سنائی دی، پھر سارجنٹ کی آواز اُبھری۔

''کال چار بج کر چھ منٹ پر ریسیو ہوئی تھی۔ میں چند منٹ پہلے ہی ڈیوٹی پر آیا تھا۔''



اس شخص نے کہا۔

''دس منٹ بعد مسجد میں بم پھٹنے والا ہے۔ یہ امریکن کروسیڈ پارٹی کی طرف سے وارننگ ہے۔ ہم مسلمانوں کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ یہ ملک عیسائیوں کا ہے، عیسائیت کے لئے ہے۔''

''بس......! اتنا ہی......؟''

''جی ہاں......! پھر میں نے علاقے کی مسجد کا نمبر ملایا۔ گھنٹی بج ہی رہی تھی کہ دھماکہ ہوگیا۔ مجھے مسجد کا نمبر تلاش کرنے میں کوئی ایک منٹ لگا ہوگا۔ یعنی کال آنے کے دو منٹ بعد دھماکا ہوگیا۔''

''شکریہ سارجنٹ......!''

جمیل نے کہا اور فون رکھ دیا۔

اب اسے گھر جانا تھا۔

☆☆☆

اگلے روز آفس جاتے ہوئے وہ پہلے اسپتال گیا۔ قاری عبدالمنان آئی سی یو میں تھا۔ اس کو اتنی نلکیاں لگی تھیں کہ وہ کوئی مشین لگ رہا تھا۔ الیکٹرونک مانیٹرز کی روشنیاں جل بجھ ہو رہی تھیں۔

لیکن پٹیوں میں لپٹے ہوئے قاری کے چہرے پر گزشتہ روز کی سی بدرنگی نہیں تھی۔ وہاں قدرے بحالی نظر آ رہی تھی۔ تاہم اس کی آنکھیں بند تھیں۔ جمیل کھڑا اسے دیکھتا رہا۔

پھر قاری کی پلکیں لرزنے لگیں، اس کی آنکھیں کھلیں۔ لیکن ان میں شناسائی کی کوئی رمق نہیں تھی۔ شاید اس لئے کہ وہ اپنی عینک سے محروم تھا، اور عینک کے بغیر وہ دیکھ نہیں سکتا تھا۔

''میں جمیل نعمان ہوں......!''

قاری کے لبوں پر ایک آہ مچلی اور اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

''مجھے افسوس ہے قاری صاحب......!''

''میرے...... میرے شاگرد......؟''

جمیل نے کوئی جواب نہیں دیا۔

قاری نے دوبارہ آنکھیں کھولیں۔ اس بار اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ رو رہا تھا۔ آنسو اس کے رُخساروں پر بہہ رہے تھے۔ اس کا وجود سمٹ رہا تھا، جیسے آنسوؤں میں اس کا پگھلا ہوا وجود ہو۔ لگتا تھا، وہ آنسو کبھی نہیں رُکیں گے۔

لیکن پھر آنسو رُک گئے۔

''یہ شخص......''

اس نے اپنے خشک ہونٹوں پر بمشکل زبان پھیری۔

''یہ انسان ہرگز نہیں ہے۔''

''آپ غلطی پر ہیں۔''

جمیل نے نرم لہجے میں کہا۔

''یہ ٹیلر کا کام نہیں ہے۔ اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں......!''

''تو پھر...... اور کون ہو سکتا ہے...... تم......؟''

اب تو اس کی سرگوشی بھی بے حد کمزور تھی۔

جمیل نے چادر کے نیچے اس مقام کو دیکھا، جہاں قاری کی ٹانگ کو ہونا چاہئے تھا۔ اس خلاء کو دیکھ کر اسے کچھ ہونے لگا۔

اس دوران قاری پھر غشی کی کیفیت میں جا چکا تھا۔

☆☆☆



جمیل کی کیفیت اس مسافر کی سی تھی جو صحرا میں رستہ بھول گیا ہو، سمتیں تلاش کرتا پھر رہا ہو۔

سب سے پہلے وہ دستک دیئے بغیر پولیس کمشنر کے کمرے میں گھس گیا۔ اس نے دھڑ سے دروازہ بند کیا اور مائیکل ویسٹلے کے سامنے جا بیٹھا۔ لیکن جارحانہ انداز کے باوجود اس کے لہجے میں نرمی تھی۔

''تین معصوم بچے قبر میں اُتر گئے۔ ایک ٹانگ سے محروم عالم آئی سی یو میں پڑا ہے اور جہاں مسجد تھی، وہاں اب ملبے کا ڈھیر ہے۔ کیا کیا جا سکتا ہے......؟''

ویسٹلے اسے غور سے دیکھتا رہا۔

''میں تمہیں یہ بتا سکتا ہوں کہ کیا نہیں کرنا چاہئے......؟''

اس نے نرم لہجے میں کہا۔

''ہسٹیریا میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں۔ دیوانہ وار چھاپے مارنے کی ضرورت نہیں۔ یہ بڑا المیہ ہے۔ لیکن پولیس کا کام جذباتی ہونا نہیں...... بلکہ......''

''کیا تم مجھے پریس کانفرنس کا مشورہ دے رہے ہو......؟''

جمیل کا لہجہ تلخ ہو گیا۔

''اب تک ان پریس کانفرنسوں سے کچھ فائدہ ہوا ہو تو بتاؤ......؟ اور یہ امریکن کروسیڈ پارٹی کیا بلا ہے......؟''

''یہ نفرت کرنے والوں کا ایک گروہ ہے...... دائیں بازو والا۔ یہ لوگ تعداد میں تھوڑے بھی ہیں۔ ان کو خلافِ قانون قرار دیا جا چکا ہے۔ اب یہ چھپ کر کام کر رہے ہیں۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ یہ انہی کی حرکت ہو......؟''

''لیکن وارننگ کال......؟''

''فون پر کوئی کچھ بھی کہہ سکتا ہے۔ اگر کسی نے تمہارا ہی نام لے دیا ہوتا تو کیا کرتے تم......؟ اس کال سے اتنا پتا چلتا ہے کہ کال کرنے والے کی ٹائمنگ ڈیوائسز کے بارے میں معلومات محدود ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتے تھے۔ وہ سمجھے تھے کہ وہ دس منٹ پہلے کال کر رہے ہیں۔ اور دس منٹ مسجد خالی کرنے کے لئے بہت کافی تھے۔''

''اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہیں معلوم ہو کہ صرف دو منٹ باقی ہیں دھماکے میں، اور انہوں نے فون پر دانستہ دس منٹ کہا، تا کہ تم یہ تجزیہ کرو، جو تم نے ابھی پیش کیا ہے۔ اور بہرحال جو کچھ تم نے کہا، اس سے ان بچوں کے لواحقین کو تو کوئی تسلی نہیں ملے گی۔''

''تم بس کسی پر الزام دھرنا چاہتے ہو۔''

کمشنر نے کہا۔

''تو اپنے اس عالم پر الزام کیوں نہیں رکھتے کہ اسے سیاست میں گھسنے کی کیا ضرورت تھی......؟ وہ نفرت کا پرچار کیوں کر رہا تھا......؟''

''بڑی بے انصافی کی بات کی ہے تم نے۔''

جمیل نے دل شکستگی سے کہا۔

''لیکن بدقسمتی سے یہ بات سچی ہے۔ دیکھو جے......! یہ بڑا المیہ ہے۔ لیکن اگر تمہارا وہ عالم کلنٹن ٹیلر کے اور تمہارے خلاف زہریلی تقریریں نہ کرتا تو آج وہ بچے زندہ ہوتے۔''

جمیل کو لگا کہ وہ پھٹ پڑے گا...... اور یہ بے سود ہوتا۔ چنانچہ وہ اُٹھا اور کمشنر کے دفتر سے نکل آیا۔

☆☆☆



گزشتہ 36 گھنٹوں سے وہ حواری کو بھولے بیٹھا تھا۔ شاید یہ یاد دلانے کے لئے ایف بی آئی کا پیٹرسن اس کے دفتر میں موجود تھا۔

اپنی کرسی پر بیٹھ کر جمیل نے میز پر رکھی ہوئی رپورٹس کا جائزہ لیا۔ لیکن درحقیقت اسے ان میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

''میں جانتا تھا کہ تم 4 جولائی سے پہلے لینگڈن کو رہا کر دو گے۔''

پیٹرسن نے کہا۔

''اور میرا اندازہ درست تھا۔ لیکن یہ میں نے نہیں سوچا تھا کہ اسے رہا کرانے والا خود کلنٹن ٹیلر ہوگا۔ تم بتاؤ......! تم یہ سوچ سکتے تھے......؟''

''نہیں بھئی......! میں تمہاری طرح الہامی نہیں ہوں۔''

پیٹرسن مسکرایا۔

''اب مجھ پر کچھ اور القا ہوا ہے...... شاید اب تک کا بہترین۔ تم خود بھی تو حواری ہو سکتے ہو۔ ذرا سوچو تو...... ایک پولیس والا خود کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ کون شک کرے گا اس پر......؟''

''تم کرو گے......!''

جمیل نے سادگی سے کہا۔

پیٹرسن نے سگریٹ سے ایک اور سگریٹ سلگائی۔

''میں ابتداء سے جائزہ لے رہا ہوں کیپٹن......! تم شرابی تھے۔ ئر سے دوستی نہ ہوتی تو تم کب کے پولیس فورس سے نکالے جا چکے ئے۔ لیکن تم چالاک بھی ہو اور سخت جان بھی۔ تم انصاف کے اس پورے م کو ناپسند کرتے ہو۔ مجرموں سے تمہیں نفرت ہے۔ ایسے میں یہ حواری ئیڈیا سوجھنا ناممکن نہیں۔ اور اس پر عمل بھی کیا جا سکتا ہے۔''

جمیل نے اسے حیرت سے دیکھا۔ کیسا زرخیز ہے اس شخص کا ذہن۔ اسے تو ناول نگار ہونا چاہئے۔ لیکن نہیں، یہ بات تو ماریہ نے بھی کہی تھی۔

"تو میں یہاں سے شروع کرتا ہوں۔ تمہارے لئے یہ کچھ مشکل نہیں تھا۔ ڈیوٹی کے بعد تم نے ریگن پر حملہ کیا اور اس کا ریوالور ہتھیا لیا۔ پھر تم نے اپنے دوست کمشنر پر دباؤ ڈالا اور اس کیس کے انچارج بن گئے۔ زبردست...... ہے نا......؟ ہر بات تمہیں معلوم ہوتی تھی۔ تم نے اپنے آدمیوں کو اپنے پیچھے لگا لیا، جان بوجھ کر تم نے چرائی ہوئی کار وہاں چھوڑ دی اور پھر اپنے آدمیوں کو اس علاقے کی بے کار تلاش پر مامور کر دیا۔ شاندار......!"

"لیکن مقصد......؟"

"تم مسلمان ہو، اقلیتیں ہمیشہ بے چین اور غیر مطمئن رہتی ہیں۔ اور اس طرح تم اپنی دانست میں جرائم کی بیخ کنی بھی کر رہے ہو۔"

"مسلمان ہونے سے اس کا کیا تعلق......؟"

"کلنٹن ٹیلر ہر اقلیت کا دشمن ہے، کیا سیاہ فام......؟ کیا یہودی......؟ کیا تارکین وطن......؟ اور کیا مسلمان......؟"

"لیکن ٹیلر کو بچانے کے لئے میں نے ایک مسلمان کو شوٹ کیا۔"

"دکھاوا......! یوں تو تم ٹیلر کی حمایت بھی کرتے ہو۔ صرف اس لئے کہ تم پر کوئی شبہ نہ کرے۔ اور 4 جولائی کو تم خاموشی سے اسے ٹھکانے لگا دو گے۔"

جمیل خاموش بیٹھا رہا۔ کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

"کاش...... ایسا ہی ہو۔ مجھے اپنا یہ آئیڈیا بہت پسند آیا ہے۔ تم



داری ہو تو میں تمہیں 4 جولائی کو رنگے ہاتھوں پکڑوں گا۔"

☆☆☆

جمیل نعمان بہت بے چین، بہت بے سکون تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے......؟ وہ اِدھر اُدھر ٹکریں مارتا پھرا۔ پھر جب اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تو شام کو وہ پادری ٹیلر سے ملنے دی والڈ ورف چلا گیا، جہاں 31 ویں منزل کے ایک سوئٹ پر وہ مقیم تھا۔ وہ وہاں چار جولائی کے سلسلے میں تیاری کر رہا تھا۔

پادری نے سر اُٹھا کر اسے دیکھا۔

"بم دھماکے کے بارے میں کوئی نئی بات سامنے آئی......؟"

اس نے پوچھا۔

"کوئی نئی بات کبھی سامنے نہیں آئے گی۔"

جمیل نے کہا۔

"تینوں بچے دفن کر دیئے گئے اور قاری صاحب کی ٹانگ بھی۔ قصہ تم......! میں آج بچے کھچے قاری صاحب سے ملا۔ ان کے خیال میں ذمہ دار ہم ہیں۔"

"یہ تو زیادتی ہے۔"

"ممکن ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ تم غیر کرسچن لوگوں کے خلاف ت پھیلاتے ہو۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ میں تمہارا ساتھ دیتا ہوں۔"

پادری کے چہرے پر فکرمندی تھی۔

"نفسیاتی مریضوں کی ذمہ داری ہم پر عائد نہیں کی جا سکتی۔ ہم پنے قلب اور ضمیر کی روشنی میں چلتے ہیں۔ ہم میں سے کوئی ان المیوں کی

خواہش نہیں کرتا۔ خدا ان پر رحم کرے، جنہوں نے یہ سب کچھ کیا۔ لیکن میں نے تم سے یا کسی سے بھی ایسا کچھ کرنے کو کبھی نہیں کہا۔ ہمارے درمیان ایسا کوئی تعلق نہیں۔ اور تمہارا اپنے خدا سے اپنا ایک تعلق ہے۔ میں اس میں دخل نہیں دیتا۔ یہ سوچنا تمہارا کام ہے کہ تمہارا خدا اس سلسلے میں تم سے کیا اُمید رکھتا ہے......؟"

"میرا خدا کسی سے کوئی اُمید نہیں رکھتا۔ وہ بے نیاز ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔"

جمیل نے خشک لہجے میں کہا۔

"اور جہاں تک میرا تعلق ہے، میں محض ایک پولیس والا بن کر رہ گیا ہوں۔ میرا تو خدا سے جیسے کوئی تعلق ہی نہیں......!"

"میں نے ان بچوں کے لئے ابدی سکون کی دُعا کی ہے خدا سے......!"

پادری کے لہجے میں رقت تھی۔

"میں نے قاری کی صحت یابی کے لئے بھی دُعا کی ہے۔ لیکن کبھی کبھی مجھے خود پر بھی یقین نہیں رہتا۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں، تمام انسانوں کی بہتری کے لئے کر رہا ہوں۔"

جمیل کا دل مطمئن نہیں تھا۔

☆☆☆

وہ آدھی رات کے قریب گھر پہنچا۔ کار پارک کرنے کے بعد انجن بند کر کے وہ کار میں ہی بیٹھا رہا۔

"کیا ماریہ سونے کے لئے لیٹ چکی ہوگی......؟ اگر نہیں تو کیا



وہ......؟"

وہ اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ خود اپنا سامنا کرنے پر تو وہ مجبور تھا۔

وہ کار سے اُترنے لگا تھا کہ کوئی اسے اپنی طرف بڑھتا نظر آیا۔ وہ ایک دراز قد ہیولا تھا۔ چلتے ہوئے اس کے دونوں ہاتھ جھول رہے تھے، اور لگتا تھا کہ وہ خالی ہیں۔

جمیل نے پھر بھی اپنا ریوالور نکال لیا۔

"پُرسکون ہو جاؤ کیپٹن......! یہ میں ہوں......!"

جمیل نے رچرڈ گینز کی آواز پہچان لی۔

"میں جانتا ہوں کہ یہ میری حماقت ہے۔ اتنی رات کو ایک پولیس والے کی طرف اس انداز میں بڑھنا...... اور پولیس والا بھی ایسا کہ جس پر حال ہی میں قاتلانہ حملہ ہو چکا ہو۔"

جمیل نے ریوالور واپس رکھ لیا۔

"مجھے احساس ہے کہ اس صبح میں نے تمہیں فون کر کے غلطی کی۔"

رچرڈ نے کہا۔

"اور اب تم معذرت کرنے کے لئے آدھی رات کو اس پارکنگ لاٹ میں چلے آئے ہو۔"

"مجھے تم سے بات کرنی تھی۔"

جمیل نے دروازہ کھولا اور رچرڈ بھی کار میں آ بیٹھا۔ جمیل جانتا تھا رچرڈ کیا کہے گا......؟ پھر بھی اسے تجسس تھا۔

"گزشتہ 48 گھنٹوں میں تمہارے دوست پادری کی وجہ سے چار جانیں ضائع ہو چکی ہیں، اور ایک آدمی اپاہج ہو گیا ہے۔ اور جہاں تک میں

سمجھتا ہوں، یہ محض آغاز ہے......"

"ایک منٹ......!"

جمیل نے اس کی بات کاٹ دی۔

"میں جانتا ہوں کہ تم کس چکر میں ہو......؟ مگر حقائق کو توڑ مروڑ کر بات نہ کرو......! ٹیلر کا ان میں سے کسی معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔ ایک آدمی میرے ہاتھوں مارا گیا، کیونکہ وہ مجھے ختم کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے اپنے دفاع میں قتل کیا۔ اور وہ بچے، انہیں عیسائی قدامت پرستوں نے نشانہ بنایا، ٹیلر نے نہیں......!"

"ایک ہی بات ہے......!"

رچرڈ نے بے پرواہی سے کہا۔

"کیسے......؟"

"ٹیلر خود متعصب ہے۔ ایسے ہی لوگ تو اسے سپورٹ کرتے ہیں۔ اس کے کہے ہوئے الفاظ ہی تو انہیں مشتعل کرتے ہیں۔ وہ یہی کچھ چاہتا ہے۔ وہ ایک گندی تحریک ہے۔ میں اس سے متاثر ہونے والوں کو بری الذمہ نہیں سمجھتا۔ لیکن اصل مجرم پادری ٹیلر ہی ہے۔"

جمیل کا جیل چاہا کہ کار سے اُتر جائے۔ لیکن اس نے خود کو روک لیا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے میرے عہد سے آزاد کر دو......!"

رچرڈ نے کہا۔

"میں اسے مٹا دینا چاہتا ہوں۔"

"نہیں......! ہرگز نہیں......!"

"سمجھنے کی کوشش کرو......! وہ شیطان ہے......!"



"میں تم سے زیادہ جانتا ہوں اس کے بارے میں۔"

جمیل نے چڑ کر کہا۔

"اسے سمجھنا آسان نہیں۔ جیسا تم سمجھتے ہو، وہ ویسا نہیں ہے۔"

"یہ چار لاشیں تمہیں سمجھانے کے لئے کافی نہیں......؟ کتنی لاشیں چاہتے ہو تم......؟"

جمیل نے سوچا۔

"یہ مجھے قائل کرنے کی کوشش کیوں کر رہا ہے......؟ کیا مجھ سے کیا ہوا وعدہ اس کے لئے کوئی زنجیر ہے......؟"

بالآخر اس نے کہا۔

"میں تمہیں قتل کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ تم اسے جو جی چاہے سمجھو......!"

"پولیس کمشنر کا عہدہ تمہارے لئے اتنا اہم ہے کہ اس کے سامنے انسانی لہو کی بھی کوئی اہمیت نہیں......؟"

جمیل نے کار کا دروازہ کھولا اور باہر نکلنے لگا۔

رچرڈ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"آئی ایم سوری......! میں درحقیقت تمہیں ایسا نہیں سمجھتا۔ دراصل میں ذہنی طور پر بہت منتشر ہوں۔ دیکھو نا...... ڈیڈ لائن اب صرف 48 گھنٹے دُور ہے، اور وہ مجھے اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ میں تمہیں قائل کر لوں گا۔ شاید تم مجھے میرے وعدے سے آزاد کر دو گے۔ لیکن نہیں تو نہ سہی......! چلو...... ایک آخری احسان کر دو مجھ پر......!"

جمیل دوبارہ بیٹھ گیا۔

"نہیں......! تمہیں بہت کچھ مل چکا۔ اب مزید کوئی اُمید نہ رکھ مجھ

سے......!"

"پلیز......! یہ صرف میری بات نہیں......!"

رچرڈ کے لہجے میں التجا تھی۔

"یہ تمہارے لئے بھی ہے۔ کم از کم میری بات سن لو......! ورنہ عمر بھر ضمیر پر بوجھ رہے گا۔"

جمیل کار سے اُتر آیا اور چلنے لگا۔

رچرڈ بھی اس کے ساتھ تھا۔

"تم اٹلانٹا چلے جاؤ......!"

جمیل چلتے چلتے رُک گیا۔

"کس لئے......؟"

"ایک بوڑھی عورت سے ملنے اور بات کرنے کے لئے، جو روئے زمین پر ٹیلر کے بارے میں سب سے زیادہ جانتی ہے۔"

"وہ مبلغ کی بیوہ......؟ جس سے تم ملے تھے......؟"

"ہاں......! میں مسز فور سائتھ کی بات کر رہا ہوں۔"

"وہ مجھے ایسا کیا بتا سکتی ہے...... جس سے میرا نظریہ تبدیل ہو جائے......؟"

"یہ تو مجھے نہیں معلوم......! لیکن بہرحال سچ کیا ہے......؟ یہ تمہیں معلوم ہو جائے گا۔"

جمیل پھر آگے بڑھ گیا۔

"پلیز......!"

رچرڈ نے اسے پکارا۔

"یہ مجھ پر احسان ہوگا تمہارا......! پھر میں تم سے کبھی کچھ نہیں مانگوں



گا۔"

"نہیں رچرڈ......! تمہارا کوٹہ پورا ہو چکا ہے۔"

☆☆☆

اس رات جمیل نے خواب میں اپنے باپ کو دیکھا۔

"سمجھنے کی کوشش کرو بیٹے......!"

وہ کہہ رہا تھا۔

"موت سے ڈرنا غلط ہے۔ موت کوئی المیہ نہیں۔ وہ تو فطری ہے۔ لیکن قتل مختلف معاملہ ہے۔ ایک آدمی کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے۔"

"حقیقت کی جستجو کرنے سے کبھی نہیں ڈرنا چاہئے میرے بیٹے......! جستجو ضرور کرو...... بس محتاط رہنا۔"

اگلی صبح جمیل نے ائیرپورٹ سے ہیڈکوارٹرز فون کیا۔

"میں آج دفتر نہیں آؤں گا۔"

اس نے انہیں مطلع کیا۔

آدھے گھنٹے کے بعد نو بجے صبح والی ڈیلٹا کی فلائٹ اٹلانٹا کے لئے روانہ ہوگئی۔

☆☆☆

شام کے وقت وہ کاٹیج پہنچا۔ ڈرائیو وے میں 1967ء ماڈل کی پلائی موتھ کھڑی تھی۔ دروازے کے سامنے قدمچوں کی ریلنگ شکستہ تھی۔ جمیل نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے حیرت سے سوچا کہ وہ یہاں کیا کر رہا ہے......؟

اس نے دستک دی۔ مسز فور سائتھ نے دروازہ کھولا۔ وہ چھڑی کا سہارا لئے کھڑی تھی۔

''اگر تم کچھ بیچنے کے لئے آئے ہو تو تمہیں مایوسی ہوگی۔''

اس نے کہا۔

''میں کیپٹن جمیل نعمان ہوں۔ ایک پولیس آفیسر......!''

جمیل نے اسے اپنا بیج دکھایا۔

''میں نیویرک سے یہاں آیا ہوں۔ مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔''

''اب یہی ایک کام تو ہے، جو میں کر سکتی ہوں کیپٹن......! باتیں کرنا۔''

مسز فور سائتھ نے کہا۔

''آؤ......! اندر آجاؤ......!''

اس نے اسے ایک کاؤچ پر بیٹھنے کو کہا۔ بلیوں کی اُچھل کود سے کاؤچ کے اسپرنگ تقریباً ناکارہ ہو چکے تھے۔

چند منٹ بعد وہ اس کے لئے کافی لے کر آئی۔

''میں بس یہی تواضع کر سکتی ہوں تمہاری......!''

''شکریہ......! مسز فور سائتھ......!''

مسز فور سائتھ خود کھڑکی کے پاس ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

کاؤچ پر جمیل کے ساتھ بیٹھی ہوئی بلی اُٹھی، اور مستانہ چال چلتی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

''اب بتاؤ کیپٹن......! تم مجھ سے کس سلسلے میں بات کرنا چاہتے ہو......؟''



''کلنٹن ٹیلر کے بارے میں......''

''مجھے ناخوش گواریت کے ساتھ احساس ہو رہا تھا کہ تم یہی کہو گے۔ کچھ عرصہ پہلے ایک اور شخص اسی سلسلے میں یہاں آیا تھا۔ یہاں سے جاتے ہوئے وہ اپنے پیچھے یادگار کے طور پر ایک شخص کی لاش چھوڑ گیا تھا۔''

''میں جانتا ہوں۔ اسی نے اصرار کر کے مجھے یہاں بھیجا ہے۔''

مسز فور سائتھ کے چہرے پر تناؤ سا نظر آیا۔

''وہ وقتاً فوقتاً مجھے فون کرتا رہتا ہے۔''

جمیل نے وضاحت پیش کی۔

''یہ ایک طرح سے اس کا کھیل ہے۔ شاید یوں وہ مجھے جتاتا ہے کہ میں اسے پکڑ نہیں سکتا۔ بہرحال اس کا کہنا تھا کہ کلنٹن ٹیلر کو آپ سے زیادہ اور آپ سے بہتر کوئی اور نہیں جانتا۔''

''مگر تمہیں اس میں دلچسپی کیوں ہے......؟''

''پادری ٹیلر کو 4 جولائی کو ممکنہ موت سے بچانا میری ذمہ داری ہے۔''

مسز فور سائتھ کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

''اب میں سمجھی......! وہ تمہیں قائل کرنا چاہتا ہے کہ ٹیلر کو قتل کرنا اجر کا کام ہے...... نیکی ہے۔''

''جی ہاں......! آپ کے دوست کا یہی خیال ہے۔''

''اور تمہارا کیا خیال ہے کیپٹن......؟''

''میں تیس سال سے پولیس کے محکمے میں ہوں مسز فور سائتھ......! میں قانون پر یقین رکھتا ہوں۔ قتل کو جائز نہیں سمجھ سکتا، خواہ اس کی کوئی بھی وجہ ہو۔''

"تو پھر اتنا طویل سفر کر کے مجھ سے بات کرنے کے لئے یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی......؟"

مسز فورسائتھ نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"شاید صرف تجسس......! میں حقیقت جاننا چاہتا ہوں۔"

بوڑھی عورت اسے گھور رہی تھی۔

"میں سمجھ گئی۔ اچھا......! تم مسلم ہو نا......؟"

جمیل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میرا شوہر ہین سن محبت کا آدمی تھا...... کیا مسلمان......؟ کیا یہودی......؟ وہ سب سے محبت کرتا تھا۔ اور جب لوگ اس پر اس حوالے سے تنقید کرتے تو وہ ہنستے ہوئے کہتا...... خدا کا شکر ہے......! میں سچا کرسچن ہوں۔ ان سے بھی محبت کرتا ہوں جو مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے، میں ان سے ملتا تو یقیناً انہیں پسند کرتا۔"

جمیل نے کہا۔

"ہین سن کا کہنا تھا کہ سچا کرسچن ہر انسان سے محبت کرتا ہے۔ وہ ہر طرح کے تعصب اور نفرت سے پاک ہوتا ہے۔"

بلی پھر کاؤچ پر آ بیٹھی تھی۔ جمیل اس کا سر سہلا رہا تھا۔ وہ خرخرانے لگی۔

"مجھے افسوس ہے کہ تم کلنٹن ٹیلر کے بارے میں بات کرنے کے لئے آئے ہو، میرے شوہر کے بارے میں نہیں۔ ٹیلر بہت چالاک اور مکار ہے۔ وہ شیطان ہے۔ میں تمہیں اس کے بارے میں جو کچھ بتاؤں گی، وہ تم پہلے ہی سن چکے ہوگے اور لفظوں کی...... اور میرے لفظوں کی اہمیت میں کیا ہے......؟ میں غیر جانبدار تو نہیں ہوں۔ میں تو اس سے نفرت کرتی ہوں۔



شرمندہ ہوں لیکن بہرحال یہ سچ ہے۔"

وہ کہتے کہتے رُکی۔ کچھ سوچتی رہی، پھر بولی۔

"کیا تم آج یہاں قیام کر سکتے ہو......؟"

"کیوں نہیں......؟ بشرطیکہ ضروری ہو......!"

"میں کسی وجہ سے کہہ رہی ہوں۔"

وہ چھڑی کا سہارا لے کر اُٹھی۔

"میں ایک فون کر لوں ذرا......!"

اور وہ کچن میں چلی گئی۔

وہ واپس آئی تو خوش نظر آ رہی تھی۔

"سب بندوبست ہو گیا ہے۔ اب تم یہاں سے روشنی لے کر جاؤ گے۔ تمہاری زحمت رائیگاں نہیں ہوگی۔"

جمیل خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"مجھ پر اعتماد کرو......! اور ہاں......! تمہیں کھانا بہت اچھا نہیں مل سکے گا۔"

"کوئی بات نہیں......! میں تو اس پر آپ کا احسان مند ہوں گا۔"

☆☆☆

پہلے دس منٹ کی ڈرائیو میں کوئی بات نہیں ہوئی۔

جو شخص ڈرائیو کر رہا تھا، اس نے اپنا تعارف ایک ریاضی داں کی حیثیت سے کرایا تھا۔ اس کے نزدیک مساوات گفتگو سے زیادہ اہم تھی۔ وہ بہت سنجیدہ آدمی تھا۔ اس نے واضح کر دیا تھا کہ اگر مسز فورسائتھ نے بہت زیادہ اصرار نہ کیا ہوتا تو وہ کبھی اس مہم کے لئے رضامند نہ ہوتا۔ اس کا کہنا

تھا کہ یہ معاملہ خطرناک حدود میں بھی داخل ہو سکتا ہے۔ جن لوگوں سے واسطہ ہے، وہ ثابت کر چکے ہیں کہ وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں، کسی حد تک بھی جا سکتے ہیں۔

ان باتوں نے جمیل نعمان کے تجسس کو اور مہمیز کر دیا تھا۔

شام رات سے گلے ملنے کے لئے بڑھ رہی تھی۔ ہلکی ہوا میں پائن کے درخت سرگوشیاں کرتے محسوس ہو رہے تھے۔ سورج کی نارنجی گیند پہاڑیوں کے عقب کی طرف لڑھک رہی تھی۔ درختوں کے درمیان سے گزرتی ہوئی سڑک سنسان تھی۔ وہ علاقہ بھی سنسان تھا۔ کہیں کہیں اِکا دُکا فارم ہاؤس کی جھلک دکھائی دیتی تھی۔

سائے گہرے ہونے لگے تو ڈرائیو کرنے والے نے گاڑی کی ہیڈ لائٹس روشن کر دیں۔

”وہاں پہنچنے سے پہلے میں چند نکات واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ میں تمہیں نہیں جانتا۔ مجھے تمہارا نام تک معلوم نہیں۔“

اس نے کہا۔

”اور میں جاننا بھی نہیں چاہتا۔ اور میں چاہتا ہوں کہ تم بھی اس سلسلے میں کرید نہ کرو۔ جو میں جانتا نہیں، وہ تمہیں بتا نہیں سکتا۔ آج تم جن لوگوں کی باتیں سنو گے، وہ اپنے اپنے میدان کے ممتاز ترین لوگوں میں سے ہیں۔ میں بھی......“

وہ کہتے کہتے رُکا اور آپ ہی آپ مسکرایا۔

”درحقیقت میں بھی ریاضی داں نہیں ہوں۔ البتہ مساوات میں مجھے بہت دلچسپی ہے۔ آج کی میٹنگ میں مجھے ملا کر چھ آدمی ہوں گے۔ ان میں سے پانچ شمال مشرقی کونسل کے رُکن ہیں۔ ہماری ہر مہینے چار میٹنگز ہوتی



ہیں۔ چھٹا وہاں اس لئے موجود ہوگا کہ وہ ایک اور شہر کے نئے یونٹ کا سربراہ ہے۔ ہم اتنی تیزی سے پھیل رہے ہیں کہ نئے لیڈر بھرتی کرنا بھی ایک بڑا مسئلہ بن گیا ہے۔“

اس نے بریک لگائے، پھر گاڑی کو ایک کچے راستے پر موڑ لیا۔ یہاں درخت گھنے تھے اور رات کا سماں تھا۔ اب وہ گاڑی بہت احتیاط سے چلا رہا تھا۔

”انہیں نہیں معلوم کہ میں غدار ہوں۔“

اس نے کہا۔

”میں بالکل ابتداء سے ان کے ساتھ ہوں، مگر صرف نگرانی کی غرض سے۔ جس رفتار سے یہ تنظیم پھیلی ہے، اس سے خوف آتا ہے۔ لیکن کیونکہ تم وہ سب کچھ نہیں جانتے، جو میں جانتا ہوں۔ اس لئے تمہیں خوف نہیں آئے گا۔ اس وقت 43 شہروں میں ہمارے 187 یونٹ کام کر رہے ہیں۔ اوسطاً ہر ماہ تین نئے یونٹ قائم ہوتے ہیں۔“

جمیل نعمان سوال کرنا چاہتا تھا۔ لیکن نامناسب سمجھ کر رُک گیا۔

”تم یقیناً کوئی خاص آدمی ہو گے۔“

اس نے اپنی بات جاری رکھی۔

”کیونکہ پہلی بار مسز فورسائتھ نے مجھ سے اس طرح کی فرمائش کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں انکار نہیں کر سکا۔ جو کچھ میں کر رہا ہوں، اس کی تحریک بھی انہوں نے ہی دلائی تھی اور مجھے حوصلہ بھی دیا تھا۔ لیکن یہ آسان کام نہیں ہے۔ مجھے کچھ ایسے کام بھی کرنے پڑے، جنہیں یاد کر کے اب بھی میرا جی متلاتا ہے۔ میں بس خدا سے دُعا کرتا ہوں کہ میرا ایثار رائیگاں نہ جائے۔“

پگڈنڈی اب اور تنگ ہوگئی تھی۔ بالآخر اس کا اختتام ایک مسطح قطعہ زمین پر ہوا۔ وہاں دُور کنارے پر ایک تاریک سا بنگلہ نظر آ رہا تھا۔ چاند کی روشنی میں پورچ اور دو چمنیاں صاف دکھائی دے رہی تھیں۔

وہ کار سے اُترے۔ بہتے ہوئے پانی کی آواز قریب ہی کہیں سے آ رہی تھی۔ پھر جمیل کو درختوں کے درمیان بہتے ہوئے چشمے کے پانی کی چمک بھی دکھائی دے گئی۔ ایک گلہری ان کے قدموں کی چاپ سے ڈر کر اُچھلی اور ایک طرف دوڑ گئی۔

"یہ بنگلہ میرا ہے۔"

جمیل کے راہبر نے کہا۔

"یہاں تقریباً دو سال سے ہمارے اجلاس ہو رہے ہیں۔ میں نے یہ شکار کی غرض سے بنایا تھا۔ اس پر کوئی شک بھی نہیں کر سکتا۔ ہمارا ریکارڈ ایک خفیہ تجوری میں رہتا ہے۔ یہاں نہ بجلی ہے نہ ٹیلی فون۔"

اس نے چابی لگا کر دروازہ کھولا اور جمیل کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ ماچس کی تیلی جلا کر اس نے لالٹینیں روشن کیں۔ وہ ایک طویل کمرہ تھا، جس کے دونوں سروں پر آتش دان تھے۔ فرنیچر وہاں واجبی سا ہی تھا۔ ایک ریک میں چھ سات رائفلیں اور شاٹ گنیں رکھی تھیں۔ ایک گوشے میں مچھلی کے شکار سے متعلق تمام ضروری چیزیں موجود تھیں۔ کمرے میں تین دروازے تھے، جو دوسرے کمروں میں کھلتے تھے۔ وہاں ایک دوچھتی بھی تھی۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں جمیل کو چھپنا تھا۔

"ابھی بیس منٹ بعد وہ لوگ آنا شروع ہوں گے۔"

راہبر نے کہا۔

"لیکن ممکن ہے کہ کوئی ذرا جلدی آ جائے۔ اس لئے تم ابھی سے



اپنے مورچے میں چلے جاؤ......!"

وہ ایک سیڑھی لے کر آیا اور ایک پینل کھولا، جو بادی النظر میں دکھائی نہیں دیتا تھا۔

جمیل سیڑھی پر چڑھنے لگا۔

"آرام سے بیٹھنا، یاد رکھنا، میری اور تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ معمولی سی آہٹ بھی نہ ہو۔"

یہ تنبیہ اس نے چوتھی بار کی تھی۔

"اوپر ایک گدّا پڑا ہے۔ نظر آ رہا ہے تمہیں......؟"

"ہاں......!"

جمیل نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ گدّے میں سیلن کی بُو رچی ہوئی تھی۔

پینل بند کر دیا گیا۔ اب بس وہ روشنی ہی آ رہی تھی، جو تختوں کے درمیانی درزوں سے گزر رہی تھی۔

"میں نارمل آواز میں بول رہا ہوں۔ یہ آواز پہنچ رہی ہے تم تک......؟"

"ہاں......! میں سن سکتا ہوں۔"

جمیل نے جواب دیا۔

"ہم عین تمہارے نیچے موجود ہوں گے۔ میں نہیں سمجھتا کہ تمہیں سننے میں کوئی دِقت ہوگی۔ گڈ لک......!"

جمیل کا ہاتھ سگریٹ کے پیکٹ کی طرف بڑھا۔ مگر اس نے فوراً ہی کھینچ لیا۔ اس نے ایک گہری سانس لی اور گدّے پر دراز ہوگیا۔

اسے کچھ سننا تھا۔ مگر کیا......؟ اس کے لئے اسے انتظار کرنا تھا۔

☆☆☆

وہ غنودگی سے چونکا۔ اس کا جسم پسینے میں تر تھا۔ آوازیں اسے سنائی دے رہی تھیں۔ وہ یہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ کہاں ہے......؟ پھر اسے سب کچھ یاد آ گیا اور اس نے اپنی توجہ آوازوں پر مرکوز کر دی۔

اس نے کچھ بھی مِس نہیں کیا تھا۔ اصل میں اب ان لوگوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔ ان کے درمیان محض رسمی گفتگو ہو رہی تھی۔ مگر ان کے درمیان وہ بے تکلفی تھی، جو برسوں کے ساتھ کے نتیجے مین پیدا ہوتی ہے۔

اس نے ایک درز سے آنکھ لگائی۔ لیکن کچھ دیکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ البتہ گلاسوں کی کھنک سے اندازہ ہوا کہ بوتل کھل گئی ہے۔

پھر بالآخر میٹنگ کا آغاز ہوا۔ پہلے بجٹ اور فنڈز پر گفتگو ہوئی۔ پھر نئی بھرتیوں کا مسئلہ چھیڑا گیا۔ جمیل بری طرح بور ہو رہا تھا۔ اسے جماہیاں آنے لگیں۔ وہ تو ایک عام سی میٹنگ لگ رہی تھی۔

مگر پھر کسی نے امریکن کروسیڈ پارٹی کا نام لیا اور ایک لمحے میں فضاء بدل گئی۔

نئے یونٹ لیڈر کو سمجھایا جا رہا تھا۔

''تم بہت اچھے ہو ونسنٹ......!''

کسی نے کہا۔

''تم ہمارے بہترین کارکنوں میں سے ہو، ورنہ تمہیں یونٹ انچارج کیوں بنایا جاتا......؟ لیکن ایک کمزوری ہے تم میں۔ نرم دلی اور جذباتیت۔ اسے ابھی نہیں روکا گیا تو یہ آگے جا کر خطرناک ثابت ہوگی۔ یاد رکھو......! ہم لوگ اپنے کاز کا ہراول دستہ ہیں۔ ہمیں ایک سپاہی کے انداز میں سوچنا ہوتا ہے۔ سب سے اہم چیز ہماری اپنی بقاء ہے۔ باقی سب خالی خولی باتیں



ہیں۔ کہنے کو ہم ایک کرسچن تنظیم ہیں، لیکن ہم کرائسٹ کے تصورِ انسانیت کی پیروی ہرگز نہیں کرتے۔''

بات کرنے والے نے توقف کیا۔ نعمان نے سوچا۔

''یہ لیکچر اس شخص نے سینکڑوں بار دیا ہوگا۔''

سب رٹی رٹائی باتیں تھیں۔

''جو کچھ ہم کر رہے ہیں، اس میں ناکام ہو ہی نہیں سکتے۔''

مقرر نے سلسلہ کلام جوڑا۔

''کیونکہ ہم ایسا ہونے نہیں دیں گے۔ لیکن اگر ہم ناکام ہوئے تو اس کی ایک ہی وجہ ہوگی...... سختی کی کمی۔ بعض اوقات تشدد ناگزیر ہوتا ہے۔ اس موقع پر اگر ہم لڑکھڑا گئے، ہم دردمندی میں مبتلا ہوگئے تو ہار جائیں گے۔ کبھی کبھی کسی بڑے کاز کے لئے معصوم جانوں کی بھینٹ بھی دینی پڑتی ہے۔ بے رحمی اور ظلم کے خاتمے کے لئے ہمیں خود بے رحمی سے کام لینا اور ظلم کرنا سیکھنا ہوگا۔ معصوم بھیڑوں کے قتل عام کو روکنے کے لئے چند معصوم بھیڑوں کو قربان کرنا پڑتا ہے۔ لوگوں کی تربیت کے لئے کوڑے کی بڑی اہمیت ہے۔ ہمیں یہ حقیقت قبول کرنی ہوگی کہ جن لوگوں کی بہتری کے لئے ہم کام کر رہے ہیں، وہ ہم سے نفرت کرتے ہیں۔''

جمیل کا چہرہ پسینے میں نہا گیا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا اپنی سماعت پر۔

''کیا یہ سچ ہے......؟ کیا وہ 20 ویں صدی کے ایک بنگلے کی دو چھتی میں چھپا یہ سب کچھ سچ مچ سن رہا ہے، یا یہ زمانۂ قدیم کا روم ہے......؟''

''یہ بڑی اُداس کن حقیقت ہے......''

مقرر کہہ رہا تھا۔

''......کہ ہمارے درمیان ایسے لوگ موجود ہیں، جو ابھی تک نیویارک میں اُن تین بچوں کی موت پر غمزدہ ہیں۔ اور شاید تم بھی انہی میں سے ہو۔ لیکن ونسنٹ......! یاد رکھو......! ضمیر، انسانی ہمدردی اور اپنے مقصد کے بارے میں تشکیک بدترین کمزوریاں ہیں۔ ہماری سیاست میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ میں اور یہاں موجود اس کونسل کا ہر رکن اپنے مقصد کو آگے بڑھانے کی خاطر بلاجھجک سو معصوم بچوں کو بھی اُڑا سکتا ہے، اور اسے نہ ملال ہوگا اس پر، اور نہ وہ ان بچوں کے لئے آنسو بہائے گا۔ اور اگر کسی نے آنسو بہائے بھی تو اس کے اس فعل کے پیچھے دُکھ یا انسانی ہمدردی نہیں ہوگی، بلکہ ان آنسوؤں سے کوئی بڑا فائدہ حاصل ہو رہا ہوگا۔''

جمیل کا پہلا ردِعمل برہمی کا تھا۔ مگر اب وہ آہستہ آہستہ مٹ رہا تھا۔ وہ پرسکون ہوگیا۔ اس نے سمجھ لیا تھا کہ آگے اس سے زیادہ گھناؤنے اور بھیانک حقائق بھی سامنے آ سکتے ہیں۔ اسے خود پر، اپنے ہوش وحواس پر قابو رکھنا تھا۔

''اگر تم پر کبھی نرم دلی اور ضمیر حملہ آور ہوں وانسنٹ......! تو یاد رکھنا، ہمارے سامنے تاریخ کی مثال موجود ہے۔ تاریخ کے پاس نہ ضمیر ہوتا ہے، نہ وہ ہچکچاتی ہے، نہ کوئی غلطی کرتی ہے اور نہ پچھتاتی ہے۔ غلطیاں ہم سے سرزد ہوسکتی ہیں، تاریخ سے نہیں۔ تاریخ تو اپنی راہ میں ملنے والی لاشوں کے انبار پر سے گزر کر اپنے مقصد کی طرف بڑھتی رہتی ہے۔ اور جو شخص اس بات پر سو فیصد یقین نہیں رکھتا، اس کا امریکن کروسیڈ پارٹی سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ یہ بات یاد رکھنا وانسنٹ......! اور ہر مرحلے پر اس سے رہنمائی حاصل کرتے رہنا۔''



تقریر ختم ہوئی۔ نئے یونٹ لیڈر کو مبارک بادیں پیش کی گئیں، خواہشات کا اظہار کیا گیا۔ اس کے روشن مستقبل کے لئے جام تجویز کیا گیا۔ پھر جمیل نے الوداعی کلمات سنے، اور ونسنٹ رُخصت ہوگیا۔

''اچھا بھئی......! اب کام کی بات ہو جائے۔''

مقرر کی آواز پھر اُبھری۔

''بم کا واقعہ بالکل پھس تھا...... شرم ناک کارکردگی۔ میں اس پر بات بھی نہیں کرنا چاہتا۔ کوتاہی ہماری تھی۔ یہ ہماری ناکامی ہے۔''

''میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم......''

''بس خاموش......! میں لنگڑے لولے عذر نہیں سننا چاہتا۔ اس ملک کے مشرقی علاقے کی پندرہ ریاستوں میں جو کچھ بھی ہوتا ہے، اس کی آخری ذمہ داری اس کونسل ہی پر عائد ہوتی ہے۔ غلطی ہماری ہے۔ ہم نے اس کام کے لئے نااہل لوگوں کا انتخاب کیا تھا۔''

''تو اب کیا ہوگا......؟''

یہ اس شخص کی آواز تھی جو جمیل کو یہاں لایا تھا۔

''اب ہمیں اس مسجد والے کو دیکھنا ہے کہ وہ سدھرا ہے یا نہیں......؟ نہیں سدھرا ہے تو پھر ہمیں اس کو ختم کرنا ہوگا۔''

''کلنٹن یہ چاہتا ہے......؟''

''صبح ہی میری اس سے بات ہوئی ہے۔ یہ اسی کا فیصلہ ہے۔''

جمیل نے سر جھٹکا۔ دماغ میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ وہ اندر سے ٹوٹ پھوٹ رہا تھا۔ وہ خود کو بہت تنہا، بہت کمزور محسوس کر رہا تھا۔ کتنا بڑا دھوکا کیا گیا تھا اس کے ساتھ۔



وہ اٹلانٹا سے نکلنے والی آخری فلائٹ پکڑنے میں کامیاب ہوگیا۔ صبح تین بجے جہاز نے لینڈ کیا۔ اپنی کار اس نے ایئرپورٹ پر ہی چھوڑی تھی، وہ موجود تھی۔ گھر جانے کے بجائے اس نے مین ہٹن کا رُخ کیا۔

3 بج کر 48 منٹ پر وہ ایسٹ سائیڈ اپارٹمنٹ بلڈنگ پہنچا، جہاں کمشنر رہتا تھا۔

وہ 3 جولائی تھی......!

باوردی سیکورٹی والے نے اسے لابی میں روک لیا۔

''مجھے کمشنر ویسٹلے سے ملنا ہے۔''

اس نے اپنا بیج دکھاتے ہوئے کہا۔

''میں کیپٹن جمیل نعمان ہوں۔''

سیکورٹی والے نے فکرمندی سے اسے دیکھا۔

''اس وقت......؟ چار بج رہے ہیں......؟''

''یہ ایمرجنسی ہے......!''

''اس وقت میں نے انہیں جگایا تو وہ مجھے شوٹ کر دیں گے۔''

''اور تم انہیں نہیں جگاؤ گے تو میں تمہیں شوٹ کر دوں گا۔''

سیکورٹی والے نے بے بسی سے اسے دیکھا اور ہاؤس فون کا ریسیور اُٹھا لیا۔

جمیل لفٹ سے نکلا تو ویسٹلے اسے اپنے اپارٹمنٹ کے دروازے پر کھڑا ملا۔ اسے دیکھ کر نہیں لگتا تھا کہ اسے سوتے سے جگایا گیا ہے۔

ویسٹلے نے اسے غور سے دیکھا۔

''مجھے یقین تھا کہ تم لہولہان ہوگے۔''



اس نے کہا۔

''ایسا ہی ہے......!''

''کیا اتنی بری صورتِ حال ہے......؟''

جمیل نے اثبات میں سر ہلایا۔

ویسٹلے اسے لائبریری میں لے گیا، اور دروازہ بند کرلیا۔

''ہاں......! اب اُگلو......! بات کیا ہے......؟''

اس نے سرگوشی میں کہا۔

''میں ابھی اٹلانٹا سے آ رہا ہوں۔ جانتے ہو، امریکن کروسیڈ پارٹی کے لفنگے کس کے حکم پر کام کرتے ہیں......؟ جانتے ہو کہ مسجد میں بم بلاسٹ کا ذمہ دار کون ہے......؟''

کمشنر نے کچھ نہیں کہا۔ بس غور سے اسے دیکھتا رہا۔

''ہمارا پیارا...... خدا کا نمائندہ خصوصی...... کلنٹن ٹیلر......!''

ویسٹلے کی جبڑے میں ایک نس پھڑکنے لگی۔

''تمہیں پورا یقین ہے......؟''

''ہاں......!''

''کیسے پتا چلا تمہیں......؟''

جمیل نے پوری تفصیل اسے سنا دی۔

''بدقسمتی ہے ہماری......!''

کمشنر نے آہ بھر کے کہا۔

''لیکن ہم کچھ بھی تو نہیں کر سکتے۔ یہ کسی بھی زاویے سے کیس نہیں بنتا۔ کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ہے ہمارے پاس۔ تم نے چھپ کر کچھ لوگوں کی گفتگو سنی ہے، اور بس......! جو شخص تمہیں لے کر گیا تھا، میں نہیں سمجھتا کہ وہ

گواہی دینے پر آمادہ ہوگا......؟''

''کیس کو جہنم میں ڈالو......! یہ سوچو کہ کلنٹن ٹیلر قاتل ہے......
قاتل......! وہ براہِ راست ان تین بچوں کی موت کا ذمہ دار ہے۔ اور اگر
قاری عبدالمنان نے روّیہ نہیں بدلا تو اگلے مرحلے میں وہ اسے قتل کرا دے
گا۔ اور تم کہتے ہو، کس نہیں بنتا......؟''

''میں تو ایک حقیقت بیان کر رہا ہوں۔''

''لیکن یہ سڑی ہوئی حقیقت ہے۔''

''مگر یہ میری تخلیق تو نہیں......!''

ویسٹلے نے کہا۔

''یہ بتاؤ......! تم چاہتے کیا ہو......؟''

''میں کچھ کرنا چاہتا ہوں اس سلسلے میں۔''

''ٹھیک ہے......! یہ بتاؤ...... کرنا کیا چاہتے ہو......؟''

جمیل نعمان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔

''میں تمہیں بتاتا ہوں کہ ہمیں کیا کرنا ہے......؟''

ویسٹلے نے سرگوشی میں کہا۔

''فی الحال تو وہی کچھ، جو کچھ ہم اب تک کرتے رہے ہیں۔ ہم اس
ملعون شخص کو اپنے اپنے مفاد کے لئے خوب اچھی طرح نچوڑیں گے۔ ہمیں
عقل سے کام لینا ہے۔ اپنے مقاصد حاصل کرنے ہیں۔ اس وقت اس سے
تصادم لاحاصل ہے، بلکہ اُلٹا اس سے ہمیں نقصان ہی ہوگا۔ ایک تو ہم اسے
خبردار کر دیں گے۔ اسے وہ معلومات حاصل ہو جائیں گی، جو ہم مستقبل میں
اس کے خلاف استعمال کر سکتے ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ کہ ہم ایک
طاقتور حلیف کو دُشمن بنا بیٹھیں گے۔ یہ تو تم بھی مانو گے کہ یہ نری حماقت ہی



ہوگی۔''

جمیل یہ کیسے مان سکتا تھا......؟ لیکن اس نے بحث بھی نہیں کی۔
بحث کے لئے اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا، سوائے اس کی اپنی سماعت
کے، جس کا ریکارڈ وہ عدالت میں پیش نہیں کر سکتا تھا۔ اس سے بس وہ اتنا
فائدہ اُٹھا سکتا تھا کہ قاری عبدالمنان کو تحفظ فراہم کرتا۔

وہ تھکے تھکے انداز میں باہر نکل آیا۔

☆☆☆

اس صبح کوئی سویرا نہیں تھا۔ کیونکہ صبح خود کو کہر کی قید سے آزاد نہیں
کرا سکی تھی۔

وہ گزشتہ 24 گھنٹے سے سویا نہیں تھا۔ اس کے باوجود نیند کی اسے
ضرورت بھی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ کافی کی تیسری پیالی سے گھونٹ لیتے
ہوئے اسے احساس تھا کہ ماریہ اسے بہت غور سے دیکھ رہی ہے۔

دو گھنٹے ہوگئے تھے۔ وہ خود کو یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ
کمشنر ویسٹلے نے اسے قائل کر لیا ہے۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ یہ سچ نہیں ہے۔

بالآخر اس نے کہا۔

''یہ میں نہیں کر سکتا ماریہ......!''

ماریہ نے نہیں پوچھا کہ وہ کس بارے میں بات کر رہا ہے......؟ وہ
جان چکی تھی...... بلکہ شاید وہ بہت پہلے سے جانتی تھی۔

''مجھ سے وعدہ کرو کہ جو کچھ میں تمہیں بتاؤں گا، اسے سن کر تم میرا
مذاق نہیں اُڑاؤ گی۔''

''میں وعدہ کرتی ہوں۔''

"میں نے سوچا تھا کہ پولیس کمشنر بن کر میں بہت کچھ کروں گا۔"

"میں صرف ایک سوال کروں گی۔ کیا یہ سوچ پریکٹیکل تھی......؟"

"تو میں خود پریکٹیکل آدمی کہاں ہوں......؟"

"لیکن تم نے کہا کہ اس کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت موجود نہیں۔"

"یہ درست ہے......!"

"تو پھر تم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ چاہو یا نہ چاہو......!"

"یہ بھی ٹھیک ہے......! لیکن معاملات فطری انداز میں آگے بڑھے تو اس سے کچھ فرق بھی نہیں پڑے گا۔"

اس بار ماریہ اس کی بات بالکل نہیں سمجھ سکی۔

"میں سمجھی نہیں......!"

اس نے کہا۔

جمیل نے پیالی کو پھر کافی سے بھر لیا۔ ابھی اسے مہلت چاہئے تھی۔

ابھی وہ ماریہ کو کھل کر بتانے کے لئے تیار نہیں تھا۔ کچھ نکات پر تو ابھی اسے خود کو بھی قائل کرنا تھا۔ اس نے مسز فور سائتھ سے کہا تھا کہ وہ تیس سال پولیس کی نوکری کر رہا ہے، اور یہ کہ وہ قانون کی بالادستی پر یقین رکھتا ہے، قتل پر نہیں۔ اور یہ سچ تھا۔ اتنے پختہ اور پرانے نظریات کو یک لخت بالائے طاق نہیں رکھا جا سکتا۔ نظریے کوئی کوٹ نہیں ہوتے کہ پرانے ہوگئے تو اُتار دیا۔ وہ تو وجود کا حصہ بن جاتے ہیں۔ انہیں ترک کر دیا جائے تو آدمی انجانے سایوں سے لڑنے کے لئے تنہا اور نہتا رہ جاتا ہے۔

لیکن دل اذیت سے بھرا ہوا تھا۔ پہلی بار اسے احساس ہو رہا تھا کہ اس کا مسلمان ہونا ہی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ پولیس والا تو وہ بعد میں اپنے ارادے، کوشش اور خواہش سے بنا تھا۔ لیکن مسلمان تو وہ پیدائشی تھا۔



کوئی توجیہہ اس حقیقت کو رد نہیں کر سکتی تھی۔

کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے وہ یہ سب کچھ سوچتا رہا۔ آخر اس نے ان سوچوں کے اظہار کا فیصلہ کر لیا۔

"میں ان تین بچوں کے قتل سے نظریں نہیں چرا سکتا۔"

اس نے کہا۔

"جبکہ یہ محض آغاز ہے۔ آگے اور بھی بہت کچھ ہے۔"

اب بھی اس نے اپنی بات پوری طرح واضح نہیں کی تھی۔ ماریہ متوقع نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔

"میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں قانون کے دائرے میں رہ کر اسے نہیں روک سکتا، لیکن رچرڈ تو اسے روک سکتا ہے...... قانون کی حدود سے باہر......!"

ماریہ کی آنکھوں میں حیرت جھلکی۔ لیکن وہ بولی کچھ نہیں۔

"مجھے صرف اتنا کرنا ہے کہ رچرڈ کو اپنی پابندی سے آزاد کر دوں۔ اس سے کہوں کہ وہ چار جولائی کو جو قدم چاہے، اُٹھائے......!"

"تم سنجیدہ ہو......؟"

ماریہ نے کہا۔

"یہ تم تو نہیں ہو جے......! یہ تو کوئی اور بول رہا ہے۔"

"کل میں کچھ اور تھا، آج کچھ اور ہوں۔"

"مجھے یہ اچھا نہیں لگا۔"

"اچھا تو مجھے بھی نہیں لگا۔ لیکن اس غلیظ قاتل کو روکنے کی اور کوئی صورت ہو تو بتاؤ مجھے......؟"

ماریہ دیر تک سوچتی رہی۔ لیکن وہ اس مسئلے کا کوئی حل تلاش نہیں کر

سکی۔

''تم مجھے جانتی ہو ماریہ......!''
جمیل نے نرم لہجے میں کہا۔

''یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اس غلیظ حقیقت سے صرفِ نظر کر کے پہلے ہی کی طرح جیتا رہوں......؟''

''لیکن رچرڈ گینر نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اب کچھ نہیں کرے گا۔ اور ممکن ہے کہ وہ اب اجازت ملنے پر بھی کچھ نہ کرے۔''

''تم بھی جانتی ہوں اور میں بھی کہ وہ پیچھے ہٹنے والا نہیں۔''

''تو تم اسے موت کے منہ میں جانے دو گے......؟ مر جانے دو گے اسے......؟''

''اگر کوئی مرنا چاہے تو کوئی اسے کیسے روک سکتا ہے......؟''

''ایک ہفتہ پہلے تو تمہارا یہ نظریہ نہیں تھا۔''

''تب میرے سامنے ایسے بھیانک حقائق بھی نہیں تھے۔''

''کون جانے...... پولیس رچرڈ کے کچھ کرنے سے پہلے ہی اسے دھر لے......؟''

''یہ امکان تو شروع سے ہی موجود ہے۔''

''اور اگر ایسا ہوگیا تو تم کیا کرو گے......؟''

''اپنے ضمیر پر بھاری چٹان سا بوجھ اُٹھائے پولیس کمشنر کا عہدہ قبول کرلوں گا۔''

ماریہ جانتی تھی کہ یہ اتنا آسان نہیں ہے۔

☆☆☆



4 جولائی ایک نہایت گرم دن تھا۔ ہوا جیسے بند تھی اور کہر چھائی ہوئی تھی۔ رچرڈ گینر نے وہ رات تنہا گزاری تھی۔ اس نے دونوں عورتوں میں سے ایک کو بھی اپنے اپارٹمنٹ آنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ عین وقت پر کسی کی جذباتیت کوئی پیچیدگی پیدا کردے۔

دونوں عورتوں نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ کیٹ جو اب 36 گھنٹوں کے لئے ڈیوٹی سے آف تھی، جین کے ساتھ اس کے گھر چلی گئی۔ ان دونوں نے باہمی یگانگت اس کے لئے حیران کن تھی۔

رات اسے بہت اچھی اور پرسکون نیند آئی۔ صبح معمول کے مطابق اس نے ناشتے میں جوس اور ٹوسٹ لئے اور کافی پی۔

اسٹیڈیم میں غیر معمولی ہجوم کی وجہ سے اسٹیڈیم کے دروازے 7 بجے کھولنے کا فیصلہ کیا گیا تھا، تاکہ اندر داخل ہونے والوں میں بھگدڑ نہ مچے، اور لوگ محفوظ رہیں۔ اخبارات کے مطابق وہ ہاؤس فل شو تھا۔ کئی اخبارات نے اداریے میں اس امر پر شک کا اظہار کیا تھا کہ حواری اسٹیڈیم پہنچے گا۔ لیکن پوسٹ کے ہیری بلیک کا تجزیہ مختلف تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ حواری کی خاموشی اس کی حکمت عملی کا حصہ ہے۔ اس طرح ہیجان میں اضافہ بھی ہوگا، اور دوسری طرف سیکورٹی والوں کا توازن بھی بگڑے گا۔

لیکن اس سلسلے میں کیپٹن جے نومان اور اسپیشل ایجنٹ پیٹرسن نے الگ الگ بیانات جاری کئے تھے۔ دونوں کا کہنا تھا کہ سیکورٹی اہل کار کسی بھی طرح غفلت نہیں برتیں گے۔ لیکن اس طرح کے جنونی لوگوں کے معاملے میں رسک فیکٹر بہت ہائی ہوتا ہے۔

ایک اخبار میں ہارورڈ میں نفسیات کے ایک پروفیسر ڈاکٹر نینسی کا ایک مضمون چھپا تھا۔ پروفیسر موصوف انتہا پسندوں کی نفسیات پر اتھارٹی سمجھے

جاتے تھے۔ رچرڈ گینر نے ان کا مضمون بہت شوق سے پڑھا۔

پروفیسر کا نظریہ تھا کہ حواری جیسے لوگ اپنی اہمیت ثابت کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً پرتشدد کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔ وہ اس لئے بھی خطرناک ہوتے ہیں کہ ان میں خودکشی کا رجحان ہوتا ہے۔ لیکن وہ اس خود فریبی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ وہ ایک نیک کام میں اپنی زندگی داؤ پر لگا رہے ہیں۔ یہ جذبہ انہیں اور دلیر اور بے پرواہ کر دیتا ہے۔

''تو میں ایسا ہوں......؟''

رچرڈ گینر نے سوچا۔

فون کی گھنٹی بجی۔ نہ جانے کیوں اسے لگا کہ یہ جے نومان کا فون ہوگا......؟

لیکن دوسری طرف وکٹر لٹوسکی تھا۔

''گڈ مارننگ......! کیسا محسوس کر رہے ہو......؟''

''میں بالکل ٹھیک ہوں......!''

''ہر ضروری چیز اپنی جگہ موجود اور تمہاری منتظر ہے۔''

''بہت خوب......!''

''وہاں تمہیں ایک ہینڈ گن بھی ملے گی...... آٹھ فائر والی آٹومیٹک۔ وہ بھی بھری ہوئی اور تیار ہے۔ صرف سیفٹی کو ریلیز کرنا ہے۔ پہلے کبھی کسی آٹومیٹک سے فائر کیا ہے تم نے......؟''

''نہیں......!''

''مجھے یقین ہے کہ تمہیں اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ بہرحال میں نے وہ احتیاطاً وہاں رکھ دی ہے۔ اگر استعمال کرو تو ذرا ڈھیلے ہاتھ سے پکڑنا۔ یہ اوپر کی طرف جھٹکا دیتی ہے۔''



''اور خواتین کے......؟''

''سب کچھ سیٹ ہے، ان کی چیزیں لیڈیز روم میں کموڈ کے پیچھے رکھ دی گئی ہیں۔ تم لوگوں کے ٹکٹ جین کو بھجوا دیئے گئے ہیں۔ ویسے تم بہت خوش نصیب ہو۔ تمہیں غیر معمولی عورتیں ملیں ہیں، اور وہ بھی ایک نہیں...... دو دو......!''

رچرڈ نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔

''سوری......! مجھے ایسا نہیں کہنا چاہئے تھا۔''

وکٹر نے شرمندگی سے کہا۔ کچھ توقف کے بعد وہ بولا۔

''سنا ہے......! چھ بجے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ بہتر ہے کہ تم ساڑھے چھ بجے تک وہاں پہنچو......! اس طرح تم ابتدائی ہجوم سے بھی بچو گے، اور خود کو تیار کرنے کے لئے تمہیں مہلت بھی مل جائے گی۔ سنا ہے کہ ٹیلر نے بینڈ کا اور مذہبی گویوں کا بھی بندوبست کیا ہے۔ وہ اسے بنیاد پرستوں کے تہوار کا روپ دے رہا ہے۔ وہ یہاں اپنی تنظیم کے لئے چندہ بھی جمع کرے گا۔ وہ اس موقع سے پورا فائدہ اُٹھا رہا ہے۔''

''اٹھانا بھی چاہئے......!''

''خیر......! میری نیک تمنائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن کوئی گڑبڑ ہو تو بھی یاد رکھنا کہ میں نے تم سے ایک وعدہ کیا ہے۔ یہ کام اگر تم نہیں کر سکے تو مجھ پر قرض ہوگا۔ میں خود کروں گا یہ کام......!''

''شکریہ......! اس سب کے لئے جو تم نے کیا ہے۔ تمہاری مدد کے بغیر میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔''

''یہ تو میرے لئے اعزاز کی بات ہے بیٹے......!''

وکٹر کے لہجے میں شفقت تھی۔

رچرڈ نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ چند لمحے پرُخیال نظروں سے فون کو تکتا رہا۔ لیکن دس منٹ تک وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکا۔ پھر بالآخر اس نے جے کے گھر کا نمبر ملایا۔

فون جے نے ہی ریسیو کیا۔

"یہ میں ہوں......!"

اس نے کہا۔

"ظاہر ہے......!"

دوسری طرف سے جواب ملا۔

"میرا خیال تھا کہ تم مجھے فون پر کوئی اچھی خبر سناؤ گے......!"

"کرۂ ارض پر اچھی خبر کہاں ملتی ہے دوست......؟"

رچرڈ کا ہاتھ پسینے میں بھیگ رہا تھا۔

"میرا خیال تھا کہ تم اٹلانٹا گئے ہو گے......؟"

دوسری طرف خاموشی رہی۔

"بس......! موہوم سی ایک اُمید تھی مجھے......!"

دوسری طرف سے اب بھی جواب نہیں ملا۔

"مجھے تم سے کچھ مانگنے کا حق تو نہیں ہے۔ تم پہلے ہی میرے لئے بہت کچھ کر چکے ہو۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ مجھے بس یہ ایک موقع اور دے دو۔ صرف ایک شاٹ کے لئے...... ایک رات کے لئے مجھے میرے عہد سے آزاد کر دو......!"

"ہم میں سے ہر ایک کو اپنے حصے کا کام کرنا ہوتا ہے دوست......!"



دوسری طرف سے جواب ملا۔

رچرڈ اس کا مطلب سمجھ سکتا تھا۔ یہ اس کے لئے آزادی کا پروانہ تھا۔

"تم ناراض تو نہیں ہو دوست......؟"

"دوست کہہ رہے ہو، پھر بھی نہیں سمجھتے......؟ ہم دوست ہیں اور دوست رہیں گے۔"

"سچ کہہ رہے ہو......؟"

"میں نے اس سے پہلے زندگی میں کبھی کسی کو دوست نہیں کہا۔ یہ لفظ میرے لئے بہت اہم، بہت مقدس ہے۔"

"لیکن میں نے کبھی اچھا دوست ہونے کا ثبوت نہیں دیا۔"

رچرڈ نے عاجزی سے کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ ضرورت پڑی تو تم یہ ثابت بھی کر دو گے۔"

لیکن اس گفتگو سے رچرڈ کو کوئی خود اعتمادی میسر نہیں آئی۔ جے کا لہجہ، اس کا انداز کچھ عجیب سا تھا۔ وہ پہلے والا جے لگ ہی نہیں رہا تھا۔ وہ بہت محتاط بھی تھا اور اس کے لہجے میں نرمی بھی تھی۔

جے نے بہرحال اسے اس وعدے سے آزاد کر دیا تھا۔

☆☆☆

چھ پرائیویٹ جیٹ طیارے چند منٹ کے فرق سے یکے بعد دیگرے واشنگٹن کے نیشنل ایئرپورٹ پر اُترے۔ ان میں سے دو نیویارک سے، اور باقی ایک ایک لاس اینجلز، ہیوسٹن، اٹلانٹا اور بوسٹن سے آئے تھے۔ ان کے تمام مسافر صبح نو بجے میکلین، ورجینیا میں کلنٹن ٹیلر کے اسٹڈی میں

یکجا ہوئے۔

وہ ایک ہنگامی اجلاس تھا، جو صرف بارہ گھنٹے قبل طلب کیا گیا تھا۔ اس کی دو وجوہات تھیں۔ پہلی تو یہ تھی کہ آج ان کے چیئرمین کو ایک خطرے کا سامنا تھا، اور وہ سب اس سلسلے میں پریشان تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ اپنے چیئرمین کو اس پر آمادہ کر لیں گے کہ وہ طبیعت کی ناسازی کا بہانہ بنا کر آج کا پروگرام منسوخ کر دے۔ دوسرے ان کا خیال تھا کہ اس کوشش میں ناکامی کے بعد کم از کم وہ اپنے لئے کوئی نائب ہی تجویز کر دے۔

عین وقت پر، بے وقت کی یہ مداخلت ٹیلر کو بہت بری لگی تھی۔ لیکن اس نے سوچا، چلو بات کر کے ان لوگوں کے دل کا بوجھ تو کچھ ہلکا ہوگا۔

وہ ان کے دلائل پر دھیان نہیں دے رہا تھا۔ یہ سب کچھ وہ پہلے بھی سن چکا تھا۔

جواب میں اس نے اپنے مخصوص انداز میں انہیں یقین دلایا کہ اسے کچھ نہیں ہوگا۔ ان کا خوف بے معنی ہے۔ پھر اس نے قائم مقام چیئرمین کے لئے باب ہارڈنگ کا نام تجویز کیا، جسے سب نے اتفاقِ رائے سے قبول کر لیا۔

وہاں وہ سبھی موجود تھے، چنانچہ اسے ایک باقاعدہ اجلاس کا درجہ دے دیا گیا۔ آپریشنز کے موجود فنڈ کو دُگنا کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ دو سو ملین ڈالر کی یہ اضافی رقم سوئس اکاؤنٹ میں جمع کرا دی جائے گی۔

کروسیڈ پارٹی نے حال ہی میں آزمائش طور پر جو کارروائیاں کی تھیں، ان پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے ان کو پورے ملک میں بڑے پیمانے پر آزمانے کا فیصلہ کیا گیا۔ چھ ہفتوں کے اندر اس پر عملدرآمد شروع کرنا تھا۔ بڑے پیمانے پرتشدد اور دہشت گردی کا مقصد عوام کو مذہبی اور



رنگ و نسل کی بنیاد پر ایک دوسرے کے خلاف صف آراء کرنا تھا۔ کامیابی کی صورت میں ملک بھر میں وہ شور مچتا کہ تمام لبرل طاقتیں منہ دکھانے کے لائق نہ رہتیں۔

کونسل نے اس پر اتفاقِ رائے ظاہر کیا کہ جنگ کی طرح سیاست میں بھی لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی سودمند ہے۔ انسانیت کا مثالی تصور محض ایک رکاوٹ ہے، جسے نظرانداز کرنا ہوگا۔

''اخلاق پسند ہر محاذ پر ہارتے ہیں۔''

باب ہارڈنگ نے کہا۔

''ٹیلر کی کامیابی اس کی دلیل ہے۔''

☆☆☆

گیارہ بجے کے بعد جین اور کیٹ آگئیں۔ وہ بظاہر پُرسکون تھیں لیکن جو انہیں جانتا ہو، وہ غور سے دیکھنے پر محسوس کر سکتا تھا وہ نروس ہیں۔

ان کے پاس رچرڈ کا بھیس بدلنے کا سامان تھا...... وِگ اور مصنوعی داڑھی۔

رچرڈ انہیں غور سے دیکھتا رہا۔ لٹوسکی نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ وہ واقعی خوش قسمت تھا...... ایک نہیں دو دو......!

وہ لٹوسکی کی طے کی ہوئی جزئیات کو دہراتے رہے۔ لٹوسکی نے ان دونوں کے لئے جن سیٹوں کا بندوبست کیا تھا، وہ اس جگہ سے صرف بیس فٹ کے فاصلے پر تھیں، جہاں سے رچرڈ کو فائر کرنا تھا۔ اگر سب کچھ حسب منشا ہوگیا تو جین اور کیٹ خاموشی سے ہجوم میں گھل مل کر باہر نکل جائیں گی۔ لیکن رچرڈ کی پناہ گاہ بے نقاب ہونے کی صورت میں انہیں آنسو گیس کو

استعمال کرنا ہوگا۔ ایسے میں وہ ماسک بھی لگائیں گی۔ اور گیس سے متاثرہ علاقے سے نکلتے ہی انہیں ماسک سے جان چھڑانی ہوگی۔

جین اس آخری مرحلے سے پریشان تھی۔

”یہ خطرناک ہے۔ اگر ہم نے بلاضرورت پانچ سیکنڈ بھی ماسک لگائے رکھا تو ہمیں دیکھ لیا جائے گا، اور ہم مشکل میں پڑ جائیں گے۔ میرے خیال میں تو ماسک استعمال ہی نہیں کرنے چاہئیں۔“

”اس صورت میں تم کچھ دیکھ نہیں سکو گی، اور تمہارے لئے وہاں سے نکلنا آسان نہیں رہے گا۔“

رچرڈ نے کہا۔

”ہم ہجوم کے ساتھ رہیں گے۔ پولیس اس ہجوم میں مشتبہ افراد کو تلاش نہیں کرے گی۔ وہ تو خود بہت بڑی پریشانی میں ہوگی۔“

ان کے درمیان خاصی بحث ہوئی۔ آخر میں ماسک استعمال کرنے کے حق میں فیصلہ ہوا۔ لیکن صرف بری طرح پھنس جانے کی صورت میں۔

”کیپٹن نومان کا کیا ہوگا......؟ اگر تم کامیاب ہو بھی گئے تو وہ تمہارے گھر پر تمہارا منتظر ہوگا۔“

کیٹ نے کہا۔

”اس کی فکر مت کرو......! وہ میرے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔ کچھ کرے گا تو یہ بھی ثابت ہوگا کہ اس نے میری معاونت کی ہے۔ میں جیل میں جاؤں گا تو وہ بھی میرے ساتھ ہوگا۔“

وہ لوگ اس کے میک اَپ میں مصروف ہوگئیں۔

”مائی گاڈ......! تم تو پہچانے ہی نہیں جا رہے ہو۔“

جین نے ہیجانی لہجے میں کہا۔



”زمانہ قدیم کے آدمی لگ رہے ہو۔“

رچرڈ نے آئینے میں اپنے عکس کو دیکھا تو اسے ایک بوڑھا آدمی خود کو گھورتا نظر آیا۔

”کیا میں بوڑھا ہو کر ایسا لگوں گا......؟“

اس نے دل میں سوچا۔

☆☆☆

ان سے 15 میل دُور ماریہ نعمان بیڈ روم میں بیٹھی جمیل نعمان کو تیار ہوتے دیکھ رہی تھی۔ جمیل اب ٹائی کے انتخاب میں مصروف تھا۔

”تمہارے گرے سوٹ کے ساتھ سرخ اور نیلی دھاریوں والی ٹائی بہت جچے گی۔“

جمیل نے مجوزہ ٹائی ہاتھوں میں لی اور ناقدانہ نظروں سے اس کا جائزہ لیا۔ وہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔

ماریہ نے فیصلہ کن انداز میں ٹائی اس کی طرف بڑھا دی۔

”میں اسے کھل کر بتا نہیں سکا۔“

جمیل نے کہا۔

”اگر بتا دیتا تو کیا یہ خوفناک بات ہوتی......؟“

”ہاں......! کم از کم تمہارے لئے تو خوف ناک ہی ہوتی۔ مگر فکر نہ کرو۔ میرا خیال ہے، وہ پیچھے ہٹنے والا نہیں ہے۔“

”یہ تو طے ہے کہ وہ وہاں موجود ہوگا۔“

جمیل بولا۔

”اس لئے تو ان سے فون کیا تھا۔ ایک طرح سے وہ الوداعی کال

تھی۔"

ماریہ خاموشی سے ٹائی کی گرہ بناتی رہی۔

"یعنی آج وہ مر جائے گا۔ اسٹیڈیم میں ہزاروں گنیں اس کی منتظر ہوں گی۔ وہ کسی طرح بچ ہی نہیں سکتا۔"

جمیل کے لہجے میں اُداسی تھی۔

"تم اسے بچا سکتے ہو......؟"

"کیسے......؟"

"ابھی اس کے گھر جاؤ......! اسے بے بس کر کے رسیوں سے باندھ دو۔ تقریب ختم ہونے کے بعد جا کر اسے کھول دینا۔"

"نہیں......! یہ میں نہیں کر سکتا۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ تمہیں ایسا کرنا نہیں چاہیے......؟"

"جو دل چاہے سمجھو......!"

ماریہ کی برداشت جواب دے گئی۔

"تو پھر بلاوجہ کیوں سر کھپاتے ہو......؟ ویسے اس سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

جمیل نے اپنا ریوالور ہولسٹر میں رکھ لیا۔

"اس کی کامیابی کے بعد تم خود کو شوٹ تو نہیں کر لو گے......؟"

جمیل حیرت سے اسے تکتا رہ گیا۔

"ایک تم ہی تو ہو جو اسے پہچانتے ہو۔ تمہارے لئے یہ بہت آسان ہے کہ تم اس پر آخری لمحے تک نظر رکھو۔ پھر جیسے ہی وہ ٹیلر کو ختم کرے، تم اسے شوٹ کر دینا۔ یوں تم ایک بار پھر ہیرو بن جاؤ گے۔ واہ......! کیا اچھوتی سی بات ہے۔ تم نے ہی اسے مرنے سے بچایا تھا ایک بار، اور اب تم



ہی اسے ختم کر دو گے۔ ایک ہی شخص کے ذریعے دو بار ہیرو بننا...... کیسی انوکھی بات ہے......؟"

"یہ کوئی مزاحیہ بات تو نہیں ہے۔"

جمیل نے احتجاج کیا۔

"میں مذاق نہیں کر رہی ہوں۔"

ماریہ نے کہا۔

جمیل نے اپنی جیکٹ پہن لی۔

"میرا خیال ہے، وہ اپنی اصلی شکل میں نہیں ہوگا۔ اس نے ضرور کسی نہ کسی حد تک حلیہ تبدیل کیا ہوگا۔ وہ جانتا ہے کہ میں اس پر نظر رکھنے کی کوشش کروں گا۔"

"لیکن تم بہرحال اسے پہچان لو گے۔"

جمیل نے تھکے تھکے انداز میں اسے دیکھا۔

"تم مجھ پر غصہ کیوں کر رہی ہو......؟"

"غصہ نہیں کر رہی ہوں۔ تم نے مجھے مایوس کیا ہے۔"

"میں مسلمان ہوں۔ خدا کی صفت انتقام پر یقین رکھتا ہوں۔"

"کب سے......؟"

"شاید بہت پہلے سے...... لیکن یہ بات سمجھ میں اب آئی ہے۔"

"یعنی کلنٹن ٹیلر کا قتل تمہیں بہتر مسلمان بنا دے گا......؟"

"میں کسی کو قتل نہیں کر رہا ہوں۔"

"بلاواسطہ تو نہیں، لیکن بالواسطہ تم قتل کر رہے ہو۔"

دونوں کھڑے ایک دوسرے کو گھورتے رہے۔ پھر ماریہ اس کی ٹائی کی گرہ ٹھیک کرنے لگی۔

"میں تم سے محبت کرتا ہوں۔"

جمیل کو خود بھی اپنے الفاظ اجنبی لگے۔ شاید ہی کبھی اس نے ماریہ سے یوں اظہار کیا ہوگا۔

"یہ میں پہلے سے جانتی ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے کہ تمہیں مجھ سے مایوسی ہوئی۔"

"میں نے تو یہ بات بس تمہیں جھنجوڑنے کے لئے کہی تھی۔"

ماریہ نے بھنچی بھنچی آواز میں کہا۔

"میں تم سے کیسے مایوس ہو سکتی ہوں......؟ میں نے زندگی میں تم سے بہتر کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ تم کوئی غلط کام کرتے ہو تو اتنی اذیت میں ہوتے ہو کہ تمہیں دیکھ کر دل دُکھنے لگتا ہے۔"

جمیل نے محبت سے اس کے چہرے کو چھوا تو پتا چلا کہ وہ رو رہی ہے۔

"اے...... یہ کیا......؟"

"یہ میری بے وقوفی ہے۔"

ماریہ نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"میں بس اتنا جانتی ہوں کہ آج جو کچھ بھی ہوگا، بہت خوفناک ہوگا۔"

جمیل کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اسے کیسے دلاسہ دے......؟ اس نے بس اسے لپٹا لیا۔

لیکن کب تک......؟ بالآخر اسے جانا تھا۔

"تم ٹی وی پر تو دیکھو گی نا......؟"

"ظاہر ہے......! نہ جاننے سے تو جاننا بہتر ہے۔"



اس بات میں جمیل کے لئے کوئی دل بستگی کا پہلو نہیں تھا۔

☆☆☆

دوپہر کو پولیس کمشنر کے دفتر میں آخری سیکورٹی کانفرنس منعقد ہوئی۔ درحقیقت اس دن کے لئے منصوبہ بندی ایک ہفتہ پہلے ہی فائنل ہو چکی تھی۔ منصوبے کے مطابق باوردی اور سادہ لباس پولیس والوں اور ایف بی آئی کے 1094 افراد کو یانکی اسٹیڈیم میں اپنی مقررہ جگہ سنبھالنا تھی۔ 1120 افراد کے ذمہ گشت کی ذمہ داری تھی۔

اس کانفرنس میں پیٹرسن اور اس کے دو ساتھی ایجنٹوں کے علاوہ نو اعلیٰ پولیس افسر شریک تھے، جن میں جمیل نعمان بھی شامل تھا۔ ایف بی آئی والے ایک ساتھ اور دوسروں سے قدرے الگ تھلگ بیٹھے تھے۔

کمشنر پولیس خطاب کر رہا تھا۔ جمیل کو اس کے انداز میں تھکن محسوس ہو رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ صورتِ حال کی سنگینی اب اسے بھی متاثر کر رہی ہے۔

"ابھی ایک گھنٹہ پہلے پادری ٹیلر سے میری بات ہوئی ہے۔"

کمشنر ویسٹلے کہہ رہا تھا۔

"وہ اب بھی اس معاملے کی سنگینی کو تسلیم کرنے سے انکار کر رہا ہے۔ جبکہ میری سوچ اس کے برعکس ہے۔ میں قتل کی دھمکی کو سنگین سمجھنے کا عادی ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ دوسرے لوگ بھی اسے سنجیدگی سے لیں۔ پادری پر تو میرا بس نہیں۔ لیکن اپنے سیکورٹی پر مامور تمام لوگوں سے میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ جسے جو ذمہ داری سونپی گئی ہے، وہ اسے پوری طرح نبھائے۔ ہر شخص یہ سمجھے کہ پادری کی زندگی صرف اس کی کارکردگی سے بچ

سکتی ہے۔ اور یہ حقیقت بھی ہے۔ کیونکہ ہمیں نہیں معلوم کہ وہ جنونی قاتل کیا طریقہ کار اختیار کرے گا......؟ کہاں کس انداز میں وار کرے گا......؟''

کمشنر نے چند لمحے توقف کیا پھر بولا۔

''ہمارا واسطہ ایسے جنونی قاتل سے پڑا ہے، جسے اپنی زندگی کی کوئی پرواہ نہیں۔ وہ مرنے کے لئے تیار ہے۔ ہماری واحد اُمید یہ ہے کہ آخری لمحوں میں وہ ہوش سے کام لے، اور خود بچ نکلنے کی فکر بھی کرے۔ کیونکہ اگر وہ قتل کر کے بچ نکلنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کی ناکامی کے امکانات بہت کافی ہیں۔ لیکن اگر وہ جان پر کھیل کر اپنا مقصد حاصل کرنے کی کوشش کرے گا تو اسے روکنا تقریباً ناممکن ہوگا۔''

''اب نقشہ کچھ یوں بنتا ہے۔ ٹیلر اپنے ہوٹل سے بلٹ پروف لیموزین میں اسٹیڈیم آئے گا۔ ہوٹل اور اسٹیڈیم کے تمام ملازمین کو چیک کیا جائے گا کہ ان کے پاس کوئی ہتھیار تو نہیں ہے۔ سیکورٹی کے تمام افراد مخصوص بیج لگائے ہوں گے، جو انہیں آج شام تک دے دیئے جائیں گے۔ اسٹیڈیم کے ہر دروازے پر میٹل ڈیٹیکٹرز نصب ہوں گے۔ ہم نے اس امر کو یقینی بنا لیا ہے کہ حواری سیکورٹی والوں کا بھیس بدل کر اسٹیڈیم میں داخل نہیں ہو سکتا۔''

ویسٹلے نے پھر توقف کیا، اور اس بار اپنا سگار سلگایا۔ کمرے میں خاموشی تھی۔ نیچے سے پٹاخوں کی آواز سنائی دی۔ نیویارک میں 4 جولائی کے جشن کا آغاز ہو رہا تھا۔

جمیل نے سر گھما کر دیکھا۔ پیٹرسن اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ مسکرایا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں جمیل کے لئے تمسخر تھا۔ جانے وہ کیا سوچ رہا ہوگا......؟ اس کی پیش بینی کی خطرناک صلاحیت سے



جمیل آگاہ تھا۔

جمیل نے سوچا۔

''یہ میری زندگی کی سب سے پیچیدہ اور سنگین رات ہے، اور یہ شخص اسے اور زیادہ پیچیدہ بنا سکتا ہے۔''

''میں نے پادری کو بلٹ پروف جیکٹ پہننے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔''

ویسٹلے نے سلسلہ کلام جوڑا۔

''میں نے یہ بھی تجویز کیا کہ وہ بلٹ پروٹ شیشے کی اوٹ سے خطاب کرے۔ لیکن اس نے انکار کر دیا......! اسے ڈر ہے کہ ان احتیاطی تدابیر کے نتیجے میں لوگوں پر اس کا یہ تاثر قائم ہوگا کہ وہ خدا پر بھروسہ نہیں کرتا۔ اب بدقسمتی سے ہم اس کی زندگی کو محض خدا کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتے۔ ہمیں تو اپنے محکمے کے اصولوں کے تحت کام کرنا ہے۔ ہم میں سے کوئی دُعا پر یقین رکھتا ہو تو وہ بڑے شوق سے دُعا کرے۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں......! لیکن جو ذمہ داری جسے سونپی گئی ہے...... وہ اس میں غفلت نہ برتے......! ہر حکم کی تعمیل کرے......! اس کی دُعا کو ہم اضافی امداد تصور کریں گے۔''

اس پر کمرہ قہقہوں سے گونج اُٹھا۔

ویسٹلے خاموشی کا انتظار کرتا رہا۔ پھر بولا۔

''پلادری ٹیلر کو لیموزین ہوٹل سے اسٹیڈیم تک کون سا راستہ اختیار کرے گی......؟ یہ ابھی صیغہ راز میں ہے۔ یہ ہمیں روانگی کے وقت پر ہی معلوم ہو سکے گا۔ اس طرح حواری ریموٹ کنٹرولڈ بم استعمال نہیں کر سکے گا۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ معلوم ہوتا، تب بھی وہ یہ حربہ نہ آزماتا۔ اس سے

اس کی بے جگری پر حرف آتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ حواری جو کچھ کرے گا، اسٹیڈیم کے اندر ہی کرے گا۔ یا تو اس وقت جب ٹیلر اسپیکرز پلیٹ فارم کی طرف بڑھ رہا ہوگا، یا خطاب کے دوران، یا پھر وہاں سے واپس آتے ہوئے۔ میرے نزدیک یہ وہ تین مواقع ہیں، جب اسے تحفظ کی ضرورت سب سے زیادہ ہوگی۔''

''اب ایسے میں جو کچھ ہم کر سکتے ہیں، ضرور کریں گے۔ پادری ٹیلر اپنی لیموزین سے اُتر کر اسٹیڈیم میں داخل ہوگا اور پلیٹ فارم کی طرف بڑھے گا تو وہ ہمارے سب سے دراز قد ایجنٹوں کی دو قطاروں کے درمیان سے گزرے گا۔ پلیٹ فارم پر اس کے خطاب کے دوران بھی ایسی ہی ایک قطار اس کا تحفظ کرے گی۔ اس دوران ہر شخص مجمع کو دیکھتا رہے گا کہ کہیں کوئی مشتبہ سرگرمی تو نہیں ہے۔ اسٹیڈیم کے بلند ترین دو مقامات پر شارپ شوٹرز موجود ہوں گے۔ وہ نہایت اہل لوگ ہیں، اور انہیں موقع کی مناسبت سے اسلحہ فراہم کیا گیا ہے۔ لیکن اتنا بڑا مجمع بہرحال ان کے لئے کوئی آسانی فراہم نہیں کرے گا۔ وہ صرف اسی وقت فائر کر سکیں گے، جب صرف ہدف ان کی زد میں ہو۔ وہ غیر متعلق کسی شخص کو شوٹ کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔''

کمشنر نے سگار کا گہرا کش لیا۔ جو کچھ وہ کہہ رہا تھا، اس میں کوئی نئی بات نہیں تھی۔ یہ سب کچھ کئی بار دہرایا جا چکا تھا۔ سب کو معلوم تھا کہ کس کو کیا کرنا ہے......؟ کمشنر کی تقریر تو محض آخری لمحے کی رسمی کارروائی تھی۔

جمیل نے سوچا۔

''یہ وہ شخص ہے، جو صدرِ امریکہ کے عہدے تک پہنچنا چاہتا ہے۔
لیکن افسوس کہ پہنچ نہیں سکے گا۔''



''میں صاف گوئی سے بات کروں گا۔''

کمشنر نے دھیمی آواز میں کہا۔

''ایک گھنٹہ پہلے میں نے پادری ٹیلر سے استدعا کی کہ وہ اس پروگرام کو منسوخ کر دے۔ میں نے ایسے استدعا کی، جیسے مین بھیک مانگ رہا ہوں۔ اور میں تمہیں بتا دوں کہ میں ایسا جھکنے والا آدمی نہیں ہوں۔ میں اپنی عزتِ نفس کا بہت احترام کرتا ہوں۔ میں نے اس کے مفاد کے لئے خود کو گرایا۔ میرا اس میں کوئی ذاتی مفاد نہیں تھا۔ اس سے تم میرے فرسٹریشن کا اندازہ لگا سکتے ہو۔ بہرحال تم سب کے لئے گڈلک...... خدا تمہاری پاسبانی کرے۔''

کمرے میں اب بھی خاموشی تھی۔ سب چپکے سے اُٹھے اور باہر نکلنے لگے۔ جمیل نعمان نہیں اُٹھا تھا۔ وہ اپنے دوست کمشنر کو تسلی دینا چاہتا تھا، کوئی ایسی بات کہنا چاہتا تھا، جس سے وہ قدرے پُرسکون ہو جائے۔ لیکن ایسا کچھ سوجھا ہی نہیں۔

آخر میں وہ بھی اُٹھا اور کمرے سے نکل گیا۔

اپنی گاڑی میں اکیلے اسٹیڈیم کی طرف جاتے ہوئے اس نے کار کے ریڈیو کو پولیس الرٹس سے ہٹا دیا۔ اس نے ایک کمرشل اسٹیشن لگایا۔ وہاں سے پادری ٹیلر کا ریکارڈ کیا ہوا وعظ نشر ہو رہا تھا۔

''بنیادی طور پر انسان میں برائیاں زیادہ ہیں...... بہت زیادہ......''

ٹیلر کہہ رہا تھا۔

''تو خدا نے ہمیں اچھائی سے نوازا، اور ہم میں سے کچھ لوگ بہت اچھے بن گئے......''

''تم اچھے ہرگز نہیں ہو کمینے......!''

جمیل بڑبڑایا، اور اس نے ریڈیو آف کر دیا۔

☆☆☆

ساڑھے چھ بجنے والے تھے۔ لیکن گرمی وہی دوپہر جیسی تھی۔ یانکی اسٹیڈیم کی طرف جاتے ہوئے رچرڈ کینر کو بے تحاشا پسینہ آ رہا تھا۔ اس کی قمیص اس کے جسم سے چپک گئی تھی۔

وہ لمبی آستینوں والی قمیص پہنے ہوئے تھا۔ اس قمیص کا انتخاب جین نے بہت سوچ سمجھ کر کیا تھا۔ ایک تو عام طور پر بوڑھے لوگ اس طرح کے موسم میں ایسی ہی قمیص پہنتے ہیں۔ دوسری طرف ان ڈھیلی ڈھالی آستینوں میں اس کے پرگوشت بازو چھپ گئے تھے۔ وہ اس وقت ایک بوڑھے آدمی کے بہروپ میں تھا۔ اور بوڑھے لوگوں کے مسل اتنے توانا نہیں ہوتے۔

اسے صرف جمیل نعمان ہی ممکنہ طور پر پہچان سکتا تھا۔ لیکن اب تک وہ اسے نظر نہیں آیا تھا۔

فٹ پاتھ پر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر مسلح پولیس والے چوکنا کھڑے تھے۔ جن لوگوں کے ہاتھ میں انہیں بڑے پیکٹ نظر آتے، وہ انہیں روک کر ان کی چیکنگ کرتے۔ موٹر سائیکل سوار پولیس والے مسلسل گشت پر تھے۔

رچرڈ ٹیکسی کے ذریعے وہاں پہنچا تھا۔ جین اور کیٹ کو بھی ٹیکسی کے ذریعے آنا تھا...... لیکن آدھے گھنٹے کے بعد۔

وہ لوگوں کے ہجوم کے ساتھ اسٹیڈیم کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسٹیڈیم کے اندر سے بینڈ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

داخلی دروازوں پر چوبی رکاوٹیں کھڑی کر دی گئی تھیں۔ وہاں ٹکٹ



چیک کئے جا رہے تھے اور اندر داخل ہونے والوں کو میٹل ڈیٹیکٹر کے سامنے سے گزارا جا رہا تھا۔ گویا کسی کا اسلحے کے ساتھ وہاں گھسنا ناممکن تھا۔

رچرڈ جمیل نعمان کی تلاش میں اِدھر اُدھر نظر دوڑا رہا تھا۔ اسے بڑی شدت سے پیاس لگی تھی۔ بات صرف گرمی کی نہیں تھی۔ درحقیقت وہ اس وقت کسی بہت تنے ہوئے تار کی مانند ہو رہا تھا۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ اپنی توقع سے زیادہ نروس ہو رہا ہے۔

اتنے ہجوم میں گھٹن کا احساس بھی فطری تھا۔ اس نے چند گہری گہری سانسیں لیں تو کچھ بہتر محسوس کرنے لگا۔

اب وہ میٹل ڈیٹیکٹر کے روبرو تھا۔ پولیس مین نے اسے اشرے سے اندر جانے کی اجازت دی۔ یہی وہ موقع تھا، جب اس کی نظر جمیل نعمان پر پڑی۔

وہ دو باوردی پولیس والوں کے ساتھ کھڑا اندر جانے والوں کو ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ رچرڈ سے کئی گیٹ دور تھا۔ لیکن درحقیقت وہ اس پورے علاقے کو نظروں سے کھنگال رہا تھا۔

رچرڈ نے گیٹ کیپر کو اپنا ٹکٹ دیا۔ اس لمحے جمیل کی نظر ایک ثانیے کو اس کی نظر سے ملی، اور فوراً ہی آگے بڑھ گئی۔

رچرڈ بھی آگے بڑھ گیا۔ اب اسے کسی کی طرف سے کوئی فکر نہیں تھی۔

اب وہ تیز قدموں سے، ہجوم کے درمیاں آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ بوڑھے لوگ اتنا تیز نہیں چلتے۔ بینڈ کی آواز اب بہت بلند تھی، اور اس کے قدم اس کے لے سے ہم آہنگ تھے۔ بینڈ کی دھن بھی تو تیز رفتار تھی۔

وہ دائیں جانب مڑا اور ریفرشمینٹ ایریا میں داخل ہوا۔ وہاں فضاء میں ہاٹ ڈاگ اور پاپ کورن کی خوشبو رچی تھی۔ لوگ ابھی سے کھانے پینے میں مصروف تھے۔

"یہ قوم...... یہ لوگ اپنے منہ کو ایک گھنٹے کے لئے بھی آرام نہیں دیتے۔"

اس نے سوچا۔

پولیس والے وہاں موجود تھے اور جوڑیوں کی شکل میں گشت کر رہے تھے۔ اس نے کئی ایک سادہ لباس پولیس والوں کو بھی پہچان لیا جو عام لوگوں کے انداز میں کھڑے تھے۔

وہ ٹوائلٹ میں پہنچا۔ ایک طرف ہٹتے ہوئے اس نے سگریٹ سلگائی۔ اس کے عین پیچھے وہ تنگ راہ داری تھی، جو اسے اسٹور روم میں لے جاتی۔ وہ اسٹور روم ہی اس کی منزل تھا۔

وہ سوﻮینیرز کے ایک اسٹال کی اوٹ میں تھا۔ ادھر کے لوگ اسے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ پھر بھی اس نے احتیاط سے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ پھر اس راہ داری میں داخل ہوگیا۔ چابی اس کے پاس تھی۔ وہ تالا کھول کر کوٹھڑی میں گھس گیا۔ عقب کی طرف سے کوئی آہٹ نہیں تھی۔ اس نے دروازہ بند کر کے طاقتور فلیش لائٹ آن کی۔ کوٹھڑی کے کونے میں ٹریپ ڈور تھا۔ اس نے اسے کھولا اور نیچے بیٹھ کر گہری گہری سانس لیں۔

وہ پسینے میں نہا رہا تھا۔ وہ نلکی میں گھس گیا۔ وہاں ٹھنڈک تھی۔ جسم پسینے میں تر ہونے کی وجہ سے اسے کپکپی چڑھ گئی۔

☆☆☆



جمیل نے سوچا۔

"خدا کی پناہ......! یہ اس نے کیا کیا ہے اپنے ساتھ......؟"

اس سے نظر ہٹائی نہیں جا رہی تھی۔ نظر ہٹانے کے لئے اسے خاصی کوشش کرنی پڑی۔

بوڑھے آدمی کا بہروپ کامیاب تھا۔ لیکن اس کے لئے نہیں، جو اسے جانتا ہو اور اس کی تلاش میں ہو۔ اسے البتہ اس پر حیرت ہوئی کہ رچرڈ گیز اتنی جلدی کیوں آ گیا ہے......؟ جمیل کا خیال تھا کہ وہ آخر میں...... ٹیلر کی آمد سے ذرا پہلے آئے گا۔ تاکہ پہچانے جانے کا خطرہ نہ رہے۔

اس نے اپنے ساتھی افسروں کو وہیں چھوڑا اور اس دراز قد بوڑھے کے تعاقب میں چل پڑا۔ ہجوم کے باوجود وہ خاصا فاصلہ رکھ کر اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ لیکن جلد ہی اسے احساس ہوگیا کہ اس کی احتیاط غیر ضروری تھی۔ کیونکہ اندر داخل ہوتے ہی رچرڈ گیز بے فکر ہوگیا تھا۔ اس نے ایک بار بھی پلٹ کر نہیں دیکھا۔ بہرحال جمیل نے اس کے باوجود بھی فاصلہ برقرار رکھا۔ راستے میں وہ پولیس والوں کو دیکھ کر سر ہلاتا رہا۔ بظاہر وہ روٹین کے چیک اپ پر تھا۔

اس نے رچرڈ کو ریفرشمینٹ ایریا کی طرف مڑتے دیکھا۔ اس کی رفتار کم ہوئی۔ پبلک ٹوائلٹ کے قریب رُک کر اس نے سگریٹ سلگائی۔ جمیل بھی رُک گیا۔

"ذرا احتیاط سے......!"

وہ بڑبڑایا۔

"کہیں اپنی نقلی داڑھی میں آگ نہ لگا دینا۔"

جمیل نے اپنی جیب میں سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا۔ پھر اچانک

اسے پتا چلا کہ پیکٹ تو خالی ہے۔ اس میں اسے محض چند سیکنڈ لگے تھے۔ مگر جب اس نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو رچرڈ گینر غائب تھا۔

وہ دس منٹ تک ٹوائلٹ کے سامنے کھڑا رہا۔ لیکن رچرڈ نمودار ہوتا نظر نہیں آیا۔ تب وہ چیک کرنے کے لئے اندر گیا۔ لیکن رچرڈ وہاں موجود نہیں تھا۔ وہاں کوئی کھڑکی تھی نہ ایسا کوئی راستہ، جس سے وہاں سے نکلنا ممکن ہو۔ باہر نکلتے ہوئے اس نے دونوں جانب نظر دوڑائی۔ بائیں جانب اسے ایک تنگ راہ داری نظر آئی۔ وہ اس میں آگے تک گیا۔ راہ داری کے اختتام پر ایک کوٹھڑی تھی، جو شاید اسٹور کے طور پر استعمال ہوتی ہوگی۔

کوٹھڑی کا دروازہ مقفل تھا۔ جمیل چند لمحے کھڑا اسے گھورتا رہا۔ پھر اس نے جیب میں موجود چابیوں کا گچھا نکال لیا۔ ایک منٹ کے اندر دروازہ کھل گیا۔

اندر داخل ہونے کے بعد اس نے فلیش لائٹ روشن کر کے دیواروں اور فرش کا جائزہ لیا۔ ٹریپ ڈور اسے خاصی دیر میں نظر آیا۔ اس نے آہستگی سے اسے دھکیلا تو اسے بجلی کے تاروں کو لے جانے والا پائپ نظر آیا۔

"بہت خوب صورت......!"

وہ بڑبڑایا۔ پہلی بار اسے اطمینان محسوس ہوا۔ وہ خوش ہوا۔ یہ کسی دیوانے کا اندھا حملہ نہیں تھا۔ نہ جانے کیسے...... لیکن رچرڈ گینر کے پاس ایک مکمل منصوبہ تھا۔ جمیل اس منصوبے کے بارے میں تو کچھ نہیں جانتا تھا۔ لیکن اتنا اسے یقین تھا کہ رچرڈ کسی محفوظ جگہ سے ٹیلر کو نشانہ بنائے گا۔ یہی نہیں، وہ خودکشی کے ارادے سے میدان میں نہیں اُترا ہے۔ بلکہ اس نے اپنے بچ نکلنے کی ترکیب بھی سوچ رکھی ہے۔



جمیل کا جی چاہا کہ اس پائپ میں جا کر دیکھے۔ لیکن پھر اس نے سوچا۔

"معاملات اُلجھانے کا کوئی فائدہ نہیں......! بلاوجہ خطرہ کیوں مول لیا جائے......؟ کون جانے...... رچرڈ اپنے پیچھے کچھ حفاظتی اقدامات کر کے آگے بڑھا ہو......؟"

اس نے ٹریپ ڈور بند کیا اور کوٹھڑی سے نکل آیا۔

لیکن باہر نکل کر اسے بہرحال سمجھنے اور جاننے کی کوشش کرنی تھی۔

وہ اندازے سے اس سمت چلا، جدھر اس نلکی نما پائپ کا رُخ تھا۔ اسے جلد ہی اندازہ ہوگیا کہ وہ گرینڈ اسٹینڈ ایریا میں پہنچے گا، جس کے عین سامنے اسپیکرز پلیٹ فارم ہے۔

بات سمجھ میں آنے والی تھی......!

اب وہ بہت آہستہ اور سرسری انداز میں چل رہا تھا۔ کیونکہ اس نے اوپر ایک اسٹینڈ میں کوئی پچاس گز دور پیٹرسن کو کھڑا دیکھ لیا تھا، جو اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ہر طرف پولیس والے اپنے تفویض کردہ کاموں میں مصروف تھے۔ پیٹرسن کو دکھانے کے لئے جمیل نے ایک تماشائی کو روک کر اس کے بیگ کی تلاشی لی۔ بلکہ اس کے تھرماس فلاسک کا بھی جائزہ لیا۔

پھر وہ باکس نشستوں کی پہلی قطار کی طرف بڑھا۔ وہاں تین افراد فلڈ لائٹس نصب کر رہے تھے۔ اسے احساس تھا کہ پیٹرسن اب بھی اسے ہی دیکھ رہا ہے۔ جمیل نے جھکتے ہوئے ان تینوں سے پوچھا۔

"تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو......؟"

"خدا کے لئے......! پھر وہی تفتیش......؟"

ان میں سے ایک نے کراہتے ہوئے کہا۔

''اپنی شناخت کراؤ......!''

اس نے ان کے کارڈ دیکھے۔ پھر بولا۔

''یہ کام پہلے کیوں نہیں کیا گیا......؟''

''اس لئے کہ ٹی وی والوں نے ابھی ذرا پہلے اپنا کیمرہ یہاں رکھنے کا ارادہ کیا ہے۔ ہم تو ایک ہفتے سے اس کام پر مامور ہیں۔ لیکن انہیں فیصلہ کرنے کی توفیق اب ہوئی ہے۔ اس میں ہمارا کیا قصور......؟''

پانچ منٹ وہاں گزار کر جمیل آگے بڑھ گیا۔ بینڈ نے ایک اور جوشیلی دُھن چھیڑ دی تھی۔ جمیل بظاہر بینڈ کو دیکھ رہا تھا۔ لیکن درحقیقت وہ اسپیکرز پلیٹ فارم پر لیکٹرن اور مائیکر فونز کی پوزیشن ذہن نشین کر رہا تھا۔ پھر اس نے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ نلکی نما پائپ رچرڈ گینر کو کہاں پہنچائے گا......؟ اور یہ کہ وہاں سے ٹیلر کیا اس کے عین سامنے ہوگا......؟

لیکن وہ کئی سو فٹ کے نصف قطر پر محیط علاقہ تھا، جس میں حتمی پوزیشن کو سمجھنا آسان نہیں تھا۔ باریک بینی سے جائزہ لینے کے باوجود اسے ایسی کوئی جگہ نظر نہیں آئی۔ یہ ناکامی اس کے لئے طمانیت بخش تھی۔ کیونکہ اگر وہ جگہ اسے نظر آجاتی تو اس کا مطلب ہوتا کہ وہ کسی کو بھی نظر آسکتی ہے۔ وہ مطمئن ہوگیا کہ رچرڈ بہت اچھا ہوم ورک کر کے میدانِ عمل میں اُترا ہے۔

وہ خوش تھا۔ اس نے رچرڈ کو کم تر سمجھا تھا۔ لیکن وہ اپنی اہلیت ثابت کر رہا تھا۔

وہ گھوما...... اور اسی وقت اس کی نظر کیٹ اور جین پر پڑی۔ وہ دونوں ٹارگٹ ایریا کے عین وسط میں بیٹھی تھیں۔ وہ یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ اس نے انہیں دیکھا ہی نہیں ہے، آگے بڑھ گیا۔



لیکن اب اس کے لئے نئے امکانات کے متعدد دروازے کھل رہے تھے۔

☆☆☆

اوپر شیشے کے ایک انکلوژر میں، جو میڈیا کے لئے مخصوص تھا، ہیری بلیک بیٹھا کونئی نیشنل ٹی وی نیٹ ورک کے لئے کمنٹری کر رہا تھا۔ فیلڈ کو اور گرینڈ اسٹینڈ کو کئی کیمروں کے ذریعے کور کیا جا رہا تھا۔ باقی کیمرے ابھی باہر تھے۔ انہیں ٹیلر کی آمد کو کور کرنا تھا۔

ایک کیمرے نے ہیری بلیک کو فوکس کیا۔ ائیر کنڈیشنر کی موجودگی کے باوجود اس کا تمتمایا ہوا چہرہ پسینے میں نہایا ہوا تھا۔

''لیڈیز اینڈ جینٹل مین......! ہمیں یہ بات کہنے کا موقع کبھی کبھار ہی ملتا ہے۔''

اس نے کہا۔

''لیکن یہاں اسٹیڈیم میں یہ فیلنگ چھائی ہوئی ہے کہ ہم شاید وہ کچھ دیکھنے والے ہیں، جو تاریخ کے صفحات میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائے گا۔''

''اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ اس معاملے کے فریقین کے بارے میں ہم میں سے کون کیا رائے رکھتا ہے......؟ اور آپ اسے پسند کریں یا نہ کریں، یہ حقیقت کہ آج یہاں کچھ نیا ہونے والا ہے......''

☆☆☆

رچرڈ گینر فلیش لائٹ کی روشنی کے تعاقب میں آگے بڑھ رہا تھا۔

اس بار راستہ اسے کچھ زیادہ ہی طویل لگ رہا تھا۔ اسے شبہ ہونے لگا کہ کہیں وہ کسی طرف مڑنا تو نہیں بھول گیا ہے۔

اسی وقت ایک چوہا اس کے سامنے سے گزرا۔ اور اگلا ہی لمحہ طمانیت تھا۔ اپنی منزل...... متروک سب اسٹیشن اسے نظر آ گیا تھا۔

اس کی سانسیں متلاطم تھیں۔ شاید وہ اعصاب زدہ ہو رہا تھا۔ اگرچہ اس نے یہ بات تسلیم نہیں کی تھی، اور نہ ہی کر سکتا تھا۔

اس نے فلیش لائٹ چھجے پر رکھی اور وینٹیلیٹر کی جالی کے اسٹیل کے کور پر لگے اسکریوز کو کھولنے لگا۔ پھر وہ ٹھٹک گیا۔

"یہ تو حماقت ہوگی۔ اگر کسی کی نظر جالی پر پڑ گئی اور اس نے چھان بین شروع کر دی تو......؟ اور پھر اس کے لئے فلیش لائٹ کو آن رکھنا بھی ضروری ہے۔ اسٹیل کا کور ہٹ گیا تو روشنی باہر جائے گی۔ نہیں......! کور کو تو بس آخری لمحوں میں ہٹانا ہوگا۔"

اس نے وہ سوٹ کیس کھولا، جو اس کے لئے وہاں چھوڑ دیا گیا تھا۔

وعدے کے مطابق اس میں اس کی ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ اس نے رائفل کے حصے نکالے اور بغیر کسی دشواری کے، انہیں جوڑ دیا۔ پھر اس نے بڑی احتیاط سے ایکسپلوزیو کے کارتوس نکال کر ایک طرف رکھے۔ ایک کارتوس کو ایک نے چیمبر میں دھکیلا اور چیک کیا کہ سیفٹی کیچ لگا ہے۔ پھر اس نے رائفل کو ایک طرف رکھ دیا۔

اس کا ہتھیار تیار تھا......!

اس کے بعد وہ آنسو گیس کے شیلز اور گیس ماسک کی طرف متوجہ ہوا۔ اسے توقع تھی کہ ان کے استعمال کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ پھر بھی اس نے ماسک لگا کر دیکھا۔ وہ استعمال میں لوٹسکی کے دعوے کے مطابق آسان



اور نہایت موثر تھا۔ یہ تمام چیزیں کینوس کے ایک چھوٹے سے بیگ میں منتقل ہو سکتی تھیں، جسے قمیص کے نیچے بیلٹ سے منسلک کیا جا سکتا تھا، ایسے کہ وہ نظر بھی نہ آتا۔

اس نے وہ بیگ بھی تیار کر لیا......!

اس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ ابھی ساڑھے سات بھی نہیں بجے تھے۔ ٹیلر کو نو بجے پلیٹ فارم پر پہنچنا تھا۔ یعنی اسے ابھی ڈیڑھ گھنٹہ انتظار کرنا تھا۔

اس نے فلیش لائٹ بجھائی اور ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ وہ ذہن کو سوچوں سے خالی رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ سگریٹ پینے کی شدت سے خواہش ہو رہی تھی۔ لیکن اسے ڈر تھا کہ باہر نکلتا ہوا دھواں باہر کسی کو بھی اس طرف متوجہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے صبر کیا۔

لیکن یہ آسان کام نہیں تھا۔ کچھ دیر بعد اس کا دل گھبرانے لگا۔ اسے فلیش لائٹ آن کرنا پڑی۔ روشنی بہرحال سکون بخش ثابت ہوئی تھی۔

وقت گزاری کے لئے اس نے تصور میں مصوری شروع کر دی۔

پھر ایک دم سے اسے خیال آیا کہ یہ اس کی زندگی کا آخری دن ہے۔ اس خیال کا محرک نہ کوئی گھبراہٹ تھی نہ خوف۔ وہ اس لمحے حقیقت پسند بن گیا تھا۔ فنکارانہ تخیل کو اس نے ایک طرف ہٹا دیا تھا۔ یہ جو منصوبہ بندی کی گئی تھی، اس نے معاملات کو سبھی کے لئے آسان بنا دیا تھا۔ لیکن یہ ایسا وقت تھا، جس میں حقائق کا سامنا کرنا ضروری تھا۔ وہ ٹیلر کو قتل کر سکتا تھا۔ لیکن اس کے بعد یہاں سے بچ نکلنے کا امکان بہت موہوم سا تھا۔ مگر اسے اس کی کوئی پرواہ بھی نہیں تھی۔ وہ بہت پہلے یہ سمجھوتہ کر چکا تھا۔ اگر ٹیلر مر جاتا ہے تو اس کے اپنے مرنے میں کوئی حرج نہیں۔

اس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔

''آٹھ بج کر دو منٹ......! یہ وقت کو کیا ہو گیا......؟ یہ رینگ کیوں رہا ہے......؟''

فلیش لائٹ بجھا کر اس نے اسٹیل کے کور کے چاروں اسکریو کھولے، پلیٹ ہٹائی اور باہر جھانکا۔

باہر کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔ بینڈ بج رہا تھا۔ لوگوں کا ہجوم نظر آ رہا تھا۔ اسپیکرز پلیٹ فارم پر تین افراد فلڈ لائٹس پر کام کر رہے تھے۔

☆☆☆

8 بج کر 5 منٹ ہوئے تھے۔ جمیل نعمان رچرڈ گینر کے منصوبے پر غور کر رہا تھا۔ وہ جاننا چاہتا تھا...... اور اس کی وجہ محض تجسس نہیں تھا۔ رچرڈ کی کامیابی کی اس کے لئے ایک جذباتی اہمیت تھی۔

ایک موقع پر تو اس نے سوچا کہ وہ جین اور کیٹ سے رابطہ کرے۔ انہیں ایک طرف لے جائے اور ان سے کہے۔

''سنو......! میں رچرڈ کا دوست ہوں، میں جانتا ہوں کہ وہ یہاں ہے، اور جو کچھ کرنے والا ہے، میرے نزدیک وہ نیکی ہے۔ مگر میرے لئے تفصیل جاننا ضروری ہے۔ مجھے بتاؤ......! وہ کب، کہاں، کیسے یہ کام کرے گا......؟ ممکن ہے، میں اس کی مدد کر سکوں۔ اسے کوئی آسانی فراہم کر سکوں۔''

لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ پیٹرسن مسلسل اس پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ اور پھر وہ جانتا تھا کہ جین اور کیٹ کبھی اس کی بات پر یقین نہیں کریں گی۔ وہ اسے کچھ نہیں بتائیں گی۔ وہ کیسے مان لیں کہ وہ اس سلسلے میں قابل



اعتماد ہے......؟ 36 گھنٹے پہلے تو وہ اس معاملے میں خود اپنے لئے بھی قابل اعتبار نہیں تھا۔

بہرحال اس کی منطقی تلاش میں جین اور کیٹ ہی اس کی مددگار ثابت ہوئیں۔ یہ اتفاق نہیں تھا کہ انہیں وہ نشستیں ملی تھیں۔ وہ یہاں تماشائی کی حیثیت میں نہیں آئی تھیں، وہ رچرڈ کی معاون و مددگار تھیں...... کس انداز میں......؟ یہ وہ نہیں جانتا تھا۔ البتہ وہ یہ سمجھ سکتا تھا کہ جہاں وہ دونوں بیٹھی ہیں، رچرڈ گینر ان کے قریب ہی کہیں ہوگا۔

جمیل نے ان کے گرد 50 گز کا تصوراتی ہالہ بنایا اور اس کا تفصیلی جائزہ لیا۔ اس کا انداز بے حد سرسری تھا۔ لیکن درحقیقت وہ بہت باریک بینی سے جائزہ لے رہا تھا۔ لیکن اسے کہیں ایسی کوئی جگہ، ایسا کوئی روزن نظر نہیں آیا، جہاں سے کوئی اسنائپر پادری ٹیلر کو نشانہ بنا سکے۔

بینڈ بج رہا تھا۔ ایک ہزار سے زیادہ سیکورٹی اہل کار ایک شخص کی تلاش میں تھے، جو وہاں اپنی رائفل لئے اپنے ہدف کے سامنے آنے کا منتظر تھا۔

اس نے مختلف طریق کار آزمایا۔ وہ گرینڈ اسٹینڈ سے ہٹا اور میدان میں آیا۔ گھاس پر چلتا ہوا وہ اسپیکرز پلیٹ فارم کی طرف گیا۔ سیڑھیاں چڑھ کر وہ اوپر پہنچا اور روسٹرم کی طرف گیا۔ روسٹرم کے عقب میں کچھ کرسیاں بچھی تھیں، جن پر معززین کو بیٹھنا تھا۔ ان میں میئر اور پولیس کمشنر بھی ہوتے، جنہیں ٹیلر کے ساتھ یہاں آنا تھا۔

اس کا انداز ایسا تھا، جیسے وہ پلیٹ فارم کو چیک کر رہا ہو۔ وہ لیکٹرن کے قریب پہنچا، جہاں مائیکروفون نصب کئے جا رہے تھے۔ وہاں وہ کھڑا ہو گیا۔ اس نے تصور کیا کہ 45 منٹ بعد پادری ٹیلر عین اس جگہ کھڑا ہوگا۔

سامنے اسے دراز قد پولیس والوں کی قطار نظر آئی۔ دوسری طرف فلڈ لائٹس نصب کرنے والے تھے۔ آگے لوگوں کا ہجوم تھا۔ وہ ایف بی آئی کے پیٹرن کو بھی دیکھ سکتا تھا۔

لیکٹرن کے عین سامنے ہو کر اس نے کیٹ اور جین کی طرف دیکھا۔ وہی اس معمے کا سراغ دینے والی کڑیاں تھیں۔ چند لمحے تو وہ انہیں دیکھ ہی نہیں سکا۔ پھر وہ اسے نظر آئیں۔ وہ نصب کی جانے والی نئی لائٹس کی اوٹ میں تھیں۔ اس نے ان کے اِدھر اُدھر 50 فٹ کے دائرے میں نظر دوڑائی۔ لیکن کہیں کچھ بھی نہیں تھا۔ ایسی کوئی درز نظر نہیں آ رہی تھی، جس سے بہ وقت ضرورت کوئی رائفل نکالی جا سکے۔

گرینڈ اسٹینڈ کی طرف واپس آتے ہوئے بالآخر وہ مقام اسے نظر آ گیا۔ وہ بہت چھوٹی اور غیر نمایاں سی جالی تھی، جو بادی النظر میں دکھائی نہیں دیتی تھی۔ وہ بھی ایک خاص زاویے سے اسے دیکھ پایا تھا۔

وہ پلٹا، واپس گیا اور پلیٹ فارم پر چڑھا۔ لیکن پلیٹ فارم سے وہ جالی نظر نہیں آئی۔ مگر اس بار وہ اس کی وجہ سمجھ گیا۔ یہ نئی لائٹس اس کی نگاہ اور جالی کے درمیان رکاوٹ بنی ہوئی تھیں۔ اور اس کا مطلب یہ تھا کہ جالی کے پیچھے سے رچرڈ گیئر بھی لیکٹرن کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اور اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ رچرڈ کا منصوبہ تباہ ہو گیا ہے۔

وہ دل برداشتہ سا نیچے اُتر آیا۔ اس وقت اسے کولڈ ڈرنک کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔

☆☆☆

رچرڈ گیئر سوچ رہا تھا کہ انسان کیسے ہی منصوبے بنا لے......؟ خدا



کے سامنے اس کی ایک نہیں چلتی۔

لیکن بہرحال وہ اس سے بہتر پوزیشن میں تھا، جس میں وہ وکٹر لوٹسکی سے ملنے سے پہلے تھا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ وہ اسٹیڈیم میں موجود تھا۔ اس کے پاس رائفل تھی، ایک ہینڈ گن تھی، آنسو گیس تھی اور گیس ماسک بھی۔ سب سے بڑی بات یہ کہ اس کے پاس نقشہ تھا، جو اس کے فرار ہونے کے راستے کی نشان دہی کرتا تھا۔ جبکہ اس کے اپنے منصوبے میں بچ نکلنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ یہ امکان جین کی مہربانی سے تھا۔

عجیب بات یہ تھی کہ اسے پہلے سے احساس ہو رہا تھا کہ کوئی گڑبڑ ضرور ہوگی، رکاوٹ ضرور آئے گی۔ کہتے ہیں کہ جب آدمی مرنے والا ہوتا ہے اس کا وجدان بہت توانا ہو جاتا ہے۔

اس کے باوجود یہ اس کے لئے ایک بڑا شاک تھا۔ یا پھر یہ خوف تھا......؟ خوف زدہ ہونے میں شرمندگی کی کوئی بات نہیں......!

اسے نے سوچا۔

''آخر میں تو سبھی خوف زدہ ہوتے ہیں۔ بس......! اس کے بارے میں زیادہ سوچنا نہیں چاہیے۔''

8 بج کر 19 منٹ ہوئے تھے، اور وہ سوچ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے......؟ اس کے سامنے ایک ہی راستہ تھا...... ٹیلر کو پلیٹ فارم تک آتے ہوئے نشانہ بنایا جائے۔ اس نے سوچا۔

''جو کچھ بھی کرنا ہے، بہت سوچ سمجھ کر کرنا ہے۔''

اس نے جالی کے گرد دوبارہ اسٹیل کے کور کو فکس کر دیا۔ پھر اس نے فلیش کی روشنی میں نقشے کا جائزہ لیا۔ وہ یہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ٹیلر کس دروازے سے اسٹیڈیم میں آئے گا......؟ ٹیلر کی فطرت تو بتاتی تھی کہ وہ مین

گیٹ سے اندر آئے گا۔ اسے سربلند رہنا پسند ہے۔ اس کے سیکورٹی والے لاکھ اسے سمجھائیں، وہ نہیں مانے گا۔

اس نے نقشے میں اپنے فرار ہونے کے نئے روٹ کا جائزہ لیا۔ اگر قسمت نے ساتھ دیا اور فائر کرتے ہی اسے شوٹ نہ کر دیا گیا تو اس کے لئے بچ نکلنے کا امکان ہوگا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ نروس نہ ہو۔ آنسو گیس کی پھیلائی ہوئی افراتفری میں وہ کسی نہ کسی ٹریپ ڈور تک بہرحال پہنچ سکتا ہے۔

نقشے کے مطابق اس کے لئے تین ممکنہ راستے تھے۔ بس وہاں پہنچنا شرط ہے۔

"اگر...... اگر...... اگر......!"

بہرحال اُمید تو تھی۔ کچھ کرنے کو تو تھا۔ ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر مر جانے تو بہ یہ لاکھ درجے بہتر ہے۔

پھر اسے جین اور کیٹ کا خیال آیا۔ اسے کسی طرح انہیں بتانا ہے۔

"مگر کیسے......؟"

اس نے شرٹ اُتاری۔ کینوس کے تھیلے کو بیلٹ سے باندھا۔ آنسو گیس کے کنستر اس میں موجود تھے۔ اس نے دوبارہ شرٹ پہنی تو ان کی موجودگی کا اسے خود بھی احساس نہیں ہوا۔ کوئی شبہ نہیں کر سکتا تھا۔ بیلٹ میں اس نے ریوالور بھی اڑس لیا۔ ڈھیلی قمیص نے سب کچھ چھپا لیا تھا۔

8 بج کر 32 منٹ پر اس نے نلکی نما پائپ میں واپسی کا سفر شروع کر دیا۔

☆☆☆

جمیل ہیجانی انداز میں سوچ رہا تھا۔



وہ سوچ رہا تھا کہ یہ منحوس لائٹس رچرڈ کا راستہ نہیں روک سکیں گی۔ اس نے اتنی محنت کی ہے تو وہ یوں دستبردار بھی نہیں ہوگا۔ وہ کوئی اور صورت نکالے گا۔ وہ باہر آئے گا، خطرہ مول لے گا اور اپنا کام کر کے رہے گا۔

8 بج کر 41 منٹ......!

لیکن افسوس......! شومئ قسمت......! قسمت نے کتنے خوب صورت اور بے داغ منصوبے کو خاک میں ملایا ہے۔ قسمت بڑی چیز ہے۔

درمیانی راستے پر چلتے ہوئے اس نے جین اور کیٹ پر نظر رکھی تھی۔ اگر رکاوٹ اس نے محسوس کر لی تھی تو انہوں نے بھی محسوس کر لی ہوگی۔ اور وہ یقیناً اس منصوبے میں شریک تھیں تو متبادل منصوبے میں بھی شریک ہوں گی۔ اور کوئی متبادل منصوبہ بھی یقیناً موجود ہوگا۔ اسے یقین تھا کہ دونوں عورتوں پر نظر رکھنے کی صورت میں رچرڈ کینز بھی اس کی نظر میں آئے گا۔ وہ ایک دوسرے سے کسی نہ کسی طور رابطہ کریں گے۔

اسے اطمینان ہونے لگا۔

اس دوران پیٹرسن بھی غائب ہوگیا تھا۔ ورنہ وہ تمام وقت اس کی نگرانی کرتا رہا تھا۔ یہ بھی خوش آئند بات تھی۔

8 بج کر 46 منٹ پر اسٹیڈیم کھچا کھچ بھر چکا تھا۔ لیکن لوگ اب بھی اندر آرہے تھے۔

اچانک اس کی نظر اس جانے پہچانے بوڑھے پر پڑی۔

"اوہ......! تو یہ باہر آگیا نا......؟"

وہ اس وقت جین اور کیٹ کے سامنے درمیانی راستے سے گزر رہا تھا۔ ان کے سامنے سے گزرتے ہوئے وہ ایک لمحے کو رُکا، انہیں دیکھا اور آگے بڑھ گیا۔

جمیل نے دونوں عورتوں کو اُٹھ کر اس کے پیچھے جاتے دیکھا۔ وہ مناسب فاصلے سے ان کا پیچھا کرنے لگا۔ اتنے ہجوم میں کسی کا پیچھا کرنا تو کیا، اس پر نظر رکھنا بھی آسان نہیں ہوتا۔

اس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ 8 بج کر [illegible] منٹ ہوئے تھے۔ اگر ٹیلر وقت پر آیا تو 8 منٹ بعد وہ اسٹیڈیم میں ہوتا۔ جمیل رچرڈ کینز کے انداز میں سوچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس وقت رچرڈ کے پاس بس ایک ہینڈ گن ہوگی، جس کی رینج پندرہ فٹ سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔ یعنی وہ پادری ٹیلر سے قریب ہونے کی کوشش کرے گا۔ اس کا مطلب ہے کہ اس وقت وہ پادری کے ممکنہ اندر آنے کے راستے کی طرف بڑھ رہا ہوگا۔

وہ کامیاب ہوسکتا تھا، اور زندہ بھی بچ سکتا ہے۔ جمیل نے گرم جوشی سے سوچا۔

''میں اسے بچاؤں گا......! میں نے پہلے بھی ایک بار اسے بچایا تھا۔ میں اسے دوبارہ بھی بچا سکتا ہوں۔ بس مجھے اس پر نظر رکھنی ہے اور اس کے قریب رہنا ہے۔ جب وہ اپنا کام کر لے گا تو میں اس پر جھپٹوں گا، تاکہ نہ ایف بی آئی والے اور نہ میرے آدمی...... کوئی بھی اس پر فائر نہ کر سکے۔ اور وہ ایسا آدمی ہے کہ اسے نفسیاتی مریض قرار دیا جائے گا۔ زیادہ سے زیادہ 5 سال کی سزا ہوگی۔

☆☆☆

رچرڈ کینز اب خود کو بہت بہتر محسوس کر رہا تھا۔ جین اور کیٹ نے اسے بھی دیکھ لیا تھا اور اس کے اشارے کو بھی سمجھ لیا تھا۔ جمیل نعمان نے منہ پھیر کر گویا یہ جتا دیا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ہے۔ اس کے لئے وہ جمیل کا



شکر گزار تھا۔

یہ احساس تو اسے پہلے سے تھا کہ جمیل کے لئے اس کا بہروپ قطعی ناکافی ہے۔ وہ اسے پہچاننے میں ایک سیکنڈ بھی نہیں لگائے گا۔ اور ہوا بھی یہی تھا۔ لیکن رچرڈ نے یہ نہیں سوچا تھا کہ جمیل اس کا حلیف بن جائے گا۔ یہ خوشی اس کے لئے بہت بڑی تھی۔

وہ مین گیٹ کے راستے کی طرف بڑھتا رہا۔ ہر چند قدم کے فاصلے پر راستے کے دونوں طرف ایک پولیس والا کھڑا تھا۔ پولیس والے راستے کو ٹیلر کے لئے صاف کرنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ اتنے ہجوم میں یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔

جین اور کیٹ اس کے پیچھے آ رہی تھیں۔ اور جمیل نعمان ان دونوں سے بیس فٹ پیچھے تھا۔

''کیا خوب ہے میرا کارواں......؟''

رچرڈ نے سوچا۔

گیٹ کے قریب ٹیلر کے منتظر لوگوں کا ہجوم تھا۔ دونوں طرف پولیس والے کھڑے تھے۔ مگر وہ بے بس نظر آ رہے تھے۔

گیٹ کے قریب پہنچ کر رچرڈ نے پلٹ کر دیکھا۔ جمیل سے اس کی نظر ملی اور اس کے ہر اندازے کی دوبارہ تصدیق ہوگئی۔ جمیل کھلم کھلا اس کے ساتھ تھا۔

رچرڈ اپنے لئے مناسب ترین پوزیشن کا انتخاب کر رہا تھا...... ٹریپ ڈور سے قریب ترین پوزیشن......!

☆☆☆

یہ وہ لمحہ تھا، جب جمیل نعمان نے پیٹرسن کو دیکھا۔ شاید وہ خاصی دیر سے اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ وہ اس سے سات آٹھ گز کے فاصلے پر تھا اور قدرے دائیں جانب ہو کر چل رہا تھا۔ اس لئے وہ اسے نہیں دیکھ سکا تھا۔

پیٹرسن کے دو ساتھی ایجنٹ بھی اس کے ساتھ تھے۔ وہ مجمع میں راستہ بنا رہے تھے۔ لیکن وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہے تھے۔ وہ تو سیدھے رچرڈ گینز کی طرف بڑھ رہے تھے، جس کی داڑھی اور سفید بال پسینے میں تر ہونے کے بعد بلاشبہ واضح طور پر نقلی لگ رہے تھے۔

جمیل ایک دم پریشان ہوگیا۔ اس کی حالت اس بچے کی سی تھی، جو رو دینے کے قریب ہو۔ وہ دُکھ سے سوچ رہا تھا۔

”میں نے...... ہاں......! میں نے انہیں اس تک پہنچا دیا۔ انہوں نے کچھ نہیں کیا، سوائے اس کے کہ مجھ پر نظر رکھی، اور میں کتنا احمق ثابت ہوا۔“

رہی سہی کسر اس کے بہروپ نے پوری کر دی۔

وہ بے سوچے سمجھے تینوں ایجنٹوں کی طرف بڑھا۔

اسی وقت ہل چل مچی، تالیاں بجیں، ٹیلر کمشنر ویسٹلے اور میئر کی معیت میں بلٹ پروف لیموزین سے باہر آ رہا تھا۔

اسے دیکھ کر جمیل نعمان کا وجود نفرت سے دہک اُٹھا۔ اٹلانٹا میں اس نے جان لیا تھا کہ پادری انسان کے روپ میں شیطان ہے۔ جھوٹا، نفرت کا پرچار کرنے والا، معصوم بچوں کا قاتل۔ اسے اس شخص کو روکنا ہے۔

لیکن اب ہجوم کی وجہ سے آگے بڑھنا دُشوار ہو رہا تھا۔ لوگ کلنٹن ٹیلر کی ایک جھلک دیکھنے کو ٹوٹے پڑ رہے تھے۔

یہ مسئلہ پیٹرسن اور اس کے ساتھیوں کے لئے ہی تھا۔ لیکن وہ



بہرحال رچرڈ گینز کی طرف بڑھ رہے تھے۔

☆☆☆

عقب میں کیا ہو رہا ہے......؟ رچرڈ گینز اس سے بے خبر تھا۔ وہ تو بس پادری ٹیلر کو دیکھ رہا تھا، جس کے چاہنے والوں نے اس کے نام کو نعرہ بنا دیا تھا۔ اور اس پر پادری خوشی سے مسکرا رہا تھا، ہاتھ ہلا رہا تھا۔ پھر اس نے کچھ لوگوں سے ہاتھ ملائے، کچھ باتیں کیں۔ سیکورٹی والوں نے اسے لوگوں سے قریب تر ہونے سے روکنا چاہا لیکن اس نے انہیں جھٹک دیا، جھڑک دیا۔ وہ اپنی مقبولیت کے زعم میں تھا۔

گینز لوگوں کی تیسری قطار میں تھا۔ ٹیلر کے اور اس کے درمیان 50 فٹ کا فاصلہ تھا۔ ٹیلر آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ ٹی وی کیمروں کے سامنے شہرت کے ایک ایک لمحے سے استفادہ کر رہا تھا۔ جب وہ رچرڈ کے پاس سے گزرتا تو ان کے درمیان بمشکل دس فٹ کا فاصلہ ہوتا۔ اور اتنے فاصلے سے نشانہ چوکنا ممکن ہی نہیں تھا۔

رچرڈ گینز نے اب پیچھے دیکھنے کا سوچا بھی نہیں۔ وہ جانتا تھا کہ جین اور کیٹ کہاں ہیں......؟ اور جمیل نعمان کہاں ہے......؟ وہ جمیل نعمان کا شکر گزار تھا۔

پادری کے لوگوں میں کسی نے اس کے کان سے ہونٹ ملا کر کچھ کہا اور گھڑی کی طرف اشارہ کیا۔ پادری کے قدم تیز ہوگئے۔

رچرڈ گینز کا ہاتھ اپنی گن کی طرف بڑھا۔

☆☆☆

''وہ اسے پکڑ لیں گے اور میں کچھ نہیں کر سکوں گا۔''

جمیل نعمان ہذیانی انداز میں سوچ رہا تھا۔ اس کے جسم کا ہر رواں اس وقت رچرڈ گینز کے حق میں دُعا کر رہا تھا۔

''صرف دُعاؤں سے کچھ نہیں ہوتا۔ ہاتھ پاؤں بھی ہلاؤ بزدل......!''

اس نے خود کو للکارا۔

آگے کی طرف جھپٹتے ہوئے اس نے اپنا ریوالور نکالا۔ وہ احمقانہ حرکت تھی۔ لیکن اس لمحے اسے ناگزیر لگی۔

اسی لمحے اس نے پیٹرسن کو پلٹ کر اپنی طرف دیکھتے پایا۔ پیٹرسن کی نگاہوں میں طمانیت تھی، فاتحانہ چمک تھی، جو اس کے زخم پر نمک چھڑکنے کے مترادف تھی۔ لیکن وہ کیا کرتا......؟ پیٹرسن اپنا کام کر رہا تھا، اور اس نے خود کو اس سے برتر ثابت کر دیا تھا۔ تو اب کیا اس کی پاداش میں وہ اسے شوٹ کر دیتا......؟ اور پھر وہاں رچرڈ گینز کو روکنے والے بے شمار تھے۔ وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

''شیطان کبھی نہیں مرتا۔ اسے اللہ نے قیامت تک کی مہلت دی ہے۔''

اس نے بے بسی سے سوچا۔ پھر بھی وہ ریوالور ہاتھ میں لئے آگے کی طرف جھپٹتا رہا۔ اب کوئی دلیل، کوئی خوف اسے نہیں روک سکتا تھا۔ وہاں شور مچا، آوازیں بلند ہوئیں۔ لیکن وہ کچھ نہیں سن رہا تھا۔ وہ اس وقت اپنے قابو میں بھی نہیں تھا۔

وہ بھول گیا کہ وہ قانون کا رکھوالا ہے۔ قتل کو ناقابل معافی جرم سمجھتا ہے۔ اب اس کے نزدیک یہ حساب کتاب کا معاملہ تھا۔ پہلی تین مسلسل



گولیاں تین معصوم بچوں کے نام تھیں، جو بم دھماکے کے میں اُڑا دیئے گئے تھے...... ٹیلر کے حکم پر۔ وہ پادری ٹیلر کے لئے کافی تھیں۔ لیکن اس کے لئے نہیں۔ چوتھی گولی قاری عبدالمنان کے نام کی تھی۔ پانچویں رچرڈ گینز کی طرف سے اور چھٹی جمیل نعمان...... کیپٹن جمیل نعمان کی طرف سے، جسے پادری ٹیلر نے ایک لمحے میں قانون کی لکیر کی دوسری طرف پہنچا دیا تھا...... قانون کے رکھوالے سے قانون شکن بنا دیا تھا۔

اور تمام گولیاں نشانے پر بیٹھی تھیں......!



جب پہلی گولی چلی، رچرڈ گینز اپنی گن نکالنے کے لئے ہاتھ بڑھا رہا تھا۔ ادھر اُدھر اتنی آوازیں تھیں کہ فائر کی آواز کو اس نے پٹاخے پر معمول کیا لیکن جب اس نے پادری کی شرٹ سے سرخ خون ابلتے دیکھا تو اس نے پلٹ کر دیکھا اور اس کی نظر جمیل پر پڑی۔ وہ اس وقت دوسرا فائر کر رہا تھا۔

جمیل نے لوگوں کے سروں اور کندھوں کے اوپر ریوالور تانا ہوا تھا۔

تین فائر اتنے تسلسل سے ہوئے کہ آواز سے لگا، صرف ایک فائر ہوا ہے۔

''کیوں......؟ جمیل ایسا کیوں کر رہا ہے......؟''

رچرڈ نے سوچا۔

اس سے زیادہ سوچنے کی اسے مہلت نہیں ملی۔ آخری فائر کے ساتھ ہی وہاں بھگدڑ مچ گئی۔ لوگ چیخ رہے تھے۔ بعض گھٹنوں کے بل بیٹھ کر رینگنے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن یہ ممکن نہیں تھا۔ کیونکہ جین اور کیٹ نے

آنسو گیس کے کنستر کھول دیئے تھے۔ گیس تیزی سے پھیل رہی تھی۔ لوگوں کی آنکھیں کچھ دیکھنے کے قابل نہیں رہی تھیں۔ کسی کو کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

لیکن بینڈ اسی طرح راگ الاپ رہا تھا۔

''خدا ان دونوں کو سلامت رکھے۔''

رچرڈ کے دل سے جین اور کیٹ کے لئے دُعا نکلی۔

اس نے جلدی سے ماسک لگایا اور سیدھا اس طرف بڑھا، جہاں اس نے آخری بار جمیل نعمان کو دیکھا تھا۔ وہ مشکل سے دس فٹ کا فاصلہ تھا لیکن اسے لوگوں کو پھلانگنا تھا۔

اس کا دل اس وقت محبت سے معمور تھا...... جمیل نعمان کی محبت سے......!

''کیا آدمی ہے وہ......!!''

اس وقت وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ تین پولیس والے گھٹنوں کے بل جھکے ہوئے تھے۔ لیکن ان کے لئے ایک دوسرے کو دیکھنا بھی ممکن نہیں تھا۔ ان کے پاس ہی جمیل نعمان کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں اس کا خالی ریوالور تھا۔

رچرڈ گینر اس کے قریب گیا۔ اپنے ماسک کو تھوڑا سا اُٹھائے ہوئے اس نے سرگوشی میں کہا۔

''میں رچرڈ گینر ہوں۔ میرے پاس گیس ماسک ہے۔ تم میرے ساتھ چلو......! میں تمہیں راستہ دکھاؤں گا۔''

جمیل نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ وہ بالکل سیدھا اور تن کر کھڑا تھا...... سربلند......! ایک ایسا شخص، جسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا، جسے صرف اپنی سماعت پر انحصار کرنا تھا۔ اس کی آنکھیں پانی سے بھری تھیں۔



رچرڈ نے ریوالور اس سے لے لیا۔ پھر وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے ایک طرف لے چلا۔ ٹیلر کے چیلے اس کے لئے رو رہے تھے، بین کر رہے تھے۔

رچرڈ نے جین اور کیٹ کی جستجو میں نظر دوڑائی۔ لیکن وہ کہیں نظر نہیں آئیں۔ وہ مجمع میں گھل مل گئی ہوں گی۔ ماسک کے باوجود رچرڈ کے لئے دُور تک دیکھنا ممکن نہیں تھا۔

بہرحال ٹریپ ڈور زیادہ دُور نہیں تھا۔ گینر نے اس کا کور ہٹایا اور جمیل کو نیچے اُترنے میں سہارا دیا۔ اِدھر اُدھر قریب میں کوئی نہیں تھا۔ ہر طرف سے کھانسنے اور چیخنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

رچرڈ نے نیچے اُتر کر ٹریپ ڈور کا کور گرایا۔ آوازیں معدوم ہو گئیں۔

وہ نلکی نما پائپ میں آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ اس سب اسٹیشن میں پہنچ گئے، جو رچرڈ کی کمین گاہ تھی۔ وہاں اس نے جمیل کو ایک گوشے میں بٹھایا اور اپنے رومال سے اس کی آنکھیں پونچھنے لگا۔

''یہ سب......''

رچرڈ نے کہنا چاہا۔ لیکن گلا رُندھنے کی وجہ سے اس سے آگے کچھ کہا نہیں گیا۔

جمیل اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ اس کی آنکھوں سے اب بھی پانی بہہ رہا تھا۔

جالی میں کور لگا ہوا تھا۔ اس کے باوجود موسیقی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ لیکن پھر وہ آواز تھم گئی۔ شاید پادری ٹیلر کی موت کی خبر اسٹیج تک پہنچ گئی تھی۔ اس کے بعد مہیب سناٹا تھا۔

رچرڈ نے اپنی وِگ اور مصنوعی داڑھی اُتاری۔

"تم نے یہ سب کیوں کیا......؟"

بالآخر اس نے جمیل سے پوچھا۔

جمیل پلکیں جھپکا کر رہ گیا۔ آنسو گیس کے اثرات اب بھی موجود تھے۔

"وہ تو میرا شکار تھا۔"

رچرڈ نے کہا۔

"تم کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔"

جمیل نے جواب دیا۔

"تین ایجنٹ عین تمہارے پیچھے موجود تھے۔ تم ریوالور نکالنے سے پہلے ہی دبوچ لئے جاتے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے......؟"

"یہ سچ ہے......!"

"لیکن کیسے......؟"

جمیل نے اسے بتایا کہ اس کی اپنی حماقت کی وجہ سے اور ایکسپوز ہوا۔ ایجنٹوں نے اس پر نظر رکھی تھی، اور اس نے اپنی حماقت سے انہیں رچرڈ تک پہنچا دیا تھا۔

"چلو......ٹھیک ہے......! لیکن تم نے یہ کام کیوں کیا......؟"

جمیل نے حیرت سے اسے دیکھا۔ اس وقت اس میں اتنی توانائی نہیں تھی کہ وہ اسے تفصیل سے سمجھاتا۔ اس نے مختصراً کہا۔

"کسی نہ کسی کو تو یہ کام کرنا ہی تھا۔ ناسور کو کاٹنا تو ضروری ہوتا ہے۔"

رچرڈ نے بیٹری بچانے کے لئے فلیش لائٹ بجھا دی۔ وہ دونوں



اندھیرے میں خاموش بیٹھے رہے۔

باہر کی آوازیں آہستہ آہستہ معدوم ہوتی گئیں۔ شاید اسٹیڈیم خالی ہوگیا تھا۔ تاہم اس میں بہت دیر لگی۔ شاید لوگ باہر جانے کے موڈ میں نہیں تھے۔ شاید ان کے خیال میں ان کے پیسے پوری طرح وصول نہیں ہوئے تھے۔ جو کچھ ہوا، وہ اسے اسٹیج پر ہوتا دیکھنے کے لئے آئے تھے۔ شاید انہیں لگتا تھا کہ انہیں دھوکہ دیا گیا ہے۔

جب آوازیں بالکل معدوم ہوگئیں تو رچرڈ نے کہا۔

"اب پُرسکون ہو جاؤ......کھیل ختم ہوگیا ہے۔"

"تمہارے لئے......میرے لئے تو اب شروع ہوا ہے۔"

"کیا مطلب......؟ ابھی کچھ دیر پہلے تم نے کہا کہ کسی نہ کسی کو تو یہ کام کرنا تھا۔"

"ہاں......! اس پر گولی چلاتے وقت میں نے یہی سوچا تھا۔"

"لیکن یہ تو سچ ہے......!"

"نہیں......!"

جمیل نے بہت دھیمی آواز سے کہا۔

"میرا یقین اب بھی وہی ہے......قانون کی بالادستی۔ میں نے جو کچھ کیا، وہ ٹھیک نہیں تھا۔ میں نے ایک انسان کو قتل کیا اور قتل کے لئے کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوتا۔ میرے پاس کوئی عذر نہیں ہے۔"

"لیکن تم نے مجھے قتل کرنے کا کو موقع دیا۔"

"اس کے لئے بھی میں کوئی عذر پیش نہیں کروں گا۔ لیکن بہرحال اس صورت میں ٹریگر پر دباؤ ڈالنے والی اُنگلی تمہاری ہوتی، میری نہیں......!"

رچرڈ خاموش رہا۔

"لیکن میں جانتا تھا کہ میں اپنے اس اقدام پر پچھتانے کے لئے زندہ نہیں رہوں گا۔ میں درجنوں گنوں کے نشانے پر تھا۔ تم نے مجھے بچا کر مجھ پر ظلم کیا۔ جب تک جیوں گا، ضمیر مجھ پر ملامت کرتا رہے گا۔ تم نے بہت برا پھنسایا مجھے۔"

رچرڈ کو اس کے لہجے میں سنگینی محسوس ہوئی۔

☆☆☆

صبح ہوتے روشن دان کی جالی پر دستک ہوئی۔ پھر کسی نے پکارا۔

"کیا تم موجود ہو......؟"

وہ وکٹر لٹوسکی کی آواز تھی۔

رچرڈ نے جالی سے منہ لگاتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں......! ہم یہاں ہیں۔"

"سب جا چکے ہیں۔ اب تم باہر آ جاؤ......!"

رچرڈ نے فلیش لائٹ آن کی اور اپنا اسلحہ سمیٹنے لگا۔

جمیل نے اس کو بازو کو چھوڑا۔

"یہ کون بلا ہے......؟"

اس نے پوچھا۔

"وکٹر لٹوسکی...... یہ پورا منصوبہ اس نے ہی تیار کیا تھا۔"

جمیل اسے گھورنے لگا۔

"وکٹر لٹوسکی...... گینگسٹر......؟"

رچرڈ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"مجھے پہلے ہی سمجھ لینا چاہئے تھا کہ یہ سب کچھ تم نہیں سوچ سکتے۔



واہ...... کیا کامبی نیشن ہے۔ ایک جنونی کرسچن اور ایک یہودی گینگسٹر......!"

☆☆☆

جمیل کار کی پچھلی نشست پر بیٹھا سوچ رہا تھا۔ اب جو کامبی نیشن بنا تھا، وہ عجیب تر تھا۔ ایک ناممکن قسم کی تگڈم۔ ایک پاگل کرسچن آرٹسٹ، جس نے خود کو خدا کا آلۂ عذاب سمجھ لیا تھا۔ دوسرا مسلمان پولس افسر، جو ایک کمزور یا طاقتور لمحے میں قاتل بن گیا تھا۔ اور ایک یہودی گینگسٹر جو ان کی مدد کر رہا تھا۔

وہ برونکس سے نکل آئے تھے، اور شمال کی جانب سفر کر رہے تھے۔

وکٹر لٹوسکی مکمل تیاری کے ساتھ آیا تھا۔ اس کے پاس ان مقامات کی مکمل اور مصدقہ تفصیل موجود تھی، جہاں پولیس نے چیک پوسٹس قائم کی تھیں ان میں تمام بڑے پل، سرنگیں اور پارک وے تھے۔ انہیں ان مقامات سے گریز کرنا تھا۔

جمیل کو باتوں سے اندازہ ہوگیا تھا کہ ان کی منزل ماؤنٹ کسکو کے قریب کوئی مقام ہے، جہاں لٹوسکی کا کنٹری ہاؤس ہے۔ اسے تو یہ سب اپنے خلاف سازش لگ رہا تھا۔ یہ ایسا تھا، جیسے کلنٹن ٹیلر کو ختم کرنے کے نتیجے میں وہ بہت قیمتی ہوگیا ہو۔ وکٹر لٹوسکی کی نگاہوں میں اور اس کے رویے میں اس کے لئے بے حد احترام تھا۔ وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اتنا سب کچھ کر کے بھی وہ اسے بچا نہیں سکیں گے۔ بالآخر وہ پکڑا جائے گا۔ اس کے لئے تو سب سے بہتر یہی تھا کہ اسے مقامِ واردات پر ہی قتل کر دیا جاتا۔

پھر پہلی بار اس نے ماریہ کے بارے میں سوچا۔ پہلے اسے یہ خیال ہی نہیں آیا تھا۔

"خدایا......! ماریہ نے یہ سب کچھ ٹی وی پر دیکھا ہوگا۔"

اس نے گھبرا کر آنکھیں بند کر لیں۔

"کیپٹن......!"

وہ تیسرا موقع تھا کہ لٹوسکی نے اسے پکارا تھا۔

اس نے سر اُٹھا کر دیکھا۔لٹوسکی عقب نما میں اسے دیکھ رہا تھا۔جمیل کو اس کی آنکھیں برے آدمی کی آنکھیں نہیں لگیں۔ اور اس پر اسے پہلے سے یقین تھا کہ آنکھیں کبھی جھوٹ نہیں بولتیں۔

"یس......؟"

اس نے کہا۔

"یہ بات تمہیں معلوم ہونی چاہئے۔ یہ سب خبروں میں پہلے ہی آچکا ہے۔"

وکٹر لٹوسکی کہتے کہتے رُکا۔ وہ ہچکچا رہا تھا، جیسے سوچ رہا ہو کہ کیسے اسے بتائے......؟

"سب یہی سمجھ رہے ہیں کہ تم حواری ہو۔"

بالآخر اس نے کہا۔

"کیا بات کر رہے ہو......؟ کون یہ سمجھ سکتا ہے......؟"

اس نے احتجاج کیا۔

"سب لوگ بشمول پولیس اور ایف بی آئی۔ سوچو تو......! حواری نے ہی دھمکی دی تھی نا کہ وہ کلنٹن ٹیلر کو یانکی اسٹیڈیم میں قتل کرے گا۔ اور تم نے اسے یانکی اسٹیڈیم میں قتل کیا۔ تو تمہیں ہی حواری سمجھا جائے گا نا......؟"

"یہ تو دیوانگی ہے......! نرا پاگل پن......!"

"حقیقت تو بس ہم تینوں ہی جانتے ہیں...... اور مزید کچھ لوگ......



بہت تھوڑے۔ باقی تو پوری دُنیا تمہیں ہی حواری سمجھتی ہے۔"

جمیل نے اگلی نشست پر بیٹھے ہوئے رچرڈ کو دیکھا۔

"پولیس ایسا نہیں سمجھ سکتی۔ وہ بے وقوف نہیں ہیں۔"

اس نے کہا۔

"ٹی وی مبصرین کا کہنا ہے کہ بارہ گھنٹے کے اندر یہ بات ثابت ہو جائے گی۔"

"کہاں سے لائیں گے وہ ایسی شہادتیں......؟"



کروڑ پتی وکٹر لٹوسکی کے معیار کو ذہن میں رکھا جائے تو کنٹری ہاؤس بہت معمولی جگہ تھی۔ وہ دو منزلہ تھا۔ وہاں چند بیڈ روم تھے اور ایک نشست گاہ۔ وہاں ان تینوں کے سوا کوئی نہیں تھا۔لٹوسکی نے اپنے باڈی گارڈز اور تمام ملازمین کو چھٹی دے دی تھی۔ وہاں پانچ ہزار ایکڑ پر محیط جو جنگل تھا، وہ ان کی پرائیویسی کی ضمانت تھا۔

وہ بہت خوب صورت جگہ تھی۔ پُرسکون اور پرندوں کے چہچہوں سے معمور۔لیکن جمیل کو ایسا لگ رہا تھا کہ وہ مر چکا ہے۔ وہ کچھ سوچنے کے قابل نہیں تھا۔ وہ کچھ محسوس بھی نہیں کر رہا تھا۔

ناشتہ لٹوسکی نے خود تیار کیا۔

جمیل نے کھانے سے انکار کر دیا۔

"میں سمجھ گیا۔"

لٹوسکی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم چاہو تو خود مرغی ذبح کر سکتے ہو......!"

”اس وقت بھوک نہیں ہے۔ بھوک لگے گی تو کر لوں گا۔“

دو گھنٹے بعد جمیل کی ذہنی حالت بہتر ہوئی تو اس نے لٹوسکی سے پوچھا۔

”تم میرے لئے یہ سب کیوں کر رہے ہو......؟ میری کیا اہمیت ہے تمہارے نزدیک......؟ بلکہ ایک بار تو میں نے تمہیں گرفتار بھی کیا تھا، شاید تمہیں یاد ہو......؟“

”تم اپنا فرض پورا کر رہے تھے۔“

لٹوسکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اور پھر اس گرفتاری سے مجھے کیا نقصان پہنچا......؟ چند گھنٹے بعد میں رہا ہوگیا تھا۔“

”تمہاری طرح لٹوسکی بھی ایک اچھا انسان ہے۔“

رچرڈ نے جلدی سے کہا۔

”یہ بدمعاش بھی ہے اور قاتل بھی...... اور وہ بھی بہت بڑا۔ شاید اس وقت آزاد گینگسٹرز میں سب سے بڑا۔“

”تم مبالغے سے کام لے رہے ہو۔“

لٹوسکی ہنس دیا۔

”میں پوری طرح سے بیان نہیں کر پا رہا ہوں۔ تم میرے بیان سے کہیں بڑے ہو۔ میں نے تمہاری فائل دیکھی ہے۔ سنو......! میں احسان فراموش نہیں ہوں۔ مگر اسے وقت اپنے حواس میں نہیں ہوں۔“

”خود ملامتی میں کیوں مبتلا ہوتے ہو......؟“

لٹوسکی نے اسے چمکارا۔

”تم نے وہی کچھ کیا، جو ایک نیک انسان کو کرنا چاہئے۔“



جمیل کو پھر چپ لگ گئی۔ اس نے سوچا۔

”شاید میں پاگل ہوگیا ہوں۔ ایک گینگسٹر کو اخلاقیات پڑھانا پاگل پن ہی تو ہے۔“

”ایک بات بتاؤں کیپٹن......!“

لٹوسکی نے کہا۔

”چند روز پہلے میں نے رچرڈ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ ناکام ہوگیا تو اس کے بدلے میں خود یہ کام کروں گا۔ مطلب یہ کہ ٹیلر کو تو مرنا ہی تھا۔ تم نے مار دیا، یہ تمہارا احسان ہے مجھ پر۔ تم میرے لئے معزز اور قابل احترام ہوگئے ہو۔“

انہوں نے صبح سے ہی ریڈیو آن رکھا تھا۔ دوپہر کے بلیٹن میں وہ افواہ مصدقہ خبر بن گئی۔ پولیس کمشنر مائیکل ویسٹلے نے سرکاری طور پر بیان دیا تھا کہ کلنٹن ٹیلر کا قاتل کیپٹن جمیل نعمان ہی درحقیقت حواری ہے۔

”مائیکل نے یہ جھوٹ کیوں بولا......؟“

جمیل نے سوچا۔

”وہ تو جانتا ہے کہ یہ سچ نہیں ہے۔“

دن گزرتا گیا۔ معاملات آگے بڑھتے رہے۔ خبروں کے مطابق کیپٹن جمیل نعمان کے گھر میں تلاشی کے دوران ایک الماری سے ایک شاپنگ بیگ برآمد ہوا، جس میں اس کے حواری ہونے کے تمام ثبوت موجود تھے۔ ان میں حواری کا ماسک اور دستانے اور 38 کیلیبر کا سروس ریوالور بھی ہے، جو اس نے برونکس کے پارکنگ لاٹ میں ایک پولیس افسر کو بے ہوش کر کے اس سے چھینا تھا۔ اس ریوالور سے اس نے برونکس اور اٹلانٹا میں دو قتل بھی کئے تھے۔

جمیل سوچ رہا تھا کہ یہ ایک نئی طرح کا جھوٹ تشکیل دیا جا رہا ہے، جس کی بنیاد سچائی پر ہے۔ وہ شاپنگ بیگ جس میں حواری کے خلاف ثبوت موجود تھے، اس نے اصل حواری یعنی رچرڈ گینر کے گھر سے برآمد کیا تھا، اور اس سے حواری کا باب بند کرنے کا وعدہ لینے کے بعد اپنے گھر لے گیا تھا، تا کہ رچرڈ آئندہ ان چیزوں کو نہ استعمال کرے۔ مگر اب ان چیزوں کی بنیاد پر وہ حواری ثابت ہوگیا تھا۔

پھر وہ جھوٹ پھیلتا گیا۔ کئی گواہ میدان میں اُتر آئے۔ کمشنر ویسٹلے نے بیان دیا کہ کیپٹن نعمان نے بالاصرار حواری کا کیس اس سے مانگا تھا۔ اور بعد میں جب ایف بی آئی بھی تفتیش میں شامل ہوئی تو وہ اس بات پر سخت برہم ہوا تھا۔

پھر ایف بی آئی کا اسپیشل پیٹرسن تھا۔ اس نے تفصیل سے بتایا کہ کیپٹن نعمان نے کس طرح اسے غلط راہ پر ڈالنے کے لئے سازشیں کیں......؟ تا کہ اس کا پردہ چاک نہ ہو۔

اس بات کی تصدیق پولیس کے سراغ رسانوں روبنس اور لوریٹی نے بھی کی کہ کیپٹن نعمان نے انہیں خاص طور پر حکم دیا تھا کہ ایف بی آئی کے ساتھ تعاون نہیں کرنا ہے، بلکہ انہیں برعکس معلومات فراہم کرنی ہیں۔

پھر کیپٹن نعمان قد و قامت کے اعتبار سے حواری کے حلیے پر پورا اُترتا تھا۔

سب سے بڑی بات یہ کہ پادری کلنٹن ٹیلر کو 4 جولائی کو یانکی اسٹیڈیم میں قتل کر کے کیپٹن نعمان نے یہ بات پوری طرح ثابت کر دی کہ وہی حواری ہے۔

یہ تمام باتیں سچی تھیں۔ اگرچہ محرکات اس سے مختلف تھے، جو سمجھے



جا رہے تھے۔ لیکن کیس پکا بن گیا تھا۔

رچرڈ گینر جمیل کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

''اب یہاں کے نظامِ عدل کے بارے میں تم کیا کہو گے......؟''

اس نے پوچھا۔

''ہر نظام میں کچھ نہ کچھ خامیاں ہوتی ہیں۔''

''تمہیں اس سے پریشانی نہیں ہوئی......؟''

''کس سے......؟''

''تمہیں حواری قرار دیا جا رہا ہے، اس سے......؟''

''تمہیں یاد ہوگا، ایک بار اس بارے میں ہمارے درمیان بات ہوئی تھی، میں نے کہا تھا، سمجھوتے کرنے والے منافق اور جھوٹے ہوتے ہیں، اور جو سمجھوتہ نہ کرے، وہ حواری ہوتا ہے۔ یاد ہے تمہیں......؟''

''ہاں......!''

رچرڈ نے اثبات میں سر ہلایا۔

''اور میں نے یہ بھی کہا تھا کہ حواری کے افعال پر اعتبار سے نقصان دہ سہی، لیکن اس کی روح کے لئے شفا بخش ہیں۔''

''مجھے یہ بھی یاد ہے۔''

وہ دونوں خاموش بیٹھے رہے...... وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے سے گریزاں تھے...... لٹوسکی کھڑکی میں کھڑا سامنے والی پہاڑیوں کو دیکھ رہا تھا۔

''اب تم خود سوچو...... مجھے حواری قرار دیا جائے تو کیا مجھے برا لگے گا......؟''

بالآخر جمیل نے کہا۔

"نہیں......! مجھے برا نہیں لگتا۔"

☆☆☆

جمیل نے ماریہ کو فون کیا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کا فون چیک کیا جا رہا ہوگا۔

"ہیلو......!"

ماریہ نے کہا۔

"میں خیریت سے ہوں۔تم پریشان نہ ہونا۔"

"خدا کے لئے......!"

"میں تم سے محبت کرتا ہوں۔"

"جانتی ہوں میں......!"

"صبر کرو...... اور انتظار......!"

"یہ کہنے کی ضرورت نہیں......!"

جمیل نے رابطہ منقطع کر دیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی کال ٹریس کر لی جائے۔"

☆☆☆

رچرڈ گینر کے ساتھ ایسا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ 4 جولائی کو اس کا بھیس کتنا ناقص سہی، بہرحال اس کا پردہ ثابت ہوا تھا۔ اس نے جین کے اپارٹمنٹ فون کیا۔ اس کا اندازہ تھا کہ کیٹ بھی وہیں ہوگی۔ پھر اس کی تصدیق بھی ہوگئی۔ دونوں نے ایکسٹینشن فون اُٹھا لئے تھے، اور بیک وقت اس کی گفتگو سن رہی تھیں۔



"تم دونوں نے کمال کر دیا۔"

اس نے ستائشی لہجے میں کہا۔

"ورنہ وہ دن تباہ کن ثابت ہوتا۔"

جواب میں اسے دو گہری سانسیں سنائی دیں۔ پھر کیٹ نے پوچھا۔

"تم ٹھیک تو ہو......؟ کہاں ہو تم......؟"

"میں بھی ٹھیک ہوں اور ہمارا دوست بھی......! ہم دونوں لٹوسکی کے ساتھ ہیں۔"

"وہ کیوں کود گیا بیچ میں......؟"

رچرڈ نے انہیں تفصیل بتائی۔

"عجیب سی بات ہے۔خبریں سنیں تم نے......؟"

"ہاں......! اس کے سوا کیا ہی کیا ہے......؟"

"اب اس کا کیا بنے گا......؟"

"لٹوسکی اس کے لئے کچھ کرے گا۔"

"اچھا......! اب تم واپس آ جاؤ......!"

دونوں نے بیک آواز کہا۔

☆☆☆

"کلنٹن ٹیلر تو ختم ہوگیا۔لیکن اس کا نیٹ ورک موجود ہے۔"

جمیل نعمان نے کہا۔

"تمہارے پاس معلومات ہیں......؟"

"ہاں......! مکمل...... تنظیم کے تمام بڑوں کے نام مجھے معلوم ہیں۔"

"وہ ختم ہو جائیں تو نیٹ ورک بھی ختم ہو جائے گا......؟"

''یقیناً......!''

''تو تم مجھے وہ نام دے دو......!''

''تم کیا کرو گے......؟''

''میں خاک روب ہوں۔ صفائی کروں گا۔''

''عجیب بات ہے......! یہ سب شروع اس رچرڈ نے کیا، عمل میں نے کیا اور اب......''

''ہم عجیب ٹیم ہیں۔''

لٹوسکی نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ایک یہودی، ایک عیسائی اور ایک مسلمان......!''

''مجھے تم آدھا مسلمان ہی سمجھو......!''

رچرڈ کیبنر نے جلدی سے کہا۔

''میری دو عورتیں ہیں، انہیں ایک دوسرے سے میرے تعلق پر کوئی اعتراض بھی نہیں، اور ان میں سے کوئی بھی مجھ سے دستبردار نہیں ہوگی۔ مجھے تو مسلمان ہی ہونا پڑے گا۔ ورنہ دو شادیاں کیسے کروں گا میں......؟''

''لیکن میں اور تم...... مسلمان اور یہودی تو ازلی دُشمن ہیں......''

جمیل نے کہا۔

''ہماری قوموں نے نہیں سمجھا، لیکن ہم نے سمجھ لیا ہے کہ ہمارا مشترکہ دُشمن شیطان ہے۔''

لٹوسکی نے کہا۔

''میں مانتا ہوں کہ ہم تینوں اہل کتاب ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کا احترام کرنا چاہئے۔''

''تو اب تم کیا کرو گے......؟''



جمیل نے پوچھا۔

''دیکھتے رہو......!''

☆☆☆

11 جولائی کو چند گھنٹوں کے دوران پانچ مختلف واقعات رونما ہوئے۔ بظاہر ان کا آپس میں کوئی تعلق نہیں تھا۔

ٹیکساس میں اس صبح بہت سویرے ولیم ٹرنر بیدار ہوا اور پرندوں کے شکار کی غرض سے ساحل پر پہنچا۔ پرندوں کا شکار اس کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ لیکن کلنٹن ٹیلر کی موت کے بعد سے ٹرنر بہت ڈسٹرب تھا۔ ٹیلر کی حماقت اور اوچھے پن پر رہ رہ کر اسے غصہ آ رہا تھا۔

''کتنا سمجھایا تھا اسے۔ لیکن اسے تو پبلسٹی سے عشق تھا...... اور یہ عشق اسے لے ڈوبا۔ اب تنظیم کا کیا ہوگا......؟''

ولیم ٹرنر وہاں اکیلا تھا۔ وہ شکار اکیلے ہی کرنا پسند کرتا تھا۔ یوں اسے اہم معاملات پر سوچنے کا موقع بھی مل جاتا تھا۔

چپوؤں کی آواز سن کر وہ چونکا۔ سامنے سے ایک کشتی آتی نظر آئی۔ اس میں ایک ہی شخص تھا، جو کشتی کو کھے رہا تھا۔

ٹرنر کو بہت برا لگا۔ اس کی تنہائی مجروح ہو رہی تھی۔ لیکن وہ کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ یہ علاقہ اس کی ملکیت تو تھا نہیں۔

کشتی اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وہ قریب آئی تو ٹرنر نے غور سے دیکھا۔ لیکن کشتی چلانے والا اس کے لئے اجنبی تھا۔

''آپ مسٹر ٹرنر ہیں......؟''

کشتی والے نے اس سے پوچھا۔

"ہاں......! مگر تم کیا بلا ہو......؟"

"آپ کے لئے پیغام لایا ہوں۔"

کشتی والے نے ہاتھ کھولتے ہوئے کہا۔

اس کے بعد ولیم ٹرنر نہ کچھ دیکھ سکا، نہ سن سکا۔ اسے اس کی اپنی گن سے نشانہ بنایا گیا تھا۔ گولی بہت قریب سے چلائی گئی تھی۔ کورونر کی رپورٹ کے مطابق وہ حادثہ تھا۔ شاید ولیم ٹرنر گن کی صفائی کر رہا تھا۔ یہ اس کی بے پرواہی تھی کہ گن کا سیفٹی کیچ ہٹا ہوا تھا۔ گولی چلی اور وہ اپنی ہی بے پرواہی کا شکار ہوگیا۔

☆☆☆

میڈیا مغل جیمز بلنگز کو اپنی بیوی کے سوا دُنیا کی ہر عورت نہایت حسین لگتی تھی۔ مگر اس وقت وہ جس لڑکی کے ساتھ تھا، وہ کم عمر بھی تھی اور نہایت حسین بھی۔

وہ ہوٹل کے ایک بڑے سوئٹ میں تھے۔ اسٹیریو سیٹ دل نشیں موسیقی اُگل رہا تھا۔ انہوں نے کوئی آہٹ بھی نہیں سنی۔ بس اچانک انہوں نے دیکھا کہ ایک دراز قد آدمی چہرے پر نقاب لگائے، سائیلنسر لگا ریوالور تھامے ان کے سر پر کھڑا تھا۔

"ڈرنے کی ضرورت نہیں......!"

نقاب پوش نے کہا۔

"مجھے بس نقدی اور زیورات درکار ہیں۔"

وہ دونوں گنگ سے اسے گھورتے رہے۔ پھر بلنگز نے کہا۔

"تم بچ نہیں سکو گے......!"



"تب تو تمہیں ختم کر دینا ہی بہتر ہے۔"

نقاب پوش نے ٹریگر دباتے ہوئے کہا۔

پھر اس نے لڑکی کی دونوں کنپٹیوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے دبایا، اور لڑکی بے ہوش ہوگئی۔

نقاب پوش نے زیورات اور نقدی سمیٹی اور خاموشی سے کمرے سے رُخصت ہوگیا۔

☆☆☆

اس رات طوفانی بارش ہو رہی تھی۔ موسم کی خرابی لاس اینجلز سے ہی شروع ہوگئی تھی۔ لیکن فرینکلن برنس اس موسم میں بھی اپنی فیراری ڈرائیو کر رہا تھا۔ لوگ عورتوں پر جان دیتے ہیں لیکن برنس خوب صورت گاڑیوں پر مرتا تھا۔

وہ کلنٹن ٹیلر کے قتل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اسے اس پر کچھ زیادہ افسوس نہیں ہوا تھا۔ وہ خود پسند تھا، اور ایک خود پسند آدمی کو دوسرے خود پسند لوگ کبھی اچھے نہیں لگتے۔ مجبوری کی اور بات ہے۔ اب بہرحال بوب ہارڈنگ تنظیم کا سربراہ تھا، اور یہ بہتر تھا۔

اس نے اگلا موڑ کاٹا تو آگے ہائی وے مینٹی نینس والوں کا ایک ٹرک نظر آیا، جس نے سڑک بلاک کر رکھی تھی۔ ٹرک کے سامنے سڑک بلاک کرنے کے لئے ایک دورنگی رکاوٹ کھڑی کر دی گئی تھی۔

اس نے گاڑی روکی۔ ایک باوردی ہائی وے پولیس مین اس کی طرف بڑھا۔

برنس نے کھڑکی کا شیشہ اُتارا اور پولیس مین سے پوچھا۔

''کیا مسئلہ ہے......؟''

''آگے ایک بڑا درخت گر گیا ہے۔''

پولیس مین نے بتایا، پھر اسے غور سے دیکھا۔

''آپ مسٹر برنس ہیں نا......؟''

''ہاں......! مگر یہ بتاؤ، راستہ کب کلیئر ہوگا......؟ مجھے اپنے گھر پہنچنا ہے۔''

پولیس مین چند لمحے اس کی بات پر جیسے غور کرتا رہا۔ پھر بالکل اچانک اس نے کھڑکی کے اندر ہاتھ ڈالا اور برنس کی گردن دبوچ کر سیٹ کے پشتے سے لگا دی۔ دوسرے ہاتھ سے اس نے ایک چوپ رسید کیا اور برنس کی گردن ٹوٹ کر ایک طرف ڈھلک گئی۔

اگلی صبح ٹوٹی پھوٹی فیراری چٹانوں پر اُلٹی نظر آئی۔ شاید وہ سامنے والے چٹانی چھجے سے ٹکرا کر اُلٹی تھی۔ برنس کی گردن ٹوٹ گئی تھی۔

☆☆☆

صبح سویرے ریجنالڈ اسٹفورڈ پیراکی کر رہا تھا۔ ساحل پر اس وقت اس کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ وہ ساحل سے کافی دُور تھا۔

پانی کا بہاؤ بہت تیز تھا۔ لیکن اسٹفورڈ بہت اچھا پیراک تھا۔ ایک سیکنڈ کے دسویں حصے کے فرق سے اس نے بیس سال پہلے پیراکی میں اولمپکس کا کانسی کا تمغہ مس کیا تھا۔

پانی کے اُتار چڑھاؤ کے باوجود وہ آسانی اور سکون کے ساتھ تیرتا رہا۔ ایک غوطہ لگانے کے بعد وہ اُبھرا تو اسے وہ لانچ اپنی طرف بڑھتی نظر آئی۔ انجن بند ہونے کی وجہ سے وہ بے آواز تھی۔ اسی لئے اسے اس کی



موجودگی کا احساس نہیں ہوا تھا۔

لانچ میں ایک گنجا ادھیڑ عمر شخص موجود تھا۔ اس نے سہارا دینے والے انداز میں ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسے پکارا۔

''مسٹر اسٹفورڈ......!''

اسٹفورڈ کو سب سے پہلے تو یہ خیال آیا کہ شاید اس کے دفتر میں کوئی ہنگامی صورتِ حال ہو۔ پھر اسے اپنے باپ کا خیال آیا، جو تین سال سے کینسر سے لڑ رہا تھا۔ شاید بالآخر وہ ہار گیا ہے۔ بہرحال اسے تشویش ضرور ہوئی۔ لیکن خطرے کا کوئی احساس اسے نہیں ہوا۔

پھر اچانک بڑھتے ہوئے ہاتھ نے رُخ بدلا اور اس کے سر کی طرف لپکا۔ اس کے بال مٹھی میں جکڑتے ہوئے اس کے سر کو پانی میں ڈبو دیا گیا۔ اس نے خود کو آزاد کرانے کی کوشش کی۔ لیکن گرفت بہت سخت تھی۔

پہلی بار وہ خوفزدہ ہوا۔ اس نے اور زور لگایا، لیکن بے سود۔ اس کی سانس جواب دینے لگی۔

اس کی لاش کئی دن بعد کنارے پر آئی۔ اس کی موت پر کسی کو حیرت نہیں ہوئی۔ اسے تو ڈوب کر ہی مرنا تھا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ پہلے کیوں نہیں ڈوبا......؟ وہ سمندر کو چیلنج کرتا تھا۔ سمندر ایسے لوگوں کو کب بخشتا ہے......؟

☆☆☆

اٹلانٹا میں سب سے نئی رہائشی عمارت کے پینٹ ہاؤس میں رابرٹ ہارڈنگ شام کے وقت پودوں کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔ اس کی بیوی ایک ہفتے کے لئے اپنی ماں کے ہاں گئی ہوئی تھی۔ وہ خود کو آزاد محسوس کر رہا تھا۔ وہ

سوچ رہا تھا کہ اس نے شادی کی حماقت کی ہی کیوں تھی......؟ وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ کیریئر کا آغاز اس نے بیوی کی دولت سے ہی کیا تھا۔

لیکن اب اس کی بیوی اس کے لئے ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی۔ وہ بہت لڑاکا اور بدزبان ہوگئی تھی۔ گزشتہ روز اس نے کا تھا کہ وہ انسانی جذبوں سے یکسر محروم ہے، اور ہمدردی اس میں نام کو بھی نہیں ہے۔

اور یہ سچ تھا۔ ہارڈنگ کو برا بھی نہیں لگا۔ اس دور میں انسانی ہمدردی ایک مہلک کمزوری ہے۔ اہمیت ہے تو بس دولت، پوزیشن اور پاور کی ہے۔

اسے کلنٹن ٹیلر کا خیال آیا۔

''وہ احمق تھا۔ خدا کے بھروسے پر وہ یانکی اسٹیڈیم میں داخل ہوا، اور نتیجہ کیا نکلا......؟ اس کی موت......! خدا کب کسی کا ساتھ دیتا ہے......؟''

یہ سچ ہے کہ پارٹی کو ٹیلر کی کمی محسوس ہوگی۔ لیکن کسی کے نہ ہونے سے دُنیا میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ سب کام چلتے رہتے ہیں۔ اب وہ پارٹی کا سربراہ تھا۔ اب پارٹی کو مختلف انداز میں چلایا جائے گا...... خدا کے بھروسے پر نہیں، عملی انداز میں۔ البتہ مقاصد وہی رہیں گے۔

وہ 32 منزل اوپر کھڑا اٹلانٹا کی روشنیوں کو دیکھتا رہا۔ کرائسٹ کا روشنی میں نہایا ہوا مجسمہ الگ نظر آ رہا تھا۔

آہٹ سنائی دی تو اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ یونیفارم پہنے ہوئے بلڈنگ کا ملازم تھا۔ اس کے ہاتھ میں ٹول باکس تھا۔ وہ ٹیرس کے دروازے سے اندر آیا تھا۔

''سوری سر......! آپ نے شاید گھنٹی کی آواز نہیں سنی۔ میں سمجھا کہ گھر پر کوئی نہیں ہے۔ اس لئے میں اپنی چابی سے دروازہ کھول کر اندر



آ گیا۔''

ہارڈنگ نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ چھوٹے قد کا دُبلا پتلا آدمی تھا۔

''کیا بات ہے......؟ تم یہاں کیا کر رہے ہو......؟''

اس نے سخت لہجے میں پوچھا۔

''آپ کا ایک شاور لیک کر رہا ہے جناب......! میں اسے ٹھیک کرنے آیا ہوں۔''

''ایسا تو نہیں ہے۔ تم لوگ بس یہ جتانے کی کوشش کرتے ہو کہ تم رہائشیوں کا کتنا خیال رکھتے ہو......؟''

وہ شخص مسکرایا۔ دیکھنے میں وہ پلمبر نہیں، آرٹسٹ لگتا تھا۔ ہارڈنگ نے سوچا۔

''اس کے ہاتھ میں اس بیگ کی جگہ وائلن ہوتا تو زیادہ اچھا لگتا۔''

وہ قریب ...... بہت قریب آ گیا۔ ہارڈنگ کو اس کی سنہری آنکھوں میں چمک سی دکھائی دی۔ پھر اس کے بعد ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔

بعد میں اٹلانٹا پولیس اس نتیجے پر پہنچی کہ گھروں میں ایسے حادثے ہوتے رہتے ہیں۔ ہارڈنگ سیڑھی پر چڑھ کر اوپر منڈیر پر رکھے نہایت بھاری گملے میں موجود پودے کی صفائی چھٹائی کر رہا تھا کہ پھسل گیا۔ بدقسمتی سے بھاری گملا اس کے ساتھ ہی گرا، اور مزید بدقسمتی یہ کہ اس کے سر پر گرا۔ اب بدقسمتی کے پے در پے حملے جھیلنا آسان تو نہیں ہوتا۔

بدقسمتی سے وہ گھر میں اکیلا تھا۔

☆☆☆

جاننے والوں کا کہنا ہے کہ ایف بی آئی کے تین اوصاف بہت نمایاں ہیں۔ پہلا یہ کہ اس کے وسائل لامحدود ہیں۔ دوسرا یہ کہ اس کی یادداشت زبردست ہے۔ وہ کبھی کچھ نہیں بھولتے، اور تیسرا یہ کہ وہ کبھی کسی کو معاف نہیں کرتے۔

4 جولائی کے سانحے کو بارہ ہفتے گزر چکے تھے۔ لیکن ایجنٹ پیٹرسن ماریہ نعمان کی مسلسل نگرانی کرا رہا تھا۔ وہ کہاں جاتی ہے......؟ کیا کرتی ہے......؟ کس سے ملتی ہے......؟ اسے سب معلوم ہوتا تھا۔ گھر پر اور آفس میں، دونوں جگہ اس کی ہر فون کال چیک ہوتی تھی۔ اس کی ڈاک اس وقت تک اس تک نہیں پہنچتی تھی، جب تک ایف بی آئی والے اسے کھول کر پڑھ نہ لیں۔

پیٹرسن آدمی کو پہچاننے میں کبھی غلطی نہیں کرتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ جمیل نعمان وفادار آدمی ہے۔ ایسے لوگ زندگی کی آخری سانس تک وفا نبھاتے ہیں۔ یہ طے تھا کہ وہ ماریہ سے رابطہ ضرور کرے گا۔ لیکن ایسے لوگ صابر بھی ہوتے ہیں۔

لیکن میں اس سے زیادہ صابر ہوں۔ پیٹرسن نے سوچا۔

”میں برسوں انتظار کرسکتا ہوں۔“

2 اکتوبر کی صبح ماریہ نعمان اپنے اپارٹمنٹ سے نکلی۔ ہفتہ اور اتوار کو چھوڑ کر یہ اس کا روز کا معمول تھا۔ ایک بجے تک وہ اپنے آفس میں رہی، پھر لنچ کے لئے نکلی۔ اس نے ایک اطالوی ریسٹورنٹ میں اکیلے لنچ کیا۔ وہاں وہ پہلے بھی کئی بار آچکی تھی۔

دو بجے وہ آفس واپس جانے کے لئے نکلی۔ راستے میں ہینو واٹرسٹ کمپنی کے دفتر میں رُکی اور کچھ بینک کے معاملات نمٹائے۔ بینک سے دو بج



کر چھتیس منٹ پر وہ نکلی اور ایک ٹیکسی میں بیٹھی۔ ٹیکسی میں 49 ویں اسٹریٹ ویسٹ گئی۔ ایونیو آف امریکاز پر وہ شمال کی جانب مڑی۔ لیکن سینٹرل پارک پہنچتے پہنچتے نہ جانے کیسے اس نے تعاقب کرنے والے ایجنٹ کو جھٹک دیا۔

ٹیکسی کے بارے میں چھان بین کی گئی تو پتا چلا کہ وہ چوری کی تھی۔

اس کے بعد ماریہ نعمان کبھی واپس نہیں آئی...... نہ اپنے اپارٹمنٹ، نہ اپنے آفس۔ اس کے ملبوسات اور دیگر سامان اس کے اپارٹمنٹ میں موجود تھا۔ لیکن اس نے اپنے بینک اکاؤنٹ میں سے مکمل رقم 47522 ڈالر نکلوا لی تھی۔

ایجنٹ پیٹرسن نے ملک بھر میں ڈھنڈورا پٹوا دیا۔ بیرونِ ملک جانے کی تمام راہیں تیزی سے مسدود کر دیں۔ لیکن ماریہ نعمان کا کہیں سراغ نہیں ملا۔

چند ماہ بعد دانیال اور انیسہ عظیم خلیج سان فرانسسکو کے علاقے میں ایک خوب صورت سفید کاٹیج میں رہنے کے لئے آئے۔ ان کے دماغ اور جسم جے اور ماریہ نعمان کے تھے۔ لیکن چہرے اجنبی تھے۔ وہ آئینے میں خود کو دیکھتے تو انہیں اپنا آپ اجنبی لگتا۔ بس وہ اپنی آنکھوں کو پہچان سکتے تھے۔ باقی سب کچھ دانیال اور انیسہ کا تھا۔

دانیال اور انیسہ بالکل اچانک ہی وجود میں آئے تھے۔ لیکن ان کے پاس اپنے وجود کی تصدیق کے لئے تمام ضروری دستاویزات موجود تھیں...... شناختی کارڈ، ڈرائیونگ لائسنس، کریڈٹ کارڈ اور سوشل سیکورٹی نمبر۔ حد یہ کہ انیسہ کے پاس سوشل ویلفیئر ورک میں ماسٹرز ڈگری بھی موجود تھی۔ جبکہ دانیال نے قانون میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی تھی۔ اور ان کے پاس مصدقہ

ڈگریاں تھیں، جو مشہور یونیورسٹی کی تھیں۔

یہ سب وکٹر لٹوسکی کی عنایت تھی...... وکٹر لٹوسکی، جو ایک یہودی گینگسٹر تھا، جسے ایک مسلمان سے محبت ہوگئی تھی۔

سان فرانسسکو کی سنہری دُھوپ میں وہ ایک دوسرے کو دیکھتے اور خوش ہوتے۔ اس لئے کہ جو کچھ انہیں نظر آتا تھا، وہ تھا ہی بہت خوش کن۔

امریکہ اب بھی پہلے جیسا ہی تھا۔ وہی رہزنی، وہی ڈکیتیاں، وہی ریپ، وہی منشیات فروشی۔ مگر اب برائیوں کو اقلیتوں سے منسوب نہیں کیا جاتا تھا۔ منشیات فروش محض منشیات فروش تھا، کوئی تارکِ وطن نہیں۔ ریپ کرنے والا بس ریپ کرنے والا تھا، سیاہ فام نہیں۔

جمیل سوچتا تھا...... اور جانتا تھا کہ یہ سب کبھی نہیں بدلے گا۔ ہر معاشرہ اچھے اور برے لوگوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ اللہ کا قانون ہے۔ اسی لئے تو یومِ حساب ہے، اس لئے تو جنت اور دوزخ ہے۔

وہ دونوں اب کم عمر تھے۔ اور وہ دونوں اب بہت خوب صورت تھے۔

''کیوں نہیں......؟''

لٹوسکی کے دوست سرجن نے کہا تھا۔

''یہ بونس ہے میری طرف سے۔ اس کے لئے میں اضافی چارجز نہیں لوں گا۔ بوڑھا اور بدصورت بنا دوں تو یہ خوشی سے محروم رہیں گے۔ جب میرے بس میں ہے تو میں انہیں کم عمر اور خوب صورت کیوں نہ بناؤں کہ یہ ایک دوسرے کو دیکھیں تو انہیں خوشی ہو......؟ یہ ان کا انعام ہے......!''

اور وہ سرجن بھی یہودی تھا......!

اور اس کی بات سچی تھی۔ جمیل ماریہ کو دیکھتا تو اسے ایک مکمل خوشی کا



احساس ہوتا۔ یہی حال ماریہ کا تھا اور وہ خوشی آزادی کی خوشی پر بھی بھاری تھی...... آزادی......! یہ احساس کہ وہ بے فکری سے جی سکتے ہیں۔ کوئی ان تک نہیں پہنچ سکے گا۔

لیکن ماضی سے چھٹکارا پانا ممکن نہیں تھا۔ وہ اس پر بات بھی کرتے تھے۔

''کیا وہ اب بھی مجھے تلاش کر رہے ہوں گے......؟''

جمیل کہتا۔

ماریہ کوئی جواب نہ دیتی۔ وہ جانتی تھی کہ جواب دینا لاحاصل ہے۔ یہ تو جمیل کی خودکلامی ہے۔

جمیل کو ایک خلش رہ رہ کر ستاتی تھی۔

''میرا خیال ہے، مائیکل ویسٹلے اس قصے کو یہیں دفن کر دینا چاہتا ہوگا۔''

وہ کہتا۔

''لیکن ایجنٹ پیٹرسن کا معاملہ اور ہے۔ وہ زندگی بھر میرے موہوم سائے کے پیچھے بھاگتا رہے گا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ اس کے خیال میں میں نے اسے بے وقوف بنا دیا۔ کیسی نفرت کرتا ہوگا وہ مجھ سے......؟''

''دفع کرو اسے......! میں تم سے محبت کرتی ہوں۔''

ماریہ نے کہا۔

''مگر مائیکل ویسٹلے میرا دوست تھا...... سچا دوست......!''

جمیل نے اسے محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''وہ جمیل کا دوست تھا...... اور تم دانیال ہو۔''

''تیس سال کا تعلق ایسے تو ختم نہیں ہوتا۔ وضاحت کرنا آدمی کا

فرض ہوتا ہے۔"

"بھول جاؤ اسے......!"

"بہت کوشش کی۔ لیکن بات نہیں بنی۔"

"تو پھر اب بات کر لو۔ وضاحت کر دو اور بوجھ اُتار دو...... ہلکے ہو جاؤ......!"

جمیل نے اسے غور سے دیکھا۔

"ہزاروں میل دُور سے فون پر بات کرو گے تو وہ تمہارا یہ چہرہ تو نہیں دیکھ سکے گا۔"

ماریہ نے اپنی بات واضح کی۔

جمیل ایک ماہ تک اس پر غور کرتا رہا۔ بالآخر ایک روز اس نے اسے گھر کے پرائیویٹ نمبر پر فون کیا۔ وہاں اس وقت صبح کے تین بجے ہوں گے، اور وہ سو رہا ہوگا۔ نیند سے اُٹھ کر وہ فوری طور پر کوئی حماقت بھی نہیں کر سکے گا۔ جمیل جانتا تھا کہ اس کی بیوی دوسرے کمرے میں سوتی ہے۔

تیسری گھنٹی پر فون ریسیو کر لیا گیا۔

"ہیلو......!"

مائیکل ویسٹلے کی آواز نیند کی وجہ سے بھرائی ہوئی تھی۔

"ہیلو مائیکل......!"

مائیکل کو سنبھلنے اور پہچاننے میں کچھ دیر لگی۔ پھر اس نے سرگوشی میں کہا۔

"جے......! تم......؟ میں سوچتا تھا کہ تم کبھی مجھے کال کرو گے بھی یا نہیں......؟"

"یہ تمہارا حق تھا کہ میں تم سے بات کروں...... وضاحت



کروں......!"

"تم ایسے ہی ہو...... سچے اور کھرے۔ کوئی اور ہوتا تو سکون سے بیٹھ جاتا۔ لیکن میں تمہیں جانتا ہوں۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ تم قانون کی عزت کرنے والے، قانون کو نافذ کرنے والے، قتل کا بوجھ اپنے سر پر کیسے لئے بیٹھے ہو......؟"

"یہ آسان نہیں ہے میرے لئے......!"

جمیل نے فون بوتھ کے گرد و پیش کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ وہ صرف اس فون کال کی خاطر شکاگو آیا تھا کہ اگر مائیکل کال ٹریس بھی کرا لے تو کوئی نقصان نہ ہو۔

"لیکن جب بھی یہ بوجھ ستاتا ہے تو میں امریکن کروسیڈ پارٹی کے اور ان تین مظلوم بچوں کے بارے میں سوچتا ہوں، جن کے چیتھڑے اُڑ گئے تھے۔ تب مجھے قرار آ جاتا ہے۔"

"مجھے یہ بات پہلے ہی سمجھ لینی چاہئے تھی۔"

"تمہیں کیسا لگتا ہے مائیکل......؟"

"تم جانتے ہو۔ میں امریکہ کا صدر بننا چاہتا تھا۔"

"اور میں پولیس کمشنر بننا چاہتا تھا۔"

جمیل نے اسے یاد دلایا۔

"لیکن میں تمہاری طرح کا زندہ ضمیر رکھنے والا نہیں تھا۔"

"اس ضمیر کی بات کرتے ہو، جس نے مجھے قانون کے رکھوالے سے قاتل بنا دیا......؟"

"صرف ضمیر ہی تو ایسا کر سکتا تھا۔ ایسے لوگ ہی تو سب سے خطرناک قاتل ہوتے ہیں۔ غلطی میری تھی۔ مجھے شروع ہی میں تمہیں لات

مار کر پولیس فورس سے نکال دینا چاہئے تھا۔"

کچھ دیر خاموشی رہی۔ تیس سال کے تعلق کے باوجود ان کے پاس کہنے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا۔

"تم خیریت سے ہو نا"

بالآخر مائیکل نے پوچھا۔

"میں خیریت سے ہوں......!"

"اور اپنی بیوی کے ساتھ ہو......؟"

"ہاں......!"

"تم نے جس انداز میں اسے نکالا، کمال کر دیا۔ پیٹرسن کے لئے وہ دوسرا زخم تھا...... پہلے سے بھی بڑا۔ جانتے ہو، اس روز وہ سگریٹ پھونکتے پھونکتے پاگل ہوگیا۔"

مائیکل کے لہجے میں خوشی تھی۔

"لیکن سجے......! ذہن میں رکھنا کہ وہ اب بھی تمہیں تلاش کر رہا ہے۔ بے پرواہی نہ برتنا۔"

"تم بے فکر رہو مائیکل......!"

وہ دونوں خاموش رہے، جیسے ایک دوسرے کے دل میں جھانک رہے ہوں۔

پھر مائیکل نے کہا۔

"ایک آخری بات......! تم نے ہر موڑ پر خود کو مجھ سے زیادہ اسمارٹ ثابت کیا۔ لیکن میں بالکل ہی بے وقوف بہرحال نہیں ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ تم حواری نہیں ہو۔ میں نے ایک لمحے کے لئے بھی اس پر یقین نہیں کیا۔"



جمیل حیرت سے ریسیور کو دیکھتا رہا۔

"تو پھر تم نے کیوں......؟"

"ایف بی آئی کو بے وقوف بنتے دیکھنے میں بڑی خوشی ہے میرے لئے۔ اور پھر تم سے دل کا تعلق ہے اور وہ بھی تیس سال کا۔"

"تم بہت اچھے آدمی ہو مائیکل......!"

"ہوں نہیں......! بس ایسا لگتا ہے۔"

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔"

وہ پھر خاموش ہوگئے۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے مجھے کال کی۔"

مائیکل نے سرگوشی میں کہا۔

"مجھ سے رابطہ رکھنا۔ اب بھی ممکن ہے کہ میں کبھی صدرِ امریکہ بن جاؤں۔"

"میں اس کے لئے دُعا کروں گا مائیکل......! اور مجھے یقین ہے کہ تم بہت کامیاب صدر ثابت ہوگے۔ کیونکہ نہایت بے اُصول آدمی ہو۔"

☆☆☆

ایسٹر سے ایک ہفتہ پہلے، ہفتے کے دن رچرڈ گینز کی تصویروں کی نمائش کا افتتاح ہوا۔

رچرڈ ذہنی طور پر اس کے لئے تیار نہیں تھا۔ لیکن مارون سینڈرز نے اسے منا کر چھوڑا۔

"میں مدت سے اس موقع کا انتظار کر رہا ہوں۔ اب میرے لئے کچھ کمانے کا وقت آیا ہے۔ میں اب تمہاری ایک نہیں سنوں گا۔"

اس نے کہا۔

رچرڈ انکار نہیں کر سکتا تھا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے کڑے وقت میں بھی کبھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔

وہاں کل 14 تصویریں رکھی گئی تھیں۔ رچرڈ کینز نے ان پر بہت محنت کی تھی، بہت وقت دیا تھا انہیں۔ ویسے بھی وہ تیز کام کرنے والا آرٹسٹ کبھی نہیں رہا تھا۔ لیکن اس کی دانست میں یہ نامکمل تصویریں تھیں۔ وہ سوچنے پر مجبور کرتی تھیں۔ لیکن دیکھنے والے کو کوئی منطقی نتیجہ فراہم نہیں کرتی تھیں۔ وہ اس کی اندرونی کیفیات کی مظہر تھیں۔ اسی لئے ان میں ابہام تھا۔

لیکن وہ اسے بہت پسند تھیں۔ بہرحال اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ دیکھنے والوں کو بھی پسند آئیں گی۔ بلکہ اس کا خیال تھا کہ تصویروں کی بنیادی تھیم کی مخالفت کی جائے گی۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم ایسا کیوں سوچتے ہو......؟''

سینڈرز نے کہا۔

''تمہیں حق ہے کہ جس طرح چاہو، اپنے خیالات کا اظہار کرو......!''

یہ سینڈرز کی ایک اور خوبی تھی۔ وہ کبھی یہ نہیں کہتا تھا کہ آج کل یہ اسٹائل کامیاب جا رہا ہے، اس پر کام کرو۔

''لیکن میں جانتا ہوں کہ بہت سے لوگ انہیں سخت ناپسند کریں گے...... بلکہ ان سے نفرت کریں گے۔''

''کرتے ہیں تو کرنے دو......! فن کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ تمام لوگوں کو خوش کرنے کی کوشش کی جائے۔''

''میں نہیں سمجھتا کہ تم ان میں سے ایک تصویر بھی بیچ سکو گے۔''



''تمہارا نام اس پر درج ہو تو میں ردّی بھی بیچ سکتا ہوں۔''

سینڈرز کے لہجے میں محبت تھی۔

''اب ایسے آدمی سے کوئی لڑ سکتا ہے بھلا......؟''

جین اور کیٹ نمائش کے معاملے میں پُرجوش تھیں، لیکن ردِعمل سے ڈر بھی رہی تھیں۔

رچرڈ کو اس پر حیرت تھی۔

''ہم اتنے سخت مرحلوں سے گزر آئے اور اب تم ان تصویروں سے ڈر رہی ہو......؟''

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔

نمائش شروع ہوئی۔ رچرڈ نے سینڈرز کو قائل کر لیا تھا کہ وہ ایک عام مہمان کی حیثیت سے آئے گا۔ اسے ان تصویروں کے خالق کی حیثیت سے متعارف نہیں کرایا جائے گا۔

وہ لوگوں کے درمیان گھل مل کر ان کا ردِعمل دیکھتا رہا۔ کچھ لوگ شاکڈ تھے، کچھ حیران تھے اور کچھ تصویروں سے بہت زیادہ متاثر ہوئے تھے۔ لیکن عجیب بات یہ تھی کہ ہر ردِعمل مثبت تھا۔ تصویروں کو ردّ کسی نے بھی نہیں کیا تھا۔

''مسٹر کینز......!''

عقب سے سرگوشی میں کسی نے اسے پکارا۔

اس نے پلٹ کر دیکھا۔

''میں مائیکل ویسٹلے ہوں۔''

پولیس کمشنر نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

''میں آپ کو جانتا ہوں مسٹر کمشنر......!''

رچرڈ نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

''مبارک ہو......! تمہارا کام شاندار ہے...... زبردست......! ہم کہیں تنہائی میں بیٹھ سکتے ہیں......؟''

رچرڈ اسے سینڈرز کے آفس میں لے گیا۔

''تمہاری ہر تصویر میں حواری جھلکتا ہے...... بلکہ نمایاں نظر آتا ہے۔ اس کے نظریات و افکار بھی اور اس کا عمل بھی۔''

رچرڈ نے حیرت اور خوف سے اسے دیکھا۔

''فنکاروں کے کام کا بڑا حصہ لاشعور کا مرہونِ منت ہوتا ہے۔''

اس نے کہا۔

''لیکن آپ مجھے کیسے جانتے ہیں......؟''

''کیا اتنا کافی نہیں کہ میں جے کا دوست ہوں۔''

رچرڈ نے سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

''تم نے شاید غور نہیں کیا۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ میں جے کا دوست تھا۔ میں نے کہا، میں اس کا دوست ہوں اور ہمیشہ اس کا دوست رہوں گا۔''

''جی......!''

''اور میں جانتا ہوں کہ جے حواری نہیں ہے۔''

''مجھے بھی یقین نہیں آتا۔ لیکن سب یہی کہہ رہے ہیں۔ خود آپ نے بھی تو یہی کہا تھا۔''

''اس وقت یہ آف دی ریکارڈ بات کر رہا ہوں۔ جے حواری ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ حواری کو میں نے پہچان لیا تھا...... 4 جولائی کو۔''

رچرڈ کو پسینہ آنے لگا۔



''حواری تم ہو......! جے کیسے حوری ہو سکتا ہے......؟''

ویسٹلے نے پورے یقین سے کہا۔

''آپ مجھ پر الزام......''

رچرڈ نے احتجاج کرنا چاہا۔

''ڈرو مت......! تم جے کے دوست ہو تو میں تمہارا دوست ہوں۔''

ویسٹلے نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''میں اہلیت کی بنیاد پر پولیس کمشنر کے عہدے تک پہنچا ہوں، کسی سفارش سے نہیں۔ آخری دنوں میں مجھے شبہ ہونے لگا تھا کہ جے حواری کو بچانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور جے ایک بہت اچھا اور ایماندار پولیس افسر تھا۔ وہ کسی مجرم کو بچانے کی کوشش کرے تو اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ وہ جے کا دوست ہوگا...... بلکہ جے اس سے محبت کرتا ہوگا۔ اور میں جانتا تھا کہ میرے سوا جے کا کوئی دوست نہیں۔ پھر مجھے تمہارا خیال آیا۔ جے تمہارا تذکرہ بڑی محبت سے کرتا تھا۔ تمہارے اور اس کے درمیان ایک منفرد اور انوکھا تعلق ہے۔ بس پھر میں سمجھ گیا......''

''آپ محض قیاس......''

''نہیں مسٹر کینر......! 4 جولائی کو تمہارا گیٹ اَپ کچھ اچھا نہیں تھا۔ کم از کم میں اس سے دھوکہ نہیں کھا سکتا تھا۔ پھر پسینے نے تمہارے میک اَپ کو اور نقصان پہنچایا تھا۔ میں سمجھ گیا۔ تم پکڑے جانے والے تھے کہ جے نے معاملات اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ وہ اس کا منصوبہ نہیں تھا، تمہارا تھا۔ بہرحال میں تمہارا اور تمہاری بیوی اور محبوبہ کا شکر گزار ہوں۔ وہ آنسو گیس نہ چھوڑتیں تو جے اس دن مارا جاتا۔ میں بھی اسے نہ بچا پاتا۔ اس کے لئے میں تم تینوں کا شکر گزار ہوں۔''

رچرڈ کا منہ کھلا تھا۔ وہ کچھ کہنے کے قابل نہیں تھا۔

''میں جانتا ہوں کہ جے تمہارے ساتھ رابطے میں ہے۔ اس نے مجھ سے بھی رابطہ کیا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ وہ سان فرانسسکو میں ہے۔ مگر میں ابھی اس سے نہیں ملوں گا۔ میری وجہ سے وہ ایف بی آئی والوں کی نظروں میں آ سکتا ہے۔ اسے بتا دینا کہ اگر میں کبھی صدر بن گیا تو ہم پھر ساتھ کام کریں گے۔ اور ہاں مسٹر گینز......! میں دوستوں کا دوست ہوں۔ کبھی کسی بھی مدد کی ضرورت پڑے تو مجھ سے رابطہ کرنا اور مجھ سے ڈرنا کبھی نہیں......!''

''شکریہ......! مسٹر کمشنر......!''

''کمشنر نہیں......! ویسٹلے کہو......!''

''شکریہ......! مسٹر ویسٹلے......!''

''اب میں چلتا ہوں......!''

رچرڈ اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ گیلری کے ایک گوشے سے جین اور کیٹ بے حد تشویش سے اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ وہ انہیں دیکھ کر مسکرایا اور اس نے طمانیت سے سر ہلا دیا۔ سر کی وہ جنبش کہہ رہی تھی۔

''سب ٹھیک ہے......!''

مگر کمشنر کے گیلری سے نکلتے ہی وہ دونوں اس کی طرف لپکتی چلی آئیں۔

اختتام